تعلموا النحو فانه جمال وترکه عیب

سوال وجواب کے انداز میں انوکھی اور البیلی مکمل ومدلل شرح

واضحہ شرح کافیہ

کامل

مرتب

محمد یحیی ڈینڈرولوی پالن پوری

ناظم اعلی، خادم التفسیر والحدیث دار العلوم ہدایت الاسلام، عالی پور

تحصیل چکھلی، ضلع نوساری، جنوبی گجرات (انڈیا)

موبائل: 9925898580

مجرورات کا بیان

مضاف الیہ کا بیان---------- ۷

توابع کا بیان

نعت کا بیان---------- ۵۱
عطف کا بیان---------- ۶۸
تاکید کا بیان---------- ۸۰
بدل کا بیان---------- ۹۱
عطف بیان---------- ۹۹

مبنیات کا بیان

ضمیروں کا بیان---------- ۱۰۷
اسم اشارہ کا بیان---------- ۱۳۹
اسم موصول کا بیان---------- ۱۴۵
الذی کے ذریعہ خبر دینے کے احکام---------- ۱۵۲
اسمائے افعال کا بیان---------- ۱۷۰
فعال کے اوزان---------- ۱۷۲
اسمائے اصوات کا بیان---------- ۱۷۷
مرکبات کا بیان---------- ۱۷۹
اسمائے کنایات کا بیان---------- ۱۸۳
اسمائے ظروف کا بیان---------- ۱۹۹
معرفہ اور نکرہ کا بیان---------- ۲۲۲
اسمائے اعداد کا بیان---------- ۲۲۸
مذکر و مؤنث کا بیان---------- ۲۵۵

تثنیہ کا بیان ---------- ۲۶۴
جمع کا بیان ---------- ۲۷۳
جمع قلت کے اوزان ---------- ۲۹۰
جمع تکسیر کا بیان ---------- ۲۹۰
مصدر کا بیان ---------- ۲۹۲
اسم فاعل کا بیان ---------- ۳۰۱
اسم مفعول کا بیان ---------- ۳۱۴
صفت مشبہ کا بیان ---------- ۳۱۷
اسم تفضیل کا بیان ---------- ۳۳۳
مسئلۃ الکحل ---------- ۳۴۸

بحث فعل

فعل ماضی کا بیان ---------- ۳۶۴
فعل مضارع کا بیان ---------- ۳۶۷
فعل مضارع کا اعراب ---------- ۳۷۴
نواصب مضارع کا بیان ---------- ۳۷۸
أنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع کا نصب ---------- ۳۸۶
جوازم مضارع کا بیان ---------- ۴۰۱
فعل امر کا بیان ---------- ۴۲۱
فعل مجہول کا بیان ---------- ۴۲۶
فعل متعدی اور غیر متعدی کا بیان ---------- ۴۳۸
افعال قلوب کا بیان ---------- ۴۴۲
افعال ناقصہ کا بیان ---------- ۴۵۱

افعال مقاربہ کا بیان ---------- ۴۷۵
فعل تعجب کا بیان ---------- ۴۸۷
افعال تعجب کی ترکیب ---------- ۴۹۳
افعال مدح وذم کا بیان ---------- ۴۹۵

بحث حرف

حروف جر کا بیان ---------- ۵۰۹
حروف مشبہ بالفعل کا بیان ---------- ۵۴۹
حروف عاطفہ کا بیان ---------- ۵۸۴
حروف تنبیہ کا بیان ---------- ۵۹۶
حروف ندا کا بیان ---------- ۵۹۸
حروف ایجاب کا بیان ---------- ۶۰۰
حروف زیادت کا بیان ---------- ۶۰۴
حروف تفسیر کا بیان ---------- ۶۱۱
حروف مصدریہ کا بیان ---------- ۶۱۲
حروف تحضیض کا بیان ---------- ۶۱۴
حروف توقع کا بیان ---------- ۶۱۵
حروف استفہام کا بیان ---------- ۶۱۷
حروف شرط کا بیان ---------- ۶۲۱
حرف ردع کا بیان ---------- ۶۳۵
تائے تانیث ساکنہ کا بیان ---------- ۶۳۶
تنوین کا بیان ---------- ۶۳۹
نون تاکید کا بیان ---------- ۶۴۳

مجروارت کا بیان □

اَلْمَجْرُوْرَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ

ترجمہ: مجرورات، وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

مختصر تشریح

منصوبات سے فارغ ہونے کے بعد اب مجرورات کو بیان کیا جارہا ہے۔ مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت (زیر) پر مشتمل ہو خواہ زیر لفظی ہو یا تقدیری اور خواہ بصورت حرکت ہو یا بصورت حرف۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مرفوعات اور منصوبات سے فارغ ہونے کے بعد مجرورات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: المجرورات میں اعراب کے اعتبار سے کتنے احتمالات ہیں؟

جواب: تین احتمالات ہیں (۱) موقوف (۲) مرفوع (۳) منصوب۔

سوال: مجرور کی جمع واو، نون کے ساتھ مجرورون کیوں نہیں لائے الف تاء کے ساتھ لائے؟

جواب: المرفوعات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

سوال: مصنفؒ کا مرفوع ومنصوب میں انواع کثیرہ کی وجہ سے المرفوعات، المنصوبات لکھنا صحیح ہے؛ لیکن مجرور کی متعدد انواع نہیں ہیں صرف ایک ہی نوع (مضاف الیہ) ہے المجرورات کیوں لکھا؟

جواب: مصنفؒ نے المرفوعات، المنصوبات کے ساتھ مشاکلت کے پیش

2

نظر المجرورات لکھا ہے اس لئے کہ مجرور کی نوع اگرچہ ایک ہی (مضاف الیہ) ہے؛ لیکن اس کی قسمیں کثیر ہیں جیسے کسی سے پہلے حرف جر زائد ہوتا ہے جیسے بحسبک درھم اور کسی میں لام جیسے للہ اور کسی سے پہلے حرف جر اصلی ہوتا ہے جیسے مررت بزید اور کسی سے پہلے لام مقدر ہوتا ہے جیسے غلام زید اور کسی سے پہلے من مقدر جیسے خاتم فضۃ اور کسی سے پہلے فی مقدر جیسے ضرب الیوم۔

سوال: مجرور کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مجرور کی تعریف یہ ہے: مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

سوال: مضاف الیہ کی علامت کیا ہے؟

جواب: مضاف الیہ کی علامت مفردات اور جمع مؤنث سالم میں کسرہ اور غیر منصرف میں فتحہ ہے اور اسمائے ستہ مکبرہ اور جمع مذکر سالم میں یاء ہے۔ مفردات کی مثال: جیسے غلام زیدٍ جمع مؤنث سالم کی مثال: جیسے غلام مسلماتٍ۔ غیر منصرف کی مثال: جیسے غلامُ احمد، مررت باحمدَ۔ اسمائے ستہ مکبرہ کی مثال: جیسے مررت بأبیک۔ جمع مذکر سالم کی مثال: جیسے غلام مسلمین۔

وَالْمُضَافُ اِلَيْهِ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظاً اَوْ تَقْدِيْراً مُرَاداً

ترجمہ: اور مضاف الیہ ہر ایسا اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرف جر کے واسطے سے نسبت کی گئی ہو، خواہ حرف جر لفظوں میں ہو، یا مقدر (پوشیدہ) ہو، درآنحالیکہ وہ (حرف جر مقدر) مراد ہو۔

مختصر تشریح

مضافٌ: اَضاف الیہ (مائل ہونا) سے اسم مفعول ہے۔

پس مضاف وہ اسم ہے جو دوسرے کی طرف مائل ہو (منسوب کیا گیا ہو)۔

مضاف الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف دوسرا اسم حرف جر کے واسطہ سے منسوب کیا گیا ہو خواہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزیدٍ یا مقدر ہو؛ مگر اس کا اثر لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زیدٍ ای غلام لزیدٍ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مضاف الیہ کی تعریف کرنا ہے۔

سوال: مضاف الیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مضاف الیہ: ہر ایسا اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرف جر کے واسطے سے نسبت کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر لفظاً ہو جیسے غلام لزید یا تقدیراً ہو جیسے غلام زیدٍ۔ اور مضاف الیہ کا اسم ہونا عام ہے خواہ وہ اسم صریحی ہو جیسے غلام زیدٍ یا اسم تاویلی جیسے یوم ینفع الصادقین، تقدیرا مضاف الیہ کے علامت کی مثال مررت بموسیٰ، مررت بابی العباس اور مضاف الیہ کے علامت محلی کی مثال مررت بھذا۔

فائدہ: جر محلی کوئی حرف نہیں ہوتا ہے نہ ہی جر محلی فتحہ ہوتا ہے بلکہ جر محلی صرف کسرہ ہی ہوتا ہے۔

سوال: مجرور کی بحث میں مضاف الیہ کا ذکر پھر مضاف الیہ کی تعریف بے فائدہ تطویل ہے، اختصار کا تقاضہ یہ تھا کہ مصنفؒ یہ عبارت المجرور ھو کل اسم نسب الی شئی بواسطۃ حرف الجر لفظاً او تقدیر أمراداً ذکر کرتے؟

جواب: مصنفؒ اگر المجرور ھو کل اسم نسب الی شئی بواسطۃ حرف الجر لفظاً او تقدیر أمراداً کہتے تو مجرور کی تعریف جامع نہ ہوتی اس لئے کہ اس اسم پر جو حرف جر زائد سے مجرور ہے نیز اضافت لفظیہ میں جو اسم مجرور ہے اس پر بھی مجرور کی تعریف جمہور نحاۃ کے مذہب پر صادق نہیں آتی۔

سوال: مضاف الیہ کی تعریف اپنے افراد کے لئے جامع نہیں اس لئے کہ اس تعریف کے ذریعہ اضافت لفظیہ خارج ہوجاتی ہے کیونکہ بعض لوگ اضافت لفظیہ میں حرف جر کی تقدیر کے قائل نہیں ہے؟

جواب: وہ اضافت جو اضافۃ لفظیہ اور معنویہ کی طرف منقسم ہوتی ہے وہ اضافت حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے اور قاعدہ ہے کہ شئی کی قسم اپنے مقسم کے خلاف نہیں ہوتی تو جب مقسم حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہوگا تو پھر اس کی قسمیں حرف جر کی تقدیر کے ساتھ کیوں کر نہ ہوگی لہذا یہ کہنا کہ اضافت لفظیہ حرف جر کی تقدیر کے ساتھ نہیں ہوئی غلط ہے یہ الگ بات ہے کہ مصنفؒ نے اضافت لفظیہ کے بیان کے دوران اس کی وضاحت نہیں کی جس سے کچھ لوگوں کو دھوکہ لگ گیا ہے پس مضاف الیہ کی تعریف جامع ہے۔

سوال: مراداً سے کیا مراد ہے؟

جواب: مراداً سے ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ مفعول فیہ پر بھی صادق آجاتی ہے جیسے قمت یوم الجمعة، اس مثال میں یوم ایک اسم ہے جس کی طرف قیام کی اضافت حرف جر کے واسطے سے کی گئی ہے (حرف جر فی کے واسطے سے) حالانکہ وہ مضاف الیہ نہیں ہے؟

مصنفؒ نے مراداً سے جواب دیا کہ مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرف جر کے واسطے سے نسبت کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر لفظی ہو یا تقدیری ہو اس حال میں کہ وہ حرف جر عمل کی حیثیت سے اثر کو باقی رکھنے کے ساتھ مراد بھی ہو اور حرف جر کا اثر ظاہر ہوتا ہو اور یوم الجمعة میں اگر چہ الجمعة، فی کی تقدیر کے واسطے سے یوم کی طرف نسبت ہے لیکن وہ فی، تقدیراً مراد نہیں ہے۔

نوٹ: مضاف کا اعراب عامل کے تابع رہتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

❁ ❁ ❁

فَالتَّقْدِيْرُ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ اِسْمًا مُجَرَّدًا تَنْوِيْنُهٗ لِاَجْلِهَا

ترجمہ: پس (حرف جر کو) مقدر کرنے کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس کو تنوین سے خالی کرلیا گیا ہو اضافت کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

اور حرف جر کی تقدیر کے لئے شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس سے اس کی تنوین یا قائم مقام تنوین نون تثنیہ وجمع اضافت کی وجہ سے ہٹادی گئی ہو۔

نوٹ: مضاف کا اعراب عامل کے تابع رہتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنفؒ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنفؒ کا مقصدؒ حرف جر تقدیر اً کے شرائط کو بیان فرمانا ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہیں: (۱) مضاف اسم ہو (۲) مضاف جو اسم ہے اس کی تنوین یا تنوین کے قائم مقام نون تثنیہ وجمع سے خالی ہو۔

سوال: حرف جر کی تقدیر کے لئے اسم کا ہونا شرط کیوں؟

جواب: حرف جر کی تقدیر کے لئے اسم کا ہونا شرط اس لئے ہے کہ اضافت جب اسم کا خاصہ ہے تو اس کے لوازم بھی اسم کے ساتھ ہی خاص ہوں گے۔

سوال: دوسری شرط کیوں لگائی؟

جواب: دوسری شرط اس لئے کہ اضافت تقاضہ کرتی ہے اتصال واتحاد کا تنوین اور نون تثنیہ ونون جمع انقطاع کا تقاضہ کرتے ہیں۔

سوال: متن میں مضاف الیہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے تو مصنفؒ نے والمضاف الیہ کل اسم نسب الیہ شئی کیوں لکھا وھو کل اسم نسب الیہ شئی لکھنا چاہئے۔

جواب: متن میں پہلے جو مضاف الیہ مذکور ہے اس سے عام مراد ہے خواہ مضاف الیہ اصطلاحی ہو یا صوری، چنانچہ اگر وھو کل اسم نسب الیہ شئی عبارت لاتے تو مضاف الیہ اصطلاحی کی تعریف نہ ہوتی بلکہ مضاف الیہ جو عام ہے اس کی تعریف ہوتی اس لئے و المضاف الیہ کل اسم نسب الیہ بشئی کہا تاکہ یہ مضاف الیہ اصطلاحی کی تعریف ہو جائے۔

سوال: مصنفؒ کا قول مجرداتنوینہ صحیح نہیں؛ کیونکہ مجرد، تجرید سے ہے جس کا معنی خالی ہونا، اب عبارت کا مطلب ہوگا، اسم کا خالی ہونا تنوین سے نہ کہ تنوین کا خالی ہونا اسم سے؟

جواب: (۱) مصنفؒ کی عبارت قلب پر محمول ہے اصل میں عبارت ہے اسما مجرداعن تنوینہ۔ (۲) اس جگہ تضمین ہے اسما مجردا منسلخا عنہ تنوینہ۔ (۳) مولانا برکت اللہ لکھنوی نے شرح جامی کے حاشیہ میں یہ جواب لکھا ہے کہ تجرید کے لئے زوال اور انسلاخ لازم ہے گویا تجرید بول کر اس جگہ زوال وانسلاخ مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ اسما زائلا منسلخا عنہ تنوینہ۔

سوال: کم رجل میں کم خبریہ مضاف ہے لیکن حرف جر مقدر کرنے کی شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ کم خبریہ مبنی ہے اور مبنی پر تنوین نہیں ہوتی تو تنوین کے زوال کا کیا معنی؟ اسی طرح حواجّ بیتِ اللہ میں حرف جر مقدر کرنے کی شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ غیر منصرف پر بھی تنوین نہیں آتی اور جس پر تنوین نہ ہو اس سے تنوین کا زوال ممکن نہیں کیونکہ تنوین کا زوال تنوین کے ثبوت پر موقوف ہے؟

جواب: مضاف سے حرف جر اور اس کے قائم مقام کا زوال اس وقت لازم ہے جبکہ مضاف پر تنوین ہو ورنہ شرط نہیں ہے۔

فائدہ: مصنفؒ عبارت فالتقدیر شرطہ ان یکون المضاف اسما عاریا عن التنوین و مایقوم مقامہ لاتے تو انسب تھا۔

سوال: حرف جر کی تقدیر کے لئے تنوین اور اس کے قائم مقام سے مضاف کا

عاری ہونا کیوں شرط ہے؟

جواب: مضاف اور تنوین میں منافات ہے اسی طرح مضاف اور تنوین کے قائم مقام میں بھی منافات ہے اس لئے کہ تنوین اور اس کا قائم مقام اسم کے تام ہونے کی دلیل ہے اور مضاف ہونا اسم کے ناتمام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حرف جر کی تقدیر کے بعد مضاف الیہ سے مضاف میں تعریف یا تخصیص یا تخفیف پیدا ہوتی ہے۔

سوال: لاجلھا کی قید کیوں؟

جواب: بعض حضرات کے نزدیک لاجلھا کی قید، قید احترازی ہے اس لئے کہ ابن حاجبؒ نے اس قید سے الغلام زید جیسی مثالوں کو خارج کیا کیونکہ تنوین کے زوال کا سبب اضافت نہیں بلکہ لام تعریف ہے۔

وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ

ترجمہ: اور وہ (اضافت) معنویہ ہوتی ہے اور لفظیہ ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

اضافت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اضافت معنوی (۲) اضافت لفظی۔

وضاحت

سوال: مصنفؒ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اضافت کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اضافت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اضافت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اضافت لفظی (۲) اضافت معنوی

سوال: وجہ حصر کیا ہے؟

جواب: مضاف یا تو صفت کا صیغہ ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو اضافت معنوی اگر ہے تو مضاف الیہ میں اضافت سے پہلے عامل ہوگا یا نہیں اگر ہے تو لفظی ورنہ معنوی ہے۔

فَالْمَعْنَوِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا-

ترجمہ: پس اضافت معنویہ یہ ہے کہ مضاف اس صیغہ صفت کے علاوہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

مختصر تشریح

اضافت معنوی: وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ ہیں اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں۔ پس اضافت معنوی کی تین صورتیں ہوگی۔

(۱) مضاف نہ صفت کا صیغہ ہو نہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید۔

(۲) مضاف صفت کا صیغہ تو ہو مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو؛ بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد شہر کا سخی البلد معمول نہیں کیونکہ ظرف ہے۔

(۳) مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم، ضرب صفت کا صیغہ نہیں؛ بلکہ مصدر ہے۔

نوٹ: اضافت معنوی ہی اصلی اور حقیقی اضافت ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اضافت معنوی کی تعریف کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس میں مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

سوال: صفت سے کیا مراد ہے؟

جواب: صفت سے مراد اسم فاعل و اسم مفعول اور صفت مشبہ ہیں۔

سوال: معمول سے کیا مراد ہے؟

جواب: معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں۔ پس اضافت معنویہ کی عقلی طور پر تین صورتیں ہیں:

(۱) مضاف بالکل صفت کا صیغہ نہ ہو جیسے غلام زید اس میں غلام مضاف ہے یہ صفت کا صیغہ (اسم فاعل یا اسم مفعول) وغیرہ نہیں ہے اس لئے یہ اضافت معنویہ ہے۔

(۲) مضاف صفت کا تو صیغہ ہو لیکن وہ مضاف الیہ میں عمل کرنے والا نہ ہو بلکہ غیر معمول میں عمل کرنے والا ہو جیسے کریم البلد اس میں کریم صفت کا صیغہ مضاف ہے وہ البلد میں جو مضاف الیہ ہے عمل نہیں کر رہا ہے اس لئے کہ کریم صفت کا صیغہ ہے لیکن البلد ظرف ہے اس کا معمول نہیں۔

(۳) مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم میں ضرب صفت کا صیغہ نہیں بلکہ مصدر ہے۔ برخلاف ضارب زیدا میں ضارب مضاف صفت کا صیغہ ہے اور وہ زید میں عمل بھی کر رہا ہے کیونکہ اصل میں تھا ضارب زیدا اس لئے یہ اضافت لفظی ہے۔

وَهِيَ إِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِيْ مَا عَدَا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهِ، وَإِمَّا بِمَعْنٰى مِنْ فِيْ جِنْسِ الْمُضَافِ أَوْ بِمَعْنٰى فِيْ فِيْ ظَرْفِهِ وَهُوَ قَلِيْلٌ مِثْلُ غُلَامِ زَيْدٍ، وَخَاتَمُ فِضَّةٍ، وَضَرْبُ الْيَوْمِ

ترجمہ: اور وہ (اضافت معنویہ) یا تو لام حرف جر کے معنی میں ہوتی ہے مضاف کی جنس اور ظرف کے علاوہ میں، یا من حرف جر کے معنی میں ہوتی ہے مضاف کی جنس میں، یا فی حرف جر کے معنی میں ہوتی ہے مضاف کے ظرف میں جیسے غلام زید (زید کا غلام) خاتم فضۃ (چاندی کی انگوٹھی) اور ضرب الیوم (آج کا مارنا)۔

مختصر تشریح

اضافت معنوی بتقدیر حرف جر ہوتی ہے، اور تین حرف جر (لام، من، فی) مقدر ہوتے ہیں۔ان کا قاعدہ ہے کہ اگر مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو نہ مضاف کا ظرف ہوتو اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے غلام زیدای لزیدٍ۔

اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہوتو اضافت بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضةٍ ای من فضةٍ۔اگر مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہوتو اضافت بمعنی فی ہوگی جیسے ضرب الیوم ای فی الیوم۔

وضاحت

سوال: مصنفؒ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اضافت معنوی کی تین قسمیں ہیں۔اور وہ یہ ہیں (۱) اضافت لامیہ (۲) اضافت منیہ (۳) اضافت فیمیہ (ظرفیہ)۔

سوال: اضافت لامیہ کب ہوگئ؟

جواب: اضافت لامیہ جب مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کے لئے ظرف ہوتو اضافت لامیہ ہوگی جیسے غلام زید اس مثال میں زید، غلام کے جنس سے نہیں ہے اس لئے کہ زید آزاد ہے اور وہ غلام اور اس میں ظرف بھی نہیں ہے اس لئے کہ زید کے لئے غلام ظرف نہیں ہے۔

سوال: اضافت منیہ کب ہوگی؟

جواب: اضافت منیہ اس وقت ہوگی جب مضاف مضاف الیہ کی جنس سے ہو جیسے خاتم فضة (چاندی کی انگوٹھی) میں مضاف خاتم مضاف الیہ فضة کی جنس سے ہے۔

سوال: اضافت فیمیہ (ظرفیہ) کب ہوگی؟

جواب: اضافت فیمیہ جب مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو جیسے ضرب الیوم

ای ضرب فی الیوم میں الیوم ظرف ہے یہ اضافت فیئیہ ہے۔

دوسری مثال: صلوۃ اللیل ای صلوۃ فی اللیل۔

سوال: اضافت کے تقدیر کی تین صورتیں کیوں ہیں؟

جواب: دلیل حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔

سوال: دلیل حصر کیا ہے؟

جواب: دلیل حصر یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہوگا یا نہیں اگر پہلی صورت ہے تو اضافت فیئیہ ہوگی جیسے ضرب الیوم اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کی چند صورتیں ہیں یا تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی یا تساوی کی یا عموم خصوص من وجہٍ کی۔ اگر تباین کی نسبت ہے تو اضافت لامیہ ہوگی جیسے غلام زید ای غلام لزید اگر تساوی کی نسبت ہو تو اضافت محال ہے۔ اگر عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی تو دو صورتیں ہیں عام کی اضافت خاص کی طرف یا خاص کی اضافت عام کی طرف ہوگی اگر پہلی صورت ہے تو اضافت لامیہ اور اگر دوسری صورت ہے تو اضافت محال ہوگی اور اگر عموم خصوص من وجہٍ کی نسبت ہو تو دو صورتیں ہوں گی مضاف الیہ کے اعتبار سے مضاف اصل ہوگا یا مضاف الیہ اصل ہوگا اگر پہلی صورت ہے تو اضافت لامیہ جیسے فضہ خاتمک خیر من فضہ خاتمی اور اگر دوسری صورت ہو تو اضافت منیہ جیسے خاتم فضۃ۔

سوال: اگر مضاف اور مضاف الیہ میں تساوی کی نسبت ہو تو اضافت محال کیوں؟

جواب: مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان تساوی کی نسبت ہو تو کوئی فائدہ نہیں جیسے اسد اور لیث، حبس اور منع۔

سوال: مضاف اصل ہو مضاف الیہ کے لحاظ سے اس کا کیا مطلب؟

جواب: مضاف الیہ کو مضاف سے لیا گیا ہو جیسے فضۃ خاتمک۔

سوال: مضاف الیہ کا اصل ہونے مطلب کیا ہے؟

جواب: مضاف کو مضاف الیہ سے لیا گیا ہو جیسے خاتم فضۃ۔

وَهُوَ قَلِيْلٌ

ترجمہ: اور وہ قلیل الاستعمال ہے۔

مختصر تشریح

اضافت بمعنی فی کا استعمال کم ہے۔

وضاحت

سوال: مصنفؒ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اضافت فیئیہ (ظرفیہ) اہل عرب کے نزدیک قلیل الاستعمال ہے اسی لئے اکثر نحویوں کے نزدیک اضافت فیئیہ کو اضافت لامیہ کی طرف منتقل کیا ہے کیونکہ ضرب الیوم کے معنی ہیں ضرب لہ اختصاص بالیوم۔

وَتُفِيْدُ تَعْرِيْفاً مَعَ الْمَعْرِفَةِ، وَتَخْصِيْصًا مَعَ النَّكِرَةِ

ترجمہ: اور اضافت معنویہ معرفہ کے ساتھ تعریف کا اور نکرہ کے ساتھ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

مختصر تشریح

اگر کسی اسم کی معرفہ کی طرف اضافت کی جائے تو تعریف کا اور نکرہ کی طرف اضافت کی جائے تو تخصیص (قلت اشتراک) کا فائدہ دے گی مگر مثل اور غیر اس سے مستثنی ہے وہ ابہام میں رسوخ کی وجہ سے معرفہ نہیں ہوتے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اضافت معنوی تعریف یا تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

سوال: تعریف اور تخصیص کا فائدہ کب ہوگا؟

جواب: اگر مضاف الیہ معرفہ ہوتو مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے۔ کیونکہ واضع نے اضافت معنویہ کو اس لئے وضع کیا کہ مضاف کی پہچان ہو۔

سوال: تخصیص کا فائدہ کب؟

جواب: اگر مضاف الیہ نکرہ ہوتو مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

سوال: تخصیص کسے کہتے ہیں؟

جواب: تخصیص نام ہے شرکاء کی تقلیل کا۔ جیسے غلام رجل میں غلام کی رجل کی طرف اضافت سے پہلے غلام، رجل اور امراۃ کے درمیان مشترک تھا؛ لیکن جب رجل کی طرف مضاف ہوگیا تو اس سے غلام المراۃ نکل گیا۔

فائدہ: مذکورہ حکم سے غیر اور مثل استثناء ہے چنانچہ اگر غیر یا مثل مضاف الیہ معرفہ کی طرف مضاف ہوتب بھی ان میں ابہام کی زیادتی کی وجہ سے تعریف نہیں پیدا ہوگی۔ ہاں! اگر ان کے مضاف الیہ کی کوئی ایک ہی ضد ہوتو ان کے معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے وہ تعریف کا فائدہ دے سکتی ہے جیسے علیک بالحرکۃ غیر السکون۔

نوٹ: اضافت معنوی ہی اصلی اور حقیقی اضافت ہے۔

وَشَرْطُهَا تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيْفِ

ترجمہ: اور اس (اضافت معنویہ) کی شرط مضاف کو تعریف سے خالی کرنا ہے۔

مختصر تشریح

اضافت معنوی کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ حرف تعریف (الف لام) سے خالی ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اضافت معنویہ کی شرط کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اضافت معنویہ میں مضاف تعریف سے خالی ہو یہ شرط کیوں؟

جواب: یہ شرط اس لئے ہے کہ اگر مضاف تعریف سے خالی نہ ہو بلکہ معرفہ ہو تو مضاف الیہ کی دو صورتیں ہیں یا تو مضاف الیہ معرفہ ہوگا یا نکرہ۔ پہلی صورت میں اضافت سے تحصیل حاصل لازم آئے گا اور دوسری صورت میں اعلی کا ادنی کی طرف میلان لازم آئے گا یا شاہ کا گدا سے مانگنا لازم آئے گا۔

سوال: جس طرح اضافت لفظیہ لفظ میں تخفیف (مضاف سے تنوین یا تنوین کے قائم مقام کا سقوط) کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح اضافت معنویہ بھی لفظ میں تخفیف پیدا کرتی ہے پس قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ اضافت معنویہ کا نام بھی لفظیہ رکھتے؟

جواب: اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ کے نام رکھنے میں ان کے حکم کا لحاظ رکھا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

اضافت معنویہ کا حکم: مضاف میں تعریف و تخصیص کا معنی پیدا کرتی ہے اور یہ پوشیدہ اور پنہاں ہیں ان کا تعلق لفظ کے ساتھ نہیں ہوتا اور پوشیدہ و پنہاں کو معنوی کہا جاتا ہے اس لئے اس کا نام اضافت معنوی رکھا گیا اور اضافت لفظیہ کا حکم: مضاف میں تخفیف پیدا کرنا ہے اور اس کا تعلق لفظ سے ہے اس لئے اس کا نام اضافت لفظیہ رکھا۔

سوال: اضافت کا لفظ میں تخفیف پیدا کرنا فقط لفظیہ کا خاصہ نہیں ہے بلکہ یہ اضافت معنویہ میں بھی ہے تو اس کو لفظ کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟

جواب: تخفیف پیدا کرنا اگرچہ لفظیہ کا خاصہ نہیں؛ لیکن صرف لفظ میں تخفیف پیدا کرنا فقط لفظیہ کا خاصہ ہے اور اضافت معنویہ میں تخفیف کے ساتھ تعریف اور تخصیص بھی پائی جاتی ہے اس لئے اس کو لفظ کی طرف منسوب کیا گیا۔

سوال: اضافت ایک نسبت کا نام ہے جو مضاف و مضاف الیہ کے درمیان پائی جاتی ہے اور مضاف کا، غیر صفت ہونا مضاف کا وصف ہے نہ کہ مضاف و مضاف الیہ کے درمیان

نسبت۔اس لئے مصنفؒ کا قول فالمعنویہ ان یکون المضاف غیر صفة صحیح نہیں ہے؟

جواب: عبارت میں مبتدا مقدر ہے اصل عبارت فالمعنویة علامتها ان یکون المضاف غیر صفة۔

سوال: مصنف کا قول شرطها تجرید المضاف من التعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نکرہ کو مضاف کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تعریف سے مجرد کرنا معرفہ ہونے پر موقوف ہے کیونکہ نکرہ کو تعریف سے مجرد کرنا ممکن نہیں؟

جواب: (۱) تعریف سے مضاف کو مجرد کرنا اس وقت شرط ہے کہ مضاف معرفہ ہو اور اگر مضاف نکرہ ہو تو یہ شرط نہیں ہے۔

جواب: (۲) تجرید سے تجرد مراد ہے اس کا مطلب، تعریف سے مضاف کا عاری ہونا شرط ہے خواہ نکرہ ہو یا معرفہ ہو، نکرہ بنالیا گیا ہو جیسا کہ غیر منصرف کے بیان میں نکرہ بنانے کا طریقہ مذکور ہوا ہے۔

وَمَا اَجَازَهُ الْكُوفِيُّوْنَ مِنَ "الثَّلٰثَةِ الْاَثْوَابِ"
وَشِبْهُهُ مِنَ الْعَدَدِ ضَعِيْفٌ

ترجمہ: اور جس کو کوفیین نے جائز قرار دیا ہے یعنی الثلاثة الاثواب۔ اور اس جیسے اعداد، وہ ضعیف ہے۔

مختصر تشریح

کوفیین الثلاثة الاثواب (تین کپڑے) اور الخمسة الدراهم (پانچ درہم) کو جائز کہتے ہیں وہ ضعیف مذہب ہے۔ نیز دیگر اعداد جن کو معدود کی طرف مضاف کیا جائے جیسے الثمانیة الاکواب (آٹھ پیالے) وغیرہ ضعیف ہے۔

وضاحت

سوال: مصنفؒ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنفؒ کا مقصد ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ماقبل میں شرط بیان کی کہ مضاف تعریف سے خالی ہو یہ شرط الثلاثه الاثو اب اور الخمسة الدراهم سے ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ یہ دونوں اضافت معنویہ کے قبیل سے ہیں اور مضاف معرفہ ہے۔

جواب: الثلاثه الاثو اب اور الخمسة الدراهم جیسی مثالیں اضافت معنوی ہونے کے باوجود حرف تعریف سے خالی نہ کرنا اور الف لام کے ساتھ استعمال کرنا کوفیین کے نزدیک ہے اور یہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ یہ استعمال ضابطہ اور قانون کے خلاف ہے نیز فصحاء کے استعمال کے خلاف ہے اس لئے کہ فصحاء ثلثة الابواب اور خمسة الدراهم استعمال کرتے ہیں۔

نوٹ: دیگر اعداد جن کی معدود کی طرف اضافت کی جائے اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔

وَاللَّفْظِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا ،مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ،وَحَسَنُ الْوَجْهِ

ترجمہ: اور اضافت لفظیہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول (فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید (زید کو مارنے والا) الحسن الوجہ (خوب صورت چہرہ والا)۔

مختصر تشریح

اضافت کی دوسری قسم: لفظی اضافت ہے اور وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول (فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو۔ جیسے ضارب زید (زید کو مارنے والا) اور حسن الوجہ (خوب صورت)۔

پہلی مثال میں اسم فاعل مفعول بہ کی طرف اور دوسری مثال میں صفت مشبہ فاعل کی طرف مضاف ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اضافت لفظیہ کی تعریف کرنا ہے۔

سوال: اضافت لفظیہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اضافت لفظیہ کی تعریف: ایسا صفت کا صیغہ جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہو جیسے ضارب زید۔اس میں ضارب صفت کا صیغہ اسم فاعل ہے اور زید اس کا معمول ہے جو کہ مفعول بہ ہے۔حسن الوجہ میں حسن صفت مشبہ ہے اور اس کا معمول الوجہ اس کا فاعل ہے۔

وَلَا تُفِيْدُ اِلَّا تَخْفِيْفاً فِي اللَّفْظِ

ترجمہ: اور اضافت لفظیہ صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

مختصر تشریح

اضافت لفظیہ سے صرف تخفیف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، تعریف و تخصیص کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اضافت لفظیہ کے فوائد کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اضافت لفظیہ کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: اضافت لفظیہ لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔

سوال: مصنفؒ کا قول صحیح نہیں ہے کہ اضافت لفظیہ تخفیف پیدا کرتی ہے کیونکہ حواجَّ بیت اللہ میں تخفیف نہیں ہے؟

جواب: اس مثال میں مضاف سے تنوین حکماً زائل ہے اس لئے کہ حواج غیر منصرف ہے اگر اس کی جگہ منصرف لفظ ہوتا تو تنوین حقیقۃً زائل ہوتی لہذا مثال مذکورہ میں اگر چہ تخفیف حقیقۃً نہیں حکماً تخفیف ہے۔

سوال: اضافت لفظیہ میں حاصل ہونے والی تخفیف کی کتنی صوتیں ہیں؟

جواب: اضافت لفظیہ میں حاصل ہونے والی تخفیف کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مضاف میں تخفیف حاصل ہو جیسے ضارب زید اصل میں تھا ضارب زیداً (وہ مارنے والا ہے زید کو) تنوین جو ضارب میں تھی اضافت کی وجہ سے زائل ہوگئی؛ لیکن یہ اس وقت جبکہ مضاف مفرد ہو اگر تثنیہ اور جمع کا صیغہ مضاف ہو تو تخفیف نون تثنیہ یا نون جمع کے حذف کے ساتھ تخفیف ہوگی جیسے مسلموا مصر اصل میں تھا مسلمون مصر اور یدا ابی لھب اصل میں تھا یدان ابی لھب۔

(۲) مضاف الیہ میں تخفیف ہو جیسے القائم الغلام اصل میں قائم غلامہ تھا اس میں غلامہ کی ضمیر مضاف الیہ ہے جسے حذف کر دیا اس کی جگہ الف لام لائے القائم الغلام ہو گیا

(۳) مضاف ومضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہو جیسے زید قائم الغلام اس مثال میں قائم مضاف ہے اور غلامہ ترکیب اضافی ہو کر مضاف الیہ، اصل میں تھا زید قائم غلامہ اس مثال سے تنوین کو حذف کر دیا (مضاف میں سے) اور غلامہ میں سے ضمیر کو حذف کر کے الف لام بڑھا دیا زید قائم الغلام ہو گیا۔

نوٹ: اضافت معنوی لفظ اور معنی دونوں میں فائدہ دیتی ہے اور اضافت لفظی صرف لفظ میں مفید ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ

ترجمہ: اوراسی وجہ سے (ا) جائز ہے مررت برجل حسن الوجه (میں گزرا ایسے مرد کے پاس سے جوخوب صورت چہرہ والا ہے)۔

مختصر تشریح

مررت برجل حسن الوجه صحیح ہے۔حسن الوجه میں اضافت کی وجہ سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی ہے اصل حسنٌ و جھُه تھا اور اضافت کے بعد بھی نکرہ ہے اس لئے نکرہ کی صفت واقع ہوا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے جس جگہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل ہوگی وہ صحیح ہے جیسے مررت برجل حسن الوجه۔اس لئے کہ حسن الوجه میں اضافت کی وجہ سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی ہے، کیونکہ اصل حسن وجهه تھا اور اضافت کے بعد بھی نکرہ ہے اس لئے کہ اضافت لفظی ہے جو تخفیف کا تو فائدہ دیتی ہے لیکن تعریف اور تخصیص کا نہیں لہذا باوجود اضافت کے نکرہ رہا اور رجل نکرہ ہے تو نکرہ، نکرہ کی صفت واقع ہوا ہے۔

(ا) وامتنع مررت بزيد حسن الوجه

ترجمہ: اور ممتنع ہے مررت بزيد حسن الوجه۔

مختصر تشریح

مررت بزيد حسن الوجه جائز نہیں کیونکہ وہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مررت بزید حسن الوجہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مررت بزید حسن الوجہ اس لئے جائز نہیں کہ تخفیف تو حاصل ہے اس لئے کہ حسن الوجہ میں اضافت کی وجہ سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی ہے، کیونکہ اصل حسن وجهه تھا لیکن حسن الوجہ زید کی صفت بن رہا ہے اور زید معرفہ ہے اور حسن الوجہ نکرہ ہے اس لئے کہ اضافت لفظی ہے جو تخفیف کا تو فائدہ دیتی ہے لیکن تعریف اور تخصیص کا نہیں لہذا باوجود اضافت کے نکرہ رہا اور زید معرفہ ہے تو نکرہ، معرفہ کی صفت واقع ہوا ہے۔

(۲) وَجَازَ اَلضَّارِبَا زَيْدٍ، وَالضَّارِبُوْ زَيْدٍ،

ترجمہ: اور جائز ہے الضاربا زید اور الضاربو زید

مختصر تشریح

الضاربا زید (زید کو دو مارنے والے) اور الضاربو زیدٍ (زید کو بہت مارنے والے) صحیح ہیں کیونکہ اول میں اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ اور ثانی میں نون جمع حذف ہوئے ہیں یہ تخفیف ہوئی یہ دونوں نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوئے ہیں الف لام تعریف کی وجہ سے حذف نہیں ہوئے چنانچہ فک اضافت کی وجہ سے نون لوٹ آتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ الضاربا زید، و الضاربو زید جائز ہیں۔

سوال: الضاربا زید، و الضاربو زید کیوں جائز ہیں؟

جواب: الضاربا زید، و الضاربو زید اس لئے جائز ہے کہ دونوں میں اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل ہوئی، الف لام کی وجہ سے نہیں۔ اول میں اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ اور ثانی میں نون جمع حذف ہوئے ہیں۔

سوال: معلوم کیسے ہوا کہ اول میں اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ اور ثانی میں نون جمع حذف ہوئے ہیں، الف لام کی وجہ سے نہیں؟

جواب: اگر دونوں میں فکِ اضافت (اضافت کو چھوڑنا) کیا جائے تو نون لوٹ آتے ہیں، یہ علامت ہے اس بات کی کہ اضافت کی وجہ سے حذف ہوئے ہیں۔

وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ، خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ، وَضَعُفَ ع "اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا"

ترجمہ: اور ممتنع ہے الضارب زید، برخلاف امام فراء کے اور ضعیف ہے یہ مصرعہ: الواھب المائۃ الھجان و عبدھا (سو سفید اونٹوں اور ان کے غلام کو ہبہ کرنے والا)۔

مختصر تشریح

الضارب زید صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں جو تنوین حذف ہوئی ہے وہ الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے نہیں ہوئی پس اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی اس لئے یہ ترکیب جائز نہیں۔

امام فراء الضارب پر الف لام اضافت کے بعد داخل ہوا ہے اور تنوین اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اور وہ دلیل میں یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

الواھب المأۃ الھجان و عبدھا عوذا یزجی خلفھا اطفالھا

ترجمہ: ممدوح سو سفید اونٹنیوں کو مع ان کے غلام بخشنے والا ہے۔ درآنحالیکہ وہ تازہ بیاہی ہوئی ہے، ہانکتا ہے چرواہا ان کے پیچھے ان کے بچوں کو۔

الھجان: سفید اونٹنیاں۔ عوذاً: نئی بیاہی ہوئی۔ زجیٗ یز جِیٗ: ہانکنا۔

امام فراء: و عبدھا مجرور ہے اور اس کا عطف المأۃ پر ہے پس تقدیر عبارت ہوئی الواھب عبدھا یہ بعینہ الضارب زید جیسی ترکیب ہے پس معلوم ہوا یہ ترکیب درست ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال ضعیف ہے یا خود شعر ضعیف ہے پس ضعیف سے استدلال بھی ضعیف ہے اور استدلال ضعیف اس لئے ہے کہ اس میں اور بھی ترکیبی احتمال ہیں مثلاً عبدھا منصوب ہو اور واو بمعنی مع ہو اور عبدھا مفعول معہ ہو اور جب دوسرا احتمال پیدا ہو گیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد الضارب زیدٍ میں اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: الضارب زید جمہور کے نزدیک ناجائز ہے اور امام فراء کے نزدیک جائز ہے۔

سوال: جمہور کی دلیل کیا ہے؟

جواب: جمہور کہتے ہیں الضارب زید میں تخفیف اضافت سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ الف لام کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اس کی بین دلیل یہ ہے کہ اگر اضافت کو ترک کیا جائے تب بھی تنوین ساقط ہوگی اور تخفیف باقی رہے گی۔

سوال: امام فراء کی دلیل کیا ہے؟

جواب: امام فراء تین دلیلیں پیش کرتے ہیں: (ا) تخفیف اضافت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ الف لام الضارب پر اضافت کے بعد داخل ہوا ہے اور تنوین کا حذف اضافت کی وجہ سے ہوا ہے۔

یہ جواب من آنم کہ من دانم کے قبیل سے ہے اس لئے کہ جمہور بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ اضافت الف لام کے بعد داخل ہوئی ہے۔

(۲) امام فراء نے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

الواھب المأۃ الھجان وعبدھا عوذاً یزجی خلفھا اطفالھا

ممدوح سو سفید اونٹنیوں کو مع ان کے غلام بخشنے والا ہے۔ درآنحالیکہ وہ تازہ بیاہی ہوئی ہے، ہانکتا ہے چرواہا ان کے پیچھے ان کے بچوں کو۔

سوال: امام فراء کے استدلال کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: امام فراء کے استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ وعبدھا مجرور ہے اور اس کا عطف المأۃ پر ہے اور معطوف علیہ کا جو عامل ہوتا ہے وہ معطوف کا عامل ہوتا ہے اور اس جگہ معطوف علیہ کا عامل الواھب ہے تو وہی عامل معطوف عبدھا کا ہوا پس تقدیری عبارت الواھب عبدھا ہوئی اور یہ بعینہ الضارب زید جیسی ترکیب ہے اس لئے یہ ترکیب صحیح ہے۔

مصنفؒ کی طرف سے جواب: یہ استدلال ضعیف ہے خود شعر ضعیف ہے پس ضعیف سے استدلال بھی ضعیف ہے۔

سوال: جواب کی تشریح کیا ہے؟

جواب: یہ استدلال ضعیف اس لئے ہے کہ اس میں اور بھی ترکیبی احتمال ہیں جیسے وعبدَھا منصوب پڑھا جائے اور واو بمعنیٰ مع ہو، اور جب دوسرا احتمال پیدا ہوگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔

وَإِنَّمَا جَازَ "اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ" حَمْلًا عَلَى الْمُخْتَارِ فِيْ "اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ" "وَالضَّارِبُكَ" وَشِبْهُهُ فِيْمَنْ قَالَ اَنَّهُ مُضَافٌ حَمْلًا عَلٰى "ضَارِبُكَ"

ترجمہ: اور صرف جائز ہے الضارب الرجل الحسن الوجہ میں پسندیدہ قول پر حمل کرتے ہوئے، اور الضاربک اور اس جیسی مثالیں (جائز ہیں) ان حضرات کے قول کے مطابق جو یہ کہتے ہیں وہ (الضارب) مضاف ہے، ضاربک پر محمول کرنے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

امام فراء کی دوسری دلیل: الضارب الرجل اور الضارب بک اور ان کے مانند ترکیبیں (الضاربی اور الضاربہ) جائز ہیں، جبکہ یہ بھی الضارب زید کی طرح ہیں ان میں معرف باللام معرفہ کی طرف مضاف ہے۔

مصنفؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ترکیبیں بھی قاعدے سے جائز نہیں، کیونکہ اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی مگر بتاویل ان کو جائز رکھا گیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امام فراء کی تیسری دلیل کو پیش کر کے اس کا جواب دینا ہے۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ الضارب الرجل اور الضارب بک اور ان جیسی ترکیبیں (الضاربی اور الضاربہ) جائز ہیں، جبکہ یہ بھی الضارب زید کی طرح ہیں ان میں بھی معرف باللام معرفہ کی طرف مضاف ہے۔

مصنفؒ کی طرف سے جواب: یہ ترکیبیں بھی قاعدہ کی رو سے ناجائز ہیں۔

سوال: یہ ترکیبیں بھی قاعدہ کی رو سے کیوں ناجائز ہیں؟

جواب: اس لئے ناجائز ہیں کہ ان میں اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی مگر تاویل کی وجہ سے جائز رکھا گیا۔ اس میں دو تاویلیں ہیں: (۱) الضارب الرجل کو الحسن الوجہ پر محمول کیا گیا ہے اس لئے کہ دونوں میں صفت کا صیغہ مضاف اور اسم جنس معرف باللام مضاف الیہ ہے اور الضارب زید کی یہ صورت نہیں کیونکہ زید اسم جنس نہیں ہے۔

(۲) الضارب بک میں جمہور نحوی اضافت کے قائل نہیں، وہ الف لام کو بمعنیٰ الذی کہتے ہیں اور کاف کو بربنائے مفعولیت منصوب مانتے ہیں پس ان کے قول کے مطابق تو اس سے استدلال صحیح نہیں۔ اور جو لوگ اس میں اضافت مانتے ہیں وہ الضارب بک کو ضاربک

پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضاربک میں تنوین کا سقوط اتصال ضمیر کی وجہ سے ہے اضافت کی وجہ سے نہیں۔

سوال: ضاربک کو کیسے درست قرار دیا؟

جواب: نحویین جب الف لام سے مجرد اسم فاعل یا اسم مفعول کا تعلق ان کے مفعولوں کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ مفعول ضمائر متصلہ ہوتی ہیں تو اضافت کا التزام کرتے ہیں اور اس کو نہیں دیکھتے کہ تخفیف ہوئی ہے یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے ضاربک کو درست قرار دیا اگر چہ اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی، جو کچھ تخفیف ہوئی ہے وہ ضمیر کے ملنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

پھر جب انہوں نے ضاربک کو صحیح کہا تو اس پر الضاربک کو محمول کیا اور اس کو بھی درست کہا اس لئے کہ دونوں ایک قبل سے ہیں دونوں اسم فاعل ہے اور ضمیر متصل کی طرف مضاف ہے۔

قاعدہ

وَلَا یُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلٰی صِفَةٍ ۔ وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ ، وَجَانِبُ الْغَرْبِیْ ، وَصَلٰوةُ الْاُوْلٰی ، وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ ، مُتَأَوَّلٌ

ترجمہ: اور نہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت کی جائے گی۔ اور **مسجد الجامع** (جامع مسجد) **جانب الغربی** (مغربی جانب) **صلاۃ الاولی** (پہلی نماز) اور **بقلۃ الحمقاء** (خرفہ کا ساگ) جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے۔

مختصر تشریح

موصوف کی صفت کی طرف اضافت معنوی نہیں ہوسکتی، کیونکہ صفت در حقیقت عین موصوف ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ میں مغایرت ضروری ہے۔ جہاں اس قسم کی

اضافتیں محاورات میں پائی جاتی ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے جیسا کہ وضاحت کے ماتحت دیکھا جاسکتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ اور اس کے اعتراض کو بیان کرنا ہے۔

سوال: وہ قاعدہ کیا ہے؟

جواب: وہ قاعدہ یہ ہے کہ موصوف کی صفت کی طرف اضافتِ معنوی نہیں ہوسکتی

سوال: موصوف کی صفت کی طرف اضافتِ معنوی کیوں نہیں ہوسکتی؟

جواب: موصوف کی صفت کی طرف اضافتِ معنوی اس لئے نہیں ہوسکتی کہ صفت درحقیقت عین موصوف ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ میں مغایرت ضروری ہے۔

سوال: اعتراض کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ چند محاورات مسجد الجامع، وجانب الغربی، وصلوۃ الاولی، وبقلۃ الحمقاء جن میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف کی گئی ہے یہ مذکورہ بالا قانون کے خلاف ہے؟

جواب: مصنفؒ نے اس کا جواب متأول سے دیا ہے چنانچہ (۱) مسجد الجامع میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اس کی تاویل مسجدالوقت الجامع ہے۔ (۲) جانب الغربی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اس کی تاویل جانب المکان الغربی ہے۔ (۳) صلوۃ الاولی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اس کی تاویل صلوۃ الساعۃ الاولیٰ ہے۔ (۴) بقلۃ الحمقاء میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اس کی تاویل بقلۃ الحبۃ الحمقاء ہے۔

وَلَا صِفَةٌ إِلٰى مَوْصُوفِهَا

ترجمہ: اور نہ صفت کی اس کے موصوف کی طرف۔

مختصر تشریح

صفت کی اضافت بھی موصوف کی طرف نہیں ہوسکتی اور اس کی بھی وجہ وہی ہے کہ عینیت، غیریت سے بدل جائے گی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صفت کی موصوف کی طرف اضافتِ معنوی نہیں ہوسکتی۔

سوال: صفت کی موصوف کی طرف اضافتِ معنوی کیوں نہیں ہوسکتی؟

جواب: صفت کی موصوف کی طرف اضافتِ معنوی اس لئے نہیں ہوسکتی کہ صفت درحقیقت عین موصوف ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ میں مغایرت ضروری ہے گویا عینیت غیریت سے بدل جائے گی۔

وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيفَةٍ وَأَخْلَاقُ ثِيَابٍ مُتَأَوَّلٌ.

ترجمہ: اور جرد قطیفۃ (پرانی چادر) اور اخلاق ثیاب (پرانے کپڑے) جیسی مثالوں میں بھی تاویل کی گئی ہے۔

مختصر تشریح

جہاں اس قسم کی اضافتیں محاورات میں پائی جاتی ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے جیسا کہ وضاحت کے ماتحت دیکھا جاسکتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اعتراض کا جواب دینا ہے۔اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ چند محاورات جرد قطیفة، و اخلاق ثیاب جن میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے یہ مذکورہ بالا قانون کے خلاف ہے؟

جواب: مصنفؒ نے اس کا جواب متأول سے دیا ہے، چنانچہ جرد قطیفة میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے مگر یہ ترکیب مقلوبی ہے اصل ترکیب توصیفی ہے قطیفة جرد پھر صفت کو مقدم کر کے اضافت کی گئی ہے۔اخلاق ثیاب میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے مگر یہ ترکیب مقلوبی ہے اصل ترکیب توصیفی ہے ثیاب اخلاق پھر صفت کو مقدم کر کے اضافت کی گئی ہے۔

قاعدہ

وَلَا یُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَیْهِ فِی الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ، کَلَیْثٍ وَاَسَدٍ، وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ۔

ترجمہ: اور مضاف نہیں ہوتا وہ اسم جو عموم وخصوص میں مضاف الیہ کے مماثل ہو، جیسے لیث اور اسد (شیر) اور حبس اور منع (روکنا)؛ (وہاں اضافت سے) کوئی فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ایسے دو اسم جو عموم وخصوص میں مساوی ہوں ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت صحیح نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ وہ اضافت بے فائدہ ہوگی۔ جیسے لیث اور اسد (اعیان کی مثال) اور منع اور حبس (معانی کی مثال)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ایسے دو اسم جو عموم وخصوص میں مساوی ہوں ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت نہیں ہوسکتی۔

سوال: اضافت کیوں نہیں ہوسکتی؟

جواب: اضافت اس لئے نہیں ہوسکتی کہ اس میں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے نہ تعریف کا نہ تخصیص کا۔

سوال: امثلہ سے وضاحت کیجئے؟

جواب: امثلہ کی وضاحت حسب ذیل ہیں: (۱) لیث (شیر) اور اسد (شیر) دونوں میں مساوات ہے اس لئے اضافت کی صورت میں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

(۲) منع (روکنا) اور حسب (روکنا) دونوں میں مساوات ہے اس لئے اضافت کی صورت میں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

سوال: مصنفؒ نے دو مثالیں کیوں بیان کی؟

جواب: مصنفؒ نے دو مثالیں اس لئے بیان کی کہ مثال اول اعیان کی ہے اور مثال ثانی معانی کی ہے۔

بِخِلَافِ "كُلُّ الدَّرَاهِمِ" وَ"عَيْنُ الشَّيْءِ"فَإِنَّهُ يُخْتَصُّ بِهِ،

ترجمہ: برخلاف کل الدراھم اور عین الشیء کے؛ اس لئے کہ وہ (مضاف ان میں) مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہوگیا ہے۔

مختصر تشریح

البتہ کل الدراھم اور عین الشئی صحیح ہیں کیونکہ اضافت سے پہلے کل دراھم

ودنانیر کو عام تھا اور عین موجود ومعدوم کو عام تھا۔ اضافت کے بعد ان میں تخصیص ہوگئی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کل الدراھم اور عین الشئی جیسی مثالیں ترکیب کے اعتبار سے اضافت کے ساتھ صحیح ہے۔

سوال: امثلہ سے وضاحت کیجئے؟

جواب: امثلہ کی وضاحت حسب ذیل ہیں۔

(۱) کل الدراھم میں کل عام ہے، دراھم اور دنانیر دونوں کو عام ہیں، کل کی اضافت دراھم کی طرف کی تخصیص حاصل ہوگئی اور دنانیر نکل گئے۔

(۲) عین الشئی میں عین عام ہیں موجود اور معدوم کو عام ہیں، عین کی اضافت الشئی کی طرف کی تخصیص ہوگئی اس لئے کہ شئی کا استعمال فقط موجود پر ہوتا ہے۔

وَقَوْلُهُمْ "سَعِيْدُ كُرْزٍ" وَنَحْوُهُ مُتَاَوَّلٌ

ترجمہ: اور اہل عرب کے قول سعید کرز اور اس کے نظائر میں تاویل کی گئی۔

مختصر تشریح

جہاں کسی شخص کے نام کی اس کے لقب کی طرف اضافت کی گئی ہو جیسے جاء سعید کرز (وہ سعید جس کا لقب کرز ہے) اس کی یہ تاویل ہے کہ جاء سعید ملقب بکرز پس مضاف سے مراد ذات ہے اور مضاف الیہ سے مراد نفس لفظ ہے اس لئے مغایرت ہوگئی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اعتراض کا جواب دینا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ

سعید اور کرز میں دونوں میں مساوات ہیں اس کے باوجود سعید کی اضافت کرز کی طرف کیوں کی؟

جواب: سعید اور کرز میں دونوں میں مساوات ہے لیکن یہ مثال متأول ہے اور وہ یہ ہے کہ سعید سے ذات مراد ہے اور کرز سے مراد نفس لفظ ہے اس لئے مغایرت ہوگئی۔
اب سعید کرزِ، سعید ملقبِ بکرزِ کے درجہ میں ہوگیا۔

سوال: کرز سعید کہنا جائز ہے؟

جواب: کرز سعید کہنا جائز نہیں، کیونکہ لقب میں توضیح ہوتی ہے نہ کہ اسم میں۔

سوال: سعید کرز سے کیا مراد ہے؟

جواب: سعید کرز سے مراد کسی شخص کے نام کی اس کے لقب کی طرف اضافت کی گئی ہو۔

قاعدہ

وَاِذَا اُضِيْفَ (الف) اَلْاِسْمُ الصَّحِيْحُ، اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَ آخِرُهٗ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْ سَاكِنَةٌ

ترجمہ: اور جب اسم صحیح یا جاری مجری کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس کے آخری حرف کو کسرہ دیا جائے گا اور یائے متکلم یا تو مفتوح ہوگی یا ساکن۔

مختصر تشریح

(الف) جب اسم صحیح یا جاری مجری صحیح (ملحق بالصحیح) کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اسم کے آخر کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیں گے اور یائے متکلم کو مفتوح یا ساکن پڑھیں گے جیسے کتابِیَ۔ کتابِیْ۔ ظبیِیَ۔ ظبیِیْ۔ دلوِیَ۔ دلوِیْ۔
چنانچہ نحویوں کی اصطلاح میں وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو اور ملحق

بالصحیح (جاری مجری صحیح) وہ اسم ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ہو اور اس سے پہلے جزم ہو جیسے دلو اور ظبی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا جاری مجری کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس کے آخری حرف کو کسرہ دیا جائے گا، اور یائے متکلم یا تو مفتوح ہوگی یا ساکن۔ یائے متکلم مفتوح کی مثال: کتابِیَ۔ ظبیِءَ۔ دلوِیَ۔

سوال: صحیح کسے کہتے ہیں؟

جواب: نحویوں کی اصطلاح میں وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔

سوال: جاری مجریٰ صحیح کسے کہتے ہیں؟

جواب: جاری مجریٰ صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ہو اور اس سے پہلے جزم ہو جیسے دلو اور ظبی۔

سوال: دلو اور ظبی وغیرہ کو صحیح کے ساتھ لاحق کیوں کیا؟

جواب: اس کو صحیح کے ساتھ لاحق اس لئے کیا کہ یہ کلمات مفرد صحیح کے مشابہ ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جیسے مفرد صحیح کے آخری حرف کا ماقبل ساکن ہوتا ہے جیسے زید میں دال آخری حرف ہے اور اس کا ماقبل ساکن ہے اسی طرح ان مثالوں میں بھی آخری حرف واو اور یاء ہے اور اس کا ماقبل ساکن ہے۔

سوال: جب اسم صحیح یا جاری مجری کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس کے آخری حرف کو کسرہ کیوں دیا جائے گا؟

جواب: جب اسم صحیح یا جاری مجری کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو

اس کے آخری حرف کو کسرہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ یاء اپنے ماقبل کسرہ کا تقاضہ کرتا ہے۔

سوال: یائے متکلم پر فتحہ اور سکون کیوں آتا ہے؟

جواب: یائے متکلم پر فتحہ اس لئے ہے کہ حرف کا اصل متحرک ہونا ہے اور اخف الحرکت فتحہ ہے۔ جبکہ یائے متکلم مبنی ہے اور مبنی میں اصل ساکن ہے۔

(ب) فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ أَلِفًا تُثْبَتُ۔

ترجمہ: (ب) پس اگر اس (اسم) کا آخری حرف الف ہو، تو وہ باقی رکھا جائے گا۔

مختصر تشریح

اور اگر اسم کے آخر میں الف ہو تو اس کو ثابت رکھا جائے گا، خواہ وہ تثنیہ کا الف ہو یا غیر تثنیہ کا جیسے غلامایَ، عصایَ اور رَحایَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قانون کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر اس (اسم) کا آخری حرف الف ہو خواہ وہ تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا، وہ باقی رکھا جائے گا جیسے تثنیہ کا الف ہو اس کی مثال غلامان سے غلامایَ۔ غیر تثنیہ کا الف ہو اس کی مثال: عصا سے عصایَ، رحیٰ سے رحایَ۔

سوال: اگر اس (اسم) کا آخری حرف الف تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا وہ باقی کیوں رکھا جاتا ہے؟

جواب: اس لئے باقی رکھا جاتا ہے کہ انقلاب کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا نہ تو اس سے پہلے ضمہ ہے جو اس کو واو سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو اور نہ اس سے پہلے کسرہ ہے جو اس کو یاء سے بدلنے کا تقاضہ کرے۔

وَهُذَيْلٌ تُقَلِّبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَةِ يَاءً

ترجمہ: اور قبیلہ ہذیل کے لوگ اس (الف) کو یاء سے بدل دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ تثنیہ کے علاوہ کے لئے ہو۔

مختصر تشریح

قبیلہ ہذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے بدل کر یائے متکلم میں ادغام کرتا ہے وہ کہتا ہے عصيَّ، رحيَّ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد قبیلہ ہذیل کے قول کو بیان کرنا ہے۔

سوال: قبیلہ ہذیل کے نزدیک اگر اس (اسم) کا آخری حرف الف تثنیہ کا ہو، وہ باقی کیوں رکھا جاتا ہے؟

جواب: قبیلہ ہذیل کے نزدیک اس لئے باقی رکھا جاتا ہے کہ انقلاب کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا نہ تو اس سے پہلے ضمہ ہے جو اس کو واو سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو اور نہ اس سے پہلے کسرہ ہے جو اس کو یاء سے بدلنے کا تقاضہ کرے۔

سوال: قبیلہ ہذیل کے نزدیک اگر اس (اسم) کا آخری حرف الف ہو اور وہ غیر تثنیہ کا ہو تو کیوں یاء سے بدلا جاتا ہے؟

جواب: اگر اس (اسم) کا آخری حرف الف ہو اور وہ غیر تثنیہ کا ہو تو اس لئے بدلا جاتا ہے کہ الف کو یاء سے بدلنا یائے متکلم کی مشاکلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور مشاکلت کا مطلب یہ ہے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اور عصایَ اور رَحایَ میں یاء ماقبل مکسور نہیں ہے، لہذا ان میں مشاکلت مفقود ہے۔ اسی وجہ سے ضروری ہوا کہ الف کو یاء سے بدلا

جائے پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا جائے تاکہ مشاکلت پیدا ہو جائے؛ لیکن الف تثنیہ کو یاء سے نہیں بدلتے اس لئے کہ اگر الف تثنیہ کو یاء سے بدل دیا جائے تو حالت رفع کا حالت نصب اور جر کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

(ج) أَوْ إِنْ كَانَ يَاءً أُدْغِمَتْ

ترجمہ: اور اگر (اس اسم کا آخری حرف) یاء ہو تو اس کا (یائے متکلم میں) ادغام کر دیا جائے گا۔

مختصر تشریح

اگر اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس یائے متکلم میں ادغام کیا جائے گا خواہ یاء تثنیہ کی ہو یا جمع کی جیسے مسلمَیْنِ سے مسلِمِیَّ اور مسلمین سے مسلِمِیَّ اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دیا جائے گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اگر اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس کا یائے متکلم میں ادغام کیا جائے گا خواہ یاء تثنیہ کی ہو یا جمع کی ہو اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دیا جائے گا۔ جیسے تثنیہ کی مثال مسلمَیْن سے مسلِمِیَّ۔ جمع کی مثال مسلمِیْنَ سے مسلِمِی۔

سوال: اگر اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس کا یائے متکلم میں ادغام کیوں کیا جائے گا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو کلمے بمنزلہ واحدہ کے ہوں اور ان میں دو حروف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو ان میں ایک کو دوسرے میں ادغام کیا جاتا ہے اور مضاف الیہ بھی بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں لہذا جب ان میں دو یاء جمع ہو جائیں گی تو ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا۔

سوال: یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ کیوں دیا جائے گا؟

جواب: یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دیا جائے گا اس لئے کہ اگر اس کو حرکت نہ دی جائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا اس لئے حرکت فتحہ اختیار کی کیونکہ وہ اخف الحرکت ہے۔

(د) وَإِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً، وَأُدْغِمَتْ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ

ترجمہ: اور اگر واؤ ہو تو اس کو یاء سے بدل دیا جائے گا اور اس کا (یائے متکلم میں) ادغام کر دیا جائے گا، اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دے دیا جائے گا۔

مختصر تشریح

اگر اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کیا جائے گا جیسے مسلمون سے مسلِمِي۔ اس لئے کہ جب ی کی طرف اضافت کی گئی تو نون گر گیا پھر واو کو یاء سے بدلا اور ادغام کیا اور لام کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیا اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین سے بچنے کے لئے فتحہ دیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے بدل کر اس کا (یائے متکلم میں) ادغام کر دیا جائے گا اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دیا جائے گا۔ جیسے مسلمُوْنَ سے مُسْلِمِيَّ۔ کیونکہ جب ی کی طرف اضافت کی گئی تو نون گر گیا، پھر واو کو یاء سے بدلا اور ادغام کیا اور لام کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیا اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین سے بچنے لئے فتحہ دیا۔

سوال: اگر اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کیوں؟

جواب: ادغام اس لئے کیا جاتا ہے کہ معتل کا قاعدہ ہے کہ جب واو اور یاء ایک

جگہ جمع ہوجائیں اوران میں سے پہلا ساکن ہوتو واو کو یاء سے بدل دیتے ہیں اوراس جگہ بھی یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہوتو اس کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا اور یاء کے ماقبل کسرہ دیا جائے گا اس لئے کہ یاء اپنے ماقبل کسرہ چاہتا ہے۔

سوال: یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ کیوں دیا جائے گا؟

جواب: فتحہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ اگر اس کو حرکت نہ دیجائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا اس لئے حرکت فتحہ اختیار کی کیونکہ وہ اخف الحرکت ہے۔

قاعدہ

وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ (۱) فَاَخِیَّ، وَاَبِیَّ، وَاَجَازَ الْمُبَرَّدُ اَخِیَّ، وَاَبِیَّ

ترجمہ: اور بہرحال اسمائے ستہ (۱) تو (کہا جائے گا) اخی، اور ابی اور امام مبرد نے جائز قرار دیا ہے اخی اور ابی کو بھی۔

مختصر تشریح

اسمائے ستہ کا حکم: (۱) اب کی اصل ابوٌ ہے اور اخ کی اصل اخوٌ آخر کا واو نسیاً منسیاً کر دیا گیا ہے پس جب ان کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اِبیْ اور اخِیْ کہا جائے گا واو محذوف کو نہیں لوٹایا جائے گا۔ اور امام مبرد کے نزدیک اگر واو محذوف کو لوٹا کر یاء سے بدل کر ادغام کریں تو یہ بھی جائز ہے: اَبِی اور اخِی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے حکم اول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: ابٌ کی ابوٌ اور أخٌ کی اصل أخوٌ، آخر کا واو نسیاً منسیا کر دیا گیا ہے، پس جب ان کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو واو محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا یہ جمہور نحاۃ

کا قول ہے۔امام مبردؒ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے نیز واو کو لوٹا کر یاء سے بدل کر ادغام کیا جائے اور ابیَّ اور اخی پڑھا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

سوال: امام مبرد کی دلیل کیا ہے؟

جواب: امام مبرد کی دلیل یہ شعر ہے: وَ اَبِیَّ مالکٌ ذوالمَجازِ بدارٍ۔ اس میں محل استشہاد وَ اَبِیَّ ہے۔

سوال: محل استشہاد کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: محل استشہاد کی تفصیل یہ ہے کہ اَبٌ کے واو محذوف کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کیا گیا ہے اس لئے کہ شاعر نے اس کو یاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

سوال: امام فراء کی دلیل کا جواب کیا ہے؟

جواب: امام فراء کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس کے خلاف ہے اور استعمال کے بھی خلاف ہے۔

سوال: قیاس اور استعمال کے خلاف کیسے؟

جواب: قیاس کے خلاف اس لئے ہے کہ اضافت کا فائدہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اور استعمال کے خلاف اس لئے ہے کہ فصحاء کے کلام میں اضافت الیٰ یاء المتکلم کے وقت حرف محذوف واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کرنا مسموع نہیں ہے۔ نیز یہ احتمال بھی ہے کہ اس شعر میں ابی جمع ہو اب کی، اصل میں اَبینَ تھا جب یائے متکلم کی طرف اضافت کی تو مضاف میں نون بوجہ اضافت گر گیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو اَبِیِیَّ ہو گیا۔

(۲) وَتَقُوْلُ حَمِیْ، وَهَنِیْ

ترجمہ: اور عورت کہے گی: حمی اور هنی۔

مختصر تشریح

حم کی اصل حمَوٌ اور ھنٌ کی اصل ھنَوٌ ہے۔واو نسیاً منسیاً کر دیا گیا ہے۔ان کی بھی جب یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو واو محذوف کو نہیں لوٹایا جائے گا چنانچہ عورت کہے گی حمِیْ (میرا دیور)۔ھَنِیْ (میری شرمگاہ) اس میں مبرد کا اختلاف نہیں ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے حکم ثانی کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: حمٌ کی اصل حموٌ اور ھنٌ کی اصل ھنوٌ ہے۔واو نسیاً منسیا کر دیا گیا ہے ان کی بھی جب یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو واو محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا جیسے عورت کہے گی حَمِیْ (میرا دیور) ھنِیْ (میری شرمگاہ) اور یہ تمام کے نزدیک ہے امام مبرد کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سوال: مصنفؒ نے حمی اور ھنی کو ابی اور اخی کس ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: مصنفؒ نے حمی اور ھنی کو ابی اور اخی کس ساتھ ذکر اس لئے نہیں کیا کہ حمی اور ھنی میں جمہور کے ساتھ امام مبرد کا اختلاف غیر مشہور ہے۔

(۳) وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْأَكْثَرِ وَفَمِيْ

ترجمہ: اور کہا جاتا ہے فِیَّ اکثر استعمال میں اور فَمِیْ (بعض استعمالات میں)

مختصر تشریح

فَمٌ کی اصل فُوْہٌ ہے،(ہ) نسیا منسیا کر دی گئی ہے اور واو کو میم سے بدل دیا جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو وہ محذوف کو نہ لوٹائیں گے اور میم کو یاء سے

بدل کر ادغام کیا جائے گا اور فاء کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیا جائے گا اور فِیَّ کہا جائے گا یہی بکثرت استعمال ہے اور اگر میم باقی رکھ کر اضافت کریں تو یہ بھی صحیح ہے پس فَمِیْ ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے حکم ثالث کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے:فَمٌ کی اصل فُوْہٌ ہے،ہ نسیاً منسیا کر دی گئی اور واو کو میم سے بدل دیا جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو (ہ) محذوف لوٹ کر نہیں آئے گی اور میم کو یاء سے بدل کر ادغام کیا جائے گا اور فاء کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیا جائے گا جیسے فَمٌ سے فِیَّ (میرا منہ) یہی بکثرت استعمال ہے۔اور اگر میم کو باقی رکھ کر اضافت کریں تو یہ بھی درست ہے جیسے فَمٌ سے فَمِیْ۔

سوال: فمٌ کی اصل فُوْہٌ ہے اس میں تعلیل کس طرح ہوئی؟

جواب: فُوْہٌ سے ہ کو خلاف قیاس حذف کیا اور واو کو میم سے بدل دیا، فَمٌ ہو گیا۔

سوال: واو کو میم سے کس مناسبت سے بدل دیا؟

جواب: واو کو میم سے بدلنا شفتین کی مناسبت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ مخرج میں دونوں کا تعلق ہونٹوں سے ہے۔

قاعدہ

(۴) اِذَا قُطِعَتْ قِيْلَ اَخٌ،وَاَبٌ،وَحَمٌ،وَهَنٌ،وَفَمٌ، وَفَتْحُ الْفَاءِ اَفْصَحُ مِنْهُمَا

ترجمہ: اور جب ان کو (اضافت سے) الگ کر دیا جائے گا تو کہا جائے گا: اخ، اب، حم، ھن، اور فم، میں فاء کا فتحہ ان دونوں (فاء کے کسرہ اور ضمہ) سے زیادہ فصیح ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب مذکورہ اسمائے خمسہ کی اضافت ختم کردیں تو ان پر مطلقاً اعراب بالحرکات جاری ہوگا اور فم کی فاء میں ضمہ، کسرہ، اور فتحہ تینوں جائز ہے، مگر فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے حکم رابع کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: جب مذکورہ اسمائے خمسہ کی نسبت ختم کردی جائے تو ان پر مطلقاً اعراب بالحرکات جاری ہوگا اور فَمٌ کی فاء میں ضمہ، کسرہ اور فتحہ تینوں جائز ہیں مگر فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

اس لئے کہ نسبت ختم کرنے کے بعد مفرد منصرف صحیح کے قائم مقام ہوجاتے ہیں اور مفرد منصرف صحیح میں اعراب بالحرکت جاری ہوتی ہے۔

فائدہ

(۵)وَجَاءَ "حَمٌ" مِثْلُ يَدٍ، وخَبْءٍ، وَدَلْوٍ، وَعَصًا، مُطْلَقًا

ترجمہ: اور حم مطلقاً ید، خبء، دلو اور عصا کی طرح بھی آیا ہے۔

مختصر تشریح

فائدہ: حَمٌ کو چار طرح پڑھ سکتے ہیں (۱) یدٌ کی طرح حمٌ (۲) حَبْءٌ کی طرح حَمْءٌ (۳) دلو کی طرح حَمْوٌ (۴) عصا کی طرح حمًا۔ حم میں یہ چار طریقے مطلقاً جائز ہیں۔ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور اسم کی طرف ہو یا اضافت نہ ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے حکم خامس کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: حَمٌ کو چار طرح پڑھ سکتے ہیں۔ (۱) حَمٌ۔ یدٌ کی طرح۔ (۲) حَمْءٌ

۔خَبْء" کی طرح۔(۳)حَمْوٌ۔دَلو" کی طرح۔(۴)حمیٰ۔عصا کی طرح۔حمٌ میں یہ چار طریقے مطلقاً جائز ہیں خواہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور اسم کی طرف یا کسی کی طرف مضاف نہ ہو۔

فائدہ

(۶)وَجَاءَ "هَنٌ" مِثْلُ يَدٍ مُطْلَقًا

ترجمہ:اور ھن مطلقاً ید کی طرح آیا ہے۔

مختصر تشریح

فائدہ:ھن بھی مطلقاً ید کی طرح آیا ہے خواہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور اسم کی طرف یا کسی کی طرف مضاف نہ ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے حکم سادس کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے:ھنٌ بھی مطلقاً یَدٌ کی طرح آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ لغت مذکورہ کے علاوہ اور ایک لغت ہے اور وہ یہ ہے کہ مطلقاً ید کی طرح ہو کہ اس کا لام کلمہ واپس نہ لوٹایا جائے خواہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور اسم کی طرف یا کسی کی طرف مضاف نہ ہو۔

قاعدہ

(۷)وَ"ذُوْ"لَا يُضَافُ إِلٰى مُضْمَرٍ ،وَلَا يُقْطَعُ

ترجمہ:اور ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور اس کو(اضافت سے)الگ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اسمائے ستہ میں سے ذُوْ جائز ہے۔ ذُوْ لازم الاضافت ہے، مگر اس کی اضافت صرف اسم جنس کی طرف ہوتی ہے جیسے ذو المال۔ ضمیر کی طرف اس کی اضافت نہیں ہوتی (ولا یقطع: اضافت سے کاٹا نہیں جاتا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے ستہ کے سات احکام میں سے آخری حکم کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: اسمائے ستہ میں سے ذو ہے اور ذو لازم الاضافت ہے مگر اس کی اضافت صرف اسم جنس کی طرف ہوتی ہے جیسے ذو المال۔ اسم ضمیر کی طرف اضافت نہیں ہوتی۔

سوال: اسمائے ستہ میں سے ذُو کو الگ کیوں بیان کیا؟

جواب: اسمائے ستہ میں سے ذو کا حکم الگ ہے اور وہ یہ ہے کہ ذو کی اضافت اسم ضمیر کی طرف صحیح نہیں ہے برخلاف دیگر اسماء کے۔

سوال: ذو کی اضافت ضمیر کی طرف کیوں نہیں؟

جواب: ذو کی اضافت ضمیر کی طرف اس لئے نہیں کہ واضع نے اس کو وضع کیا ہے کہ اس کو اسم جنس کی طرف اضافت کر کے ماقبل کی صفت بنا دے اور اسم جنس اسم ظاہر ہوتا ہے نہ کہ اسم ضمیر۔

سوال: انما یعرف ذالفضل من الناس ذووہ میں تو ذو کی اضافت اسم ضمیر کی طرف ہے؟

جواب: اس عبارت میں ذو کی اضافت اسم ضمیر کی طرف علی سبیل الشذوذ ہے۔

توابع کا بیان

اَلتَّوَابِعُ كُلُّ ثَانٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ

ترجمہ: ہر ایسا دوسرا لفظ ہے جو اپنے سے پہلے (لفظ) کے اعراب کے ساتھ ہو ایک ہی جہت سے۔

مختصر تشریح

تابع: ہر وہ دوسرا اسم ہے جس پر وہی اعراب آئے جو پہلے اسم پر آیا ہے اور اعراب کی جہت بھی ایک ہو پہلے اسم کو متبوع کہتے ہیں۔

توابع پانچ ہیں: (۱) صفت (۲) تاکید (۳) بدل (۴) معطوف بحرف (۵) عطف بیان۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد توابع کو بیان کرنا ہے۔

سوال: تابع، فاعل کے وزن پر ہے اور فاعل میں وصف کے معنیٰ پائے جاتے ہے گویا تابع فاعل وصفی کے وزن پر ہوا اور قاعدہ ہے کہ جو بھی کلمہ فاعل وصفی کے وزن پر آئے اس کی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے لہذا تابعات آنی چاہئے نہ کہ توابع۔

جواب: تابع اصل میں وصفی معنی کے لئے ہی ہے؛ لیکن اب وہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہو چکا ہے، اس لئے اس پر فاعل وصفی والے احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ فاعل اسمی والے احکام جاری ہوں گے اور فاعل اسمی کی جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے اس لئے اس جگہ توابع، فواعل کے وزن پر لائے ہیں۔

سوال: توابع سے مراد کیا ہے؟

جواب: توابع سے مراد اسمائے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کے توابع ہیں۔

سوال: توابع کتنے اور کونسے ہیں؟

جواب: توابع پانچ ہیں: (۱) نعت (۲) عطف بحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان۔

سوال: دلیل حصر کیا ہے؟

جواب: توابع میں مقصود یا تو تابع ہوگا یا دونوں یا فقط متبوع، اگر فقط تابع مقصود ہے تو بدل اور اگر دونوں مقصود ہیں تو عطف بحرف اور اگر فقط متبوع مقصود ہے تو تین صورتیں ہیں: (۱) تابع متبوع کے معنی کو ثابت کرتا ہوگا تو نعت۔ (۲) تابع متبوع کے متبوع کے معنی کو ثابت کرتا ہوگا تو تاکید۔ (۳) تابع متبوع کی وضاحت کرتا ہوگا تو عطف بیان۔

سوال: توابع کی تعریف کیا ہے؟

جواب: توابع: ہر وہ دوسرا لفظ جو ایک ہی جہت سے اپنے پہلے لفظ کے اعراب کے ساتھ ہو۔

سوال: ثان سے کیا مراد ہے؟

جواب: ثان سے مراد مؤخر ہونا ہے خواہ دوسرے سے ہو یا تیسرے سے۔

فائدہ: ہر تعریف جنس اور فصل سے مرکب ہوتی ہے چنانچہ تابع کی یہ تعریف بھی جنس اور فصل سے مرکب ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

کل ثان جنس ہے، اس میں مبتدا کی خبر، کان کی خبر، حروف مشبہ بالفعل کی خبر، ظننت اور اعطیت کا مفعول ثانی وغیرہ شامل ہے۔

باعرابہ فصل اول ہے اس سے کان اور اس کے اخواۃ کی خبر نیز حروف مشبہ بالفعل کی خبر خارج ہوگئی اس لئے کہ ان میں سابق اعراب نہیں ہوتا البتہ مبتدا کی خبر نیز ظننت و اعطیت کا مفعول ثانی خارج نہیں ہوا اس لئے کہ ان میں اعراب سابق ہوتا ہے۔

من جھۃ واحدۃ: فصل ثانی ہے اس سے مبتدا کی خبر نیز ظننت و اعطیت کا مفعول

ثانی خارج ہوجائے گا اس لئے کہ گو مبتدا کی خبر میں اعراب سابق ہوتا ہے لیکن جہت مختلف ہے مبتدا میں رفع مسندالیہ کی وجہ سے اور خبر میں رفع مسند بہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ظننت و اعطیت کے مفعول ثانی میں اعراب سابق ہوتا ہے لیکن جہت مختلف ہے ان میں مفعول اول کا منصوب ہونا اخذ کے اعتبار سے ہے اور مفعول ثانی کا منصوب ہونا ماخوذ کے اعتبار سے ہے۔

اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ مُطْلَقًا

ترجمہ: صفت ایسا تابع ہے جو مطلقاً ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس متبوع میں ہو

مختصر تشریح

(۱) نعت: وہ تابع ہے جو موصوف کی اچھی یا بری حالت بیان کرے جیسے جاءنی رجل عالم۔ اس کو صفت بحال موصوف کہتے ہیں۔

موصوف سے تعلق رکھنے والی چیز کی اچھی یا بری حالت بیان کرے جیسے جاءنی رجل عالم ابوہ۔ اس کو صفت بحال متعلقِ موصوف کہتے ہیں۔

مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں دلالت کرے صرف بعض اوقات میں یا بعض مواد میں دلالت نہ کرے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد میں سے النعت کو بیان کرنا ہے۔

سوال: النعت کو دیگر پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: اس لئے کہ اس کا استعمال دوسرے توابع کے مقابل کثیر ہے۔

سوال: صفت اور نعت اور وصف کے مابین کیا فرق ہے؟

جواب: صفت کا تعلق موصوف کے ساتھ ہوتا ہے اور وصف کا تعلق واصف کے ساتھ ہوتا ہے اور نعت دونوں کو عام ہے۔

سوال: نعت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: نعت ایسا تابع ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع میں موجود ہے۔

سوال: مطلقا ترکیب میں کیا واقع ہے؟

جواب: مطلقا ترکیب میں موصوف محذوف کے اعتبار سے مفعول مطلق واقع ہے، اصل میں دلالۃ مطلقۃ تھا۔

سوال: مطلقا کا مطلب کیا ہے؟

جواب: مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ یہ دلالت کسی خاص مادہ کے ساتھ مخصوص نہ ہو، بلکہ ہر حال میں دلالت کرے صرف بعض اوقات میں یا بعض مواد میں دلالت نہ کرے۔

سوال: مطلقا سے کس کو خارج کیا؟

جواب: مطلقا سے بدل، عطف بالحرف، عطف بیان اور تاکید کو خارج کیا۔ اس لئے کہ یہ سب متبوع پر خصوصیتِ مادہ کی وجہ سے دلالت کرتے ہیں برخلاف نعت کے وہ مطلقا دلالت کرتا ہے۔

وَفَائِدَتُهُ (۱) تَخْصِيْصٌ ۔(۲) أَوْتَوْضِيْحٌ

ترجمہ: اور صفت کا فائدہ موصوف میں تخصیص پیدا کرنا ہے۔ یا (موصوف کی) وضاحت کرنا۔

مختصر تشریح

نعت مختلف مقاصد کے لئے لائی جاتی ہے۔ اگر نکرہ کی صفت لائی جائے تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے جاءنی رجل عالم۔ (۲) اگر معرفہ کی صفت لائی جائے تو توضیح کا فائدہ دیتی ہے جیسے جاءنی زید الظریف۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نعت کے فوائد کو بیان کرنا ہے۔اور اس کے فوائد یہ ہیں:

(۱) تخصیص۔(۲) توضیح۔

سوال: تخصیص کی تعریف کیا ہے؟

جواب: تکثیر میں تقلیل کرنا۔

سوال: نعت تخصیص کے لئے کب ہوگی؟

جواب: نعت تخصیص کے لئے اس وقت ہوگی جبکہ نکرہ کی صفت لائی جائے۔

سوال: جب نکرہ کی صفت لائی جائے تو تخصیص کیوں؟

جواب: جب نکرہ کی صفت لائی جائے تو تخصیص اس وجہ سے ہوتی ہے کہ نکرہ میں عموم پایا جاتا ہے اور عموم میں کثرت ہوتی ہے اور جب صفت لاتے ہیں تو عموم میں اب تقلیل ہوتی ہے اسی تقلیل کو تخصیص سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے رجل نکرہ ہے اس میں عموم پایا جاتا ہے ہر مرد چاہے وہ عالم ہو یا غیر عالم ہو اس میں شامل ہوتا ہے جب اس کی صفت عالم لائی گئی تو اب غیر عالم رجل سے نکل گئے عالم باقی رہے گو یا رجل میں عالم سے تقلیل ہوئی اسی کو تخصیص کہا جاتا ہے۔

سوال: توضیح کی تعریف کیا ہے؟

جواب: توضیح کے معنی کسی مبہم چیز کی وضاحت کرنا۔

سوال: نعت توضیح کے لئے کب ہوگی؟

جواب: نعت توضیح کے لئے اس وقت ہوگی جبکہ معرفہ کی صفت لائی جائے۔جیسے جاءنی زید الظریف میں زید معرفہ ہے اور الظریف جو معرفہ کی صفت ہے اس نے وضاحت کی اس لئے کہ زید نام کے بہت سے افراد ہیں۔

وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ، اَوِالذَّمِّ اَوِالتَّوْ كِيْدِ، نَحْوُ "نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ"

ترجمہ: اور کبھی صفت محض تعریف یا مذمت یا تاکید کے لئے ہوتی ہے جیسے نفخة واحدة (ایک بار کا صور پھونکنا)۔

مختصر تشریح

(۳) کبھی نعت محض تعریف یا برائی کے لئے لائی جاتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

(۴) کبھی نعت محض تاکید کے لئے لائی جاتی ہے جیسے نفخة واحدة۔ نفخة میں تائے وحدت ایک مرتبہ پر دلالت کرتی ہے اور واحدة نے اس کی تاکید کی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ بعض مرتبہ نعت دیگر فوائد کے لئے بھی آتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) مدح کے لئے جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں الرحمٰن اور الرحیم نعت ہے جو اللہ کی مدح بیان کرتی ہے۔

(۲) ذم کے لئے جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم میں الرجیم نعت ہے جو شیطٰن کی مذمت بیان کرتی ہے۔

(۳) تاکید کے لئے جیسے نفخة واحدة میں واحدة نعت ہے جو نفخة کی تاکید بیان کرتی ہے اس لئے کہ نفخة میں ۃ بنفس نفیس وحدت پر دال ہے لیکن مزید پختگی کے لئے واحدة لایا گیا۔

5

فائدہ

وَلَا فَصْلَ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ مُشْتَقًّا اَوْ غَيْرَهٗ اِذَا كَانَ وَضْعُهٗ لِغَرْضِ الْمَعْنٰى عُمُوْمًا، نَحْوُ تَمِيْمِيٍّ، وَذِيْ مَالٍ، اَوْ خُصُوْصًا، مِثْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ رَجُلٍ، وَمَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ وَبِزَيْدٍ هٰذَا

ترجمہ: اور کوئی فرق نہیں ہے اس کے درمیان کہ صفت مشتق ہو یا غیر مشتق، جبکہ اس کی وضع معنی کی غرض کے لئے ہو یا عمومی طور پر جیسے تمیمی (قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھنے والا) ذو مال (مال والا) یا خصوصی طور پر جیسے مررت برجل ای رجل (میں گزرا ایک کامل مرد کے پاس سے) مررت بھذا الرجل / وبزید ھذا (میں گزرا اس مرد کے پاس سے / اور اس زید کے پاس سے)۔

مختصر تشریح

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں نعت کے لئے مشتق ہونا ضروری ہے اگر مشتق نہ ہوگی تو اس کو بتاویل مشتق کیا جائے گا۔

مصنفؒ ان پر رد کرتے ہیں کہ نعت مشتق ہو یا غیر مشتق اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو متبوع میں پائے جاتے ہو یا تو بطریق عموم (جمیع استعمالات پر) دلالت ہو جیسے تمیمی اس کی دلالت ہمیشہ اس ذات پر ہوتی ہے جو قبیلہ بنو تمیم کا ہو اور ذو مال کی دلالت ہمیشہ اس شخص پر ہوتی ہے جو مالدار ہو۔

یا بطریق خصوص دلالت کرے، اس کا مطلب بعض جگہ ایسے معانی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جاتے ہیں جیسے مررت برجل ای رجل میں ای رجل کمال رجلیت پر دلالت کرتا ہے پس اس کا صفت واقع ہونا صحیح ہے اسی طرح مررت بھذا الرجل میں ھذا

ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور الرجل ذات معین پر اور خصوصیت ذات معین، متبوع (ذات مبہم) میں پائی جاتی ہے اس لئے اس کا صفت بننا صحیح ہے اسی طرح مررت بزید ھذا میں ھذا کے معنی زید میں پائے جاتے ہیں اس لئے اس کا صفت ہونا صحیح ہے۔

البتہ مررت بھذا زید کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں موصوف کا صفت سے کمتر ہونا لازم آتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک نعت کا مشتق ہونا ضروری ہے، اگر نعت مشتق نہ ہو بلکہ اسم جامد ہو تو تاویل کرنا ضروری ہوگا اس لئے کہ واضع نے نعت کو وضع کیا ہے کہ وہ موصوف کی حالت پر دلالت کرے اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ نعت اسم مشتق ہو۔

صاحب کافیہ ان حضرات کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نعت کے لئے مشتق ہونا ضروری نہیں ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ نعت موصوف کی وضاحت کرتی ہو اور اس کے حال پر دلالت کرتی ہو خواہ عموم کے اعتبار سے دلالت کرے یا خصوص کے اعتبار سے دلالت کرے۔

سوال: عموم اور خصوص کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عموم کا مطلب یہ ہے کہ جمیع استعمالات پر دال ہو۔ جیسے تمیمی اس کی دلالت ہمیشہ اس ذات پر ہوتی ہے جو قبیلہ بنو تمیم کا ہو اور ذو مال کی دلالت ہمیشہ اس شخص پر ہوتی ہے جو مالدار ہو۔ اور خصوص کا مطلب یہ ہے کہ بعض جگہ ایسے معانی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جاتے ہیں جیسے مررت برجل ای رجل: اس میں ای رجل کمال رجلیت پر دلالت کرتا ہے پس اس کا صفت واقع ہونا صحیح ہے۔

جیسے مررت بھذالرجل میں ھذا ذات مبہم پردلالت کرتا ہے اورالرجل ذات معین پراور خصوصیت ذات معین، متبوع (ذات مبہم) میں پائی جاتی ہے اس لئے اس کا صفت بننا صحیح ہے اسی طرح مررت بزیدھذا میں ھذا کے معنی زید میں پائے جاتے ہیں اس لئے اس کا صفت ہونا صحیح ہے۔

سوال: مررت بھذازید کہنادرست ہے؟

جواب: مررت بھذازید کہنادرست نہیں ہے۔کیونکہ اس صورت میں موصوف کا صفت سے کمتر ہونالازم آئے گا۔

سوال: اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اس کی وضاحت یہ ہے کہ مثال مذکورہ میں نعت علم ہے اورموصوف اسم اشارہ ہے جس کا مرتبہ علم سے کمتر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نعت مشتق ہو یا جامد اس کا نعت بننا صحیح ہوگا، اس لئے کہ مقصود آم کا کھانا ہے نہ کہ آم کے پیڑ گننا۔

قاعدہ

وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ،وَيَلْزَمُ الضَّمِيْرُ

ترجمہ: اورنکرہ کی صفت لائی جاتی ہے، جملہ خبریہ کے ذریعہ اور (وہاں جملہ میں) ضمیر کا ہوناضروری ہے۔

مختصر تشریح

نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کے ذریعہ لائی جاتی ہے (جملہ انشائیہ سے نہیں لائی جاتی) اوراس وقت موصوف کے ساتھ ارتباط کے لئے جملہ میں ضمیر ہونی ضروری ہے جیسے جاءنی رجل ابوہ قائم۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کبھی موصوف کی صفت بجائے مفرد کے جملہ خبریہ کی شکل میں لائی جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جملہ میں ضمیر ہو جو اس موصوف کی طرف لوٹتی ہو جیسے جاءنی زید ابوہ قائم میں زید موصوف ہے ابوہ قائم اس کی صفت ہے اور اس میں ہ ضمیر جو زید موصوف کی طرف لوٹتی ہے۔

سوال: موصوف کی صفت جملہ خبریہ ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: جملہ اپنی ذات میں مستقل ہوتا ہے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس جگہ موصوف کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے اس لئے ربط کی ضرورت ہوگی اور وہ ضمیر ہے۔

سوال: جملہ کے ساتھ خبریہ کی شرط کیوں؟

جواب: اس لئے کہ جملہ انشائیہ موصوف کی صفت نہیں بن سکتا۔

سوال: جملہ انشائیہ موصوف کی صفت کیوں نہیں بن سکتا؟

جواب: جملہ انشائیہ موصوف کی صفت اس لئے نہیں بن سکتا کہ اس میں طلب کے معنی ہوتے ہیں اور واضع نے صفت کو اس لئے وضع کیا ہے کہ موصوف میں ثابت شدہ حالت کو واضح کرے۔

قاعدہ

> وَتُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهٖ،
> نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهٗ

ترجمہ: اور صفت لائی جاتی ہے موصوف کے حال کے ذریعہ اور اس کے متعلق کے حال کے ذریعہ جیسے مررت برجل حسن غلامہ (میں گزرا ایک ایسے مرد کے پاس سے جس کا غلام خوب صورت ہے)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: صفت کبھی موصوف کا حال بیان کرتی ہے کبھی موصوف سے تعلق رکھنے والی چیز کا جیسے جاءنی رجل عالم اس میں عالم نے موصوف رجل کی حالت بیان کی ہے اور مررت برجل حسن غلامه میں صفت حسن غلامه نے موصوف رجل کے غلام کی حالت بیان کی ہے۔ اول کو صفت بحال موصوف اور ثانی کو صفت بحال متعلق موصوف کہتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد صفت کی دو قسموں کو بیان کرنا ہے (۱) صفت بحال موصوف: صفت کا موصوف کی حالت بیان کرنا جیسے جاءنی رجل عالم اس میں عالم نے موصوف رجل کی حالت بیان کی ہے (۲) صفت بحال متعلق موصوف: صفت کا موصوف کے متعلق کی حالت بیان کرنا جیسے مررت برجل حسن غلامه میں صفت حسن غلامه نے موصوف رجل کے غلام کی حالت بیان کی ہے۔

فَالْاَوَّلُ يَتْبَعُهُ فِي الْاِعْرَابِ، وَالتَّعْرِيفِ وَالتَّنْكِيرِ، وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ، وَالتَّذْكِيرِ وَالتَّانِيْثِ

ترجمہ: پس پہلی قسم (یعنی صفت بحال موصوف) موصوف کے تابع ہوتی ہے اعراب، تعریف، تنکیر، افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں۔

مختصر تشریح

صفت بحال موصوف دس باتوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے مگر بیک وقت ان میں سے چار چیزیں پائی جاتی ہیں، وہ دس باتیں یہ ہیں: (۱) معرفہ ہونا (۲) نکرہ ہونا

(٣)مذکر ہونا(٤)مؤنث ہونا(٥)مفرد ہونا(٦)تثنیہ ہونا(٧)جمع ہونا(٨)مرفوع ہونا (٩)منصوب ہونا(١٠)مجرور ہونا۔ اول دو میں سے ایک، ثانی دو میں سے ایک ثالث اور رابع تین تین میں سے ایک ایک بات پائی جائے گی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ صفت کی پہلی قسم صفت بحال موصوف دس باتوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے مگر بیک وقت ان میں سے چار چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ دس باتیں یہ ہیں:(١)مرفوع ہونا(٢)منصوب ہونا(٣)مجرور ہونا(٤)معرفہ ہونا(٥)نکرہ ہونا(٦)مفرد ہونا(٧)تثنیہ ہونا(٨)جمع ہونا(٨)مذکر ہونا(١٠)مؤنث ہونا۔

سوال: بیک وقت ان میں سے کتنی چیزیں پائی جاتی ہیں؟

جواب: بیک وقت ان میں سے چار چیزیں پائی جاتی ہیں۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول تین میں سے ایک، ثانی دو میں سے ایک ثالث اور رابع تین تین میں سے ایک ایک بات پائی جائے گی۔

سوال: اعراب (رفع، نصب، جر) میں تابع ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اعراب (رفع، نصب، جر) میں تابع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس جہت سے متبوع کا اعراب ہے اسی جہت سے نعت کا اعراب بھی ہے۔

سوال: تعریف اور تنکیر میں مطابقت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: معنی کے اعتبار سے نعت سے مراد منعوت ہی ہے جیسے زیدن العالم میں زید کا اطلاق جس ذات پر ہوتا ہے العالم کا اطلاق بھی اسی ذات پر ہوتا ہے جب معنی مراد میں دونوں ایک ہی ہیں تو تعریف اور تنکیر میں بھی دونوں ایک ہی ہوں گے۔

سوال: واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت کیوں ضروری ہے؟

جواب: معنی کے لحاظ سے نعت اس ذات کا نام ہے جو اس نعت کے لئے منعوت بنائی گئی ہے اس لئے اتحاد کی بنا پر ان چیزوں میں مطابقت ضروری ہے۔

فائدہ: جب صفت کا صیغہ ایسا ہو کہ اس میں مذکر و مؤنث برابر ہوں تو اس میں مطابقت ضروری نہیں جیسے رجل صبور، امرأۃ صبور۔

وَالثَّانِيْ يَتْبَعُهُ فِي الْخَمْسَةِ الْأُوَلِ، وَفِي الْبَوَاقِيْ كَالْفِعْلِ

ترجمہ: اور دوسری قسم (صفت بحال متعلق موصوف) موصوف کے تابع ہوتی ہے (صرف) پہلی پانچ چیزوں میں، اور باقی (پانچ چیزوں) میں وہ فعل کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

صفت بحال متعلق موصوف پانچ باتوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے مگر بیک وقت ان میں سے دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں (١) معرفہ ہونا (٢) نکرہ ہونا (٣) مرفوع ہونا (٤) منصوب ہونا (٥) مجرور ہونا۔

باقی پانچ باتوں میں صفت فعل کے مشابہ ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل کے جو حالات فاعل کے اعتبار سے ہیں وہی حالات صفت کے فاعل کے اعتبار سے ہوتے ہیں جیسے جاء رجل قائم ابوہ اور جاءت امرأۃ قائم ابوھا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد صفت کی قسم ثانی کے احکام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: صفت کی قسم ثانی کے احکام کیا ہیں؟

جواب: صفت کی قسم ثانی: صفت بحال متعلق موصوف پانچ باتوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے مگر بیک وقت ان میں سے دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں

(۱) معرفہ ہونا (۲) نکرہ ہونا (۳) مرفوع ہونا (۴) منصوب ہونا (۵) مجرور ہونا۔

اور بقیہ پانچ چیزوں میں فعل کے مانند ہے۔

سوال: اعراب (رفع، نصب، جر) میں تابع ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اعراب (رفع، نصب، جر) میں تابع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس جہت سے متبوع کا اعراب ہے اسی جہت سے نعت کا اعراب بھی ہے۔

سوال: تعریف اور تنکیر میں مطابقت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: معنی کے اعتبار سے نعت سے مراد منعوت ہی ہے جیسے زیدن العالم میں زید کا اطلاق جس ذات پر ہوتا ہے **العالم** کا اطلاق بھی اسی ذات پر ہوتا ہے جب معنی مراد میں دونوں ایک ہی ہیں تو تعریف اور تنکیر میں بھی دونوں ایک ہی ہوں گے۔

سوال: بقیہ پانچ چیزیں واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت کیوں ضروری نہیں ہے؟

جواب: بقیہ پانچ چیزوں میں مطابقت اس لئے ضروری نہیں ہے کہ قسم اول میں نعت کی ان پانچ چیزوں میں اتباع اس لئے ضروری تھا کیونکہ اس میں فاعل نعت میں ضمیر تھی جس کا مرجع گزر چکا تھا اس لئے مرجع کا مطابق ہونا ضروری تھا اور قسم ثانی میں فاعل ضمیر نہیں ہے اس لئے نعت بہ نسبت اپنے فاعل کے وہ حکم رکھے گی جو فعل اپنے فاعل مؤخر کے ساتھ رکھتا ہے اور جب فعل مقدم ہو اور فاعل مؤخر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے اسی طرح جب نعت کا فاعل مؤخر ہوگا تو نعت ہمیشہ مفرد لائی جائے گی اور جس طرح فعل مذکر و مؤنث لانے میں اپنے فاعل کے تابع ہوتا ہے اسی طرح نعت مذکر و مؤنث لانے میں اپنے فاعل کے تابع ہوگی۔

خلاصہ کلام: (۱) نعت کا فاعل خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع نعت کو مفرد لائیں گے۔

(۲) اگر فاعل مذکر ہو یا مؤنث حقیقی ہو مگر درمیان میں فاصلہ نہ ہو تو نعت کو فاعل کے مطابق لائیں گے جس طرح فعل کو تذکیر و تانیث کے مطابق لاتے ہیں۔

(۳) اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو یا مؤنث حقیقی ہو لیکن نعت اور فاعل کے درمیان

میں کسی لفظ کا فاصلہ ہوتو نعت کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے جیسے مررت برجل قاعد غلامه، مررت برجلين قاعد غلامهما، مررت برجال قاعد غلمانهم۔

ان تینوں مثالوں میں نعت اعراب اور تعریف و تنکیر میں منعوت کے تابع ہے لیکن افراد وتثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں فعل کے مانند ہے کیونکہ اگر اس نعت کی جگہ فعل ہوتا تو وہ بھی ایسی ہی صورتوں میں مفرد، مذکر کا صیغہ لایا جاتا اور اگر رجل کی جگہ امرأة ہوتب بھی صفت کا صیغہ مذکر ہی لائیں گے بشرطیکہ اس کا فاعل مذکر ہو جیسے مررت بامرأة قائم ابوها۔

(۴) اگر منعوت مذکر ہو لیکن نعت کا فاعل مؤنث ہو تو نعت کو مؤنث لائیں گے جیسے مررت برجل قائمة جاريته کیونکہ اس جگہ پر جارية مؤنث حقیقی ہے۔

فائدہ: مررت برجل معمور داره فاعل مؤنث غیر حقیقی کی مثال ہے اس لئے کہ دار مؤنث غیر حقیقی ہے اس کے مقابلہ میں کوئی حیوان مذکر نہیں ہے پس جس طرح اس جگہ نعت معمور کو مذکر لانا درست ہے ایسے ہی مؤنث لانا بھی درست ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ حَسُنَ "قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهُ" وَضَعُفَ "قَاعِدُونَ غِلْمَانُهُ" وَيَجُوْزُ "قُعُوْدٌ غِلْمَانُهُ"

ترجمہ: اور اسی وجہ سے مستحسن ہے قام رجل قاعد غلمانه (ایک ایسا مرد کھڑا ہوا جس کے غلام بیٹھے ہوئے ہیں) قاعدون غلمانه اور جائز ہے قعود غلمانه۔

مختصر تشریح

تفریع: (الف) جب صفت بحال متعلق موصوف باقی پانچ باتوں میں فعل کے مثل ہوتی ہے تو قام رجل قاعد غلمانه اچھی ترکیب ہے کیونکہ رجل مفرد ہے اور اس کی صفت قاعد بھی مفرد ہے۔ اور جاء رجل قاعدون غلمانه ضعیف ترکیب ہے کیونکہ اس میں موصوف کی رعایت نہیں کی گئی بلکہ غلمانه کی رعایت کی گئی ہے البتہ جاء رجل قعود غلمانه ٹھیک ترکیب ہے نہ اچھی ہے نہ بری کیونکہ قعود جمع تکسیر ہے جو مفرد کے حکم میں ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ومن ثم حسن قام رجل قاعد غلمانه و ضعف قاعدون غلمانه ویجوز قعود غلمانه کی باعتبار ترکیب کے وضاحت کرنا ہے۔

سوال: اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: قام رجل قاعد غلمانه یہ ترکیب حسن ہے۔قاعدون غلمانه یہ ترکیب ضعیف ہے،قعود غلمانه یہ ترکیب نہ اچھی ہے نہ بری۔

سوال: قام رجل قاعد غلمانه یہ ترکیب کیوں حسن ہے؟

جواب: کیونکہ رجل مفرد ہے اور اس کی صفت قاعد بھی مفرد ہے۔

سوال: قاعدون غلمانه یہ ترکیب کیوں ضعیف ہے؟

جواب: کیونکہ اس میں موصوف کی رعایت نہیں کی گئی بلکہ غلمانه کی رعایت کی گئی ہے۔

سوال: قعود غلمانه یہ ترکیب کیوں نہ اچھی ہے نہ بری؟

جواب: جاء رجل قعود غلمانه ٹھیک ترکیب ہے نہ اچھی ہے نہ بری کیونکہ قعود جمع تکسیر ہے اور جمع تکسیر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے۔

قاعدہ

مُضْمَرٌ لَایُوْصَفُ ،وَلَایُوْصَفُ بِهٖ

ترجمہ: اور ضمیر نہ تو موصوف بن سکتی ہے اور نہ صفت۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت۔

موصوف اس لئے نہیں ہوتی کہ ضمیر متکلم ومخاطب اعرف المعارف ہیں اورتوصیف کا مقصودتعریف ہے جس کی ان کوحاجت نہیں اورضمیر غائب طرداًللباب موصوف نہیں ہوسکتی۔

اورضمیر صفت اس لئے نہیں ہوسکتی کہ وہ صرف ذات پردلالت کرتی ہے، حالت پر دلالت نہیں کرتی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصدایک قانون کو بیان کرنا ہے۔اوروہ یہ ہے کہ ضمیر نہ موصوف بن سکتی ہے نہ صفت۔

سوال: ضمیر موصوف کیوں نہیں بن سکتی ؟

جواب: ضمیر موصوف اس لئے نہیں ہوتی کہ ضمیر متکلم ومخاطب اعرف المعارف ہیں اورتوصیف کا مقصودتعریف ہے جس کی ان کوحاجت نہیں اورضمیر غائب طرداًللباب موصوف نہیں ہوسکتی۔

سوال: ضمیر صفت کیوں نہیں بن سکتی؟

جواب: اس لئے کہ وہ صرف ذات پردلالت کرتی ہے، حالت پردلالت نہیں کرتی۔

قاعدہ

وَالْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ اَوْمُسَاوٍ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُوْصَفْ ذُوْاللَّامِ اِلَّا بِمِثْلِهٖ،اَوْبِالْمُضَافِ اِلٰى مِثْلِهٖ

ترجمہ: اورموصوف یاتو(صفت سے) خاص ہوگا یا(اس کے)مساوی ہوگا؛ اور اسی وجہ سے معرف باللام کی صفت نہیں لائی جائے گی ؛ مگراس کے مثل (معرف باللام) کے ذریعے یا ایسے اسم کے ذریعہ جواس کے مثل (معرف باللام) کی طرف مضاف ہو۔

مختصر تشریح

(۲) قاعدہ: موصوف کوصفت سے اخص یا مساوی ہونا چاہئے تاکہ تابع کی متبوع پر فوقیت لازم نہ آئے چنانچہ **معرف باللام** کی صفت **معرف باللام** آئے گی یا **معرف باللام** کی طرف مضاف آئے گی جیسے **جاءنی الرجل الفاضل** اور **جاءنی الرجل صاحب الفرس۔**

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ **معرف باللام** اقسام معرفہ میں کم تر ہے پس اگر اس کی صفت دیگر معارف کے ساتھ لائی جائے گی تو تابع کی متبوع پر فوقیت لازم آئے گی اور **معرف باللام** اور **مضاف الی المعرف باللام** دونوں رتبہ میں برابر ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعہ صفت لائی جاسکتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ موصوف کا صفت سے اخص یا مساوی ہونا ضروری ہے۔

سوال: موصوف کا صفت سے اخص یا مساوی ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: موصوف کا صفت سے اخص یا مساوی ہونا اس لئے ضروری ہے کہ موصوف متبوع ہے اور صفت تابع ہے اگر موصوف اخص یا مساوی نہ ہو تو تابع کی متبوع پر فوقیت لازم آئے گی چنانچہ **معرف باللام** اور **مضاف الی المعرف باللام** دونوں رتبہ میں برابر ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعہ صفت لائی جاسکتی ہے۔

فائدہ

وَاِنَّمَا اُلْتُزِمَ وَصْفُ بَابِ "هٰذَا" بِذِی اللَّامِ لِلْاِبْهَامِ، وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ "مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْيَضِ" وَحَسُنَ "بِهٰذَا الْعَالِمِ"

ترجمہ: اورالتزام کیا گیا ہے باب هذا (کی صفت لانے) کا معرف باللام کے ذریعہ محض ابہام کی وجہ سے اوراسی وجہ سے ضعیف ہے مررت بھذا الابیض (میں گزرا اس سفید کے پاس سے)اور حسن ہے مررت بھذاالعالم(میں گزرااس عالم کے پاس سے)۔

مختصر تشریح

(۳)فائدہ: معرف باللام کی صفت معرف باللام بھی آتی ہے اور مضاف الی المعرف باللام بھی،مگراسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام آتی ہے مضاف الی المعرف باللام نہیں آتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ هذامیں ابہام ہےاس ابہام کو معرف باللام دور کرسکتا ہے۔

اور جواسم معرف باللام کی طرف مضاف ہواس میں خودابہام ہوتا ہے اوروہ اپنا ابہام اضافت کے ذریعہ دور کرتا ہے پھر وہ دوسرے کا ابہام کیسے دور کرسکتا ہے؟ بلکہ اگر معرف باللام بھی اسم اشارہ کا ابہام پوری طرح دور نہ کر سکے تو اس کو بھی صفت بنانا ضعیف ہے جیسے مرت بھذاالابیض معلوم نہیں ابیض کون ہے؟ انسان ہے جانور ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ البتہ اگرابہام دور ہو جائے تو اس کو صفت بنانا درست ہے جیسے مررت بھذا العالم۔العالم نے بالکلیہ ابہام دور کردیا کہ وہ انسان ہے اور بڑا آدمی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک فائدہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ معرف باللام کی صفت معرف باللام بھی آتی ہے اور مضاف الی المعرف باللام بھی، مگر اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام آتی ہے مضاف الی المعرف باللام نہیں آتی۔

سوال: موصوف معرف باللام ہو تو اس کی صفت معرف باللام یا ایسا اسم جو خود تو معرف باللام نہ ہو لیکن معرف باللام کی طرف مضاف ہو لانا صحیح ہے لیکن جب موصوف اسم اشارہ ہو تو فقط ایک صورت کہ صفت معرف باللام ہو لا سکتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ ھذا میں ابہام ہے اس ابہام کو معرف باللام دور کر سکتا ہے، اور جو اسم معرف باللام کی طرف مضاف ہو اس میں خود ابہام ہوتا ہے اور وہ اپنا ابہام اضافت کے ذریعہ دور کرتا ہے جب وہ خود اپنے ابہام کے دور کرنے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے پھر وہ دوسرے کا ابہام کیسے دور کر سکتا ہے؟ بلکہ اگر معرف باللام بھی اسم اشارہ کا ابہام پوری طرح دور نہ کر سکے تو اس کو بھی صفت بنانا ضعیف ہے جیسے مرت بھذا الابیض معلوم نہیں ابیض کون ہے؟ انسان ہے جانور ہے یا کوئی اور چیز ہے؟

البتہ اگر ابہام دور ہو جائے تو اس کو صفت بنانا درست ہے۔ جیسے مررت بھذا العالم، العالم نے بالکلیہ ابہام دور کر دیا کہ وہ انسان ہے اور بڑا آدمی ہے۔

عطف کا بیان

اَلْعَطْفُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ

ترجمہ: ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت سے مقصود ہو اور ان کا بیان عنقریب آئے گا؛ جیسے قام زید عمرو (زید اور عمرو کھڑے ہوئے)

مختصر تشریح

عطف (معطوف) وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت میں مقصود ہو (نسبت

سے مقصود تابع ومتبوع دونوں ہوں) جیسے جاء زید و عمرو اس میں آنے کی نسبت معطوف اور معطوف علیہ دونوں کی طرف ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد میں سے دوسرے تابع عطف بحرف کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔

سوال: عطف کے لغوی واصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: عطف کے لغوی معنی مائل کرنے کے ہیں چونکہ عطف میں بھی بذریعہ حرف عطف کے مابعد کو ماقبل کی طرف مائل کرتا ہے اس لئے اس کو عطف بحرف کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام عطف نسق ہے۔اور عطف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبت ہے۔

سوال: متبوع کے مقصود بالنسبت ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مقصود بالنسبت سے مراد یہ ہے کہ متبوع کو تابع کے لئے تمہید نہ بنایا گیا ہو

سوال: تابع کے مقصود بالنسبت ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: تابع کے مقصود بالنسبت سے مراد یہ ہے کہ وہ غیر مستقل طور پر متبوع کی فرع کے مانند نہ لایا گیا ہو جیسے جاءنی زید و عمرو میں زید عمرو کے لئے تمہید نہیں ہے اور عمرو زید کے متفرعات میں سے نہیں ہے بلکہ مستقل طور پر لایا گیا ہے۔

وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهِ اَحَدُ الْحُرُوْفِ الْعَشَرَةِ، وَسَيَأْتِيْ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو

ترجمہ: اور لایا جاتا ہے اس کے اور کے متبوع کے درمیان دس حروف عطف میں سے کوئی حرف جیسے قام زید و عمرو (زید اور عمرو کھڑے ہوئے)۔

مختصر تشریح

معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان دس حروف عطف میں کوئی حرف آنا ضروری ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان دس حروف عطف میں سے کوئی ایک حرف آنا ضروری ہے۔

سوال: وہ دس حروف کیا ہیں؟

جواب: حروف عاطفہ دس ہیں: (۱) واؤ (۲) فاء (۳) ثم (۴) حتی (۵) او (۶) اما (۷) ام (۸) لا (۹) بل (۱۰) لکن۔

سوال: مصنف نے مذکورہ عبارت کیوں ذکر کی؟

جواب: مذکورہ عبارت ذکر کرنے کی وجہ عطف کی تعریف کو زیادہ واضح کرنا ہے۔

قاعدہ

وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ
أُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ، مِثْلُ "ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ"۔

ترجمہ: اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر، اس کی تاکید لائی جائے گی ضمیر منفصل کے ذریعہ؛ جیسے ضربت انا وزید (میں نے اور زید نے مارا)

مختصر تشریح

قاعدہ: ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے فصل ضروری ہے خواہ ضمیر منفصل کا فصل ہو یا کسی اور چیز کا جیسے ضربت انا وزید (میں نے اور زید نے مارا) اور ضربت الیوم وزید (آج میں نے اور زید نے مارا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے گی اس کے بعد عطف کیا جائے گا جیسے ضربت انا و زید۔

سوال: ضمیر منفصل کے ساتھ پہلے تاکید لانے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ضمیر مرفوع متصل لفظ و معنی کے اعتبار سے فعل یا شبہ فعل کے جز کے مانند ہے۔

سوال: لفظ کے اعتبار سے جز کے مانند کیسے؟

جواب: لفظ کے اعتبار سے جز کا ہونا واضح ہے کہ تلفظ میں ضمیر، اتصال کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

سوال: معنی کے اعتبار سے جز کے مانند کیسے؟

جواب: معنی کے اعتبار سے جز کا ہونا اس طور پر کہ ضمیر فاعل ہوتی ہے اور فاعل فعل کے لئے جز متصل ہے۔

اب جواب سنئے! اگر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائے بغیر عطف کیا جائے تو بعض حروف پر عطف کرنا لازم آئے گا اور بعض حروف پر عطف کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ کلمہ پر عطف کیا جاتا ہے نہ کہ کلمہ کے اجزا پر۔

سوال: ضربت انا و زید میں زید کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر کرنے کی کیا ضرورت ہے خود ضمیر مرفوع منفصل پر کیوں نہیں؟

جواب: اگر زید کا عطف انا ضمیر منفصل پر کیا جائے تو زید کو بھی تاکید کہنا پڑے گا اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے لہذا جب انا ضمیر منفصل تاکید ہے تو زید بھی تاکید ہوگا اور یہ خلاف مقصود ہے۔

فائدہ: ضمیر کے ساتھ مرفوع متصل کی قیدلگا کرضمیر مرفوع منفصل نیز ضمیر منصوب کوخواہ متصل ہو یا منفصل خارج کیا اس لئے کہ وہ (ضمیر مرفوع منفصل نیز ضمیر منصوب کوخواہ متصل ہو یا منفصل) فعل یا شبہ فعل کے لئے جز کے مانند نہیں ہیں۔

اِلَّاۤ اَنۡ یَّقَعَ فَصۡلٌ فَیَجُوۡزُ تَرۡکُہٗ مِثۡلُ "ضَرَبۡتُ الۡیَوۡمَ وَزَیۡدٌ"

ترجمہ: مگر یہ کہ (معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان) کسی چیز کا فصل ہو تو (وہاں) تاکید کو ترک کرنا جائز ہے؛ جیسے ضربت الیوم وزید (میں نے اور زید نے آج مارا)۔

مختصر تشریح

معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان) کسی چیز کا فصل ہو، تو (وہاں) تاکید کو ترک کرنا جائز ہے؛ جیسے ضربت الیوم وزید (میں نے اور زید نے آج مارا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد استثنا کی شکل میں ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو تو (وہاں) تاکید کو ترک کرنا جائز ہے جیسے ضربت الیوم وزید (میں نے اور زید نے آج مارا) میں (ت) ضمیر مرفوع متصل جو معطوف علیہ ہے اور زید کے مابین الیوم کا فصل ہے اس لئے ضمیر مرفوع منفصل انا سے تاکید نہ لانا بھی جائز ہے۔

سوال: معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو، تو (وہاں) تاکید کو ترک کرنا کیوں جائز ہے؟

جواب: تاکید کو ترک کرنا اس لئے جائز ہے تاکہ طویل عبارت سے بچا جائے۔

فائدہ: فصل کبھی حرف عطف سے پہلے آتا ہے جیسے ضربت الیوم وزید میں الیوم

حرف عطف سے پہلے آیا ہے اور کبھی حرف عطف کے بعد آتا ہے جیسے ما اشرکنا و لا آباءنا میں لا حرف عطف کے بعد آیا ہے۔

سوال: مصنف عبارت میں فیجب کے بجائے فیجوز کیوں کہا؟

جواب: مصنف نے عبارت میں فیجب کے بجائے فیجوز کا اشارہ کیا کہ فصل کی صورت میں بھی تاکید لاسکتے ہیں جیسے فکبکبوا فیھا ھم و الغاون میں فیھا فصل ہے اس کے باوجود ھم سے تاکید آئی ہے۔

قاعدہ

> اِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ اُعِيْدَ الْخَافِضُ،
> نَحْوُ "مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ"۔

ترجمہ: اور جب عطف کیا جائے ضمیر مجرور پر تو عامل جار کو لوٹایا جائے گا جیسے مررت بک و بزید (میں گزرا تیرے اور زید کے پاس سے)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے حرف جر کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررت بک و بزید اور اگر ضمیر مضاف کی وجہ سے مجرور ہو تو عطف کرتے وقت مضاف کا اعادہ ضروری ہے جیسے نزل زید فی بیتی و بیت خالد۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کسی اسم کا عطف ضمیر مجرور متصل پر کیا جائے تو جار کا اعادہ کیا جائے گا خواہ وہ جار حرف ہو جیسے مررت بک و بزید یا اسم جیسے نزل زید فی بیتی و بیت خالد۔

سوال: حرف جار کا اعادہ کیوں؟

جواب: حرف جار کا اعادہ اس لئے ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال عامل کے ساتھ بمنزلہ جز کے ہوتا ہے بلکہ اس کا اتصال فاعل کے فعل کے ساتھ اتصال سے بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ ضمیر مجرور کبھی بھی عامل سے جدانہیں ہوتی۔اب اگر بغیر حرف جار کے اعادہ کے عطف کیا جائے تو ایک کلمہ کے بعض حرف پر عطف کرنا لازم آتا ہے۔

سوال: ضمیر مجرور متصل میں تاکید بمنفصل کی قید کیوں نہیں؟

جواب: ضمیر مجرور متصل میں تاکید بمنفصل کی قید اس لئے نہیں کہ ضمیر مجرور کبھی منفصل نہیں آتی کہ اس کے ساتھ تاکید لائی جائے۔

قاعدہ

وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ فِيْ "مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو" اِلَّا الرَّفْعُ

ترجمہ: اور معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے ما زید قائم / او قائما و لا ذاھب عمرو (نہ زید کھڑا ہے اور نہ عمرو جارہا ہے) میں مگر رفع۔

مختصر تشریح

قاعدہ: معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات معطوف علیہ میں جائز یا ناجائز ہے وہی معطوف میں بھی جائز یا ناجائز ہے جیسے ما زید بقائم و لا ذاھب عمروٌ اور ما زید قائماً و لا ذاھب عمروٌ میں صرف رفع جائز ہے جر اور نصب جائز نہیں۔کیونکہ جر یا نصب کی صورت میں قائم یاقائماً پر عطف ہوگا اور وہ زید کی خبر ہوگا جیسا کہ معطوف علیہ میں اس کی خبر ہے اور یہ بات ممکن نہیں کیونکہ معطوف علیہ میں قائم میں

ضمیر ہے جوزید کی طرف لوٹتی ہے اور معطوف میں ایسی کوئی ضمیر نہیں جو زید کی طرف لوٹے اس لئے ذاھب زید کی خبر نہیں ہوسکتا پس لامحالہ ذاھب کو خبر مقدم اور عمرو کو مبتدا مؤخر بنانا ہوگا اور جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

سوال: کیا معطوف معطوف علیہ کے حکم میں مطلقاً ہوتا ہے؟

جواب: معطوف معطوف علیہ کے حکم میں دو شرطوں کے ساتھ ہوتا ہے مطلقاً نہیں ہوتا۔اور وہ دو شرطیں یہ ہیں (۱) وہ چیزیں معطوف علیہ کو ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے عارض ہوئی ہو (۲) جو چیز معطوف علیہ میں ان باتوں کو مقتضی ہے معطوف میں بھی موجود ہو۔

سوال: وہ چیزیں معطوف علیہ کو ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے عارض ہوئی ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے لگائی کہ اگر جو چیزیں معطوف علیہ کو ماقبل کی ہوئے عارض نہیں ہوئیں جیسے معرب، مبنی، معرفہ، نکرہ، مفرد، تثنیہ وجمع ہونا تو ان میں معطوف، معطوف علیہ کے مثل نہ ہوگا اس لئے کہ یہ احوال کلمہ کو بالذات عارض ہوتے ہیں۔

سوال: جو چیز معطوف علیہ میں ان باتوں کو مقتضی ہے معطوف میں بھی موجود ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے لگائی کہ اگر ان کا مقتضی معطوف میں موجود نہ ہوتو معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہ ہوگا جیسے یا رجل و الحارث اس میں الحارث معطوف ہے رجل پر لیکن رجل کے حکم میں نہیں ہے اس لئے کہ الحارث کو معرف باللام لا سکتے ہیں

لیکن رجل کو نہیں لا سکتے اس لئے کہ رجل کو معرف باللام نہ لانے کا مقتضی معطوف علیہ میں موجود ہے اور وہ حرف یا کا اس پر داخل ہونا ہے ورنہ دو آلہ تعریف کا اجتماع لازم آئے گا۔

فائدہ

وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ فِي "مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو" اِلَّا الرَّفْعُ۔

ترجمہ: اسی وجہ سے جائز نہیں ہے ما زید بقائم او قائما و لا ذاهب عمرو میں لیکن صرف رفع۔

مختصر تشریح

معطوف تمام جائز اور ناجائز امور میں معطوف علیہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے البتہ یہ دو ترکیبیں ناجائز ہیں (۱) ما زید بقائم و لا ذاهب عمرو جبکہ ذاهب کو مجرور پڑھا جائے (۲) ما زید قائماً و لا ذاهباً عمرو جبکہ ذاهب کو منصوب پڑھا جائے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ معطوف تمام جائز اور ناجائز امور میں معطوف علیہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے البتہ یہ دو ترکیبیں ناجائز ہیں (۱) ما زید بقائم و لا ذاهب عمرو جب کہ ذاهب کو مجرور پڑھا جائے (۲) ما زید قائماً و لا ذاهباً عمرو جبکہ ذاهب کو منصوب پڑھا جائے۔

سوال: یہ دو ترکیبیں کیوں ناجائز ہیں؟

جواب: یہ دو ترکیبیں اس لئے ناجائز ہیں کہ اگر ترکیب اول میں قائم پر عطف کر کے مجرور پڑھیں یا ترکیب ثانی میں قائماً پر عطف کر کے منصوب پڑھیں تو ذاهب بھی

قائم کی طرح خبر ہوگا زید کی اور ذاھب زید کی خبر نہیں بن سکتا۔

سوال: دونوں ترکیبوں میں ذاھب، زید کی خبر کیوں نہیں بن سکتا؟

جواب: دونوں ترکیبوں میں ذاھب، زید کی خبر اس لئے نہیں بن سکتا کہ قائم جو زید کی خبر ہے اور ذاھب کا معطوف علیہ ہے اس میں ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع زید ہے جو ما کا اسم ہے اور ذاھب میں وہ ضمیر ہی نہیں، اس لئے کہ اس کا فاعل عمرو اسم ظاہر ہے اور قاعدہ ہے کہ اسم فاعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو اسم فاعل میں ضمیر مستتر نہیں ہوسکتی حالانکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے ذاھب کا عطف قائم پر ہوسکتا ہے لیکن ذاھب زید کی خبر نہ ہو یا خبر ہو اور ضمیر کے مستتر ہونے کی ضرورت نہ ہو اس بنا پر رفع متعین ہو گیا تاکہ اس کو خبر مقدم قرار دے سکیں اور عمرو مبتدا مؤخر اور جملہ بن کر ما یا ما زید قائما کے جملہ پر معطوف ہو۔

وَاِنَّمَا جَازَ "اَلَّذِیْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدُنِ الذُّبَابُ" لِاَنَّهَا فَاءُ السَّبَبِيَّةِ

ترجمہ: اور صرف جائز ہے الذی یطیر فیغضب زید ن الذباب (وہ جو اڑتی ہے تو زید غصہ ہوتا ہے، مکھی ہے) اس وجہ سے کہ وہ فاء سببیہ ہے۔

مختصر تشریح

یہ مذکورہ قاعدہ پر اعتراض کا جواب ہے۔

عرب کہتے ہیں: الذی یطیر فیغضب زید ن الذباب: وہ چیز جس کے اڑنے سے زید کو غصہ آتا ہے وہ مکھی ہے اس میں الذی موصوف ہے اور یطیر میں ضمیر ہے جو الذی کی طرف لوٹتی ہے اور فاء عاطفہ ہے اور یغضب میں الذی کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں پھر یہ ترکیب کیسے درست ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ فاء عطف کے لئے نہیں ہے بلکہ سببیت کے لئے ہے اور وہ قاعدہ عطف کے لئے تھا فاء سببیہ کے لئے نہیں تھا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مذکورہ بالا قاعدہ پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔اور وہ اعتراض یہ ہے کہ ماقبل میں بیان کیا گیا کہ اگر معطوف علیہ میں ضمیر ہو جو ماقبل کی طرف مضاف ہو تو معطوف میں بھی اس ضمیر کا ہونا ضروری ہے عرب کے اس قول سے ٹوٹ جاتا ہے الذی یطیر فیغضب زیدن الذباب کیونکہ فیغضب کا یطیر پر عطف ہے اور یطیر میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر موجود ہے اور فیغصب میں وہ ضمیر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا فاعل اسم ظاہر زید موجود ہے؟

جواب: یہ ہے کہ فاء عطف کے لئے نہیں ہے بلکہ سببیت کے لئے ہے اور وہ قاعدہ عطف کے لئے تھا فاء سببیہ کے لئے نہیں تھا۔

قاعدہ

وَإِذَا عُطِفَ عَلَى عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لَمْ يَجُزْ, خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ إِلَّا فِي نَحْوِ "فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو" خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ

ترجمہ: اور جب عطف کیا جائے دو مختلف عاملوں (کے معمولوں) پر، تو یہ عطف کرنا جائز نہیں، برخلاف امام فراء کے؛ مگر فی الدار زید و الحجرۃ عمرو (گھر میں زید اور کمرہ میں عمرو ہے) جیسی مثالوں میں (جائز ہے) برخلاف امام سیبویہ کے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر خواہ ان کا اعراب متفق ہو یا مختلف، عطف کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں جیسے اِنَّ زیداً اضرب عمرو اً و بکراً خالداً: اس میں بکراً

کا عطف زیداً پر ہے جو انّ کا اسم ہے اور خالداً کا عطف عمرواً پر ہے جو ضرب کا مفعول ہے اور حرف عطف ایک ہے یہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

فراء اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس عطف کو جائز کہتے ہیں اور وہ فی الدار زید و الحجرۃ عمروٌ سے استدلال کرتے ہیں۔ اس میں الدار کا عامل فی ہے اور زید کا عامل ابتدا ہے و الحجرۃ کا عطف الدار پر ہے اور عمرو کا زید پر، اور اس مثال سے مراد یہ ہے کہ پہلا معمول مجرور ہو اور دوسرا معمول مرفوع یا منصوب ہو تو اس کو جمہور خلاف قیاس جائز کہتے ہیں۔ اور سیبویہ اس کو بھی ناجائز کہتے ہیں وہ الحجرۃ سے پہلے فی مقدر مانتے ہیں اور جملہ کا جملہ پر عطف کرتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قانون کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر خواہ ان کا اعراب متفق ہو یا مختلف عطف کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں جیسے اِنَّ زیداً ضرب عمرواً و بکراً خالداً میں بکراً کا عطف زیداً پر ہے جو انَّ کا اسم ہے اور خالداً کا عطف عمرواً پر ہے جو ضرب کا مفعول ہے اور حرف عطف ایک ہے یہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

سوال: عاملین کی قید کیوں لگائی؟

جواب: دو عاملوں کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ایک ہی عامل کے دو معمولوں پر عطف کیا جائے تو وہ بالاتفاق جائز ہے جیسے ضرب زید عمرواً و عمرو خالداً۔

سوال: مختلفین کی قید کیوں لگائی؟

جواب: مختلفین کی قید اس لئے لگائی کہ دونوں عامل متحد نہ ہوں گو یا ثانی اول کا عین نہ ہو جیسے ضرب زید عمرواً و بکراً و خالداً میں دونوں عامل ایک ہیں۔

سوال: خلافاللفراء کا کیا مطلب؟

جواب: خلافا للفراء کا مطلب یہ ہے کہ اس میں امام فراء کا اختلاف ثابت ہے ان کے نزدیک ہر حال میں عطف جائز ہے اس لئے وہ امثلہ وارده اور کلام عرب میں کوئی قسم کی تاویل کرتے ہیں اور نہ امثلہ مسموعہ پر اقتصار کرتے ہیں بلکہ ہر جگہ ایسے عطف کو جائز کہتے ہیں۔

سوال: امام فراء کی دلیل کیا ہے؟

جواب: امام فراء فی الدار زیدو الحجرة عمروٌ سے استدلال کرتے ہیں کہ الدار کا عامل فی ہے اور زید کا عامل ابتدا ہے اور الحجرة کا عطف الدار پر ہے اور عمرو کا زید پر اور اس مثال سے مراد یہ ہے کہ پہلا معمول مجرور ہو اور دوسرا معمول مرفوع یا منصوب ہو تو اس کو جمہور خلاف قیاس جائز کہتے ہیں۔

سوال: خلافاً لسیبویہ کا کیا مطلب؟

جواب: امام سیبویہ کے نزدیک مطلقاً عطف کرنا ناجائز ہے۔

تاکید کا بیان

اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ فِي النِّسْبَةِ اَوِ الشُّمُوْلِ

ترجمہ: ایسا تابع ہے جو متبوع کے حال کو اچھی طرح ثابت کرے نسبت یا شمول حکم میں

مختصر تشریح

تاکید: وہ تابع ہے جو فعل کی نسبت کو یا حکم کے شمول کو ایسا پختہ کرے کہ سامع کو شک باقی نہ رہے جیسے جاء زید نفسه: زید خود آیا۔ اس میں آنے کی جو نسبت زید کی طرف کی گئی ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید خود نہ آیا ہو بلکہ اس کا قاصد آیا ہو یا اس کی اطلاع آئی ہو نفسه نے اس احتمال کو ختم کر دیا۔ اور جاء الرکب کلهم (قافلہ سارا آیا) اس میں جو آنے کا حکم قافلہ پر لگایا گیا ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید پورا قافلہ نہ آیا ہو اور حکم اکثر افراد کے اعتبار سے لگایا گیا ہو، کلهم نے اس احتمال کو ختم کر دیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تاکید کو بیان کرنا ہے۔تاکید: وہ تابع ہے جو فعل کی نسبت کو یا حکم کے شمول کو ایسا پختہ کرے کہ سامع کو شک باقی نہ رہے جیسے جاء زید نفسه (زید خود آیا) اس میں آنے کی جو نسبت زید کی طرف کی گئی ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید خود نہ آیا ہو بلکہ اس کا قاصد آیا ہو یا اس کی اطلاع آئی ہو نفسه نے اس احتمال کو ختم کردیا۔اور جاء الرکب کلهم (قافلہ سارا آیا) اس میں جو آنے کا حکم قافلہ پر لگایا گیا ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید پورا قافلہ نہ آیا ہو اور حکم اکثر افراد کے اعتبار سے لگایا گیا ہو کلهم نے اس احتمال کو ختم کردیا۔

سوال: تاکید کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (۱) متبوع کے حکم کو نسبت کی حیثیت سے پختہ کرنے اور متبوع سے معنیٰ مجازی کے وہم کو دور کرنے کے لئے۔(۲) متبوع کے لفظ کے تلفظ میں بھول چوک کے وہم کو دور کرنے کے لئے۔جیسے زارنی الامیر نفسه (خود امیر المؤمنین نے مجھ سے ملاقات کی)۔ یہ ایک ہی مثال پہلی اور دوسری غرض کی ہے۔

اوّل غرض کے ساتھ اس کی تطبیق اس طرح ہے کہ متکلم کہہ رہا ہے کہ امیر کے مجھ سے ملنے کی خبر پختہ اور یقینی ہے،اس میں کوئی شک وشبہ نہیں،وہ خود ملے ہیں،امیر زادہ یا ان کا ایلچی نہیں۔اس میں تابع نفسه نے متبوع الامیر کے حکم کو پختہ کردیا اور متبوع الامیر سے اس کے معنیٰ مجازی امیر زادہ،ایلچی کا جو وہم پیدا ہو رہا تھا وہ ختم کردیا۔

اور دوسری غرض کے ساتھ اس کی تطبیق اس طرح ہے کہ متکلم کہہ رہا ہے کہ امیر کے مجھ سے ملنے کی خبر پختہ ہے،اس میں کوئی شک نہیں ہے،میری زبان سے بولنے میں کوئی چوک نہیں ہوئی ہے۔مذکورہ مثال میں تابع نفسه نے متبوع الامیر کے حکم کی پختگی کے ساتھ ساتھ سہو کے وہم کو بھی دور کردیا ہے۔

(۳) متبوع کے حکم کو شمول کی حیثیت سے پختہ کرنے اور حکم کے عام نہ ہونے کے وہم کو دور کرنا۔ جیسے **سلم الجیش عامتہ** (لشکر محفوظ رہا پورا کا پورا)۔ یہ مثال تیسری غرض کی ہے، خوش خبری سنانے والا کہہ رہا ہے کہ لشکر کے محفوظ رہنے کی خبر یقینی ہے، کوئی شک نہیں، لشکر کے محفوظ رہنے کا حکم ہر ایک فرد کو عام ہے۔ مذکورہ مثال تابع **عامتہ** نے متبوع **الجیش** کے حکم حفاظت کی پختگی کے ساتھ ساتھ بعض مجاہدین کے حکمِ حفاظت میں شامل نہ ہونے کے وہم کو بھی دور کردیا۔

فائدہ: ہر تعریف جنس اور فصل سے مرکب ہوتی ہے چنانچہ تابع جنس ہے، تمام کو شامل ہے، **یقرر امر المتبوع** فصل اول ہے جس سے صفت، عطف بحرف اور بدل خارج ہو گئے اس لئے کہ ان سب میں امر متبوع کی تقریر نہیں ہوتی چنانچہ بدل اور عطف بحرف میں تقریر کا نہ ہونا ظاہر ہے اور صفت کا خارج ہونا اس لئے ہے کہ صفت کی وضع ایسے معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے جو اس کے متبوع میں موجود نہیں اگر کسی جگہ وہ اپنے متبوع کی توضیح کردیتی ہے تو وہ وضع کے اعتبار سے نہیں بلکہ عارضی ہے۔

فی النسبة او الشمول یہ فصل ثانی ہے اس سے عطف بیان خارج ہوگیا اس لئے کہ وہ اگرچہ متبوع کی تقریر کرتا ہے لیکن نسبت اور شمول میں نہیں کرتا بلکہ ذات متبوع کی تعیین میں کرتا ہے۔

> **وَهُوَ لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ فَاللَّفْظِيُّ تَكْرِيرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ، نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَيَجْرِيْ فِي الْاَلْفَاظِ كُلِّهَا**

ترجمہ: اور وہ (تاکید) لفظی اور معنوی ہوتی ہے۔ پس تاکید لفظی: لفظ اول (موکد) کو مکرر لانا ہے؛ جیسے جاءنی زید زید (میرے پاس زید ہی آیا)، اور وہ (تاکید لفظی) تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) تاکید لفظی (۲) تاکید معنوی۔ تاکید لفظی: پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے جیسے جاء زید زید تاکید لفظی تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسماء ہوں، افعال ہوں یا حروف ہوں اور خواہ وہ جملے ہوں یا مرکباتِ ناقصہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تاکید کی دو قسموں اور تاکید لفظی کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔

تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) تاکید لفظی (۲) تاکید معنوی۔ تاکید لفظی: لفظ اول (یعنی موکد) کو مکرر لانا ہے؛ جیسے جاءنی زید زید (میرے پاس زید ہی آیا)۔

سوال: تاکید لفظی کن الفاظ میں جاری ہوتی ہے؟

جواب: تاکید لفظی تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے۔

وَالْمَعْنَوِيُّ بِأَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ وَهِيَ نَفْسُهُ، وَعَيْنُهُ، وَكِلَاهُمَا، وَكُلُّهُ، وَأَجْمَعُ، وَأَكْتَعُ، وَأَبْتَعُ، وَأَبْصَعُ،

ترجمہ: اور تاکید معنوی چند محدود الفاظ کے ذریعہ ہوتی ہے اور وہ نفسه، عینه، کلاهما، کله، اجمع، اکتع، ابتع، اور ابصع ہیں۔

مختصر تشریح

اور تاکید معنوی چند محدود الفاظ سے تاکید لانا ہے اور وہ الفاظ نفس، عین الخ ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تاکید کی دوسری قسم تاکید معنوی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: تاکید معنوی کس کے ساتھ ہوتی ہے؟

جواب: تاکید معنوی الفاظ محصورہ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) نفسه (۲) عینه (۳) کلاهما (۴) کله (۵) اجمع (۶) اکتع (۷) ابتع (۸) ابصع۔

فَالْأَوَّلَانِ لَا يَعُمَّانِ بِاخْتِلَافِ صِيغَتِهِمَا وَضَمِيرِهِمَا، تَقُولُ نَفْسُهُ، وَنَفْسُهَا، وَأَنْفُسُهُمَا، وَأَنْفُسُهُمْ، وَأَنْفُسُهُنَّ،

ترجمہ: پس پہلے دو عام ہیں صیغے اور ضمیر کی تبدیلی کے ساتھ؛ آپ کہیں گے نفسه، نفسها، انفسهما، انفسهم اور انفسهن۔

مختصر تشریح

اول دو نفس اور عین نسبت کی تاکید معنوی کے لئے ہیں اور دونوں عام ہیں۔ مفرد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے مستعمل ہیں اور دونوں کی ایسی ضمیر کی طرف اضافت ضروری ہے جو مؤکد کے مطابق ہو جیسے جاء زید نفسه۔ جاء زید عینه۔ جاءت فاطمة نفسها، جاءت فاطمة عینها اور اگر مؤکد تثنیہ جمع ہو تو نفس اور عین کی جمع انفس اور اعین لائی جائے گی جیسے جاء الزیدان انفسهما، جاء الزیدون انفسهم۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تاکید معنوی میں الفاظ محصورہ کی تین قسموں میں سے قسم اول کو بیان کرنا ہے۔ قسم اول: نفس اور عین ہے۔ قسم ثانی: کلا اور کلتا ہے۔ قسم ثالث: کل اور اجمع ہے۔

سوال: قسم اول کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: قسم کے الفاظ نفس اور عین دونوں عام ہیں مفرد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے مستعمل ہیں۔ اور دونوں کی ایسی ضمیر کی طرف اضافت ضروری ہے جو مؤکد کے مطابق ہو جیسے جاء زید نفسه۔ جاء زید عینه۔ جاءت فاطمة نفسها, جاءت فاطمة عینها اور اگر مؤکد: تثنیہ جمع ہو تو نفس اور عین کی جمع انفس اور اعین لائی جائے گی جیسے جاء الزیدان انفسهما, جاء الزیدون انفسهم۔

سوال: نفس اور عین کس کی تاکید کرتے ہیں؟

جواب: نفس اور عین نسبت کی تاکید معنوی کے لئے آتے ہیں۔

وَالثَّانِيْ لِلْمُثَنّٰى، تَقُوْلُ كِلَاهُمَا، وَكِلْتَاهُمَا۔

ترجمہ: اور دوسری قسم (کلا اور کلتا) تثنیہ (کی تاکید) کے لئے استعمال ہوتی ہے، آپ کہیں گے: کلاهما اور کلتاهما۔

مختصر تشریح

کلاهما (مذکر کے لئے) کلتاهما (مؤنث کے لئے) ہے جو تثنیہ میں مستعمل ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تاکید معنوی میں الفاظ محصورہ کی تین قسموں میں سے قسم ثانی کو بیان کرنا ہے۔ اور قسم ثانی کلا اور کلتا ہے۔

سوال: قسم ثانی کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: کلا تثنیہ (مذکر کی تاکید) کے لئے استعمال ہوتی ہے، آپ کہیں گے کلا هما اور کلتا تثنیہ (مؤنث کی تاکید) کے لئے استعمال ہوتی ہے؛ آپ کہیں گے کلتا هما۔

سوال: کلااور کلتاکس کی تاکید کے لئے آتے ہیں؟

جواب: کلا اور کلتاشمول کی تاکید لئے آتے ہیں جیسے جاء الزیدان کلا هما، جاءت المرأتان کلتاهما۔

وَالْبَاقِيْ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاِخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِيْ كُلِّهِ، وَكُلِّهَا، وَكُلِّهِمْ، وَكُلِّهِنَّ، وَالصِّيَغُ فِي الْبَوَاقِيْ، تَقُوْلُ اَجْمَعُ، جَمْعَاءُ، وَاَجْمَعُوْنَ، وَجُمَعُ

ترجمہ: اور باقی الفاظ تثنیہ کے علاوہ (کی تاکید) کے لئے استعمال ہوتے ہیں کله، کلها، کلهم، اور کلهن میں ضمیر کی اور باقی میں صیغوں کی تبدیلی کے ساتھ؛ آپ کہیں گے اجمع، جمعاء، اجمعون اور جمع۔

مختصر تشریح

باقی تمام الفاظ غیر تثنیہ واحد وجمع کے لئے ہیں البتہ ان کی ضمیریں بدلیں گی۔ اور لفظ جمیع مختلف صیغوں کے ساتھ آتا ہے جیسے اجمع وغیرہ (والصیغ کا عطف الضمیر پر ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تاکید معنوی میں الفاظ محصورہ کی تین قسموں میں سے قسم ثالث کو بیان کرنا ہے۔ اور قسم ثالث: کل اور اجمع ہے۔

سوال: قسم ثالث کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: غیر تثنیہ، واحد وجمع کے لئے ہیں جیسے کل اور اجمع وغیرہ۔

سوال: کل اور اجمع کس کی تاکید کرتے ہیں؟

جواب: کل اور اجمع شمول کی تاکید معنوی کے لئے آتے ہیں جاء القوم کلهم جاء القوم جمیعهم، جاء القوم اجمعین۔

سوال: کل اور اجمع کے استعمال میں کیا فرق ہے؟

جواب: کل اور اجمع کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ کل میں تبدیلی صیغہ میں نہیں ہوگی بلکہ ضمیر کے اعتبار سے تبدیلی ہوگی۔ جیسے کله، کلها، کلهم اور کلهن۔ اور اجمع میں تبدیلی صیغہ کے اعتبار سے ہوگی نہ کہ ضمیر کے اعتبار سے جیسے اجمع، جمعاء، واجمعون، وجمع۔

وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا ذُوْ اَجْزَاءٍ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا اَوْ حُكْمًا، مِثْلُ اَكْرَمْتُ الْقَوْمَ كُلَّهُمْ، وَاشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ، بِخِلَافِ جَاءَ زَيْدٌ كُلُّهُ

ترجمہ: اور تاکید نہیں لائی جائے گی لفظ کل اور اجمع کے ذریعہ مگر اس چیز کی جو ایسے اجزاء والی ہو جن کو الگ الگ کرنا درست ہو یا تو حسی طور پر یا حکماً جیسے اکرمت القوم کلهم (میں نے پوری قوم کا اکرام کیا) اشتریت العبد کله (میں نے پورا غلام خریدا) برخلاف جاء زید کله کے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: لفظ کل اور اجمع کے ذریعہ ایسی چیز کی تاکید لائی جائے گی جس کے ایسے اجزاء ہوں جو حساً یا حکماً جدا جدا ہو سکتے ہوں۔ جیسے اکرمت القومَ کلهم (قوم کے اجزاء حساً جدا جدا ہو سکتے ہیں) اور اشتریت العبد کله (غلام کے اجزاء حکماً جدا ہو سکتے ہیں، آدھا یا پاؤ غلام خریدا جا سکتا ہے) پس جاء زید کله ناجائز ہے کیونکہ زید کے اجزاء نہ حساً ہو سکتے ہیں نہ حکماً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لفظ کل اور

اجمع کے ذریعہ ایسی چیز کی تاکید لائی جائے گی جس کے ایسے اجزا ہوں جو حساً یا حکماً جدا جدا ہو سکتے ہوں۔ جیسے اکرمت القومَ کلھم (قوم کے اجزاء حساً جدا جدا ہو سکتے ہیں) اور اشتریت العبد کلہ (غلام کے اجزاء حکماً جدا ہو سکتے ہیں، آدھا یا پاؤ غلام خریدا جا سکتا ہے) پس جاءزید کلہ ناجائز ہے کیونکہ زید کے اجزاء نہ حساً ہو سکتے ہیں نہ حکماً۔

قاعدہ

وَإِذَا أُكِّدَ الضَّمِيْرُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ أُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ، مِثْلُ ضَرَبْتَ أَنْتَ نَفْسَكَ

ترجمہ: اور جب تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع متصل کی نفس، عین کے ذریعہ تو (پہلے) اس کی تاکید لائی جائے گی ضمیر منفصل کے ذریعہ جیسے ضربت انت نفسک (تو نے خود مارا)

مختصر تشریح

قاعدہ: جب ضمیر مرفوع متصل کی لفظ نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لائی جائے تو اولاً اس کی ضمیر منفصل سے تاکید لائی جائے گی پھر نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لائیں گے جیسے ضربتَ انتَ نفسُک اور ضربتُ انا نفسی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل کی لفظ نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لائی جائے تو اولاً اس کی ضمیر منفصل سے تاکید لائی جائے گی پھر نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لائیں گے جیسے ضربتَ انتَ نفسُک اور ضربتُ انا نفسی۔

سوال: ضمیر کی قید کیوں لگائی؟

جواب: ضمیر کی قید اس لئے لگائی تا کہ اسم ظاہر خارج ہو جائے کیونکہ اسم ظاہر کی تاکید بھی نفس اور عین کے ساتھ بلا شرط لائی جاتی ہے۔

سوال: مرفوع کی قید کیوں لگائی؟

جواب: مرفوع کی قید اس لئے لگائی تا کہ ضمیر منصوب خارج ہو جائے کیونکہ اس کی تاکید کے لئے بھی کوئی شرط نہیں ہے۔

سوال: متصل کی قید کیوں لگائی؟

جواب: متصل کی قید اس لئے لگائی تا کہ ضمیر مرفوع منفصل خارج ہو جائے کیونکہ اس کی تاکید کے لئے بھی کوئی شرط نہیں ہے۔

سوال: نفس اور عین کی قید کیوں لگائی؟

جواب: نفس اور عین کی قید سے اور الفاظ تاکید کو خارج کرنا مقصود تھا کیونکہ ان کے ساتھ تاکید لانے کی کوئی شرط نہیں۔

سوال: ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے لانے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے نہ لائی جاتی تو ضمیر پوشیدہ ہونے کی صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آتا جیسے اکرمنی ھو نفسہ۔

مثال مذکور میں اگر اکرمنی کی ضمیر مستتر کو پہلے ضمیر ھو کے ساتھ مؤکد نہ کرتے اور اکرمنی نفسہ پڑھا جائے تو معلوم نہیں ہوگا کہ اکرمنی کا نفسہ، فاعل ہے یا تاکید اس لئے کہ نفسہ کا استعمال بلا تاکید کے بھی آتا ہے جیسے قتل نفسہ، فی نفسک، فی نفسہ اور جب ضمیر مستتر میں التباس لازم آیا تو ضمیر بارز کو بھی طرداً للباب اس پر محمول کیا۔

سوال: ضمیر منصوب کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ اگر لائیں تو کیا اس کی منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے؟

جواب: ضمیر منصوب کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ اگر لائیں اس کی منفصل

سے تاکید لانا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ وہاں التباس لازم نہیں آتا جیسے ضربتک نفسک اور مررت بک نفسک۔

قاعدہ

وَاَکْتَعُ وَاَخَوَاهُ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ فَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ، وَذِكْرُهَا دُوْنَهُ ضَعِيْفٌ

ترجمہ: اور اکتع اور اس کے دونوں نظائر اجمع کے تابع ہیں لہذا وہ اس (اجمع) پر مقدم نہیں ہوں گے اور ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا ضعیف ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اکتع اور اس کے دو بھائی ابتع اور ابصع، اجمع کے تابع ہیں اس لئے اس سے پہلے نہیں آسکتے اور اس کے بغیر ان کا ذکر کرنا ضعیف ہے کہیں گے جاء القوم اجمع اکتع، ابتع، ابصع۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اکتع اور اس کے دونوں نظائر اجمع کے تابع ہیں، لہذا وہ اس (اجمع) پر مقدم نہیں ہوں گے، اور ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا ضعیف ہے۔

سوال: اکتع اور دونوں نظائر کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا کیوں ضعیف ہے؟

جواب: اکتع اور دونوں نظائر کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا اس لئے ضعیف ہے کہ اکتع

اور اس کے دو بھائی ابتع اور ابصع، اجمع کے تابع ہیں اس لئے اس سے پہلے نہیں آ سکتے اور اس کے بغیر ان کا ذکر کرنا ضعیف ہے کہیں گے جاء القوم اجمع اکتع۔ابتع۔ابصع۔

اَلْبَدَلُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِمَا نُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ دُوْنَهُ

ترجمہ: بدل ایسا تابع ہے جو اس چیز سے جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہے متبوع کے بغیر مقصود ہو۔

مختصر تشریح

بدل: وہ دوسرا اسم ہے جو حقیقت میں مقصود ہوتا ہے۔ پہلا اسم مقصود نہیں ہوتا۔ پہلا اسم مبدل منہ کہلاتا ہے جیسے سُلِبَ زیدٌ ثوبُہ (زید کا کپڑا چھینا گیا) اس میں ثوبہ بدل ہے اور وہی مقصود ہے کیونکہ زید نہیں چھینا گیا بلکہ کپڑا چھینا گیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ بدل: وہ دوسرا اسم ہے جو حقیقت میں مقصود ہوتا ہے۔ پہلا اسم مقصود نہیں ہوتا۔ پہلا اسم مبدل منہ کہلاتا ہے جیسے سُلِبَ زیدٌ ثوبُہ (زید کا کپڑا چھینا گیا) اس میں ثوبہ بدل ہے اور وہی مقصود ہے کیونکہ زید نہیں چھینا گیا بلکہ کپڑا چھینا گیا ہے۔

فائدہ: ہر تعریف جنس اور فصل سے مرکب ہوتی ہے۔

چنانچہ بدل کی تعریف میں تابع جنس ہے مقصود بما نسب الی المتبوع فصل اول ہے اس سے نعت، تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے کیونکہ ان میں توابع مقصود بالنسبت نہیں بلکہ متبوعات مقصود ہوتے ہیں اور دونہ فصل ثانی ہے اس سے عطف بحرف خارج ہو گیا اس لئے کہ اس میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں۔

وَهُوَ بَدَلُ الْكُلِّ، وَالْبَعْضِ، وَالْاِشْتِمَالِ، وَالْغَلَطِ۔

ترجمہ: اور وہ (بدل) بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط ہے۔

مختصر تشریح

بدل کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔ بدل کی چار قسمیں ہیں:
(۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

سوال: دلیل حصر کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ حصر یہ ہے کہ بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا بدل ہوگا یا نہیں اول بدل الکل اور ثانی کی دو صورتیں ہیں یا تو مبدل منہ کا بعض ہوگا یا نہیں۔ اگر ہوگا تو بدل البعض ہے اگر نہیں ہے تو دو صورتیں یا تو بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور بعضیت کے سوا کوئی اور ملابست ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو بدل الاشتمال ہے اور نہیں ہے تو بدل الغلط ہے۔

فَالْاَوَّلُ مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ: پس پہلی قسم (بدل الکل) کا مدلول اول (مبدل منہ) کا مدلول ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

(۱) بدل الکل: وہ بدل ہے جس کا مصداق اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو جیسے جاءنی زید اخوک اس میں زید اور اخوک کا مصداق ایک ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل الکل کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ بدل الکل وہ بدل ہے جس کا مصداق اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو جیسے جاءنی زید اخوک اس میں زید اور اخوک کا مصداق ایک ہے۔

وَالثَّانِي جُزْءُهُ

ترجمہ: اور دوسری قسم (بدل البعض) مبدل منہ کا جز ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

بدل البعض: وہ بدل ہے جو مبدل منہ کا جز ہو جیسے ضرب زید راسہ (زید کے سر پر مارا گیا) سر زید کا جز ہے اس لئے یہ بدل البعض ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل البعض کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ بدل البعض: وہ بدل ہے جو مبدل منہ کا جز ہو جیسے ضرب زید راسہ (زید کے سر پر مارا گیا)۔ سر زید کا جز ہے اس لئے یہ بدل البعض ہے۔

وَالثَّالِثُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَوَّلِ مُلَابَسَةٌ بِغَيْرِهِمَا

ترجمہ: اور تیسری قسم (بدل الاشتمال) اور اول (مبدل منہ) کے درمیان ان دونوں (کلیت اور جزئیت) کے علاوہ کا تعلق ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

بدل الاشتمال: وہ بدل ہے جس کے درمیان اور مبدل منہ کے درمیان کلیت و جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو بالفاظ دیگر بدل، مبدل منہ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ہو جیسے سلب

زیدثوبہ: کپڑا زید سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل الاشتمال کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ بدل الاشتمال وہ بدل ہے جس کے درمیان اور مبدل منہ کے درمیان کلیت و جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو بالفاظ دیگر بدل مبدل منہ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ہو جیسے سلب زید ثوبہ: کپڑا زید سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

وَالرَّابِعُ اَنْ تَقْصِدَ اِلَیْہِ بَعْدَ اَنْ غَلَطْتَّ بِغَیْرِہٖ

ترجمہ: اور چوتھی قسم (بدل الغلط) یہ ہے کہ آپ اس کا ارادہ کریں اس کے علاوہ کے ذریعہ غلطی کرنے کے بعد۔

مختصر تشریح

بدل الغلط: وہ بدل ہے جو غلطی ہو جانے کے بعد اس کی تلافی کے لئے لایا گیا ہو جیسے اشتریت فرسا حمارا (میں نے گھوڑا خریدا نہیں گدھا)۔ گھوڑے کا تذکرہ غلطی سے زبان پر آ گیا در حقیقت گدھا خریدا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل الغلط کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ بدل الغلط: وہ بدل ہے جو غلطی ہو جانے کے بعد اس کی تلافی کے لئے لایا گیا ہو جیسے اشتریت فرسا حمارا (میں نے گھوڑا خریدا نہیں گدھا)۔ گھوڑے کا تذکرہ غلطی سے زبان پر آ گیا در حقیقت گدھا خریدا ہے۔

سوال: ن بلاغت میں بدل کی تین قسموں (بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال) کا اعتبار کیا گیا ہے، بدل الغلط کا کیوں نہیں؟

جواب: اہل بلاغت معانی کا اعتبار کرتے ہیں اور معانی کا تعلق بدل کی تین قسموں (بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال) کے ساتھ ہوتا ہے، بدل الغلط کے ساتھ نہیں ہوتا۔

سوال: اہل نحو بدل الغلط کا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اہل نحو بحث کرتے ہیں اعراب کے ساتھ اور جس طرح بدل کی تین قسموں (بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال) کے ساتھ اعراب کا تعلق ہوتا ہے بدل الغلط کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اعتبار کرتے ہیں۔

قاعدہ

وَيَكُونَانِ مَعْرِفَتَيْنِ، وَنَكِرَتَيْنِ، وَمُخْتَلِفَتَيْنِ

ترجمہ: اور وہ (بدل اور مبدل منہ کبھی) دونوں معرفہ ہوتے ہیں (کبھی) نکرہ اور (کبھی) مختلف۔

مختصر تشریح

کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی زیداخوک۔ کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی رجل غلامٌ۔ کبھی مبدل منہ معرفہ ہوتا ہے اور بدل نکرہ جیسے بالناصیة ناصیة کاذبة۔ کبھی مبدل منہ نکرہ ہوتا ہے اور بدل معرفہ جیسے جاءنی رجل غلام زیدٍ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل کی باعتبار کیفیت اقسام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کون کونسی؟

جواب: اس کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی زیدا خوک۔ (۲) کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی رجل غلامٌ۔ (۳) کبھی مبدل منہ نکرہ ہوتا ہے اور بدل معرفہ جیسے جاءنی رجل غلام زیدٍ۔ (۴) کبھی مبدل منہ معرفہ ہوتا ہے اور بدل نکرہ جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ۔

سوال: اس کی وجہ حصر کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ حصر یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ یا دونوں نکرہ یا دونوں مختلف ہوں گے؛ اگر دونوں معرفہ ہیں تو قسم اول اور اگر دونوں نکرہ ہے تو قسم ثانی اور اگر دونوں مختلف ہیں تو مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ تو قسم ثالث اور برعکس ہو تو قسم رابع۔

وَإِذَا كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَالنَّعْتُ،
مِثْلُ بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ

ترجمہ: اور جب بدل نکرہ ہو معرفہ سے، تو صفت لانا (ضروری ہے) جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ ہم ضرور گھسیٹیں گے ان کو پیشانی کے بل، یعنی ایسی پیشانی کے بل جو کہ جھوٹی ہے۔

مختصر تشریح

جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو نکرہ کی نعت لانا ضروری ہے جیسے ناصیۃ کاذبۃٍ

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو نکرہ کی نعت لانا ضروری ہے جیسے ناصیۃ کاذبۃٍ۔

سوال: جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو نکرہ کی نعت لانا کیوں ضروری ہے؟

جواب: نکرہ کی نعت لانا اس لئے ضروری ہے تاکہ مقصود (بدل) غیر مقصود (مبدل منہ) سے درجہ میں کمتر نہ ہو جائے جیسے بالناصیة ناصیة کاذبة میں الناصیة مبدل منہ ہے اور معرفہ ہے اور ناصیة بدل ہے جو نکرہ ہے اس لئے اس کی صفت کاذبة لا کر معرفہ کے قریب کر دیا۔

قاعدہ

وَيَكُوْنَانِ ظَاهِرَيْنِ، وَمُضْمَرَيْنِ، وَمُخْتَلِفَيْنِ

ترجمہ: اور وہ (بدل اور مبدل منہ کبھی) دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں، (کبھی) اسم ضمیر اور (کبھی) مختلف۔

مختصر تشریح

قاعدہ: کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں جیسے جاء زید اخوک۔ کبھی دونوں ضمیر ہوتے ہیں جیسے زید ضربتہ ایاہ۔ کبھی مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم ضمیر ہوتا ہے جیسے زید اخوک ضربت زیدا ایاہ۔ کبھی مبدل منہ اسم ضمیر اور بدل اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے اخوک ضربتہ زیدا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد باعتبار ذات کے بدل کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کون کونسی؟

جواب: اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے

ہیں جیسے جاءزید اخوک۔اس میں زید مبدل منہ اور اخوک بدل دونوں اسم ظاہر ہیں۔

(۲) بدل اور مبدل منہ دونوں ضمیر ہوتے ہیں جیسے زید ضربتہ ایاہ۔اس میں مبدل منہ ہ اور ایاہ بدل دونوں اسم ضمیر ہیں۔

(۳) مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم ضمیر ہوتا ہے جیسے زیدا اخوک ضربت زیدا ایاہ۔اس میں مبدل منہ زیدا اسم ظاہر اور ایاہ بدل اسم ضمیر ہے۔

(۴) مبدل منہ اسم ضمیر اور بدل اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے اخوک ضربتہ زیدا۔اس میں مبدل منہ ہ اسم ضمیر اور زیدا بدل اسم ظاہر ہے۔

سوال: اس کی وجہ حصر کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ حصر یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر یا دونوں اسم ضمیر یا دونوں مختلف ہوں گے اگر دونوں اسم ظاہر ہیں تو قسم اول اور اگر دونوں اسم ضمیر ہیں تو قسم ثانی اور اگر دونوں مختلف ہوں مبدل منہ اسم ظاہر ہو اور بدل اسم ضمیر تو قسم ثالث اور برعکس ہو تو قسم رابع۔

قاعدہ

وَلَا يُبْدَلُ ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْكُلِّ إِلَّا مِنَ الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرَبْتُهُ زَيْدًا

ترجمہ: اور اسم ظاہر کو ضمیر سے بدل الکل نہیں بنایا جاسکتا؛ مگر ضمیر غائب سے؛ جیسے ضربتہ زیدا (میں نے اس کو یعنی زید کو مارا)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل الکل نہیں آتا جیسے ضربتہ زیداً۔

ضمیر متکلم اور مخاطب سے اسم ظاہر بدل الکل اس لئے نہیں آتا کہ بدل، مبدل منہ کا عین ہوتا ہے اور اسم ظاہر بحکم ضمیر غائب ہوتا ہے پس ضمیر متکلم و مخاطب بھی ضمیر غائب ہوجائیں گے۔وھو کما تری!

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل الکل نہیں آتا جیسے ضربتہ زیداً۔

سوال: اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل الکل کیوں نہیں آتا؟

جواب: ضمیر متکلم اور مخاطب سے اسم ظاہر بدل الکل اس لئے نہیں آتا کہ بدل الکل مبدل منہ کا عین ہوتا ہے کیونکہ دونوں کا مصداق ایک ہوتا ہے اور چونکہ اسم ظاہر بھی غائب کے حکم میں ہوتا ہے تو مبدل منہ ضمیر غائب اور بدل اسم ظاہر، غائب کے حکم میں ہونے کی وجہ سے دونوں میں عینیت ہے برخلاف ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الکل قرار دینا صحیح نہیں اس لئے کہ ابھی معلوم ہوا کہ بدل الکل میں بدل اور مبدل منہ کا عین ہوتا ہے پس اگر ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل الکل قرار دیا جائے تو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب بھی ضمیر غائب ہوجائیں گے۔

عطف بیان

عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوَضِّحُ مَتْبُوعَهُ
مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ

ترجمہ: ایسا تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کر رہا ہو جیسے اقسم باللہ ابو حفص عمر (قسم کھائی اللہ کی ابو حفص عمر نے)۔

مختصر تشریح

وہ دوسرا اسم ہے جو صفت نہ ہو اور پہلے اسم کی وضاحت کرے جیسے **اقسم باللہ ابو حفص عمرُ**: ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے اللہ کی قسم کھائی اس میں عمر عطف بیان ہے اور ابو حفص کنیت۔ نام اور کنیت میں سے جو اشہر ہوگا اس کو عطف بیان بنایا جائے گا۔

مثال کا واقعہ: ایک اعرابی حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ کہنے لگا: میرا مکان دور ہے، میری اونٹنی لاغر ہے، اس کی پیٹھ زخمی ہے اور اس کے پیر میں سوراخ ہے، آپ مجھے ایک اونٹنی دیجئے! حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر فرمایا: تم جھوٹے ہو! اور اونٹنی دینے سے انکار کر دیا۔ اعرابی یہ سن کر چل دیا۔ وہ پتھریلی زمین میں اپنی اونٹنی کے پیچھے چل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: **اقسم باللہ ابو حفص عمر۔ مامسھا من نقب ولا دبر۔ اغفر لہ اللھم ان کان فجر۔**

ابو حفص حضرت عمرؓ نے اللہ کی قسم کھائی: نہیں چھویا ہے اس کو کھروں کے زخم نے اور نہ پیٹھ کے زخم نے۔ بخشش فرما ان کی اے اللہ! اگر انھوں نے جھوٹی قسم کھائی ہے!

حضرت عمرؓ اتفاقاً ادھر ہی سے آرہے تھے آپ نے اس کے اشعار سن کر فرمایا: **اللھم صدق! صدق!** اے اللہ اس کو سچا کر دے! سچا کر دے! آپ نے اس سے کہا: اپنے اونٹ کا سامان اتار۔ دیکھا تو اس کی پیٹھ زخمی تھی اور وہ نہایت لاغر تھی۔ آپ نے اپنا اونٹ اس کو دے دیا اور کھانے پینے کا سامان بھی دیا اور کپڑے بھی دیئے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد عطف بیان کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ عطف بیان: وہ دوسرا اسم ہے جو صفت نہ ہو اور پہلے اسم کی وضاحت کرے جیسے **اقسم باللہ ابو حفص عمرُ**: ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے اللہ کی قسم کھائی اس میں عمر عطف بیان ہے اور ابو حفص کنیت ہے (نام اور کنیت میں سے جو اشہر ہوگا اس کو عطف بیان بنایا جائے گا۔

فائدہ

وَفَصْلُهُ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِي مِثْلِ "أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ"

ترجمہ: اور عطف بیان کا فرق بدل سے لفظاً بھی ہوتا ہے انا ابن التارک البکری بشر (میں بکری بشر کو قتل کر کے چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں) جیسی مثالوں میں۔

مختصر تشریح

فائدہ: عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی دونوں طرح سے فرق ہوتا ہے۔
معنوی فرق تو یہ ہے کہ بدل میں مقصود تابع ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا اور عطف بیان میں دونوں مقصود ہوتے ہیں اور عطف بیان اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔
غرض معنوی فرق تو واضح ہے۔ البتہ دونوں میں لفظی فرق مخفی ہے جو اس شعر سے واضح ہوتا ہے۔
مرار اسدی نے قبیلہ بنی بکر کے ایک شخص کو جنگ میں قتل کیا جس کا نام بشر تھا یہ قبیلہ بہادری میں مشہور ہے، مرار، فخر یہ کہتا ہے:

أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ　　　عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوعًا

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو قبیلہ بنی بکر کے بشر نامی بہادر شخص کو میدان کارزار میں قتل کر کے چھوڑ دینے والا ہے۔ اس حال میں کہ گوشت خور پرندے اس پر گرنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ اس کی روح بدن سے نکلے کہ اس کو کھائیں۔
کیونکہ بدل میں عامل کی تکرار ضروری ہے پس عبارت انا ابن التارک بشر ہوگی اور یہ ترکیب ناجائز ہے جیسے الضارب زید جائز نہیں اور عطف بیان میں عامل کی تکرار نہیں ہوتی پس ترکیب التارک البکری ہوگی اور وہ الضارب الرجل جیسی ہوگی جو جائز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بدل اور عطف بیان کے مابین فرق کو بیان کرنا ہے۔

سوال: بدل اور عطف بیان کے مابین کتنے اعتبار سے فرق ہے؟

جواب: عطف بیان اور بدل کے مابین دو اعتبار سے فرق ہے: (۱) معنوی اعتبار سے (۲) لفظی اعتبار سے۔

سوال: معنوی اعتبار سے فرق کیا ہے؟

جواب: معنوی اعتبار سے فرق یہ ہے کہ بدل میں مقصود تابع ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا اور عطف بیان میں دونوں مقصود ہوتے ہیں اور عطف بیان اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔ غرض معنوی فرق تو واضح ہے۔

سوال: لفظی اعتبار سے فرق کیا ہے؟

جواب: لفظی اعتبار سے فرق مخفی ہے جو اس شعر سے واضح ہوتا ہے۔

مراد اسدی نے قبیلہ بنی بکر کے ایک شخص کو جنگ میں قتل کیا جس کا نام بشر تھا یہ قبیلہ بہادری میں مشہور ہے، مراد، فخر یہ کہتا ہے:

اَنَاابْنُ التَّارِکِ الْبَکْرِیِّ بِشْرٍ عَلَیْہِ الطَّیْرُ تَرْقُبُہٗ وُقُوْعاً

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو قبیلہ بنی بکر کے بشر نامی بہادر شخص کو میدان کارزار میں قتل کر کے چھوڑ دینے والا ہے۔ اس حال میں کہ گوشت خور پرندے اس پر گرنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ اس کی روح بدن سے نکلے کہ اس کو کھائیں۔

کیونکہ بدل میں عامل کی تکرار ضروری ہے پس عبارت انا ابن التارک بشر ہوگی اور یہ ترکیب ناجائز ہے جیسے الضارب زید جائز نہیں اور عطف بیان میں عامل کی تکرار نہیں ہوتی پس ترکیب التارک البکری ہوگی اور وہ الضارب الرجل جیسی ہوگی جو جائز ہے۔

مبنی کا بیان

اَلْمَبْنِيُّ مَانَاسَبَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ اَوْوَقَعَ غَيْرَمُرَكَّبٍ

ترجمہ: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل سے مناسبت رکھتا ہو، یا مرکب نہ ہو۔

مختصر تشریح

اسم مبنی: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا غیر مرکب ہو۔ اسم مبنی کو اسم غیر متمکن بھی کہتے ہیں۔ مبنی الاصل تین ہیں جملہ حروف، فعل ماضی، امر حاضر معروف جبکہ ان کے ساتھ ضمائر مرفوع متصل نہ لگی ہوں۔

اسمائے معربہ کا بیان پورا ہوا، اب مبنیات (مشابہ مبنیات) کا بیان شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ مشابہت کی تفصیل حسب ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

اسم متمکن اس اسم کو کہتے ہیں جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو۔

اسم غیر متمکن: مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔

اسم غیر متمکن کی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت کے اقسام درج ذیل ہیں۔

(۱) وضعی: کوئی اسم وزن میں حرف کے مشابہ ہو ایک حرفی ہونے یا دو حرفی ہونے میں جیسے من، ھل کے اور ما، قد کے مشابہ ہے دو حرفی ہونے میں اور ضربتُ میں تُ ضمیر ب کے مشابہ ہے ایک حرفی ہونے میں۔

(۲) معنوی: کوئی اسم مبنی الاصل کے معنیٰ میں ہو جیسے اسمائے افعال ان میں سے بعض ماضی اور امر حاضر معلوم (معروف) کے معنیٰ میں ہے۔

(۳) افتقاری: کوئی اسم اپنا معنی دینے میں حرف کی طرح کسی دوسری چیز کا محتاج ہو جیسے اسمائے مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات اور اسمائے اصوات وغیرہ کیونکہ جیسے حروف اپنے معنی دینے میں اسم یا فعل کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح مضمرات مرجع کے، اسمائے

اشارات مشارالیہ کے اسمائے موصولات صلہ کے اور اسمائے کنایات قصہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۴) بنائی: کوئی اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر میں عشر، واو کے معنی کو متضمن ہے۔

(۵) وقوعی: کوئی اسم مبنی الاصل کی جگہ میں واقع ہو جیسے نزالِ تراکِ۔ نزال۔ انزل اور تراک اترک کی جگہ میں واقع ہے۔ اور انزل اور اترک دونوں مبنی الاصل ہیں۔

(۶) وقوعی شبہی: کوئی اسم واقع ہو ایسے اسم کی جگہ میں جو مشابہت رکھتا ہو مبنی الاصل کے ساتھ جیسے منادی مفرد یا زید کیونکہ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بلاتا ہوں میں تجھے ادعوک چنانچہ زید واقع ہوا کاف اسمیہ کی جگہ میں اور وہ مشابہ ہے کذالک کے کاف کے جو کہ حرف ہے۔

(۷) شبہی وقوعی: کوئی اسم مشابہ ہو ایسے اسم کے جو واقع ہو مبنی الاصل کی جگہ میں جیسے فجار یہ مشابہ ہے نزال کے اور وہ واقع ہے مبنی الاصل انزل کی جگہ میں۔

(۸) اضافی: کوئی اسم مضاف ہو جملہ کی طرف بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ بالواسطہ ہو جیسے یومئذٍ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا، اس جگہ یوم مضاف ہو رہا ہے جملہ کی طرف اذ کے واسطے سے۔ اور بلا واسطہ ہو جیسے یوم ینفع الصادقین اس جگہ یوم مضاف ہو رہا ہے ینفع کی طرف بغیر کسی واسطہ سے۔

(۹) اہمالی: کوئی اسم عامل یا معمول نہ بننے میں حرف کے مشابہ ہو جیسے اسمائے اصوات یہ حروف مقطعات کے مشابہ ہے عامل یا معمول نہ بننے میں۔

(۱۰) جمودی: کوئی اسم حرف کے مشابہ ہو تثنیہ یا جمع نہ ہونے میں جیسے قط عوض وغیرہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم مبنی کی تعریف بیان کرنا ہے۔

سوال: اسماء میں اصل کیا ہے؟

جواب: اسماء میں اصل معرب ہے اور افعال وحروف میں اصل مبنی ہے۔

سوال: مبنی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مبنی کی دو قسمیں ہیں (۱) مبنی الاسم (۲) مبنی الاصل۔

سوال: مبنی الاصل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مبنی الاصل کی تین قسمیں ہیں: (۱) ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) حروف معانی۔

سوال: اس جگہ مبنی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس جگہ مبنی سے مراد مبنی الاسم ہے۔

سوال: مبنی الاسم کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے یا اسم اس طریقہ پر ترکیب میں واقع ہو کہ اس کے ساتھ عامل موجود نہ ہو۔

سوال: اسمائے معدودہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اسمائے معدودہ سے مراد شمار کردہ ہیں کیونکہ گنتی کے وقت عامل نہیں لایا جاتا۔

وَاَلْقَابُهُ ضَمٌّ وَفَتْحٌ وَ كَسْرٌ وَوَقْفٌ

ترجمہ: اور اس (اسم مبنی) کے القاب: ضم، فتح، کسر اور وقف ہیں۔

مختصر تشریح

اسم مبنی کے اعراب کا نام ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم مبنی کے اعراب کے نام بتانا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) ضمہ (۲) فتحہ (۳) کسرہ (۴) وقف

سوال: ضمہ کوضمہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ضمہ کوضمہ اس لئے کہتے ہیں کہ ضم کے معنیٰ ملنے کے آتے ہے۔اوراس کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ ملتے ہیں۔

سوال: فتحہ کوفتحہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: فتحہ کوفتحہ اس لئے کہتے ہیں کہ فتح کے معنیٰ کھولنے کے ہے اور فتحہ کے ادا یگی کے وقت ہونٹ کھلتے ہے۔

سوال: کسرہ کوکسرہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کسرہ کوکسرہ اس لئے کہتے ہیں کہ کسرہ کے معنیٰ نیچے کے آتے ہے اوراس کوادا کے وقت نیچے والا ہونٹ نیچے ہوتا ہے۔

سوال: وقف کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: وقف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وقف کے معنیٰ ٹھہرنا اوران میں ٹھہرا جاتا ہے۔

وَحُکْمُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ لِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ

ترجمہ:اوراسم مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخرعوامل کے بدلنے کی وجہ سے نہیں بدلتا ہے۔

مختصر تشریح

مبنی کا حکم: مبنی کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم مبنی کے حکم کو بیان کرنا ہے۔اوراس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخرعوامل کے بدلنے کی وجہ سے نہیں بدلتا ہے۔

وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ، وَأَسْمَاءُ الْإِشَارَةِ، وَالْمَوْصُولَاتُ، وَالْمُرَكَّبَاتُ، وَالْكِنَايَاتُ، وَأَسْمَاءُ الْأَفْعَالِ، وَالْأَصْوَاتُ، وَبَعْضُ الظُّرُوفِ

ترجمہ: اور وہ (اسمائے مبنیہ یہ ہیں): مضمرات، اسمائے موصولہ، مرکبات، اسمائے کنایہ، اسمائے افعال، اصوات اور بعض ظروف۔

مختصر تشریح

کل اسمائے مبنیہ آٹھ ہیں: (۱) ضمیریں (۲) اسمائے اشارہ (۳) مرکب بنائی (۴) اسمائے موصولہ (۵) اسمائے کنایہ (۶) اسمائے افعال (۷) اسمائے اصوات (۸) بعض اسمائے ظروف۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مشابہ مبنی کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مشابہ مبنی کے اقسام کتنے اور کونسے؟

جواب: مشابہ مبنی کے اقسام آٹھ ہیں: (۱) ضمیریں (۲) اسمائے اشارہ (۳) مرکب بنائی (۴) اسمائے موصولہ (۵) اسمائے کنایہ (۶) اسمائے افعال (۷) اسمائے اصوات (۸) بعض اسمائے ظروف۔

اَلْمُضْمَرُ مَا وُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ، أَوْ مُخَاطَبٍ، أَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًا، أَوْ مَعْنًى، أَوْ حُكْمًا

ترجمہ: وہ اسم ہے جو متکلم، یا مخاطب یا ایسے غائب (پر دلالت کرنے) کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً پہلے ہو چکا ہو۔

مختصر تشریح

ضمیر: وہ اسم ہے جو متکلم یا حاضر پر یا ایسے غائب پر دلالت کرے جس کا تذکرہ پہلے آ چکا ہو خواہ لفظاً تذکرہ آیا ہو خواہ معنیً خواہ حکماً (رتبۃً)۔ لفظی تقدم ذکری کی مثال جیسے زید ضربته۔ معنیً تقدم ذکری کی مثال اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ۔ هو کا مرجع عدل ہے جو معنیً پہلے مذکور ہے کیونکہ اعدلوا تضمناً اس پر دلالت کرتا ہے۔ و لابویه (مورث کے والدین کے لئے) لکل واحد منهما السدس (مورث کا تذکرہ پہلے التماماً آ گیا ہے کیونکہ میراث کا تذکرہ مورث کے تذکرہ کو مستلزم ہے یہ دونوں معنوی تقدم ذکری کی مثالیں ہیں)۔

تقدم حکمی: ضمیر شان ضمیر قصہ اور رتبۃً مقدم میں ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مشابہ مبنی کے اقسام میں سے پہلی قسم المضمر کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اسم مضمر کو کیوں مقدم کیا؟

جواب: (۱) اسم مضمر کو مقدم اس لئے کیا کہ وہ دیگر اقسام کے مقابل اعرف المعارف ہے۔ (۲) اسم مضمر کے مبنی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (۳) اسم مضمر کی کوئی قسم معرب نہیں ہے۔

سوال: اسم مضمر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسم مضمر کی تعریف: وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب (پر دلالت کرنے) کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً پہلے ہو چکا ہو۔

سوال: تقدم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تقدم کی تین قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی (۳) حکمی۔

سوال: لفظی کسے کہتے ہے؟

جواب: لفظی کہتے ہے کہ مقدم ملفوظ ہو خواہ حقیقۃ ہو جیسے ضرب زید غلامہ ضمیر ہ کا مرجع زید حقیقۃً مقدم ہے، خواہ تقدیراً ہو جیسے ضرب غلامہ زید میں ہ ضمیر مقدم اور مرجع زید مؤخر لیکن زید فاعل ہے جو رتبۃ مقدم ہے۔

سوال: معنوی کسے کہتے ہے؟

جواب: مقدم، معنی کے لحاظ سے مذکور ہو ملفوظ نہ ہو خواہ وہ معنی لفظ سے سمجھے جاتے ہو جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ ھو کا مرجع عدل ہے جو معنیً پہلے مذکور ہے کیونکہ اعدلوا تضمناً اس پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ سیاق سے سمجھے جاتے ہو جیسے ولابویہ (مورث کے والدین کے لئے) لکل واحد منھما السدس (مورث کا تذکرہ پہلے التماماً آ گیا ہے کیونکہ میراث کا تذکرہ مورث کے تذکرہ کو مستلزم ہے۔

سوال: تقدم حکمی کسے کہتے ہے؟

جواب: تقدم حکمی: ضمیر شان ضمیر قصہ اور رتبۃ مقدم میں ہوتا ہے۔

سوال: اسم مضمر مبنی کیوں؟

جواب: اسم مضمر مبنی اس لئے ہے کہ اس کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت دو اعتبار سے پائی جاتی ہے: (۱) وضعی (۲) افتقاری۔

سوال: وضعی کسے کہتے ہے؟

جواب: وضعی: کوئی اسم وزن میں حرف کے مشابہ ہو ایک حرفی ہونے یا دو حرفی ہونے میں جیسے من، ھل کے اور ما، قد کے مشابہ ہے دو حرفی ہونے میں اور ضربتُ میں تُ ضمیر باء کے مشابہ ہے ایک حرفی ہونے میں۔ گویا اسم مضمر مبنی الاصل کی تیسری قسم حروف کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔

سوال: افتقاری کسے کہتے ہیں؟

جواب: افتقاری: کوئی اسم اپنا معنی دینے میں حرف کی طرح کسی دوسری چیز کا

محتاج ہو جیسے اسمائے مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات اور اسمائے اصوات وغیرہ کیونکہ جیسے حروف اپنے معنی دینے میں اسم یا فعل کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح مضمرات مرجع کے، اسمائے اشارات مشارالیہ کے اسمائے موصولات صلہ کے اور اسمائے کنایات قصہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ گویا ضمیر مبنی اس لئے ہے کہ اس کی حرف کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ ضمیر غائب مرجع مقدم کی محتاج ہوتی ہے اور ضمیر متکلم ومخاطب حاضر ہونے کی۔

وَهُوَ مُتَّصِلٌ أَوْ مُنْفَصِلٌ۔ فَالْمُنْفَصِلُ اَلْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهِ وَالْمُتَّصِلُ غَيْرُ الْمُسْتَقِلِّ بِنَفْسِهِ

ترجمہ: اور وہ (ضمیر) متصل اور منفصل ہوتی ہے۔ پس ضمیر منفصل وہ ضمیر ہے جو خود مستقل ہو۔ اور ضمیر متصل وہ ضمیر ہے جو خود مستقل نہ ہو۔

مختصر تشریح

ضمیر کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصل (۲) منفصل۔ متصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات (اس کا تلفظ عامل کو ملائے بغیر ممکن) نہ ہو جیسے ضربتُ کی تاء۔ منفصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات ہو جیسے ھو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر کے اپنے ماقبل کے اعتبار سے اقسام اور اس کی تعریفات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ضمیر کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: ضمیر کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصل (۲) منفصل۔

سوال: ضمیر متصل کسے کہتے ہے؟

جواب: متصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات (اس کا تلفظ عامل کو ملائے بغیر ممکن نہ ہو) نہ ہو جیسے ضربتُ کی تاء۔

فائدہ: ضمیر متصل ماقبل کی محتاج ہوتی ہے تاکہ ماقبل کلمہ کے لئے جزء ہو جائے۔

سوال: ضمیر منفصل کسے کہتے ہے؟

جواب: منفصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات ہو جیسے ھو۔

فائدہ: ماقبل کی محتاج نہ ہو خواہ مجاور ہو جیسے ما انت منطلقاً یا نہ ہو جیسے ضربتُ الا ایاک۔

وَهُوَ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ

ترجمہ: اور وہ (ضمیر) مرفوع منصوب اور مجرور ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

ہر ایک کی عقلاً تین قسمیں ہیں: (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مطلق ضمیر کی باعتبار اعراب کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کی عقلی طور پر تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور

سوال: عقلی طور پر تین ہی قسمیں کیوں؟

جواب: تین اس لئے ہے کہ ضمیر اسم ظاہر کے قائم مقام ہے اور اسم ظاہر تین قسم پر ہے لھذا اسم ضمیر بھی تین قسم پر ہے۔

فَالْأَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَالثَّالِثُ مُتَّصِلٌ فَقَطْ فَلِذٰلِكَ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ

ترجمہ: پس پہلی دو (مرفوع اور منصوب) تو متصل اور منفصل (دونوں) ہوتی ہیں۔ اور تیسری (مجرور) صرف متصل ہوتی ہے۔ تو یہ پانچ قسمیں ہیں۔

مختصر تشریح

اول دو ضمیریں مرفوع اور منصوب، متصل اور منفصل ہوتی ہیں۔اور ضمیر مجرور فقط متصل ہوتی ہے خواہ اسم کے ساتھ متصل ہو جیسے غلامی یا حرف کے ساتھ ہو جیسے لی۔ضمیروں کی مستعمل پانچ قسمیں ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر مرفوع اور ضمیر منصوب کی اتصال اور انفصال کے اعتبار سے اقسام کو بیان کرنا ہے چنانچہ مرفوع کی دو قسمیں ہیں (۱) مرفوع متصل (۲) مرفوع منفصل۔

سوال: دونوں قسمیں مرفوع کیوں؟

جواب: دونوں قسمیں مرفوع اس لئے ہیں کہ یہ مسند الیہ ہوتی ہیں۔

اسی طرح منصوب کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) منصوب متصل (۲) منصوب منفصل

سوال: دونوں قسمیں منصوب کیوں؟

جواب: دونوں قسمیں منصوب اس لئے ہیں کہ یہ مفعول یا لواحق مفعول ہوتی ہیں۔

سوال: متصل اور منفصل میں اصل کون؟

جواب: متصل اور منفصل میں اصل متصل ہے اور منفصل کا لانا اس وقت ہوتا ہے جبکہ متصل لانے کے لئے کوئی چیز مانع ہو۔

سوال: مجرور فقط متصل ہی کیوں ہوتی ہے؟

جواب: مجرور فقط متصل اس لئے ہے کہ اس کے لئے کوئی مانع نہیں ہے۔

فائدہ: ضمیروں کی مستعمل پانچ قسمیں ہیں۔

اَلْاَوَّلُ ضَرَبْتَ وضُرِبْتَ اِلٰی ضَرَبْنَ وضُرِبْنَ

ترجمہ: پہلی قسم ضرَبتَ اور ضُرِبتَ سے ضَرَبنَ اور ضُربنَ تک۔

مختصر تشریح

ضمیر مرفوع متصل: وہ ضمیریں ہیں جو فاعل بنتی ہیں اور فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں، یہ ضمیریں فعل سے علیحدہ نہیں لکھی جاسکتیں، یہ ضمیریں چودہ ہیں اور یہ ضمیریں فعل معروف اور فعل مجہول دونوں کے ساتھ لگتی ہیں۔ اسی طرح فعل مضارع اور امر حاضر معروف میں بھی لگتی ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد استعمال کے اعتبار سے ضمیر کی پانچ قسموں میں سے قسم اول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ ضمیر مرفوع متصل ہے۔

سوال: ضمیر مرفوع متصل کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ضمیر مرفوع متصل وہ ضمیریں ہیں جو فاعل بنتی ہیں اور فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں، یہ ضمیریں فعل سے علیحدہ نہیں لکھی جاسکتیں۔

سوال: وہ ضمیریں کتنی ہیں؟

جواب: وہ ضمیریں چودہ ہیں: (۱) ضربنا میں نا۔ (۲) ضربتُ میں تاء مضموم۔ (۳) ضربتن میں تُنَّ۔ (۴) ضربتما میں تما یہ مذکر و مؤنث میں مشترک صیغہ ہے اور علامت تانیث کوئی نہیں۔ (۵) ضربتِ میں تاء مکسورہ (۶) ضربتم میں تم۔ (۷) ضربتما میں تما۔ (۸) ضربتَ میں تاء مفتوح۔ (۹) ضربنَ میں نون۔ (۱۰) ضربَتا میں الف تثنیہ یہ مذکر و مؤنث میں مشترک صیغہ ہے اور تاء ساکن علامتِ تانیث ہے۔ (۱۱) ضربتْ میں ھی پوشیدہ اور تاء ساکن علامت تانیث ہے۔ (۱۲) ضربوا میں واو جمع، الف ضمیر نہیں ہے۔ (۱۳) ضربا میں الف تثنیہ۔ (۱۴) ضرب میں ھو پوشیدہ۔

یہ ضمیریں فعل معروف اور فعل مجہول دونوں کے ساتھ لگتی ہیں، اسی طرح فعل مضارع اور امر حاضر معروف میں بھی لگتی ہیں۔

وَالثَّانِيْ اَنَا اِلٰى هُنَّ.

ترجمہ: اور دوسری قسم انا سے ھن تک۔

مختصر تشریح

(۲) ضمیر مرفوع منفصل وہ ضمیریں ہیں جو مبتدا یا فاعل بنتی ہیں اور الگ آتی ہیں جیسے ھو قائم اور قائم ھو۔ یہ بھی چودہ ہیں: ھو سے نحن تک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد استعمال کے اعتبار سے ضمیر کی پانچ قسموں میں سے قسم ثانی کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ ضمیر مرفوع منفصل ہے۔

سوال: اس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ضمیر مرفوع منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مبتدا یا فاعل بنتی ہیں اور الگ آتی ہیں جیسے ھو قائم اور قائم ھو۔ اور وہ ضمیریں چودہ ہیں:

(۱) انا (۲) نحن (۳) ک (۴) کما (۵) کم (۶) ک (۷) کما (۸) کن

(۹) ھو (۱۰) ھما (۱۱) ھم (۱۲) ھی (۱۳) ھما (۱۴) ھن۔

وَالثَّالِثُ ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ، وَاِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ

ترجمہ: اور تیسری قسم ضربنی سے ضربھن تک اور اننی سے انھن تک۔

مختصر تشریح

ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا کوئی اور منصوب بنتی ہیں اور فعل سے

یا ناصب سے ملی ہوئی آتی ہیں یہ بھی چودہ ہیں: ضربہ سے ضربَنا تک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد استعمال کے اعتبار سے ضمیر کی پانچ قسموں میں سے قسم ثالث کو بیان کرنا ہے۔اور وہ ضمیر منصوب متصل ہے۔

سوال: اس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا کوئی اور منصوب بنتی ہیں اور فعل سے یا ناصب سے ملی ہوئی آتی ہیں۔اور وہ چودہ ہیں:

(۱)ضربَنی (۲)ضربَنا (۳)ضربَکَ (۴)ضربَکما (۵)ضربَکم (۶)ضربَکِ (۷)ضربَکما (۸)ضربَکُنَّ (۹)ضربهُ (۱۰)ضربهما (۱۱)ضربهم (۱۲)ضربها (۱۳)ضربهما (۱۴)ضربهنَّ

وَالرَّابِعُ اِيَّایَ اِلٰی اِيَّاهُنَّ

ترجمہ: اور چوتھی قسم ایای سے ایاھن تک۔

مختصر تشریح

ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا اور کوئی منصوب بنتی ہو یہ بھی چودہ ہیں۔ایاہ سے ایانا تک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد استعمال کے اعتبار سے ضمیر کی پانچ قسموں میں سے قسم رابع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ ضمیر منصوب منفصل ہے۔

سوال: اس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا اور کوئی منصوب بنتی ہو۔

اور وہ چودہ ہیں:

(۱)ایانا (۲)ایای (۳)ایاکَ (۴)ایاکما (۵)ایاکم (۶)ایاکِ (۷)ایاکما

(۸)ایاکن (۹)ایاہ (۱۰)ایاھما (۱۱)ایاھم (۱۲)ایاھا (۱۳)ایاھما (۱۴)ایاھن۔

وَالْخَامِسُ غُلَامِیْ وَلِیْ اِلٰی غُلَامِهِنَّ،وَلَهُنَّ

ترجمہ: اور پانچویں قسم غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک۔

مختصر تشریح

ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مضاف الیہ یا مجرور بحرف جر بنتی ہوں اور حرف جر یا مضاف سے ملی ہوئی آتی ہوں۔ یہ بھی چودہ ہیں له سے لنا تک اور کتابه سے کتابنا تک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد استعمال کے اعتبار سے ضمیر کی پانچ قسموں میں سے قسم خامس کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ ضمیر مجرور متصل ہے۔

سوال: اس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مضاف الیہ یا مجرور بحرف جر بنتی ہوں اور حرف جر یا مضاف سے ملی ہوئی آتی ہوں۔ اور وہ چودہ ہیں:

(۱)لی (۲)لنا (۳)لکَ (۴)لکما (۵)لکم (۶)لکِ (۷)لکما (۸)

لکن (۹)له (۱۰)لھما (۱۱)لھم (۱۲)لھا (۱۳)لھما (۱۴)لھنّ۔

قاعدہ

فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ (الف) فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ (ب) وَفِي الْمُضَارِعِ لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا، وَالْمُخَاطَبِ، وَالْغَائِبِ، وَالْغَائِبَةِ (ج) وَفِي الصِّفَةِ مُطْلَقًا

ترجمہ: پس خاص طور پر ضمیر مرفوع متصل، مستتر ہوتی ہے۔ (الف) فعل ماضی میں واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لئے۔ (ب) اور مضارع میں متکلم کے لئے مطلقاً (واحد اور تثنیہ وجمع کے دونوں صیغوں میں) اور واحد مذکر حاضر، واحد مذکر غائب، اور واحد مؤنث غائب کے لئے۔ (ج) اور صیغہ صفت میں مطلقاً۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ماضی کے دو صیغوں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب) میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے۔ مضارع کے پانچ صیغوں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، متکلم کے دو صیغیں) میں اور امر حاضر کا ایک صیغہ (واحد مذکر حاضر میں) ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے۔ صفت مشبہ کے تمام صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے اور باقی صیغوں میں بارز ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خاص طور پر ضمیر مرفوع متصل، مستتر ہوتی ہے۔

سوال: ضمیر مرفوع متصل کا مستتر ہونا کن صیغوں میں ہوتا ہے؟

جواب: ضمیر مرفوع متصل کا مستتر ہونا مندرجہ ذیل صیغوں میں ہوتا ہے۔

(۱) ماضی کے دوصیغوں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب) میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے جیسے ضرب میں ھو ضمیر مستتر ہے اور ضربتْ میں ھی ضمیر مستتر ہے۔

(۲) مضارع کے پانچ صیغوں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، متکلم کے دوصیغیں) میں جیسے یضرب میں ھو، تضرب میں ھی، تضرب میں انت، اضربُ میں انا اور نضرب میں نحن ضمیر مستتر ہیں۔ (اور امر حاضر کا ایک صیغہ (واحد مذکر حاضر میں) ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے جیسے اُنْصُرْ میں انت۔

قاعدہ

وَلَایَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ اِلَّالِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ

ترجمہ: اور جائز نہیں ضمیر منفصل (کو استعمال کرنا) مگر ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے وقت۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ضمیر منفصل کا استعمال اس وقت جائز ہے جب ضمیر متصل لانا دشوار ہو اور اس کی چھ جگہیں ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان مواقع کو بیان کرنا ہے جس جہاں ضمیر کو اتصال کی شکل میں لانا متعذر رہے۔ اور وہ مواقع چھ ہیں۔

وَذٰلِكَ (۱) بِالتَّقْدِيْمِ عَلٰى عَامِلِهٖ مِثْلُ: اِيَّاكَ ضَرَبْتُ

ترجمہ: اور وہ (ضمیر متصل کا متعذر رہونا)۔ (۱) یا تو (اس کو) اس کے عامل پر مقدم کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے ایاک ضربتُ (تجھ ہی کو میں نے مارا)۔

مختصر تشریح

جب حصر کے ارادہ سے ضمیر کو عامل پر مقدم کرنا ہو جیسے ایاک ضربتُ (تجھ ہی کو میں نے مارا) تو اس وقت ضمیر متصل لانا متعذر رہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر متصل کے متعذر رہونے کے چھ مواقع میں سے اول موقع کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ موقع یہ ہے کہ جب ضمیر کو اس کے عامل سے پہلے لایا جائے۔

سوال: جب ضمیر کو اس کے عامل سے پہلے لایا جائے تو متصل لانا دشوار کیوں ہوتا ہے؟

جواب: جب ضمیر کو اس کے عامل سے پہلے لایا جائے تو متصل لانا دشوار اس لئے ہوتا ہے کہ جب ضمیر اپنے عامل سے قبل ہے تو ضمیر کا اتصال کس چیز کے ساتھ ہوگا کیونکہ اتصال تو عامل کے اخیر میں ہوتا ہے۔

سوال: ضمیر کو اس کے عامل سے پہلے کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: ضمیر کو اس کے عامل سے پہلے حصر کے معنی کو پیدا کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جیسے ضربتک (میں نے تجھ کو مارا) سے ایاک ضربتُ (تجھ ہی کو میں نے مارا)۔

(۲) اَوْ بِالْفَصْلِ لِغَرَضٍ مِثْلُ: مَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا

ترجمہ: یا کسی غرض کے لئے (ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان) فصل کرنے کی وجہ سے ماضربک الا انا (نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے)۔

مختصر تشریح

جب کسی مقصد سے مثلاً (حصر کرنا) عامل اور ضمیر میں فصل کیا جائے تب ضمیر کو متصل لانا متعذر ہے۔ جیسے ماضربک الا انا (میں نے ہی تجھ کو مارا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے چھ مواقع میں سے دوسرے موقع کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کسی مقصد سے مثلاً (حصر کرنا) عامل اور ضمیر میں فصل کیا جائے جیسے ماضربک الا انا: میں نے ہی تجھ کو مارا۔

سوال: جب کسی مقصد سے مثلاً (حصر کرنا) عامل اور ضمیر میں فصل کیا جائے تو متصل لانا دشوار کیوں ہوتا ہے؟

جواب: متصل لانا دشوار اس لئے ہوتا ہے کہ فاصلہ اتصال کے منافی ہے اور اگر فاصلہ چھوڑ دیتے ہیں تو مقصد فوت ہوجاتا ہے جس کے لئے فاصلہ لایا گیا ہے جیسے ماضربک الا انا میں انا اور ضربک کے مابین الا کا فاصلہ ہے تاکہ حصر کا معنی پیدا ہو۔

(۳) اَوْ بِالْحَذْفِ مِثْلُ وَاِيَّاكَ وَالشَّرَّ

ترجمہ: یا (عامل کو) حذف کردینے کی وجہ سے۔ ایاک و الشر (بچا اپنے آپ کو شر سے)۔

مختصر تشریح

جب عامل محذوف ہو تو ضمیر کو متصل لانا متعذر ہے۔ جیسے ایاک و الشر (برائی سے بچ) اس کی اصل اتق نفسک و الشر ہے، پہلے فعل کو حذف کیا پھر ضمیر کو منفصل لائے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے چھ مواقع میں سے تیسرے موقع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب عامل محذوف ہو جیسے ایاک و الشر (برائی سے بچ) اس کی اصل اتق نفسک و الشر ہے، پہلے فعل کو حذف کیا پھر ضمیر کو منفصل لائے۔

(۴) اَوْبِكَوْنِ الْعَامِلِ مَعْنَوِيًّا مِثْلُ اَنَازَيْدٌ

ترجمہ: یا عامل کے معنوی۔ انا زید (میں زید ہوں)۔

مختصر تشریح

(۴) جب عامل معنوی ہو تو ضمیر کو متصل لانا متعذر ہے۔جیسے انا زید۔انا کا عامل ابتدا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے چھ مواقع میں سے چوتھے موقع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب عامل معنوی ہو جیسے انا زید۔انا کا عامل ابتدا ہے۔

(۵) اَوْحَرْفًا ,وَالضَّمِيْرُ مَرْفُوْعٌ مِثْلُ مَا اَنْتَ قَائِمًا

ترجمہ: یا حرف ہونے کی وجہ سے درآنحالیکہ ضمیر مرفوع ہو۔ ما انت قائما (تو کھڑا نہیں ہے)۔

مختصر تشریح

جب عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو وہ حرف کے ساتھ نہیں جڑ سکتی ،اس وقت ضمیر کو متصل لانا متعذر ہے۔جیسے ما انت قائما (تو کھڑا نہیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے چھ مواقع میں سے پانچوے موقع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو وہ حرف کے ساتھ نہیں جڑ سکتی جیسے ما انت قائما (تو کھڑا نہیں)۔

(٦) اَوْبِكَوْنِهٖ مُسْنَدًا اِلَيْهِ صِفَةٌ جَرَتْ عَلٰى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهٗ مِثْلُ: هِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ

ترجمہ: یا ضمیر کے اس طرح ہونے کی وجہ سے کہ اس کی طرف اسناد کی گئی ہو ایسے صیغہ صفت کی جو اس کے علاوہ پر جاری ہو جس کے لئے وہ صیغہ صفت ہے۔ هند زيد ضاربته هي (ہند وہ زید کو مارنے والی ہے)۔

مختصر تشریح

جب ضمیر کی طرف کوئی ایسی صفت منصوب کی گئی ہو جو موصوف کے علاوہ پر جاری ہو جیسے ہند نے زید کو مارا اور کہنے والے نے کہا هند زيد ضاربة هي۔ (ہند، زید کہ اس کو مارنے والی وہ ہے) اس میں هند پہلا مبتدا ہے زید دوسرا، ضاربة زید کی خبر ہے پس وہ اس کی صفت ہے (خبر در حقیقت مبتدا کی صفت ہوتی ہے) حالانکہ حقیقت میں یہ هند کی صفت ہے، ٥ ضاربة کا مفعول بہ ہے اور هي اس کا فاعل ہے پس اگر هي کو ضمیر منفصل نہیں لائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا کہ مارنے والی هند ہے یا زید کیونکہ زید اقرب ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے چھ مواقع میں سے آخری موقع کو بیان کرنا ہے۔

سوال: وہ موقع کیا ہے؟

جواب: وہ موقع یہ ہے جب ضمیر کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب کی گئی ہو جو موصوف کے علاوہ پر جاری ہو جیسے ہند نے زید کو مارا اور کہنے والے نے کہا **هند زيد ضاربة هي**۔ (ہند، زید کہ اس کو مارنے والی وہ ہے)۔

اس میں **هند** پہلا مبتدا ہے **زيد** دوسرا، **ضاربة** زید کی خبر ہے پس وہ اس کی صفت ہے (خبر در حقیقت مبتدا کی صفت ہوتی ہے) حالانکہ حقیقت میں یہ **هند** کی صفت ہے، **ه**، **ضاربة** کا مفعول بہ ہے اور **هي** اس کا فاعل ہے پس اگر **هي** کو ضمیر منفصل نہیں لائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا کہ مارنے والی **هند** ہے یا **زيد** کیونکہ **زيد** اقرب ہے۔

نوٹ: یہ مثال صحیح نہیں ہے کیونکہ **ضاربة** کی تانیث قرینہ ہے کہ مارنے والی **هند** ہے۔

صحیح مثال: **زيد عمرو ضاربه هو** ہے اس میں **زيد** مبتدا اول اور **عمرو** مبتدا ثانی، **ضارب** اپنے فاعل **هو** اور مفعول بہ (**ه**) کے ساتھ مل کر **عمرو** کی خبر ہے۔

پس وہ اس کی صفت ہوگی حالانکہ وہ زید کے ساتھ قائم ہے (مارنے والا زید ہے)

پس جب صرف **زيد عمرو ضاربه** کہیں گے تو اشتباہ ہوگا کے مارنے والا زید ہے یا عمرو بلکہ متبادر یہ ہوگا کہ مارنے والا عمرو ہے کیونکہ وہ ضارب کی ضمیر مستتر سے اقرب ہے۔

اور جب **هو** بڑھایا تو التباس ختم ہو گیا کیونکہ ضمیر میں اصل اتصال ہے انفصال خلاف اصل ہے پس جب ضمیر منفصل لائیں گے تو سامع سمجھ جائے گا کہ مرجع بھی خلاف ظاہر ہوگا اور وہ زید ہے۔

اگر مرجع خلاف ظاہر نہ ہوتا تو انفصال کی ضرورت نہ تھی، غرض اس انفصال ہی سے التباس مرتفع ہوگا اس لئے اس جگہ ضمیر متصل لانا متعذر ہے۔

❁ ❁ ❁

قاعدہ

وَإِذَا اجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ أَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا أَعْرَفُ وَقَدَّمْتَهُ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ، نَحْوُ أَعْطَيْتُكَهُ وَأَعْطَيْتُكَ إِيَّاهُ، وَضَرْبِيْكَ وَضَرْبِيْ إِيَّاكَ، وَإِلَّا فَهُوَ مُنْفَصِلٌ نَحْوُ أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهُ أَوْ إِيَّاكَ-

ترجمہ: اور جب دو ضمیریں جمع ہو جائیں اور ان میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو، تو اگر ان میں سے ایک (دوسرے سے) اعرف ہو اور آپ نے اس کو مقدم کیا ہو، تو آپ کو اختیار ہے دوسری ضمیر (کے متصل اور منفصل لانے) میں جیسے اعطیتکہ اور اعطیتک ایاہ (میں نے آپ کو وہ دیا) ضربیک اور ضربی ایاک (میرا آپ کو مارنا)، ورنہ تو وہ (دوسری ضمیر منفصل ہوگی؛ جیسے اعطیتہ ایاہ / او ایاک۔

مختصر تشریح

جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی مرفوع متصل نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہوگی یا نہیں؟ پھر اعرف کو آپ پہلے لائیں گے یا نہیں؟ اگر کوئی اعرف ہے اور اس کو مقدم لائے ہیں تو دوسری ضمیر میں اختیار ہے خواہ اس کو متصل لائیں یا منفصل، جیسے اعطیتکہ: میں نے آپ کو وہ چیز دی، کاف اور ھا دو ضمیریں جمع ہوئیں اور حاضر کی ضمیر اعرف ہے اس لئے اس کو پہلے لائے اور غائب کی ضمیر کو بھی اس کے ساتھ متصل لائے اور اگر آپ چاہیں تو کہیں: اعطیتک ایاہ غائب کی ضمیر کو منفصل لائیں۔

دوسری مثال: ضَرْبِیْکَ: میرا تجھے مارنا، اس میں یاء ضمیر متکلم اعرف ہے اس کو متصل لائے اور کاف ضمیر خطاب اس سے کم درجہ کی ہے اس کو بھی متصل لائے اور اگر چاہیں تو کہیں: ضربیْ ایاکَ۔ دوسری ضمیر کو منفصل لائیں۔ اگر دونوں میں سے کوئی ضمیر اعرف نہ

ہو بلکہ مساوی درجہ کی ہوں یا ایک ضمیر اعرف ہو مگر اس کو پہلے نہ لائے ہوں تو پھر دوسری ضمیر کو منفصل ہی لائیں گے جیسے اعطیتہ ایاہ (ہ اور ایاہ دونوں مساوی ضمیریں ہیں) اعطیتہ ایاک (ایاک اعرف ہے مگر مقدم نہیں لائے اس لئے دوسری ضمیر کو منفصل لائیں گے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی مرفوع متصل نہ ہو اور ایک ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہو اور اعرف کو پہلے لایا جائے تو دوسری ضمیر میں اختیار ہوگا خواہ اس کو متصل لایا جائے یا منفصل جیسے اعطیتکہ: میں نے آپ کو وہ چیز دی، کاف اور (ہ) دو ضمیریں جمع ہوئیں اور حاضر کی ضمیر اعرف ہے اس لئے اس کو پہلے لائے اور غائب کی ضمیر کو بھی اس کے ساتھ متصل لائے اور اگر آپ چاہیں تو کہیں: اعطیتک ایاہ غائب کی ضمیر کو منفصل لائیں۔

سوال: مذکورہ شکل میں اتصال اور انفصال جائز کیوں؟

جواب: اس لئے کہ ضمیر غائب بمنزلہ اسم ظاہر کے ہوتی ہے پس اتصال کی صورت میں ضمیر کی رعایت اور انفصال کی شکل میں اسم ظاہر کی رعایت ہو جائے گی۔

قاعدہ

وَالْمُخْتَارُ فِيْ خَبَرِ بَابِ كَانَ الْاِنْفِصَالُ

ترجمہ: اور پسندیدہ باب کان کی خبر میں (ضمیر کو) منفصل لانا ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کو منفصل لانا بہتر ہے جیسے کان زید قائما و کنت ایاہ (زید کھڑا تھا اور میں بھی وہی تھا) کنت کی خبر ایاہ ضمیر منفصل لائی گئی ہے کیونکہ

کان وغیرہ کی خبر درحقیقت مبتدا کی خبر ہے اور اس میں اصل انفصال ہے اس لئے اس جگہ بھی انفصال مختار ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کو منفصل لانا بہتر ہے جیسے کان زید قائما و کنت ایاہ (زید کھڑا تھا اور میں بھی وہی تھا) کنت کی خبر ایاہ ضمیر منفصل لائی گئی ہے۔

سوال: افعال ناقصہ کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کو منفصل لانا کیوں بہتر ہے؟

جواب: افعال ناقصہ کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کو منفصل لانا اس لئے بہتر ہے کہ کان وغیرہ کی خبر درحقیقت مبتدا کی خبر ہے اور اس میں اصل انفصال ہے اس لئے اس جگہ بھی انفصال مختار ہے۔

قاعدہ

وَالْاَکْثَرُ لَوْلَا اَنْتَ اِلٰی آخِرِہٖ، وَعَسَیْتَ اِلٰی آخِرِھَا ۔

ترجمہ: اور اکثر استعمال لو لا انت آخر تک اور عسیت آخر تک ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اکثر لو لا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل آتی ہے کیونکہ لو لا کے بعد مبتدا آتا ہے جس کی خبر محذوف ہوتی ہے جیسے لو لا انت، لو لا انتما، لو لا انتم۔

عسی کے بعد ضمیر مرفوع متصل آتی ہے کیونکہ عسیٰ اکثر کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد ضمیر فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے جیسے عسیت، عسیتما۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد دو اصول کو بیان کرنا ہے۔ان میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ اکثر لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل آتی ہے۔

سوال: لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل کیوں آتی ہے؟

جواب: لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل اس لئے آتی ہے کہ لولا کے بعد مبتدا آتا ہے جس کی خبر محذوف ہوتی ہے جیسے لولا انت، لولا انتما، لولا انتم۔

سوال: دوسرا اصول کیا ہے؟

جواب: دوسرا اصول یہ ہے کہ عسیٰ کے بعد ضمیر مرفوع متصل آتی ہے۔

سوال: عسیٰ کے بعد ضمیر مرفوع متصل کیوں آتی ہے؟

جواب: متصل اس لئے آتی ہے کہ عسیٰ اکثر کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد ضمیر فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے جیسے عسیت، عسیتما۔

وَجَاءَ لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ إِلَىٰ آخِرِهِمَا

ترجمہ: اور آیا ہے لولاک اور عساک (بھی) آخر تک۔

مختصر تشریح

لولا کے ساتھ ضمیر مجرور متصل آتی ہے جیسے لولاک، لولاکما۔

عسی کے ساتھ ضمیر منصوب آتی ہے جیسے عساک، عساکما۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ علامہ سیبویہ کے نزدیک لولا کے

ساتھ ضمیر مجرور متصل آتی ہے جیسے لو لاک، لو لا کما۔ عسی کے ساتھ ضمیر منصوب آتی ہے جیسے عساک، عسا کما۔

سوال: علامہ سیبویہ کے نزدیک لو لا کے ساتھ ضمیر مجرور متصل کیوں آتی ہے؟

جواب: ضمیر مجرور متصل اس لئے آتی ہے کہ لو لا اس مقام پر حرف جر ہے اور کاف ضمیر مجرور ہے۔

سوال: علامہ سیبویہ کے نزدیک عسیٰ کے ساتھ ضمیر منصوب کیوں آتی ہے؟

جواب: ضمیر، منصوب اس لئے آتی ہے کہ عسیٰ ان کے نزدیک فعل کے معنی میں ہے۔

قاعدہ

وَنُوْنُ الْوِقَايَةِ مَعَ الْيَاءِ لَازِمَةٌ فِي الْمَاضِي

ترجمہ: اور نون وقایہ کو یائے متکلم کے ساتھ لانا ضروری ہے ماضی میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب فعل ماضی کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ کا لانا ضروری ہے تاکہ ماضی کا آخر کسرہ سے محفوظ رہے جیسے اکرمنی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب فعل ماضی کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ کا لانا ضروری ہے۔

سوال: جب فعل ماضی کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ کا لانا کیوں ضروری ہے؟

جواب: جب فعل ماضی کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہوتو ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ کالانا اس لئے ضروری ہے تاکہ ماضی کا آخر کسرہ سے محفوظ رہے جیسے اکرمنی۔

وَفِي الْمُضَارِعِ عَرِيًّا عَنْ نُوْنِ الْإِعْرَابِ

ترجمہ: اور مضارع میں درآنحالیکہ وہ نون اعرابی سے خالی ہو۔

مختصر تشریح

مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی نہیں ہے جب ان کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہوتو بھی نون وقایہ لانا واجب ہے جیسے یضربنی، تضربنی۔ مضارع کے ان صیغوں میں جن میں نون اعرابی ہے اگر یائے متکلم لاحق ہوتو نون وقایہ کے لانے اور نہ لانے میں اختیار ہے جیسے یضربانی (بغیر نون وقایہ)۔ یضربانِنی (نون وقایہ کے ساتھ)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی نہیں ہے جب ان کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہوتو بھی نون وقایہ لانا واجب ہے جیسے یضربنی، تضربنی۔ مضارع کے ان صیغوں میں جن میں نون اعرابی ہے اگر یائے متکلم لاحق ہوتو نون وقایہ کے لانے اور نہ لانے میں اختیار ہے جیسے یضربانی (بغیر نون وقایہ)۔ یضربانِنی (نون وقایہ کے ساتھ)۔

سوال: مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی نہیں ہے جب ان کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہوتو بھی نون وقایہ لانا واجب کیوں ہے؟

جواب: نون وقایہ لانا اس لئے واجب ہے تاکہ مضارع کا حرف اخیر کسرہ سے محفوظ رہے۔

سوال: مضارع کے ان صیغوں میں جن میں نون اعرابی ہے اگر یائے متکلم لاحق ہوتو نون وقایہ کے لانے اور نہ لانے میں اختیار کیوں ہے؟

جواب: نون وقایہ کے لانے نہ لانے میں اختیار اس لئے ہے کہ نون وقایہ کا لانا قانون کے مطابق ہے اور نہ لانا اس لئے کہ نون اعرابی پہلے سے موجود ہے نون وقایہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

قاعدہ

وَاَنْتَ مَعَ النُّوْنِ فِيْهِ وَلَدُنْ وَاِنَّ وَاَخَوَاتِهَا مُخَيَّرٌ

ترجمہ: اور آپ کو اختیار ہے (نون وقایہ کو لانے اور نہ لانے کا) اس نون اعرابی کے ساتھ جو مضارع میں ہو، اور لدن اور ان اور اس کے نظائر کے ساتھ۔

مختصر تشریح

قاعدہ: لدن اور ان وغیرہ حروف مشبہ بالفعل میں اختیار ہے نون وقایہ لائیں یا نہ لائیں جیسے لدنِي اور لَدُنّي، اِنِّي اور اِنَّنِي۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لَدُنْ اور ان وغیرہ حروف مشبہ بالفعل میں اختیار ہے کہ نون وقایہ لائیں یا نہ لائیں۔

سوال: لَدُنْ اور اِنَّ و اخواتھا میں نون وقایہ لانے نہ لانے کا اختیار کیوں ہے؟

جواب: لَدُنْ میں نون وقایہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نون کا سکون محفوظ رہتا ہے اور لَدُنْ کے علاوہ ان اور اس کے اخوات میں نون وقایہ کا لانا اس وجہ سے ہے کہ ان کے حرکات بنائیہ محفوظ رہے گی اور نون وقایہ کا ترک اس وجہ سے ہے کہ کئی نون کا اجتماع لازم نہ آئے۔

قاعدہ

وَيُخْتَارُ فِي لَيْتَ وَمِنْ وَعَنْ وَقَدْ وَقَطُّ

ترجمہ: اور اس (نون وقایہ) کو پسند کیا جاتا ہے لیت، من، عن، قد اور قط (حسب) میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: لیت، من، عن، قد، قط کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو نون وقایہ لانا مختار ہے جیسے لیتنی، منّی، عنّی، قدْنِیْ، قطنِیْ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لیت، من، عن، قد، قط کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو نون وقایہ لانا مختار ہے۔

سوال: لیت، من، عن، قد، قط کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو نون وقایہ لانا مختار کیوں ہے؟

جواب: نون وقایہ لانا مختار ہے اس لئے کہ لیت میں نون وقایہ لانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

اور من، عن میں نون وقایہ کا لانا اس لئے مختار ہے کہ سکونِ لازم محفوظ رہے کیونکہ کلمہ میں جب حروف کم ہوتے ہیں تو سکون بنا میں اصل ہوتا ہے۔

اور قد، قط اگرچہ اسم ہیں لیکن من اور عن کے ساتھ اس بات میں مشابہ ہے کہ دونوں دو ہی حرفوں سے بنائے گئے ہیں۔

وَعَكْسُهَا لَعَلَّ

ترجمہ: اور لعل ان کے برعکس ہے۔

مختصر تشریح

لعل میں نون وقایہ کا نہ لانا بہتر ہے جیسے لعلِّی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لعل میں نون وقایہ کا نہ لانا بہتر ہے۔

سوال: لعل میں نون وقایہ کا نہ لانا بہتر کیوں ہے؟

جواب: لعل میں نون وقایہ کا نہ لانا بہتر اس لئے ہے کہ لعل میں تضعیف کا ثقل حروف کثیر کے ساتھ موجود ہے۔

قاعدہ

وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَءِ وَالْخَبَرِ قَبْلَ الْعَوَامِلِ وَبَعْدَهَا صِيْغَةٌ مَرْفُوْعٌ مُنْفَصِلٌ مُطَابِقٌ لِلْمُبْتَدَءِ وَيُسَمّٰى فَصْلًا لِتَفْصِلَ بَيْنَ كَوْنِهٖ خَبَرًا وَنَعْتًا

ترجمہ: اور مبتدا اور خبر کے درمیان لایا جاتا ہے۔ عوامل (کے داخل ہونے) سے پہلے اور عوامل کے (داخل ہونے کے) بعد۔ ایسے مرفوع منفصل کا صیغہ جو مبتدا کے مطابق ہو، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ضمیر فصل، تاکہ وہ فصل کردے اس کی خبر اور صفت ہونے کے درمیان۔

مختصر تشریح

ضمیر فصل کا قاعدہ: کبھی مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لاتے ہیں جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، متکلم، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدا کے مطابق ہوتی ہے اس کا نام ضمیر فصل ہے تا کہ خبر اور صفت کے درمیان فرق ہو جائے، یہ عامل کے داخل ہونے سے پہلے بھی لائی جاسکتی ہے اور بعد میں بھی جیسے زید ھو القائم۔ القائم کا عامل معنوی ہے وہ جب القائم آئے گا تب کام کرے گا اور کنت انت الرقیب علیھم میں الرقیب کا عامل کان ہے جو آ گیا ہے پھر ضمیر فصل انت لائے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر فصل کا قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کبھی مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لاتے ہیں جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، متکلم، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدا کے مطابق ہوتی ہے اس کا نام ضمیر فصل ہے۔

سوال: ضمیر فصل کیوں لاتے ہیں؟

جواب: ضمیر فصل اس لئے لاتے ہیں تا کہ خبر اور صفت کے درمیان فرق ہو جائے۔

سوال: ضمیر فصل کہاں آتی ہے؟

جواب: ضمیر فصل عامل کے داخل ہونے سے پہلے بھی لائی جاسکتی ہے اور بعد میں بھی جیسے زید ھو القائم۔ القائم کا عامل معنوی ہے وہ جب القائم آئے گا تب کام کرے گا اور کنت انت الرقیب علیھم میں الرقیب کا عامل کان ہے جو آ گیا ہے پھر ضمیر فصل انت لائے ہیں۔

وَشَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَلَا مَوْضِعَ لَهُ عِنْدَ الْخَلِيْلِ وَبَعْضُ الْعَرَبِ يَجْعَلُهُ مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهُ خَبَرَهُ۔

ترجمہ: اور ضمیر فصل لانے کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو یا اسم تفضیل جو من کے ساتھ مستعمل ہو اور خلیل نحوی ضمیر فصل کو ترکیب میں شامل نہیں کرتے اور بعض عرب ضمیر فصل کو مبتدا بناتے ہے پس اس کا مابعد مرفوع ہوگا۔

مختصر تشریح

ضمیر فصل لانے کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو یا اسم تفضیل جو من کے ساتھ مستعمل ہو کیونکہ خبر اگر نکرہ ہوگی تو صفت سے اشتباہ ہوگا اور من کے ساتھ اسم تفضیل بحکم معرفہ ہوتا ہے۔ جیسے کان زیدھو افضل من عمرو۔ ھو کی وجہ سے افضل من عمرو کے صفت ہونے کا شبہ زائل ہوگیا۔

امام خلیل نحوی ضمیر فصل کو ترکیب میں شامل نہیں کرتے پس مذکورہ مثال میں افضل مفتوح ہوگا کیونکہ وہ کان کی خبر ہے اور کنت انت الرقیب میں الرقیب مفتوح ہوگا اس لئے کہ وہ بھی کان کی خبر ہے اور بعض عرب ضمیر فصل کو مبتدا بناتے ہیں پس اس کا مابعد مرفوع ہوگا پھر جملہ کا ماقبل سے ترکیبی تعلق ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر فصل لانے کی شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ضمیر فصل لانے کے لئے خبر یا تو معرفہ ہو یا اسم تفضیل ہو جو من کے ساتھ مستعمل ہو۔ یہ شرط اس لئے ہے کہ خبر اگر نکرہ ہوگی تو صفت سے اشتباہ ہوگا اور من کے ساتھ اسم تفضیل بحکم معرفہ

ہوتا ہے جیسے **کان زیدھو افضل من عمرو**۔ **ھو** کی وجہ سے **افضل من عمرو** کے صفت ہونے کا شبہ زائل ہو گیا۔

سوال: اس میں کس کا اختلاف ہے؟ اور وہ کیا ہے؟

جواب: اس میں خلیل نحوی کا اختلاف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام خلیل نحوی ضمیر فصل کو ترکیب میں شامل نہیں کرتے پس مذکورہ مثال میں افضل مفتوح ہوگا کیونکہ وہ **کان** کی خبر ہے اور **کنت انت الرقیب** میں **الرقیب** مفتوح ہوگا اس لئے کہ وہ بھی **کان** کی خبر ہے۔

اور بعض عرب ضمیر فصل کو مبتدا بناتے ہیں پس اس کا مابعد مرفوع ہوگا پھر جملہ کا ماقبل سے ترکیبی تعلق ہوگا۔

قاعدہ

وَيُتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ ضَمِيْرٌ غَائِبٌ يُسَمّٰى ضَمِيْرُ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسَّرُ بِالْجُمْلَةِ بَعْدَهُ

ترجمہ: اور جملہ سے پہلے آتی ہے ایک ضمیر غائب، نام رکھا جاتا ہے اس کا ضمیر شان اور ضمیر قصہ، جس کی تفسیر کی جاتی ہے اس جملہ کے ذریعہ جو اس کے بعد ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

ضمیر شان وقصہ کا بیان: جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ سے پہلے ضمیر غائب آتی ہے جو ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہلاتی ہے، یہ ضمیر اگر مفرد مذکر ہو تو ضمیر شان کہلاتی ہے جیسے **ھو زید قائم** اور **ھو اللہ احد** ای **الامر و الشان کذا** اور اگر مفرد مؤنث ہو تو ضمیر قصہ کہلاتی ہے جیسے **ھی ھند مَلِيْحَة** (ہندہ خوب صورت ہے) اور اس ضمیر غائب کی تفسیر بعد والا جملہ کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ضمیر شان وقصہ کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ سے پہلے جو ضمیر غائب آتی ہے وہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہلاتی ہے۔

سوال: ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں فرق کیا ہے؟

جواب: ضمیر اگر مفرد مذکر ہو تو ضمیر شان کہلاتی ہے جیسے هو زيد قائم اور هو الله احد ای الامر و الشان كذا اور اگر مفرد مؤنث ہو تو ضمیر قصہ کہلاتی ہے جیسے هي هند مَلِيْحَة ہندہ خوب صورت ہے۔اس ضمیر غائب کی تفسیر بعد والا جملہ کرتا ہے۔

وَيَكُوْنُ مُنْفَصِلاً وَمُتَّصِلًا ،مُسْتَتِرًا وَبَارِزًا ،عَلٰى حَسْبِ الْعَوَامِلِ، نَحْوُ هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ ،وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ ،وَإِنَّهُ زَيْدٌ قَائِمٌ

ترجمہ:اور وہ (شان اور ضمیر قصہ) منفصل، متصل، مستتر اور بارز ہوتی ہے عوامل کے اعتبار سے؛ جیسے هو زيد قائم (شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے) كان زيد قائم، انه زيد قائم۔

مختصر تشریح

ضمیر شان اور ضمیر قصہ متصل بھی آتی ہے اور منفصل بھی، مستتر بھی ہوتی ہے اور بارز بھی، عامل کے تقاضہ کے مطابق آئے گی یعنی اگر عامل انفصال کو چاہتا ہے تو منفصل آئے گی اور عامل اتصال کو چاہتا ہے تو متصل آئے گی ،اسی طرح اگر عامل میں ضمیر مستتر کی صلاحیت ہوگی تو مستتر ہوگی، ورنہ بارز آئے گی۔

ضمیر منفصل کی مثال: جیسے هو زيد قائم۔ضمیر متصل مستتر کی مثال: كان زيد قائما

ضمیر متصل بارز کی مثال: انه زيد قائم

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔اودر وہ یہ ہے کہ ضمیر شان

اور ضمیر قصہ متصل بھی آتی ہے اور منفصل بھی، مستتر بھی ہوتی ہے اور بارز بھی، عامل کے تقاضے کے مطابق آئے گی۔

سوال: عامل کے تقاضہ کے مطابق آئے گی اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اس کی تفصیل یہ ہے اگر عامل انفصال کو چاہتا ہے تو منفصل آئے گی جیسے ھو زید قائم۔ اور عامل اتصال کو چاہتا ہے تو متصل آئے گی جیسے انه زید قائم۔ اسی طرح اگر عامل میں ضمیر مستتر کی صلاحیت ہوگی تو مستتر ہوگی جیسے کان زید قائما۔ ورنہ بارز آئے گی جیسے انه زید قائم۔

وَحَذْفُهُ مَنْصُوْبًا ضَعِيْفٌ اِلَّا مَعَ اَنْ اِذَا خُفِّفَتْ فَاِنَّهُ لَازِمٌ۔

ترجمہ: اور ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو منصوب ہونے کی حالت میں حذف کرنا ضعیف ہے مگر یہ کہ وہ اَنْ کے ساتھ ہو جبکہ اس انّ میں تخفیف کر لی گئی ہو، تو وہ (حذف کرنا) ضروری ہے۔

مختصر تشریح

ضمیر شان اگر مرفوع ہو تو اس کا حذف جائز نہیں، کیونکہ عمدہ کا حذف جائز نہیں، لیکن اگر منصوب ہو تو اس کا حذف جائز ہے البتہ ٹھیک نہیں، مگر اَنْ مخففہ کے ساتھ اس کا حذف لازم ہے جیسے و آخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمین اور ان کی آخر بات یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو منصوب ہونے کی حالت میں حذف کرنا جائز ہے لیکن ضعیف ہے۔

سوال: ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو منصوب ہونے کی حالت میں حذف کرنا جائز کیوں ہے؟

جواب: حذف کرنا اس لئے جائز ہے کیونکہ فضلہ ہے، اور اس کا حذف جائز ہے۔

سوال: اس کا حذف ضعیف کیوں؟

جواب: ضعیف کی وجہ یہ ہے کہ اس کے حذف سے ضمیر کا بلا دلیل حذف لازم آئے گا جو مراد اور مقصود ہے۔

سوال: الا مع ان اذا خففت فانه لازم سے کیا مقصد ہے؟

جواب: اس عبارت سے ایک اصول کو بیان کرنا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اَنَّ کے ساتھ جبکہ اس کو مخفف کر دیا جائے تو اس وقت ضمیر شان کا لفظوں سے حذف کرنا اور نیت میں باقی رکھنا ضمیر کے منصوب ہونے کے باوجود لازم اور ضروری ہے۔ جیسے و آخر دعواهم أن الحمدلله رب العٰلمین میں أن اصل میں اَنَّهُ میں أنّ کو مخفف کر کے أنْ بنایا اور ضمیرہ جو أنَّ مشبہ بالفعل کے اسم ہونے کی وجہ سے منصوب تھی حذف کردی گئی۔

سوال: لزوم حذف کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اس کے لزوم حذف کی وجہ یہ ہے کہ ان مفتوحہ اور مکسورہ دونوں میں تشدید کے ثقل کی وجہ سے تخفیف کی گئی ہے اور تخفیف کے بعد ان مکسورہ کو لفظ میں عمل کرتے ہوئے پایا جیسے وإنْ كلا لما ليو فينهم (بے شک ہر ایک کو خدا پورا پورا بدلہ دے گا) اس میں لفظ ان جو مخففہ اور مکسورہ ہے لفظ کلا میں عمل کر رہا ہے اور اَنَّ مفتوحہ مخففہ کو معمول ملفوظ میں عمل کرتے کہیں نہیں پایا گیا حالانکہ مشابہت فعل میں اَن مفتوحہ بنسبت مکسورہ کے قوی تر ہے لہذا وہ عامل ہونے کے لائق زیادہ سمجھا گیا اور جب کلمہ لفظوں میں اس کا معمول نہ پایا تو اس کا عمل ضمیر شان میں مان لیا جو مقدر ہے اور اس ضمیر کے اظہار کو اس لیے ناجائز رکھا کہ ان کو مخففہ کرنے سے جو تخفیف مطلوب ہے اس کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔

 

اسمائے اشارہ کا بیان

اَسْمَاءُ الْاِشَارَۃِ: مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ اِلَیْہِ۔

ترجمہ: وہ اسماء ہیں جو مشار الیہ کے لئے وضع کیے گئے ہوں۔

مختصر تشریح

دوسرا مبنی اسم اشارہ ہے۔ اور وہ ایسا اسم ہے جو مشار الیہ کے لئے وضع کیا گیا ہو اس کا مطلب جس لفظ سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے وہ اسم اشارہ ہے اور جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو مشار الیہ کہتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مشابہ مبنی میں سے اسمائے اشارہ اور اس کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اسمائے اشارہ مبنی کیوں؟

جواب: اسمائے اشارہ مبنی اس لئے ہے کہ ان میں احتیاج افتقاری ہے۔

سوال: افتقاری کا کیا مطلب؟

جواب: افتقاری کا مطلب کوئی اسم اپنا معنی دینے میں حرف کی طرح کسی دوسری چیز کا محتاج ہو کیونکہ جیسے حروف اپنے معنی دینے میں اسم یا فعل کے محتاج ہوتے ہیں اسمائے اشارات بھی مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

سوال: اسمائے اشارہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسمائے اشارہ کی تعریف وہ اسماء ہیں جو مشار الیہ کے لئے وضع کئے گئے ہوں

سوال: اسم اشارہ اور مشار الیہ کے مابین فرق کیا ہے؟

جواب: اسم اشارہ وہ لفظ ہے جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اور **مشار الیہ:** جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے۔

سوال: اشارہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اشارہ نام ہے اس خط موہومہ کا جو مشیر سے نکلے اور مشار الیہ تک پہونچے۔

وَهِیَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَلِمُثَنَّاهُ ذَانِ وَذَيْنِ، وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا، وَذِیْ، وَتِیْ، وَتِهْ، وَذِهْ، وَتِهِیْ، وَذِهِیْ، وَلِمُثَنَّاهُ تَانِ، وَتَيْنِ، وَلِجَمْعِهِمَا أُولَاءِ مَدًّا وَقَصْرًا۔

ترجمہ: اور اسمائے اشارہ یہ ہیں: اور وہ ذا ہے واحد مذکر کے لیے اور تثنیہ مذکر کے لئے ذان اور ذین، واحد مؤنث کے لیے تا، ذی، تی، تہ، ذہ، تِھی، ذھی، تثنیہ مؤنث کے لئے تان اور تین، اور جمع مذکر و مؤنث کے لیے او لاء مد اور قصر کے ساتھ۔

مختصر تشریح

اسمائے اشارہ یہ ہیں: ذا واحد مذکر کے لئے۔ ذانِ، ذینِ تثنیہ مذکر کے لئے۔ ذانِ حالت رفعی کے لئے اور ذین حالت نصبی وجری کے لئے۔ تا، ذی، تی، تہ، ذہ، تِھِیْ اور ذھِیْ واحد مؤنث کے لئے۔ تانِ، تینِ تثنیہ مؤنث کے لئے۔ تانِ حالت رفعی کے لئے۔ تینِ حالت نصبی وجری کے لئے۔ اور دونوں کی جمع کے لئے او لاءِ اور اُولیٰ مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مؤنث کے لئے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اسمائے اشارہ کے الفاظ کو بیان کرنا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: (۱) ذا

واحد مذکر کے لئے۔(۲)ذانِ۔ذین تثنیہ مذکر کے لئے،ذانِ حالت رفعی کے لئے اور ذینِ حالت نصبی وجری کے لئے۔(۳)تَا، ذِیْ، تِیْ، تِهْ، ذِهْ، تِهِی اور ذِهِی واحد مؤنث کے لئے۔(۴) تَانِ۔تَیْنِ تثنیہ مؤنث کے لئے،تانِ حالت رفعی کے لئے اور تینِ حالت نصبی اور جری کے لئے۔ (۵)مذکر ومؤنث دونوں کی جمع کے لئے اُوْلاء (مد کے ساتھ) اور اُوْلی (قصر کے ساتھ)۔

سوال: ذان، ذین اور تان، تین بظاہر معرب معلوم ہوتے ہیں؟

جواب: یہ تغیر عامل کی وجہ سے نہیں بلکہ واضع نے ذان اور تان کو حالت رفعی کے لئے اور ذین اور تین کو حالت نصبی کے لئے وضع کیا ہے۔

قاعدہ

وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ

ترجمہ:اور لاحق ہوجاتا ہے ان کے شروع میں حرف تنبیہ۔اور متصل ہوجاتا ہے ان کے ساتھ حرف خطاب۔

مختصر تشریح

قاعدہ:اسمائے اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق ہوتی ہے اور جیسے هذا اور اخیر میں حرف خطابی جیسے ذاک۔

وضاحت

سوال: اسمائے اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ کیوں لاحق ہوتی ہے؟

جواب: ہائے تنبیہ اس لئے لاحق ہوتی ہے تاکہ وہ پہلے مخاطب کو متنبہ کردے۔

سوال: آخر میں کافِ خطاب کیوں متصل ہوتا ہے؟

جواب: کافِ خطاب اس لئے متصل ہوتا ہے تاکہ مخاطب کے حال پر دلالت کرے کہ مخاطب واحد ہے یا تثنیہ یا جمع، مذکر ہے یا مؤنث جیسے هذا اور ذاک۔

فائدہ: کاف خطاب کا ترجمہ نہیں ہوگا اور کاف خطاب سے پہلے لام مکسور بھی داخل کیا جاتا ہے جیسے ذالک لیکن اس وقت وہ بعید کے لئے خاص ہوجائے گا اور اس کے شروع میں ہاء تنبیہ داخل نہیں کیا جائے گا۔

وَهِيَ خَمْسَةٌ فِيْ خَمْسَةٍ فَيَكُوْنُ خَمْسَةً وَعِشْرِيْنَ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَا كُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَ كَذَالِكَ الْبَوَاقِيْ

ترجمہ: اور وہ پانچ الفاظ ہیں، جن کو پانچ (طرح کے اسمائے اشارہ) سے ضرب دیا جائے تو کل پچیس الفاظ ہوجائیں گے۔ اور وہ ذاک سے ذاکُنَّ تک اور ذانک سے ذانِکُنَّ تک ہیں اور اسی طرح باقی ہیں۔

مختصر تشریح

حروف خطاب پانچ ہیں: کَ مفرد مذکر کے لئے۔ کما تثنیہ مذکر و مؤنث کے لئے۔ کم جمع مذکر کے لئے۔ کِ واحد مؤنث کے لئے۔ کُنَّ جمع مؤنث کے لئے۔

اسمائے اشارہ پانچ ہیں اور جمع مذکر و مؤنث کے لئے ایک لفظ ہے پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہوں گے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ذاکَ ذاکما ذاکم ذاکِ ذاکُنَّ (۲) ذانِکَ ذانِکما ذانکم ذانکِ ذانکُنَّ (۳) تاکَ تاکما تاکم تاکِ تاکُنَّ (۴) تانِکَ تانکما تانکم تانکِ تانکُنَّ (۵) اولائکَ اولائکما اولائکم اولئکِ اولائکُنَّ۔

قاعدہ

وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ، وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ، وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ، وَتِلْكَ، وَتَانِّكَ، وَذَانِّكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَاُوْلَالِكَ مِثْلُ ذَالِكَ

ترجمہ: اور بولا جاتا ہے ذا مشارالیہ قریب کے لئے، اور ذلک بعید کے لئے اور

ذاک متوسط کے لئے۔ اور تلک، تانک اور ذانّک تشدید کے ساتھ اور اولالک ذلک کی طرح ہیں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ذا مشارالیہ قریب کے لئے ہے، ذٰلک مشارالیہ بعید کے لئے ہے، اور ذاک مشارالیہ متوسط کے لئے ہے۔ اور تلک، تانِّک اور اولالک، ذلک کی طرح مشارالیہ بعید کے لئے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے اشارہ کے درمیان فرقِ مراتب کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے: (۱) ذا مشارالیہ قریب کے لئے۔ (۲) ذٰلک مشارالیہ بعید کے لئے تلک، تانِّک، ذانِّک اور اولالک مشارالیہ بعید کے لئے مستعمل ہیں۔ (۳) ذاک مشارالیہ متوسط کے لئے

سوال: اسم اشارہ میں فرقِ مراتب کیوں؟

جواب: فرق مراتب اس لئے ہے کہ قلت حروف، قلت مسافت پر دال ہے اب (ذا) میں سب سے کم حروف ہیں اس لئے قلت مسافت پر دلالت ہے اور وہ قریب ہے۔

اور ذالک میں زیادہ حروف ہیں اس لئے کثرت مسافت پر دال ہے اور وہ بعید ہے۔

اور ذاک میں بین بین حروف ہیں ذا سے زیادہ اور ذالک سے کم اس لئے درمیانی مسافت پر دال ہے اور وہ متوسط ہے۔

سوال: قیاس کا تقاضہ تو یہ تھا مصنفؒ قریب کے بعد متوسط کو بیان فرماتے؛ لیکن متوسط کو بعید سے مؤخر کیوں کیا؟

جواب: متوسط کا مؤخر کرنا اس لئے ہے کہ متوسط کا ثبوت قریب اور بعید کے

ثبوت کے بعد ہی ممکن ہے اس لئے کہ متوسط نام ہے قریب اور بعید کے درمیان کا۔

فائدہ: تلك اور تانك، ذانك تشدید کے ساتھ اور اولالك لام کے ساتھ ذالك کی طرح بعید کے لئے مستعمل ہوتے ہیں اور تاك تانك اور ذانك بغیر تشدید اور اولاک بغیر لام کے متوسط کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور جو کلمات متوسط کے لئے ہیں حرف خطاب کے حذف کے بعد وہ قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

وَاَمَّا ثَمَّ ،وَهُنَا ،وَهَنّا فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً

ترجمہ: اور بہر حال ثم، هنا اور هنا تو یہ خاص طور پر مکان کے لئے آتے ہیں۔

مختصر تشریح

ثم، هنا اور هنّا خاص طور پر مکان (جگہ) کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ عامۃً اسمائے اشارہ زمان و مکان دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں البتہ ثَمَّ (ثاء کے فتحہ کے ساتھ اور میم کی تشدید کے ساتھ) اور هُنَا (ہاء کے ضمہ اور نون غیر مشددہ کے ساتھ) اور هَنّا (ہاء کے فتحہ اور نون کی تشدید کے ساتھ) یہ تینوں کلمات خاص طور سے مکان کے لئے ہی مستعمل ہوتے ہیں۔

سوال: کیا یہ کلمات مجازاً زمان کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں؟

جواب: ہاں! یہ کلمات مجازاً زمان کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔

سوال: کوئی مثال پیش کریں جس میں یہ کلمات تشبیہ کے واسطے مجازاً استعمال ہوئے ہوں؟

جواب: وہ مثال یہ ہے: (۱) ھنالک الولایۃ للہ الحق (پ/۱۵، الکھف) میں ھُنا مجازاً زمان کے لئے ہے جو یومئذ کے معنیٰ میں ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے زمان کو مجازاً مکان کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے اور اس کا استعمال مکان میں ہوتا ہے جیسے مواقیت احرام سے مواضع احرام مراد لیتے ہیں؛ حالانکہ مواقیت وقت کے معنی میں تھا۔

اسم موصول

اَلْمَوْصُوْلُ مَالَا یَتِمُّ جُزْءً اِلَّا بِصِلَةٍ وَعَائِدٍ۔

ترجمہ: وہ اسم ہے جو بغیر صلہ اور عائد کے (جملہ کا) جزء تام نہ بن سکے۔

مختصر تشریح

تیسرا مبنی اسم موصول: وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے بغیر جملہ کا جزء نہ بن سکے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مشابہ مبنیات میں سے اسم موصول کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ ایسا اسم ہے جو صلہ اور عائد کے بغیر جملہ کا جزء نہ بن سکے۔

سوال: جزءاً منصوب کیوں ہے؟

جواب: جزءاً کے منصوب ہونے میں دو احتمال ہیں۔ (۱) جزءاً منصوب ہو تمیز کی بنیاد پر اور اس کی صفت محذوف ہو۔ اس صورت میں عبارت الموصول مالا یکون جزء اًتاماً الا بصلۃ وعائد ہوگی۔ (۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ لا یتم، لا یصیر کے معنی میں ہو اور جزءا (لا یتم، لا یصیر) فعل ناقص کی خبر ہو اور اس کا موصوف تاما الا بصلۃ وعائد ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ موصول ایسے اسم کو کہتے ہیں جو صلہ اور عائد کے بغیر جملہ کا جزء تام نہ ہو سکتا ہو۔

سوال: جزءتام کسے کہتے ہیں؟

جواب: جزءتام کا مطلب یہ ہے کہ دو جزء کو جب الگ کیا جائے تو دونوں مبتدا خبر بنے یا فاعل ومفعول بنے جیسے زید قائم، ایک مرکب کلام ہے جب ترکیب سے دونوں کو علیحدہ کریں تو زید مبتدا اور قائم خبر ہے۔

وَصِلَتُهُ جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ، وَالْعَائِدُ ضَمِيْرٌ لَّهُ۔

ترجمہ: اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، اور عائد اسم موصول کی (طرف لوٹنے والی) ضمیر ہے۔

مختصر تشریح

اسم موصول کا صلہ، جملہ خبریہ ہوتا ہے (جملہ انشائیہ صلہ نہیں ہوتا) اور عائد، صلہ میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اسم موصول کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے۔

سوال: صلہ جملہ کیوں؟

جواب: صلہ اسم موصول کے لئے بیان ہوتا ہے اور بیان جملہ سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کا صلہ جملہ ہوگا۔

سوال: صلہ خبریہ کیوں؟

جواب: صلہ موصول کے ساتھ مربوط ہوتا ہے پس ربط کا مقصد خبریہ ہی سے پورا ہوتا ہے، انشاء سے پورا نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ ربط کو قبول نہیں کرتا لھذا خبریہ ہونا ضروری ہوا۔

سوال: عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور جملہ مطلقاً مستقل ہوتا ہے ماقبل کا محتاج نہیں ہوتا اور اس جگہ اسم موصول کا صلہ بنانا ہے اس لئے ربط اور عائد کی ضرورت ہوگی؛ تاکہ اس کے ساتھ اس کو مربوط کیا جائے۔

وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ اِسْمُ فَاعِلٍ، اَوْمَفْعُوْلٍ۔

ترجمہ: اور الف لام کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول آتا ہے۔

مختصر تشریح

الف لام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جیسے الضارب ای الذی ضرب اور المضروب ای الذی ضرب۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ الف لام اسم موصول کے معنی میں ہو تو اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول آتا ہے جیسے الضارب الذی ضرب کے معنی میں اور المضروب الذی ضُرِبَ کے معنی میں ہے۔

سوال: الف لام اسم موصول کے معنیٰ میں ہو تو اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول کیوں آتا ہے؟

جواب: اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول اس لئے آتا ہے کہ الف لام اسم موصول لامِ حرفی کے مشابہ ہوتا ہے جو بمنزلہ مفرد کے ہوتا ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول بھی معنیً تو جملہ ہوتے ہیں لیکن صورۃً مفرد ہوتے ہیں پس اسم فاعل اور اسم مفعول کو الف لام موصول کا صلہ طے کر دیا گیا تاکہ مشابہت اور حقیقت دونوں کی رعایت ہو جائے۔

وَهِيَ اَلَّذِىْ، وَاَلَّتِىْ، وَاَللَّذَانِ، وَاَللَّتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَالْاُوْلٰى، وَالَّذِيْنَ، وَاللَّائِىْ، وَاللَّاءِ، وَاللَّاىِ، وَاللَّاتِىْ، وَاللَّوَاتِىْ، وَمَنْ، وَمَا، وَاَىٌّ، وَاَيَّةٌ،

اور وہ (اسمائے موصولہ) یہ ہیں: الذی، التی، اللذان اور اللتان الف اور یاء کے ساتھ، الالی، الذین، اللائی، اللاء، اللای، اللاتی، اللواتی، من، ما، ای، ایۃ۔

مختصر تشریح

اسمائے موصولہ یہ ہیں: الذی واحد مذکر کے لئے۔ التی واحد مؤنث کے لئے۔ اللذان تثنیہ مذکر کے لئے حالت رفعی میں۔ اللذَین تثنیہ مذکر کے لئے حالت نصبی وجری میں۔ اللتان تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفعی میں۔ اللتین تثنیہ مؤنث کے لئے حالت نصبی وجری میں۔ الاولی جمع مذکر ومؤنث کے لئے۔ اللذِین جمع مذکر کے لئے۔ اللائی (ہمزہ اور یاء کے ساتھ)۔ اللاء (بغیر یاء کے ہمزہ کے ساتھ)۔ اور اللایِ (بغیر ہمزہ کے یاء کے ساتھ) یہ تینوں جمع مذکر ومؤنث کے لئے ہیں۔ مگر زیادہ تر ان کا استعمال جمع مؤنث کے لئے ہوتا ہے۔ اللاتی واللواتی جمع مؤنث کے لئے ہیں۔ ما بمعنی الذی (غیر ذوی العقول کے لئے)۔ من بمعنی الذی (ذوی العقول کے لئے)۔ ای بمعنی الذی (مذکر کے لئے)۔ ایّۃٌ بمعنی الذی (مؤنث کے لئے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد کلمات موصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) الذی واحد مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (۲) التی مفرد مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (۳) اللذان تثنیہ مذکر حالت رفعی میں اور الذین تثنیہ مذکر حالت نصبی وجری میں استعمال ہوتے ہیں۔ (۴) اللتان

تثنیہ مؤنث حالت رفعی میں اور اللتین تثنیہ مؤنث حالت نصبی وجری میں استعمال ہوتے ہیں۔

(۵) الذین جمع مذکر کے ساتھ مخصوص ہے۔(۶) اللاتی اور اللواتی جمع مؤنث کے ساتھ خاص ہیں۔(۷) الاولی جمع مذکر ومؤنث دونوں کے لئے آتا ہے البتہ جمع مذکر میں اس کا استعمال رائج اور مشہور ہے۔(۸) اللاتی اور اللاءاور اللای، یاء کے ساتھ مذکر ومؤنث دونوں میں مستعمل ہوتے ہیں البتہ ان کا استعمال مؤنث میں زیادہ مشہور ہے۔

فائدہ: اللاتی میں ایک استعمال یاء کے حذف اور تاء کے کسرہ کے ساتھ (اللات) بھی ہے۔ اور اللواتی میں تاء اور یاء دونوں کے حذف کے ساتھ (اللوا) کا استعمال بھی ثابت ہے۔

(۸) من: الذی اسم موصول کے معنی میں ہے اور عامۃً ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی غیر ذوی العقول میں بھی استعمال ہوجاتا ہے جیسے فمنهم من یمشی علی بطنه۔

(۹) ما: عامۃ غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن کبھی ذوی العقول کے لئے بھی استعمال ہوجاتا ہے جیسے والسماء و ما بناها میں۔

نوٹ: ما اور من کا استعمال مذکر ومؤنث واحد وتثنیہ اور جمع سب کے لئے یکساں اور برابر بغیر کسی فرق کے استعمال ہوتا ہے

(۱۰) ای بمعنی الذی (مذکر) کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(۱۱) ایة بمعنی التی (مؤنث) کے لئے مستعمل ہے۔

وَذُوْ الطَّائِيَّةُ-

ترجمہ: وہ ذو جو قبیلہ بنو طے کی طرف منسوب ہے۔

مختصر تشریح

ذو قبیلہ بنو طے کی لغت میں بمعنی الذی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ قبیلہ بنی طی کے نزدیک (ذو) الذی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ان کی دلیل شاعر کا شعر ہے

فان الماء ابی و جدی و بیری ذو حفرت و ذو طویت

بلاشبہ پانی تو میرے باپ اور دادا کا ہے اور میرا کنواں وہ ہے کہ جسے میں نے کھودا ہے اور اس کی مَنْ میں نے بنائی ہے

اس مثال میں ذو حفرت و ذو طویت، التی حفرتھا اور التی طویتھا کے معنی میں ہے۔

وَذَا بَعْدُ مَا لِلْاِسْتِفْهَامِ، وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ

ترجمہ: وہ ذا جو ما استفہامیہ کے بعد واقع ہو اور الف لام ہیں۔

مختصر تشریح

ما استفہامیہ کے بعد ذا بمعنی الذی ہوتا ہے جیسے ما ذا صنعت؟ ای ما الذی صنعت؟ نیز الف لام بھی اسم موصول کے طور پر مستعمل ہے جیسے الضارب بمعنی الذی ضرب۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک ما استفہامیہ کے بعد جو ذا آوے وہ بھی الذی کے معنی میں ہے جیسے ما ذا قرأت یہ ما الذی قرأت کے معنی میں ہے (آپ نے کیا پڑھا؟)۔اور الف لام بھی اسم موصول کے طور پر مستعمل ہے جیسے الضارب بمعنی الذی ضرب۔

قاعدہ

وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ يَجُوْزُ حَذْفُهُ

ترجمہ: اور عائد مفعول کو حذف کرنا جائز ہے۔

مختصر تشریح

وہ ضمیر جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے اگر مفعول واقع ہو تو اس کو حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ مفعول فضلہ ہوتا ہے جیسے یبسط الرزق لمن یشاء ای یشاءہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ضمیر جو صلہ میں ہوتی ہے اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے وہ ضمیر اگر مفعول کی ہوگی تو اس کا حذف کرنا جائز ہے۔

سوال: ضمیر اگر مفعول کی ہوگی تو اس کا حذف کرنا کیوں جائز ہے؟

جواب: اس کا حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ ضمیر مفعول کی ہو تو مفعول فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کا حذف کرنا جائز ہے جیسے اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ میں یشاءہ کی ضمیر (ہ) مفعول کی ضمیر کو حذف کر دیا۔

فائدہ: اگر عائد ضمیر مفعول کی ہو تو حذف کی گنجائش مانع نہ ہونے کی شرط کے ساتھ ہے پس اگر کسی جگہ عائد کے مفعول ہونے کے باوجود حذف سے کوئی مانع ہے تو پھر اس کو حذف کرنا درست نہ ہوگا جیسے الذی ضربتہ فی دارہ زید پس اس ترکیب میں ایک ہی صلہ میں دو ضمیریں اکھٹا ہو گئی ہیں اس لئے مفعول کے عائد کو حذف کرنا جائز نہ ہوگا۔

فائدہ: صلہ میں ضمیر مفعول ہو تو حذف کی اجازت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ضمیر

منصوب کی ہوتو حذف کی اجازت ہے اگر مرفوع ومجرور کی ضمیر ہوتو حذف کی اجازت نہیں ہے

سوال: ضمیر مرفوع کے حذف کی اجازت کیوں نہیں؟

جواب: ضمیر مرفوع کے حذف کی اجازت اس لئے نہیں ہے کہ مرفوع فاعل ہوتا ہے اور فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف درست نہیں ہے۔

سوال: ضمیر مجرور کے حذف کی اجازت کیوں نہیں؟

جواب: ضمیر مجرور کے حذف کرنے کی اجازت اس لئے نہیں ہے کہ کثرت کا حذف کرنا لازم آئے گا اس لئے کہ حرف جر کو حذف کریں گے تو مجرور کو بھی حذف کرنا پڑے گا پس دونوں کا ایک ساتھ حذف لازم آئے گا۔

سوال: مصنفؒ کا قول و العائد المفعول یجوز حذفہ صحیح نہیں کیونکہ ماضربت الا اباہ میں ضمیر منصوب کا حذف جائز نہیں ہے؟

جواب: حذف جائز ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حذف سے کوئی مانع نہ ہو اور مثال مذکور میں ضمیر منفصل ہونا حذف سے مانع ہے اس لئے آپ کا اعتراض کرنا صحیح نہ ہوگا۔

الذی کے ذریعہ خبر دینے کے احکام

(۱)وَاِذَا اَخْبَرْتَ بِالَّذِیْ صَدَّرْتَهَا ، وَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ ضَمِیْرًا لَّهَا ، وَاَخَّرْتَهُ خَبَرًا عَنْهُ فَاِذَا اَخْبَرْتَ عَنْ زَیْدٍ مِنْ "ضَرَبْتُ زَیْدًا" قُلْتَ "اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهُ زَیْدٌ"

ترجمہ: (۱) اور جب آپ خبر دیں الذی کے ذریعہ، تو آپ اس کو شروع میں لے آئیں اور مخبر عنہ کی جگہ اس کلمہ (الذی) کی ضمیر رکھ دیں اور اس (مخبر عنہ) کو اسم موصول کی خبر بنا کر مؤخر کر دیں؛ پس جب آپ خبر دیں ضربت زیدا، زید کے بارے میں، تو آپ کہیں گے الذی ضربتہ زید (وہ شخص جس کو میں نے مارا، زید ہے)۔

مختصر تشریح

کبھی متکلم کوئی بات کہتا ہے اس کا کچھ حصہ سمجھ میں نہیں آتا چنانچہ جملہ کے اس جزء کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے پس اس کا جواب الذی کے ذریعہ دیا جاتا ہے اس جواب کے لئے تین شرطیں ہیں جیسے کہا ضربت زیداً سامع کی سمجھ میں پوری بات نہ آئی تو اس نے سوال کیا من ضربتَ؟ اب متکلم اپنے جملہ کے اس جزء کے بارے میں الذی سے اطلاع دیتا ہے تو کہے گا الذی ضربته زیدٌ (جس کو میں نے مارا وہ زید ہے)۔

اس اخبار کے لئے تین شرطیں ہیں: (۱) التصدیر بالموصول: اسم موصول کو جوابی جملہ کے شروع میں لانا۔ (۲) اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو مخبر عنہ (اس جملہ) کی جگہ رکھنا جس کے بارے میں خبر دی جارہی ہے (زید کی جگہ میں رکھنا)۔ (۳) اس کے بعد مخبر عنہ (زید) کو خبر بنا کر لانا اور کہنا الذی ضربته زید۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قانون کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ متکلم کلام کے کسی جزء کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دیتا ہے تو تین شرطوں کے ساتھ دے سکتا ہے۔

سوال: وہ تین شرطیں کیا ہیں؟

جواب: وہ تین شرطیں یہ ہیں (۱) الذی کو شروع میں لانا (۲) اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو مخبر عنہ کی جگہ میں رکھنا جس کے بارے میں خبر دی جارہی ہے (۳) مخبر عنہ کو خبر بنا کر ذکر کرنا۔

مثال: (۱) ضربتُ زیداً۔ سامع متکلم سے پوچھتا ہے: من ضربتَ؟ اب متکلم کلام میں موجود زید کے متعلق الذی سے خبر دینا چاہتا ہے تو شروع میں الذی کو لاتا ہے اور مخبر

عنہ (زید) کی جگہ پر (ھو) ضمیر لانا ہے اس کے بعد مخبر عنہ (زید) کو لانا ہے اب عبارت الذی ضربتہ ھو زید ہوگی۔

مثال: (۲) زید قام۔ سامع متکلم سے پوچھتا ہے من قام؟ اب متکلم کلام میں موجود قام کے بارے میں خبر دیتا ہے تو کہے گا الذی قام ھو زید۔

سوال: تین شرطیں کیوں؟

جواب: تین شرطیں اس وجہ سے تاکہ اوقع فی النفس ہو اور سامع کی غفلت دور ہو۔

(۲) وَكَذٰلِكَ الْاَلِفُ وَاللَّامُ فِي الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ خَاصَّةً، لِيَصِحَّ بِنَاءُ اِسْمِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ۔

ترجمہ: (۲) اور اسی طرح الف لام بمعنی الذی ہے جملہ فعلیہ میں خاص طور پر، تاکہ اسم فاعل یا اسم مفعول کا وزن بنانا صحیح ہو۔

مختصر تشریح

اگر الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ اس جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو شرط یہ ہے کہ وہ جز، جملہ فعلیہ کا جز ہو اس لئے کہ اس الف لام کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جو فعل ہی سے بنایا جاتا ہے جیسے کسی نے کہا قام زید سامع نے پوچھا من قام؟ تو جواب دیں گے القائم زید۔ اس جگہ بھی مذکورہ تینوں باتیں شرط ہیں۔

الف لام کو جوابی جملہ کے شروع میں لانا، پھر مخبر عنہ کی جگہ ضمیر کو رکھنا (القائم میں جو ضمیر پوشیدہ ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے) پھر مخبر عنہ کو خبر بنا کر لانا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جس طرح الذی کے ذریعہ

کسی جملہ کے جزء کی خبر دی جاتی ہے اسی طرح الف لام کے ذریعہ بھی کسی جملہ کے جزء کی خبر دی جاتی ہے۔

سوال: الف لام کے ذریعہ کسی جملہ کے جز کی خبر دینا کب درست ہوگا؟

جواب: الف لام کے ذریعہ کسی جملہ کے جزء کی خبر دینا شرط کے ساتھ جائز ہے۔ اور وہ یہ ہے: (۱) الف لام کا مدخول جملہ فعلیہ ہو۔

سوال: الف لام کا مدخول جملہ فعلیہ ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: الف لام کا مدخول جملہ فعلیہ ہوتا کہ جملہ فعلیہ سے اسم فاعل اور اسم مفعول کو حاصل کیا جاسکے۔ بعض حضرات نے کچھ شرائط اور بھی بیان کئے ہیں۔

(۱) جملہ فعلیہ کے شروع میں سین یا سوف نہ ہو اس لئے کہ جب ان سے اسم فاعل یا اسم مفعول بنایا جائے گا تو اس کے شروع میں سین یا سوف لانا صحیح نہیں ہوگا۔ (۲) جملہ فعلیہ افعال متصرفہ میں سے ہو اس لئے کہ جملہ فعلیہ غیر متصرفہ سے اسم فاعل یا اسم مفعول نہیں بنایا جاتا۔

فَإِنْ تَعَذَّرَ أَمْرٌ مِنْهَا تَعَذَّرَ الْإِخْبَارُ

ترجمہ: پس اگر متعذر ہو جائے مذکورامور میں سے کوئی امر، تو وہاں (اسم موصول کے ذریعہ) خبر دینا بھی متعذر ہوگا۔

مختصر تشریح

اگر یہ تینوں شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو الف لام بمعنی الذی سے خبر دینا صحیح نہ ہوگا چنانچہ سات چیزوں کے بارے میں الذی یا الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دے سکتے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان مواقع کو بیان کرنا ہے جن مواقع میں الذی سے خبر

دینا درست نہیں بلکہ متعذر رہیں۔اور وہ مواقع سات ہیں۔

(۱) وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ فِیْ ضِمِیْرِ الشَّاْنِ

ترجمہ: اور اسی وجہ سے ممتنع ہے وہ (اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا) ضمیر شان میں۔

مختصر تشریح

ضمیر شان کے بارے میں۔کیونکہ ضمیر شان کلام کے شروع میں آتی ہے پس اگر اس کو خبر بنا کر الذی کے بعد لائیں گے تو ضمیر شان کی شان (شروع کلام میں آنا) باقی نہ رہے گی جیسے کہا انہ زید قائم (بیشک شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے)۔اس میں ضمیر شان اِن کا اسم ہے اور زید قائم جملہ اسمیہ اِن کی خبر ہے۔

اب اگر کوئی اس جزء جملہ ضمیر شان کے بارے میں دریافت کرے جو انَّ کا اسم ہے تو اس کا جواب الذی سے نہیں دیا جا سکتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان سات مواقع میں سے پہلے موقعہ کو بیان کرنا ہے جس میں الذی سے خبر دینا متعذر رہیں۔اور وہ یہ ہے: ضمیر شان میں الذی کے ذریعہ خبر دینا ممکن نہیں بلکہ متعذر ہے جیسے ھو زید قائم۔

سوال: ضمیر شان میں الذی کے ذریعہ خبر دینا کیوں متعذر ہے؟

جواب: ضمیر شان میں الذی کے ذریعہ خبر دینا اس لئے متعذر ہے کہ ضمیر شان صدارت کلام کو چاہتی ہے اور الذی کو بھی شروع کلام میں لانا شرط ہے تو تضاد و ٹکراؤ ہوگا۔

(۲)وَالْمَوْصُوْفِ۔

ترجمہ:اور موصوف۔

مختصر تشریح

(۲)موصوف میں الذی کے ذریعہ خبر دینا ممکن نہیں بلکہ متعذر ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان سات مواقع میں سے دوسرے موقعہ کو بیان کرنا ہے جس میں الذی سے خبر دینا متعذر ہے،اور وہ موصوف ہے۔

سوال: موصوف میں الذی کے ذریعہ خبر دینا کیوں متعذر ہے؟

جواب: اس لئے متعذر ہے کہ دوسری شرط فوت ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مخبر عنہ کی جگہ ضمیر لانا صحیح ہو تو اس جگہ موصوف کی جگہ ضمیر لائیں گے تو موصوف کا ضمیر ہونا لازم آئے گا اور ماقبل میں یہ قانون پڑھ چکے ہیں کہ ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

(۳)وَالصِّفَةِ۔

ترجمہ:اور صفت۔

مختصر تشریح

اسی طرح صرف صفت کے بارے میں بھی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت۔پس اگر موصوف کے بارے میں بغیر صفت کے الذی کے ذریعہ خبر دیں گے تو ضمیر کا موصوف ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے جیسے کسی نے کہا ضربت زیداً العاقل اس جملہ میں نہ زید کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دی جاسکتی ہے نہ العاقل کے بارے میں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصدان سات مواقع میں سے تیسرے موقعہ کو بیان کرنا ہے جس میں الذی سے خبر دینا متعذر رہے، اور وہ یہ ہے: صفت میں الذی کے ذریعہ خبر دینا ممکن نہیں بلکہ متعذر رہے۔

سوال: صفت میں الذی کے ذریعہ خبر دینا کیوں متعذر رہے؟

جواب: اس لئے متعذر رہے کہ دوسری شرط فوت ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مخبر عنہ کی جگہ ضمیر لانا صحیح ہو تو اس جگہ صفت کی جگہ ضمیر لائیں گے تو صفت کا ضمیر ہونا لازم آئے گا اور ماقبل میں یہ قانون پڑھ چکے ہیں کہ ضمیر صفت نہیں بن سکتی۔

(۴)وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ۔

ترجمہ: مصدر عامل۔

مختصر تشریح

مصدر عامل کے بارے میں بغیر اس کے معمول کے الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جا سکتی۔ جیسے کسی نے کہا عجبت من دق الثوب: مجھے حیرت ہوئی دھوبی کے کپڑے کوٹنے سے۔ اب اگر دق القصار کے بارے میں بغیر اس کے معمول الثوب کے سوال ہو تو اس کا جواب الذی کے ذریعہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مصدر عامل اپنے معمول سے مقدم ہوتا ہے پس اگر اس کو مؤخر لائیں گے تو وہ عمل نہیں کرے گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصدان سات مواقع میں سے چوتھے موقعہ کو بیان کرنا ہے جس

میں الذی سے خبر دینا متعذر رہیں۔اور وہ یہ ہے کہ مصدر میں مصدر عامل کی خبر دینا بغیر معمول کے الذی کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ متعذر ہے۔

سوال: مصدر میں مصدر عامل کی خبر دینا بغیر معمول کے الذی کے ذریعہ کیوں متعذر ہے؟

جواب: اس لئے متعذر ہے کہ معمول مقدم ہوجائے گا اور مصدر عامل مؤخر ہو جائے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ مصدر عامل ضعیف ہے، ترتیب میں عمل کرتا ہے خلاف ترتیب عمل نہیں کرتا۔ جیسے عجبت من دق القصار (دھوبی کے کپڑے کے کوٹنے نے مجھے تعجب میں ڈال دیا)۔اس میں دق مصدر ہے، الثوب معمول (مفعول) ہے القصار فاعل۔اب اگر الذی کے ذریعہ مصدر عامل (دق) کی خبر دینا چاہے کہیں گے الذی عجبت ھو الثوب دق القصار تو الثوب جو دق کا مفعول ہے، مصدر دق سے مقدم ہوجائے گا۔

(۵) وَالْحَالِ

ترجمہ: اور حال۔

مختصر تشریح

حال کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دینا ممتنع ہے کیونکہ حال نکرہ ہوتا ہے اور ضمیر معرفہ پس حال کی جگہ ضمیر نہیں آسکتی جیسے کسی نے کہا جاء زید راکباً، اس میں راکباً حال ہے اور جز جملہ ہے مگر اس کے بارے میں الذی کے ذریعے خبر نہیں دی جاسکتی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان سات مواقع میں سے پانچویں موقعہ کو بیان کرنا ہے جس میں الذی سے خبر دینا متعذر رہیں۔اور وہ یہ ہے کہ الذی کے ذریعہ حال کی خبر دینا درست نہیں ہے۔

سوال: الذی کے ذریعہ حال کی خبر دینا کیوں درست نہیں؟

جواب: اس لئے درست نہیں ہے کہ جب الذی کے ذریعہ خبر دیں گے حال کی جگہ ضمیر ہوگی اور الذی کو مقدم کریں گے اور حال نکرہ ہوتا ہے اور ضمیر معرفہ ہوتی ہے۔ جیسے جاءنی زید راکباً۔ اس میں راکباً حال ہے، الذی کے ذریعہ جب خبر دینا چاہے تو الذی کو شرط اول کے مطابق مقدم کیا جائے گا اور شرط ثانی کے مطابق راکباً کی جگہ پر ضمیر ہوگی اور ضمیر معرفہ ہوتی ہے اور حال نکرہ ہوتا ہے۔

(٦) وَالضَّمِيْرِ الْمُسْتَحِقِّ لِغَيْرِهَا.

ترجمہ: اور اس ضمیر میں جو اسم موصول کے علاوہ کی مستحق ہو۔

مختصر تشریح

جو ضمیر الذی کی طرف لوٹتی ہے اس کے بارے میں بھی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جا سکتی جیسے کسی نے کہا زید ضربته یہ ضمیر زید کی طرف لوٹتی ہے اب اگر اس ضمیر کے میں الذی کے ذریعہ خبر دی جائے گی تو یہ بات ممکن نہیں کیونکہ جوابی جملہ ضمیر الذی کی طرف لوٹے گی حالانکہ وہ زید کی ضمیر ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان سات مواقع میں سے چھٹے موقعہ کو بیان کرنا ہے جس میں الذی سے خبر دینا متعذر رہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ الذی کے ذریعہ ایسی ضمیر کی خبر دینا جو ضمیر الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہو (مرجع الذی نہ ہو) تو الذی کے ذریعہ اس ضمیر کی خبر دینا درست نہیں ہے۔

سوال: کیوں درست نہیں ہے؟

جواب: درست اس لئے نہیں ہے کہ ضمیر یا تو الذی کی طرف لوٹے گی یا زید کی طرف، اگر الذی کی طرف لوٹے گی تو زید مبتدا کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا حالانکہ قاعدہ ہے کہ جب مبتدا کی خبر جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہے اور اگر ضمیر زید کی طرف لوٹائیں تو اسم موصول کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا۔

جیسے زید ضربته میں ہ ضمیر کی خبر دینا (ہ) کا مرجع زید ہے اگر اس ضمیر کی خبر الذی کے ذریعہ دی جائے تو کہا جائے گا الذی زید ضربته ھو، اب ضمیر کا مرجع الذی ہوگا یا زید اگر الذی ہے تو خبر کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا اور اگر زید مرجع ہے تو الذی اسم موصول کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا۔

(۷) وَالْاِسْمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَيْهِ

ترجمہ: اور اس اسم میں جو ضمیر مستحق پر مشتمل ہو۔

مختصر تشریح

جملہ کا وہ جزء جو اسم ہو اور کسی ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے تو بھی اس جزء کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جا سکتی جیسے ضربت غلامه اس میں غلامه جملہ کا جزء ہے اور اس میں جو ضمیر ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے پس اس جزء کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جا سکتی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان سات مواقع میں سے آخری موقعہ کو بیان کرنا ہے جس میں الذی سے خبر دینا متعذر ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ الذی کے ذریعہ اس اسم کی بھی خبر دینا صحیح نہیں جس اسم کے ساتھ ضمیر لگی ہو اور وہ ضمیر الذی کے ساتھ غیر کا احتمال رکھتی ہو۔

سوال: کیوں درست نہیں؟

جواب: درست اس لئے نہیں کہ اگر مخبر عنہ میں آنے والی ضمیر الذی کی طرف لوٹائیں تو غیر کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا اور اگر غیر مرجع ہو تو الذی کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا۔ جیسے زید ضربته غلامه میں غلام اسم ہے الذی کے ذریعہ خبر دی جائے تو عبارت الذی زید ضربته غلامه ہوگی، اب ضربته میں ہ ضمیر جیسے الذی کا احتمال رکھتی ہے توالذی کا بھی احتمال رکھتی ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی طرف لوٹائیں گے تو دوسرے کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا۔

(٣) وَمَا الْاِسْمِيَّةُ مَوْصُوْلَةٌ، وَاِسْتِفْهَامِيَّةٌ، وَشَرْطِيَّةٌ، وَمَوْصُوْفَةٌ، وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى شَيْءٍ، وَصِفَةٌ

ترجمہ: اور ما اسمیہ، موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، موصوفہ، تامہ بمعنی شیء اور صفت ہوتا ہے

مختصر تشریح

اسمائے موصولہ کے باقی احکام: ما کی دو قسمیں ہیں: (۱) ما حرفیہ (۲) ما اسمیہ۔

ما حرفیہ: کافہ یا نافیہ یا مصدریہ ہوتا ہے۔ اور ما اسمیہ چند معانی کے لئے آتا ہے۔

(۱) ما موصولہ بمعنی الذی جیسے عرفتُ ما اشتریتَه (آپ نے جو خریدا اس کو میں نے جانا)۔

(۲) استفہامیہ۔ جیسے ماعندک؟ آپ کے پاس کیا ہے؟۔

(۳) شرطیہ۔ جیسے ماتصنع اصنع: تم جو کروگے میں کروں گا۔

(۴) موصوفہ: (صفت لایا ہوا) اور اس کی صفت مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی جیسے مررت بما مُعْجِبَ لک میں ایسی چیز کے پاس سے گزرا جس پر آپ کو حیرت ہوگی اور ربما تکرہ النفوس کذا کبھی لوگ اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔

(۵) تامہ: بمعنی شئی جیسے (فنعماھی) ای فنعما شیأاھی پس وہ چیز کیسی اچھی ہے۔

(۶) ما صفت واقع ہوتا ہے جیسے اضربہ ضربا ما ای ضربا ای ضرب کان مار خواہ کوئی سا مارنا ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے موصولہ کے باقی احکام کو بیان کرنا ہے۔ چنانچہ ما کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمیہ (۲) حرفیہ

سوال: ما اسمیہ کتنے معانی کے لئے آتا ہے؟

جواب: ما اسمیہ چند معانی کے لئے آتا ہے: (۱) ما موصولہ: جو عامۃ غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے جیسے اعجبنی ماصنعتہ (جس کو تو نے کیا اس چیز نے مجھ کو تعجب میں ڈال دیا)۔ اور کبھی ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے والسماء ومابناھا (قسم آسمان کی اور اس چیز کی جس نے اس کو بنایا) ما موصولہ ہے جو ذوی العقول یعنی اللہ تعالی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۲) ما کبھی شرطیہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا میں ما شرطیہ۔

(۳) ما کبھی استفہامیہ ہوتا ہے جیسے وماتلک بیمینک یموسی (آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسی)۔

(۴) کبھی ما موصوفہ ہوتا ہے جو شی کے معنی میں ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) ایک یہ کہ ما موصوفہ مفرد کی شکل میں ہو جیسے مررت بمامعجب لک (میں گذرا ایسی چیز سے جو تجھ کو تعجب میں ڈالنے والی ہے) پس یہ مررت بشیء معجب لک کے معنی میں ہے۔

(ب) ما موصوفہ جملہ کی شکل میں ہو جیسے ربما تکرہ النفوس من الامر لہ فرجہ کحل العقال (بہت سی مرتبہ نفوس کسی بات سے ناگواری پاتے ہیں کہ جس کے لئے کشادگی ہوتی ہے رسی کے مانند کھل جانے کے) اس مثال میں ما کی صفت جملہ تکرہ النفوس ہے جو شئی تکرہ النفوس من الامر لہ فرجہ کحل العقال کے معنی میں ہے۔

(۵) امام سیبویہ کے نزدیک ما کبھی تامہ جو الشئی معرفہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد فنعما ھی اصل میں فنعم الشئی ھی تھا اس جگہ ما تامہ ہے، الشئی کے معنی میں۔

البتہ ابو علی نحوی کے نزدیک ما تامہ شئی نکرہ کے معنی میں ہے، اس لئے ان کے نزدیک فنعما ھی اصل میں نعم شی ھی ہوگا۔

(٦) اور ما کبھی صفت کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے اضرب ضربا مّا میں ما صفت کے لئے ہے۔

(۴)وَمَنْ كَذٰلِكَ اِلاَّ فِي التَّامَّةِ.وَالصِّفَةِ

ترجمہ: اور من بھی اسی طرح ہوتا ہے، سوائے تامہ اور صفت کے۔

مختصر تشریح

من بھی مذکورہ معانی کے لئے آتا ہے، مگر وہ تامہ اور صفت نہیں ہوتا البتہ (۱) من موصولہ جیسے اکرمت من جاءک ای الذی جاءک۔ (۲) من استفہامیہ جیسے من عندک؟ (۳) من شرطیہ جیسے من تضرب اِضرب۔ (۴) من موصوفہ جس کی صفت مفرد ہو جیسے:

کفی بنا فضلا علی من غیرنا حب النبی محمدٍ ایانا۔

علی مَنْ غیرنا: ای علی شخصٍ غیرنا۔

(۵) من موصوفہ جس کی صفت جملہ ہو جیسے من جاءک قد اکرمتہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ من چار معانی کے لئے آتا ہے:

(۱) من موصولہ ہوتا ہے جیسے اکرمت من جاءک ای الذی جاءک میں من موصولہ ہے اور جاءک اس کا صلہ ہے۔ (۲) من استفہامیہ ہوتا ہے جیسے من غلامک اور من ضربت (۳) من شرطیہ بھی ہوتا ہے جیسے من تضرب اضرب۔ (۴) من موصوفہ ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں (الف) جس کی صفت مفرد ہو جیسے

كفى بنا فضلا على من غيرنا　　　　حب النبي محمد ايانا۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم کو محبوب جاننا بہت کافی دلیل ہے کہ ہم سب سے افضل ہیں۔)

اس مثال میں على من غيرنا ای على شخص غيرنا کے معنی میں ہے جس کی صفت مفرد ہے۔

(ب) اور من موصوفہ کی صفت جملہ بھی ہو جیسے من جاءک اکرمتک کہ من کی صفت جاءک جملہ ہے۔

سوال: من اور ما مبنی کیوں ہیں؟

جواب: من اور ما اگر موصولہ ہیں تو مبنی اس لئے ہیں کہ حرف کے مشابہ ہے کہ جس طرح حرف ضم ضمیمہ کا محتاج ہوتا ہے یہ دونوں بھی صلہ کے محتاج ہوتے ہیں اور اگر من اور ما استفہامیہ یا شرطیہ ہو تو مبنی اس لئے ہے کہ وہ حرف استفہام اور حرف شرط کے معنی کو متضمن ہیں اور ما تامہ اور صفت کا مبنی ہونا لفظاً موصولہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے۔

فائدہ: ما حرفیہ

(۱) کبھی ما کافّہ ہوتا ہے جیسے ربما یود میں ما کافہ ہے۔

(۲) کبھی ما نافیہ ہوتا ہے جیسے وما اللہ بغافل میں ما نافیہ ہے۔

(۳) کبھی ما مصدریہ ہوتا ہے جیسے فبما رحمت میں ما ہے۔



(۵) وَاَیٌّ، وَاَیَّةٌ، کَمَنْ

ترجمہ: اور ای و ایۃ، من کی طرح ہیں۔

مختصر تشریح

ای اور ایۃ من کی طرح ہے، وہ موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ اور موصوفہ ہوتے ہیں اور تامہ اور صفت نہیں ہوتے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ای اور ایۃ موصولہ، موصوفہ، استفہامیہ اور شرطیہ ہونے میں من کی طرح ہیں، البتہ جس طرح من تامہ اور صفت نہیں ہوتا اسی طرح ای اور ایۃ بھی تامہ اور صفت نہیں ہوتے۔

(۱) ای موصولہ کی مثال جیسے ایھم اشد علی الرحمن عتیا۔

(۲) ای موصوفہ کی مثال یاایھا الرجل۔

(۳) ای استفہامیہ کی مثال جیسے ایھم اخوک۔

(۴) ای شرطیہ کی مثال جیسے ایاماتدعوا فلہ الاسماء الحسنی۔

نوٹ: ایۃ کی مثالیں بعینہ ای جیسی ہیں بس ای کو ہٹا کر ایۃ کو رکھنا ہے۔

قاعدہ

وَهِيَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا

ترجمہ: اور یہ تنہا معرب ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح

تمام اسمائے موصولہ مبنی ہیں صرف ای اور ایۃ معرب ہیں۔

12

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اسمائے موصولہ میں فقط (ای اور ایة) معرب ہوتے ہیں۔

سوال: مبنی کے سبب کے باوجود اس کو معرب کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب: مبنی پڑھنے کا سبب تو پایا جاتا ہے لیکن معرب پڑھنے کا سبب قوی ہے۔

سوال: مبنی پڑھنے کے سبب کے باوجود معرب پڑھنے کا سبب قوی کیوں؟

جواب: ای اور ایة کی اضافت مفرد کی طرف لازم اور ضروری ہے اور اضافت الی المفرد، اسم متمکن کے خواص میں سے ہے اس لئے معرب کی جہت مضبوط ہوگئی اور مبنی کی جہت معدوم ہوگئی اور ما اور من وغیرہ میں معرب کی جہت مضبوط نہیں ان میں اضافت الی المفرد نہیں ہے۔ نیز (ما۔من) حروف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی پڑھے جاتے ہیں۔

سوال: مصنفؒ کا قول ای اور ایة مَن کی طرح ہیں صحیح نہیں ہے کیونکہ من ہمیشہ مبنی ہوتا ہے جبکہ ای اور ایة کبھی معرب بھی ہوتے ہیں؟

جواب: مذکورہ چار امور کے ثابت ہونے اور دو کے منفی ہونے میں تشبیہ مقصود ہے، معرب و مبنی ہونے میں تشبیہ مقصود نہیں ہے۔

سوال: مصنفؒ کا قول ای اور ایة مَن کی طرح ہیں، صحیح نہیں؛ کیونکہ من کبھی صفت نہیں ہوتا جبکہ ای اور ایة کبھی صفت بھی ہوتے ہیں جیسے مررت برجل ای رجل و مررت بامراۃ ایة امراۃ۔

جواب: ای اور ایة اصل وضع میں کبھی صفت نہیں ہوتے البتہ استفہامیہ سے صفت کی طرف یہ دونوں اسم منقول ہوگئے ہیں۔

اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا

ترجمہ: مگراس وقت جبکہ ان کا صدر صلہ حذف کر دیا جائے۔

مختصر تشریح

مگر جب ان کے صلہ کا شروع حصہ حذف کیا جائے اور یہ مضاف ہوں تو یہ بھی مبنی ہوتے ہیں جیسے ایھم اشد علی الرحمن عتیا۔ایھم ھو اشد یہ رفع پر مبنی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ای اور ایۃ مطلقاً معرب نہیں بلکہ مخصوص صورت میں معرب ہیں۔

سوال: وہ مخصوص صورت کیا ہے؟

جواب: اس کو سمجھنے سے پہلے ای اور ایۃ کی صلہ کے اعتبار سے چار صورتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) ای اور ایۃ مضاف نہ ہو اور صدر صلہ مذکور ہو جیسے رآنی ایّ ھو مجاھد (مجھ کو کسی نے بتلایا کہ وہ مجاہد ہے) اس میں ای مضاف نہیں لیکن صدر صلہ مذکور ہے۔

(۲) ای اور ایۃ مضاف نہ ہو اور صدر صلہ محذوف ہو جیسے رانی ای مجاھد اس میں ھو صدر صلہ محذوف ہے۔

(۳) ای اور ایۃ مضاف ہو اور صدر صلہ بھی مذکور ہو جیسے رانی ایھم ھو مجاھد۔

(۴) مضاف اور صدر صلہ محذوف ہو جیسے ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا اصل میں ایھم ھو اشد علی الرحمن عتیا تھا۔

ان چاروں میں سے شروع کی تین صورتوں میں ای اور ایۃ معرب ہیں اور آخری صورت میں ای اور ایۃ مبنی ہیں۔

سوال: چوتھی صورت میں ای اور ایۃ مبنی کیوں ہیں؟

جواب: چوتھی صورت میں ای اور ایۃ مبنی اس وجہ سے ہیں کہ اس چوتھی صورت میں ای اور ایۃ کی حرف کے ساتھ مشابہت محذوف کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے مؤکد ہو گئی ہے پس حرف کی طرح یہ بھی مبنی قرار دیے گئے۔

فائدہ: جو مثالیں ای کی ہیں وہ ساری ایۃ کی ہو سکتی ہیں پس اسی پر قیاس کر کے ایۃ کی مثالیں بنائی جائیں۔

فائدہ

وَفِيْ "مَاذَا صَنَعْتَ؟" وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا مَا الَّذِيْ؟ وَجَوَابُهُ رَفْعٌ، وَالْآخَرُ اَيُّ شَيْءٍ؟ وَجَوَابُهُ نَصْبٌ

ترجمہ: اور ماذا صنعت میں دو صورتیں (جائز) ہیں، ان میں سے ایک ما الذی ہے اور اس کا جواب مرفوع ہوگا اور دوسری صورت ای شیء ہے، اور اس کا جواب منصوب ہوگا۔

مختصر تشریح

فائدہ: ماذا صنعت؟ میں دو احتمال ہیں: (۱) ما استفہامیہ ہو اور ذا بمعنی الذی ہو، پس ما مبتدا ہو اور اس کا مابعد خبر یا اس کے برعکس ہوگا پس اس کا جواب مرفوع ہوگا چنانچہ ماذا صنعت؟ کا جواب ہوگا خیر ای الذی صنعتہ خیر۔

(۲) ما استفہامیہ بمعنی ای شئی اور ذا زائدہ ہو، تو اس کا جواب خیراً منصوب ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ماذا صنعت؟ میں ترکیب کے اعتبار سے دو احتمال ہیں۔

سوال: ترکیب کا پہلا احتمال کیا ہے؟

جواب: ترکیب کا پہلا احتمال یہ ہے: (۱) ما کے بعد جو ذا ہے وہ الذی کے معنی میں ہو ماذا صنعت ای ما الذی صنعت ۔اس صورت میں ترکیب ہوگی ما مبتدا اور ذا موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر واقع ہوگا اور ضمیر محذوف ہوگی تقدیری عبارت ما الذی صنعته ہوگی اور اس کا جواب مرفوع ہوگا۔

سوال: اس کا جواب مرفوع کیوں؟

جواب: اس کا جواب مرفوع اس لئے ہوتا ہے تا کہ جواب، سوال کے جملہ اسمیہ ہونے میں مطابق ہوجائے جیسے ماذا صنعت؟ کا جواب ہوگا خیر ای الذی صنعته خیرٌ۔

سوال: ترکیب کا دوسرا احتمال کیا ہے؟

جواب: ترکیب کا دوسرا احتمال یہ ہے: (۲) ماذا صنعت ای شیٔ صنعت کے معنی میں ہو، اس صورت میں جملہ فعلیہ ہوگا اور ای شی مفعول بہ کی جگہ پر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا پس اس کا جواب بھی منصوب ہوگا۔

سوال: اس کا جواب منصوب کیوں؟

جواب: فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی بنیاد پر؛ تا کہ جواب جملہ فعلیہ ہونے میں سوال کے مطابق ہوجائے اس لئے کہ سوال جملہ فعلیہ ہے۔

اسمائے افعال کا بیان

اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ مَا كَانَ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَوِ الْمَاضِيْ نَحْوُ "رُوَيْدَ زَيْدًا" اَيْ اَمْهِلْهُ وَ "هَيْهَاتَ ذٰلِكَ" اَيْ بَعُدَ

ترجمہ: وہ اسماء ہیں جو امر حاضر یا فعل ماضی کے معنی میں ہوں جیسے روید زیدا، یہ امھله کے معنی میں ہے (زید کو چھوڑ) اور هیهات ذلک، یہ بَعُدَ کے معنی میں ہے (وہ دور ہوا)۔

مختصر تشریح

چوتھا اسم مبنی اسمائے افعال ہیں: وہ اسماء جو فعل کے معنی دے۔ یہ اسماء دو طرح کے ہوتے ہیں: (۱) وہ جو امر حاضر کے معنی دیتے ہیں جیسے رویدزیداً زید کو چھوڑ (مہلت دے)۔ (۲) وہ جو فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں جیسے ھیھات ذلک یہ دور کی کوڑی ہے، اور چونکہ امر حاضر اور فعل ماضی مبنی ہیں اس لئے ان کے معنی دینے والے یہ اسماء بھی مبنی ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مشابہ مبنیات میں سے اسمائے افعال کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اسمائے افعال مبنیات میں سے کیوں ہے؟

جواب: اسمائے افعال مبنی اس وجہ سے ہیں کہ بعض اسمائے افعال کی بناوٹ فعل ماضی جیسی ہے جیسے قدْ جو یکفی کے معنی میں ہے اور باقی اسمائے افعال کو اسی پر محمول کر لیا گیا ہے (۲) بعض اسم فعل امر یا ماضی کے معنی میں ہیں گویا ان کو امر اور ماضی کے ساتھ مشابہت حاصل ہے پس وہ امر یا ماضی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی کہلاتے ہیں۔

سوال: ماضی کا تعلق زمانہ گذشتہ سے ہے اور امر کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے تو ماضی کو مقدم کرنا چاہئے تھا؟

جواب: مصنف نے امر کو مقدم کیا اس بات کو بتلانے کے لئے کہ اکثر اسمائے افعال امر کے معنی میں ہوتے ہیں اور عزت اسی کے لئے ہوتی ہے جو کثیر ہوں۔

سوال: اسمائے افعال کو اسم میں کیوں شمار کیا گیا جبکہ ان کے معانی افعال کے معانی ہیں؟

جواب: اسمائے افعال کو دو وجہ سے اسم میں داخل کیا گیا: (۱) ان کے صیغے افعال کے صیغوں سے مختلف ہیں۔ (۲) افعال کی طرح ان کی گردانیں نہیں ہوتیں۔

سوال: اسم فعل کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسم فعل ایسے اسم کو کہتے ہیں جو امر حاضر معروف کے معنی میں ہو جیسے رويد زيداً۔ امهله امر کے معنی میں (تو اسے مہلت دے)۔ یا ماضی کے معنی میں ہو جیسے هيهات، بعد ماضی کے معنی میں ہے (وہ دور ہوا)۔

سوال: اسم فعل کی تعریف اپنے افراد کے لئے جامع نہیں ہے اس لئے کہ اسم فعل کی جو تعریف بیان کی ہے، اس سے اف بمعنی أَتَضَجَّرُ اور اوہ بمعنی أَتَوَجَّعُ نکل گئے اس لئے کہ یہ دونوں مضارع کے معنی میں ہیں امر حاضر معروف اور ماضی کے معنی میں نہیں؛ حالانکہ نحوی حضرات ان کو اسمائے افعال میں سے شمار کرتے ہیں؟

جواب: اُفٍّ اصل میں تضجرت اور اوہ اصل میں توجعت فعل ماضی کے معنی میں ہیں، تعبیر مضارع حالی سے کی گئی اس لئے ان دونوں کے معنی انشاء ہے اور حال انشاء کے مناسب ہوتا ہے پس تعریف جامع ہے۔

مذکورہ اسمائے افعال جو امر حاضر اور فعل ماضی کے معنیٰ دیتے ہیں، سماعی ہیں۔ ان کے علاوہ اسم فعل کا وزن فعال بھی ہے جو قیاسی ہے۔

فائدہ: چند اسمائے افعال امر کے معنیٰ میں ہیں جیسے: (۱) دونک، خذ کے معنی میں ہے جیسے دونک اللبن (دودھ لے)۔ (۲) عليك، الزم کے معنی میں ہے جیسے عليك الرفق (نرمی لازم پکڑ)۔ (۳) حيهل: ائت کے معنی میں ہے جیسے حيهل الصلوة ای ائت الصلوة (نماز کے لئے آؤ)۔ (۴) هاء، خذ کے معنی میں ہے جیسے هاء زيدا (زید کو پکڑ)۔

نوٹ: هاء کے ہمزہ میں تین لغات ہیں: (۱) هاء: ہمزہ کے سکون کے ساتھ۔ (۲) هاءِ: ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ۔ (۳) هاءَ: ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ۔ یہ تینوں روید کی طرح اسم کو نصب دیتے ہیں۔ (۵) هلم (آ) (۶) مه (رک) (۷) صهٍ (چپ) (۸) آمين استجب کے معنی میں۔ ان میں فاعل کی ضمیر انت مستتر ہے۔

فائدہ: چند اسمائے افعال فعل ماضی کے معنی میں ہیں: (۱) شتان، افترق کے معنی

میں ہے جیسے شتان زیدو عمرو ای افترق زیدو عمرو (زیداور عمرو مختلف ہیں)۔

(۲) سرعان: سرع کے معنی میں ہے جیسے سرعان زیدای سرع زید (زید نے جلدی کی) یہ دونوں ھیہات کی طرح اسم کو رفع دیتے ہیں۔

فعالِ کے اوزان

(۱) وَفَعَالِ بِمَعْنَى الْأَمْرِ، مِنَ الثُّلَاثِيِّ قِيَاسٌ، كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ

ترجمہ: (۱) اور وہ فعال جو امر حاضر کے معنی میں ہو ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے جیسے نزال، انزل امر حاضر کے معنی میں ہے (تو، اُتر)۔

مختصر تشریح

مذکورہ اسمائے افعال جو امر حاضر اور فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں، سماعی ہیں، ان کے علاوہ اسم فعل کا ایک وزن فعال بھی ہے۔

چنانچہ ثلاثی مجرد سے اس وزن پر جو بھی لفظ بنایا جائے گا، اسم فعل ہوگا جیسے نزل سے نزال بمعنی اِنْزِلْ، ترک سے تَراکِ بمعنی اُتْرُکْ، منع سے مناعِ بمعنی اِمْنَعْ اور وہ امر کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوگا۔ رباعی سے اس وزن پر شاذ و نادر ہی الفاظ آتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد وزنِ فعال کے حکم کو بیان کرنا ہے اور وہ قیاسی ہے اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) ثلاثی مجرد سے اس وزن پر جو بھی لفظ آئے گا اسم فعل ہوگا جیسے نزل سے نزال بمعنیٰ اِنزِل ترک سے تَراکِ بمعنی اُتْرُکْ، منع سے مناعِ بمعنی اِمْنَعْ۔

سوال: یہ صورت مبنی ہے کہ معرب؟

جواب: یہ صورت مبنی ہے۔اس لئے کہ امر کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

(۲)وَفَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ وَصِفَةً، مِثْلُ يَافَسَاقِ مَبْنِيٌّ لِمُشَابَهَتِهِ لَهُ عَدْلًا وَزِنَةً

ترجمہ:(۲)اور جو فعال مصدر معرفہ کے معنی میں ہو؛ جیسے فجار، یا صفت کے معنی میں ہو، جیسے یا فساق، وہ مبنی ہے؛ اس کے فعال بمعنی امر حاضر کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے عدل اور وزن کے اعتبار سے۔

مختصر تشریح

(۲)فعال وزن پر آنے والا جو لفظ مصدر معرفہ سے یا صفت مؤنث سے معدول ہو وہ بھی مبنی ہوتا ہے جیسے فجار، الفجور سے معدول ہے جس کے معنی ہیں (گناہ، جرم اور بدکاری کرنا) وہ بھی مبنی ہوتا ہے ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہت رکھتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعال کی تین صورتوں میں سے دوسری صورت کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: فعالِ کے وزن پر آنے والا جو لفظ مصدر معرفہ سے یا صفتِ مؤنث سے معدول ہو جیسے فجارِ، الفجور (بدکاری کرنا) سے معدول ہے اور فساقِ، الفاسقة (گنہگار عورت) سے معدول ہے۔

سوال: یہ صورت مبنی ہے کہ معرب؟

جواب: یہ صورت مبنی ہے۔اس لئے کہ یہ دونوں فعالِ بمعنیٰ امر کے ساتھ عدل

اوروزن فعل میں مشابہت رکھتے ہیں۔

سوال: وزن میں مشابہت کس اعتبار سے؟

جواب: وزن میں مشابہت ہونا ظاہر ہے، فجار اور فساق فعال بمعنیٰ امر، وزن میں برابر ہے۔

سوال: عدل میں مشابہت کس اعتبار سے؟

جواب: عدل میں مشابہت اس اعتبار سے ہے کہ جس طرح فعال بمعنیٰ افعل مبالغہ کے لئے امر فعلی سے معدول ہوتا ہے اسی طرح فعال مصدر یہ، مصدر معرفہ سے معدول ہے اور فعال صفت اپنے فاعل سے معدول ہے۔

(۳) وَفَعَالِ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ مُؤَنَّثًا، كَقَطَامِ، وَغَلَابِ مَبْنِيٌّ فِي الْحِجَازِ وَمُعْرَبٌ فِي تَمِيمٍ اِلَّا مَا كَانَ فِي آخِرِهٖ رَاءٌ نَحْوُ حَضَارِ

ترجمہ: اور جو فعال مؤنث ذاتوں کا علم ہو جیسے قطام اور غلاب (دوعورتوں کے نام) وہ مبنی ہے اہل حجاز کی لغت میں، اور معرب ہے قبیلہ بنوتمیم کی لغت میں سوائے اس کے جس کے آخر میں راء ہو جیسے حضار (ایک ستارہ کا علم)۔

مختصر تشریح

فعال کے وزن پر آنے والے جو الفاظ مؤنث کے نام ہیں جیسے قطامِ (ایک عورت کا نام) اور غلابِ (یہ بھی ایک عورت کا نام ہے) یہ الفاظ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہیں فعال بمعنیٰ امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہ ہیں اور بنوتمیم کے نزدیک معرب ہیں لیکن اگر ان کے آخر میں راء ہو جیسے حضار (ایک ستارے کا نام) تو وہ بنوتمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعال کی تین صورتوں میں سے آخری صورت کو بیان کرنا ہے اور وہ یہ ہے: **فعالِ** کے وزن پر آنے والے جو الفاظ مؤنث کے نام ہیں جیسے **قطام** (ایک عورت کا نام ہے) یہ الفاظ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہیں، البتہ بنوتمیم کے نزدیک معرب ہے۔

سوال: اہل حجاز کے نزدیک مبنی کیوں؟

جواب: مبنی کی وجہ یہ دونوں فعالِ بمعنیٰ امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہت رکھتے ہیں۔

سوال: بنوتمیم کے نزدیک معرب کیوں؟

جواب: بنوتمیم کے نزدیک معرب اس لئے ہے کہ مبنی ہونے کی علت نہیں پائی جاتی بلکہ معرب ہونے کی علت پائی جاتی ہے اس لئے کہ اس کا علم مؤنث اور معدول ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور غیر منصرف کا تعلق معرب سے ہے تو وہ بھی معرب ہوگا۔

سوال: بنوتمیم کے نزدیک مطلقاً معرب ہے؟

جواب: بنوتمیم کے نزدیک مطلقاً معرب نہیں؛ بلکہ معرب اس وقت ہے جبکہ آخر میں راء نہ ہو اگر آخر میں راء ہوگی تو وہ مبنی ہوگا کیونکہ راء میں صفت تکریر ہوتی ہے، اب اگر اس کو معرب پڑھیں گے تو مختلف اعراب کی وجہ سے اثقل ہو جائے گا۔ البتہ بعض بنوتمیم مطلقاً معرب مانتے ہیں۔

سوال: قیاسی کا مطلب کیا ہے؟

جواب: قیاسی کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کلمہ جو فعالِ کے وزن پر آئے اور وہ ثلاثی مجرد سے ہو اور امر کے معنی کے اعتبار سے مشتق ماننا صحیح ہو وہ اسم فعل ہوگا اور مبنی ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فعال ثلاثی سے نکلا ہو؛ لیکن امر کے معنی میں نہ ہو تو اسمائے افعال نہیں ہوگا۔

امام سیبویہ کے نزدیک یہ صورت اکثری ہے لازماً نہیں ہوتا کیونکہ **قعاد** اور **قوام** فعال ثلاثی ہے پھر بھی وہ قم اور افعل کے معنی میں نہیں پس معلوم ہوا کہ فعال ثلاثی کا بھی امر ہونا سیبویہ کے نزدیک اکثری ہے واجبی نہیں ہے اور غیر ثلاثی قیاسی نہیں ہوتا البتہ سماعی ہوتا

ہے جیسے قرقاء اور غرغاء۔

امام سیبویہ کے نزدیک مطلقاً سماعی ہے چاہے ثلاثی ہو یا مزید فیہ۔

امام اخفش کے نزدیک مطلقاً قیاسی ہوتا ہے چاہے ثلاثی ہو یا مزید فیہ۔

نوٹ: اسمائے افعال فعل مضارع کے معنی میں بھی آتے ہیں، جیسے قد، قط یکفی فعل مضارع کے معنی میں ہیں، لیکن ان کا فعل مضارع کے معنی میں ہونا قلیل الاستعمال ہے۔ اس لئے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

اسمائے اصوات کا بیان

اَسْمَاءُ الْاَصْوَاتِ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ، اَوْ صُوِّتَ بِهٖ الْبَهَائِمُ، فَالْاَوَّلُ كَغَاقٍ، وَالثَّانِيْ كَنَخٍّ۔

ترجمہ: اسمائے اصوات: ہر ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ (کسی چیز کی) آواز نقل کی جائے یا اس کے ذریعہ چوپایوں کو آواز دی جائے؛ اول کی مثال؛ جیسے غاق (کوے کی آواز) ثانی کی مثال جیسے نخ (اونٹ کو بٹھانے کے لئے)۔

مختصر تشریح

پانچواں مبنی اسم صوت ہے۔ اور وہ ایسا اسم ہے جس کے ذریعہ کسی جانور کی یا کسی بے جان چیز کی آواز کی نقل اتاری جائے یا اس کے ذریعہ کسی جانور کو بلایا جائے جیسے غاقِ غاقِ کوے کی آواز کی نقل اُح اُح کھانسنے کی آواز نخِ نخِ اونٹ کو بٹھانے کے لئے بولتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مبنیات میں سے اسمائے اصوات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اسمائے اصوات مبنی کیوں ہے؟

جواب: (۱) اسمائے اصوات مبنی اس لئے ہیں کہ وہ ترکیب میں نہیں ہوتے، ترکیب سے خالی ہوتے ہیں جب کوئی کلمہ ترکیب میں نہ ہوتو وہ مبنی ہوتا ہے۔ (۲) اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ اس کا افتقاری ہونا ہے۔

سوال: افتقاری کا کیا مطلب؟

جواب: افتقاری: کوئی اسم اپنا معنی دینے میں حرف کی طرح کسی دوسری چیز کا محتاج ہو جیسے حروف اپنے معنی دینے میں اسم یا فعل کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح اسمائے کنایات قصہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

سوال: اسمائے اصوات کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسمائے اصوات ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جس سے آواز کی نقل کی جائے یا جانور کو آواز دی جائے چاہے ہانکنے کے لئے ہو یا بٹھانے کے لئے یا کسی غرض سے نیز اسی طرح وہ لفظ بھی اصوات میں شامل ہے جو آدمی کی ابتدائی آواز ہوتی ہے اور کسی خاص کیفیت کے طاری ہونے کے وقت اس کی زبان سے نکلتا ہے۔

اول کی مثال: غاق: جو کوے کی آواز نقل کے وقت بولا جاتا ہے۔ دوسرے کی مثال: نخ نخ جو اونٹ بٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

فائدہ: اسی طرح اُح اُح (کھانسی کی آواز) اُف اُف (درد کی آواز) بخ بخ (خوشی کے لئے) اور ھجاھج (کتے کو ڈانٹنے کے لئے)۔ شرمندہ آدمی شرمندگی کے لاحق ہونے کے وقت وای کہتا ہے یہ بھی اسمائے اصوات میں سے ہیں۔

نوٹ: اسمائے اصوات جس وقت مفرد استعمال ہوتے ہیں اور کسی کے ساتھ مرکب نہ ہوتو اس وقت ان کے لئے محل اعراب نہیں ہوتا ہے فاعل، مفعول، مبتدا اور خبر وغیرہ نہیں ہوتے جیسے بخ، نخ وغیرہ۔ اور اگر مرکب استعمال ہوتو اس وقت معرب ہوتے ہیں۔

مرکبات کا بیان

اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ

ترجمہ: مرکبات ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے بنا ہو اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو۔

مختصر تشریح

چھٹا مبنی مرکب لفظ ہے۔ اسم مرکب: ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے بنا ہو اور ان کے درمیان کوئی نسبت (اسنادی، اضافی اور توصیفی) نہ ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مبنیات میں سے مرکبات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مرکبات مبنی کیوں؟

جواب: مرکبات مبنی اس وجہ سے ہے کہ یہ حرف کو متضمن ہوتے ہیں۔

سوال: مرکب سے کیا مراد ہے؟

جواب: مرکب سے مرکب مبنی مراد ہے جس کی بنا کا سبب ترکیب ہو۔

سوال: اسم مرکب کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسم مرکب ہر ایسا اسم جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہوں جن کے درمیان کوئی نسبت (اسنادی، اضافی، توصیفی) نہ ہو۔

سوال: کلمتین عام ہے یا خاص؟

جواب: کلمتین عام ہے۔ دو کلمے حقیقۃً ہو جیسے بعلبک۔ دو کلمے حکماً ہو جیسے سیبویہ پہلا کلمہ سیب ہے اور دوسرا ویہ ہے اور وہ صوت ہے اس لئے اس کو حکماً کلمہ مانا جائے

گا۔ دونوں کلمے اسم ہوں یا ایک اسم اور ایک فعل ہو۔ یا ایک اسم اور ایک حرف ہو۔ یا دونوں فعل ہوں یا ایک فعل اور ایک حرف ہوں۔ یا دونوں حرف ہوں۔

فوائد قیود: کل اسم بمنزلہ جنس ہے کلمتین فصل اول ہے اس سے اسمائے مفردہ خارج ہو گئے۔ لیس بینھما نسبة سے تأبط شراً جیسی مثالوں کو خارج کرنا مقصود ہے اس لئے کہ اس کے اجزا کے مبنی ہونے کا سبب ترکیب نہیں ہے۔ نیز غلام زید جیسی مثالوں کو خارج کرنا ہے اس لئے کہ یہ معرب ہے اور گفتگو مبنی سے متعلق ہو رہی ہے۔

قاعدہ

فَإِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا بُنِيَا كَخَمْسَةَ عَشَرَ، وَحَادِيْ عَشَرَ وَاَخَوَاتِهَا ـ اِلَّا اِثْنٰى عَشَرَ ـ

ترجمہ: پس اگر (اس کا) دوسرا جز کسی حرف کو متضمن ہو تو (اس کے) دونوں جز مبنی ہوں گے؛ جیسے خمسة عشر، حادی عشر اور ان کے نظائر۔ سوائے اثنا عشر کے۔

مختصر تشریح

اگر مرکب کا جزء ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں جز مبنی ہوں گے۔ جزء اول اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ دوسرے جز کا محتاج ہے پس احتیاج میں وہ حرف کے مشابہ ہو گیا۔ اور دوسرا جز اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ حرف کو جو مبنی الاصل ہے متضمن ہے جیسے حادی عشر سے تسعة عشر تک کے اعداد واو کو متضمن ہیں۔ سوائے اثنا عشر (اثنتا عشر) کے، کیونکہ اس کا صرف جزء ثانی مبنی ہے۔ پہلا جز معرب ہے، اس لئے کہ نون ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مضاف کے مشابہ ہو گیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر مرکب کا جزء ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں جز مبنی ہوں گے جیسے **خمسة عشر** اور **حادی عشر** وغیرہ۔ اور **اثنا عشر (اثنتا عشر)** کے دونوں جز مبنی نہیں ہوتے بلکہ اس کا جزء اول معرب ہوتا ہے۔

سوال: مرکب کا جزء اول مبنی کیوں؟

جواب: جزء اول مبنی اس لئے ہے کہ وہ دوسرے جزء کا محتاج ہوتا ہے پس احتیاج میں وہ حرف کے مشابہ ہو گیا۔

سوال: مرکب کا جزء ثانی مبنی کیوں؟

جواب: جزء ثانی مبنی اس لئے ہے کہ وہ حرف کو جو مبنی الاصل ہے متضمن ہے۔ جیسے **احد عشر** سے **تسعة عشر** تک کے اعداد واو کو متضمن ہیں

سوال: مصنفؒ نے اس قاعدہ کی دو مثالیں جیسے **خمسة عشر** اور **حادی عشر** کیوں بیان کی؟

جواب: مصنفؒ نے اس قاعدہ کی دو مثالیں اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ دونوں جزوں میں اول عدد ہو جو عشر کے ساتھ مرکب ہو جیسے **خمسة عشر** یا اول اسم فاعل کا صیغہ ہو جو عدد سے مرکب ہو جیسے **حادی عشر** دونوں صورتوں میں وہ مبنی ہے۔

فائدہ: (۱) **حادی عشر** میں صحیح ترین قول کے مطابق یا کا فتحہ ہے اس لئے کہ اعداد مرکبہ کا ابتدائی کلمہ مبنی علی الفتح ہوتا ہے اور تخفیفاً سکون کے ساتھ بھی پڑھنا درست ہے اور یہ حکم **ثانی عشر** کا بھی ہے۔ (۲) **واخواتھا** سے مراد **احد عشر** تا **تسعة عشر** اور **حادی عشر** تا **تاسع عشر** سوائے **اثنی عشر** کے سب مبنی ہیں۔

سوال: **اثنی عشر** کا جزء اول معرب کیوں؟

جواب: **اثنی عشر** کا جزء اول معرب اس لئے ہے کہ نون کے ساقط ہونے میں وہ مضاف کے مشابہ ہے، جس طرح تثنیہ کا نون اضافت کے وقت ساقط ہو جاتا ہے اسی

طرح اس کا بھی نون ترکیب کے وقت ساقط ہوجاتا ہے پس مشابہت کی وجہ سے اس کو اضافت کا ہی حکم دے دیا گیا البتہ جزء ثانی حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

وَإِلَّا أُعْرِبَ الثَّانِي، كَبَعْلَبَكَّ، وَبُنِيَ الْأَوَّلُ عَلَى الْأَصَحِّ

ترجمہ: ورنہ تو دوسرا جز معرب ہوگا؛ جیسے **بعلبک**، اور پہلا جز مبنی ہوگا اصح قول کے مطابق۔

مختصر تشریح

اور اگر جزء ثانی حرف کو متضمن نہ ہو تو وہ معرب (غیر منصرف) ہوگا اور جزء اول فصیح ترین قول کے مطابق مبنی ہوگا جیسے **بعلَبکّ**َ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر دو کلموں میں سے دوسرا جز حرف کو متضمن نہ ہو تو پھر جزء ثانی معرب ہوگا۔اس لئے کہ وہ حرف کو متضمن نہیں ہے جیسے بعلبک اس میں بک حرف کو متضمن نہیں ہے اس لئے معرب ہوگا۔

سوال: جزء اول کو کیا پڑھا جائے گا؟

جواب: جزء اول کے متعلق تین قول ہیں: (۱) جزء اول مبنی ہوگا۔ (۲) جزء اول معرب ہو اور جزء ثانی معرب لیکن غیر منصرف ہو۔ (۳) جزء اول معرب ہو اور جزء ثانی معرب لیکن منصرف ہو۔

سوال: جزء اول مبنی کیوں؟

جواب: جزء اول مبنی اس لئے ہے کہ اگر اس کو معرب پڑھا جائے تو وسط کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا۔

سوال: تینوں اقوال میں اصح قول اول کیوں ہے؟

جواب: قول اول اصح اس لئے ہے کہ جزءاول کو اگر معرب مانا جائے تو وسط کلمہ میں اعراب کا دخول لازم آئے گا۔

اسمائے کنایہ کا بیان

اَلْکِنَایَاتُ کَمْ وَ کَذَا لِلْعَدَدِ وَ کَیْتَ وَذَیْتَ لِلْحَدِیْثِ۔

ترجمہ: اسمائے کنایات۔ کم اور کذا عدد کے لئے اور کیت اور ذیت بات کے لئے

مختصر تشریح

ساتواں مبنی اسم کنایہ ہے۔ اور وہ اسم ایسا ہے جس سے کسی مبہم چیز کو تعبیر کیا جائے یہ چار لفظ ہیں: (۱) کم (کتنا) (۲) کذا (اتنا) (۳) کیت (ایسا) (۴) ذیت (ایسا)۔

اول دو مبہم عدد کے لئے ہیں اور آخری دو مبہم بات کے لئے ہیں جیسے کم درھما عندک؟۔ قبضت کذا درھماً، قال فلان کیت و کیت۔ ذیت و ذیت۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مبنیات میں سے کنایات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کنایات مبنی کیوں ہیں؟

جواب: کنایات مبنی اس لئے ہیں کہ بعض کلمات کنایہ حرف استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہیں اور جو اس کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اور بعض کلمات جملہ کے مشابہ ہیں اور جملہ مبنی کے درجہ میں ہے اور جو اس کے مشابہ ہو وہ مبنی ہوتا ہے۔

سوال: کنایہ کی لغوی تعریف کیا ہے؟

جواب: کنایات، کنایۃ کی جمع ہے لغوی معنی چھپانے کے آتے ہیں۔

سوال: کنایہ کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: (۱) کنایہ وہ اسم ہے جس سے کسی مبہم چیز کو تعبیر کیا جائے۔ (۲) کسی معین چیز کو ایسے لفظ سے بیان کیا جائے جو لفظ اس معین چیز پر دلالت کرنے میں صریح نہ ہو۔

سوال: کنایہ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: کنایہ کا مقصد کسی فائدے کے تحت، مخاطب اور سامع سے کسی بات کو مبہم رکھنا منظور ہو۔

سوال: کنایات میں لفظ فلاں بھی داخل ہے اس کے باوجود وہ معرب ہے؟

جواب: اس جگہ بعض کنایات مراد ہیں نہ کہ تمام کنایات۔

سوال: مصنف نے بعض الکنایات کا عنوان قائم کیوں نہیں کیا؟

جواب: نحاۃ کی اصطلاح یہ ہے کہ مبنیات کے بیان میں کنایات سے بعض مخصوص ومعین کنایات ہی مراد ہیں گویا یہ بات قرینہ بنتی ہے اس لئے بعض الکنایات سے عنوان قائم نہیں کیا۔

سوال: کنایہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: کنایہ سے مکنی عنہ مراد ہے اور مکنی عنہ کہتے ہے وہ لفظ جس سے کنایہ کیا جائے۔

سوال: کلمات کنایہ مبنیہ کون کونسے ہیں؟

جواب: کلمات کنایہ مبنیہ کم و کذا و کیت و ذیت ہیں۔

سوال: کم اور کذا کس میں استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: کم اور کذا دونوں مبہم عدد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: کم مبنی کیوں ہے؟

جواب: کم کا مبنی ہونا دو وجہوں سے ہیں: (۱) اس کی بناوٹ حرف کی بناوٹ کے

مانند ہے۔(۲) کم استفہامیہ حرف کے معنی کو متضمن ہے اور کم خبریہ، کم استفہامیہ پر محمول ہے۔

سوال: کذا مبنی کیوں ہے؟

جواب: کذا: کاف حرف تشبیہ اور اسم اشارہ ذا سے مرکب ہے دونوں کا مجموعہ کلمۂ واحدہ کے درجہ میں ہیں اور ک حرف ہے جو مبنی ہے اور ذا اسم اشارہ ہے جو مبنی ہے دونوں مبنی تو مجموعہ بھی مبنی ہوگا۔

سوال: کیت و ذیت کس کے لئے استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: کیت اور ذیت بات اور گفتگو کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: کیت و ذیت کس سے کنایہ ہیں؟

جواب: کیت و ذیت جملہ سے کنایہ ہوتے ہیں۔

سوال: کیت اور ذیت مبنی کیوں ہیں؟

جواب: کیت اور ذیت مبنی اس وجہ سے ہیں کہ یہ دونوں جملہ سے کنایہ کے لئے ہوتے ہیں گویا کیت اور ذیت جملہ کی جگہ پر واقع ہے اور جملہ من وجہٍ مبنی ہوتا ہے لہٰذا اس کی جگہ واقع ہونے والا بھی مبنی ہوگا۔

فائدہ: کنایات میں سے کَأَیِّن بھی ہے اور یہ بھی مبنی ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کاف تشبیہ اور لفظ ای سے مرکب ہوتا ہے پس مجموعہ کلمہ واحدہ ہوگیا جو کم خبریہ کے معنی میں ہے اور کم خبریہ کو کم استفہامیہ پر محمول کرتے ہوئے مبنی پڑھا جائے گا نیز دونوں حرف سے بھی مرکب ہیں اس لئے مبنی ہے۔

سوال: مصنفؒ نے کَأَیِّن کو کیوں نہیں بیان کیا؟

جواب: کَأَیِّن میں مبنی ہونا اس کے اخوات کے مبنی ہونے کی وجہ سے کمتر ہے، اور کمتر اس لئے ہے کہ ای ہر حال میں مبنی نہیں ہوتا بلکہ جب صلہ مذکور نہ ہو تو اس کو معرب پڑھا جاتا ہے۔

سوال: ایک لفظ بولا جاتا ہے مجاز کا اور ایک لفظ بولا جاتا ہے استعارہ کا اور ایک

لفظ بولا جاتا ہے کنایہ کا تینوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: تینوں میں فرق ہے (۱) استعارہ کے لغوی معنیٰ کسی شیٔ کو عاریت کے طور پر لینا اور اصطلاح میں لفظ کے معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو۔

(۲) مجاز مصدر میمی ہے فاعل کے معنی میں، کسی کا اپنی جگہ سے آگے بڑھ جانا اور اصطلاح میں اس لفظ کو جس کا استعمال معنی موضوع لہ میں نہ کیا جائے بلکہ غیر موضوع لہ میں کیا جائے اس شرط کے ساتھ کہ معنی موضوع لہ اور معنی غیر موضوع لہ کے درمیان کوئی علاقہ یا کوئی نسبت پائی جائے۔

(۳) کنایہ ہر ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جس سے اس کا لازمی معنی مراد لیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ حقیقی معنی مراد لینا بھی جائز ہو۔

مجاز اور کنایہ میں فرق: مجاز میں فقط معنیٰ مجازی مراد لے سکتے ہیں اور کنایہ میں معنیٰ مجازی کے ساتھ معنیٰ حقیقی بھی مراد لے سکتے ہیں۔

قاعدہ

فَكَمِ الْاِسْتِفْهَامِيَّةُ مُمَيِّزُهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ۔

ترجمہ: پس کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

کم کی دو قسمیں ہیں: (۱) استفہامیہ (۲) خبریہ۔

کم استفہامیہ کے ذریعہ عدد دریافت کیا جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں کتنے۔ جیسے کم درھما عندک؟ اور اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد کم کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔اور کم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کم استفہامیہ (۲) کم خبریہ۔

سوال: کم استفہامیہ کی تمیز کیسی ہوگی؟

جواب: کم استفہامیہ کی تمیز مفرد و منصوب ہوگی جیسے کم درھماً اشتریت، کم رجلاً ضربت۔

سوال: کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب کیوں ہوگی؟

جواب: کم استفہامیہ مطلق عدد سے کنایہ کے لئے آتا ہے اور درمیانی عدد احد عشر سے لے کر تسع و تسعین تک سب کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے لہذا کم استفہامیہ کی تمیز بھی مفرد منصوب ہوگی۔

سوال: کم استفہامیہ کی تمیز طرف اول احد سے عشر تک یا طرف ثانی مأۃ میں سے کسی ایک کے مطابق تمیز ذکر کرتے، کم استفہامیہ کی تمیزِ وسط سے کیوں بیان کی؟

جواب: اگر طرف اول یا طرف ثانی کے اعتبار سے ذکر کرتے تو ترجیح بلا مرجح لازم آتا جب وسط سے کم استفہامیہ کی تمیز لائے تو ترجیح بلا مرجح لازم نہیں آئے گا۔

سوال: ترجیح بلا مرجح لازم کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ خیر الامور اوسطھا مرجح بنتا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب بیان کی جیسے کم درھما عندک اور کم رجلا ضربت۔

وَالْخَبَرِيَّةُ مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوْعٌ

ترجمہ: اور کم خبریہ (کی تمیز) مفرد اور جمع مجرور ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

کم خبریہ عدد کی خبر دیتا ہے اور اس کے معنی ہیں بہت۔ جیسے کم رجلٍ / کم رجالٍ عندی میرے پاس بہت آدمی ہیں اور اس کی تمیز مجرور ہوتی ہے مفرد بھی ہوتی ہے اور جمع بھی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد کم خبریہ کی تمیز کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کم خبریہ کی تمیز کیسی آئے گی؟

جواب: کم خبریہ کی تمیز مفرد مجرور ہوگی یا جمع مجرور ہوگی جیسے کم رجل عندی میں کم رجل مفرد مجرور ہے۔ کم جیوش لدی المسلمین میں کم جیوش جمع مجرور ہے

سوال: کم خبریہ کی تمیز مفرد مجرور کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: کم خبریہ عدد کثیر سے کنایہ کے لئے ہوتا ہے اور عدد کثیر کی تمیز مفرد اور مجرور آتی ہے جیسے مأۃ رجل وغیرہ۔

سوال: کم خبریہ کی تمیز جمع اور مجرور کیوں آتی ہے؟

جواب: عدد کثیر جیسے مأۃ، الف صراحۃ کثرت پر دلالت کرتے ہیں اور کم خبریہ کو کثرت کے لئے آتا ہے لیکن لفظ سے پتہ نہیں چلتا جب تمیز جمع کے لئے لائیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ کثرت کے لئے آتا ہے گویا جو نقص ہے اس کی تلافی ہو جاتی ہے اس لئے کم خبریہ کی تمیز جمع اور مجرور آتی ہے۔

قاعدہ

وَتَدْخُلُ "مِنْ" فِيْهِمَا وَلَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ

ترجمہ: اور (کبھی) ان دونوں (کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز) پر من داخل ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں کے لئے صدارت کلام ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں مِنْ (بیانیہ) آتا ہے

اوراس وقت ان کی تمیز مجرور ہوگی۔اور دونوں کوشروع کلام میں لانا ضروری ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر مِن بیانیہ داخل ہوتا ہے۔یہ دونوں کے لئے صدر کلام ضروری ہے۔

سوال: کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر مِن بیانیہ کیوں داخل ہوتا ہے؟

جواب: کم استفہامیہ اور کم خبریہ ابہام کو دور کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور مِن بیانیہ بھی ابہام کو دور کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اس مناسبت کی وجہ سے مِن بیانیہ داخل ہوتا ہے۔جیسے کم من رجل ضربت کم من قریۃ اھلکنا۔

سوال: کم استفہامیہ اور کم خبریہ کے لئے صدر کلام ضروری کیوں؟

جواب: دونوں کے لئے صدر کلام اس لئے ضروری ہے کیونکہ کم استفہامیہ، استفہام کو متضمن ہوتا ہے اور کم خبریہ تکثیر میں انشاء کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ ان کو صدر کلام میں لایا جائے تاکہ اول وہلہ میں پتہ چل جائے کہ آنے والا جملہ استفہامیہ ہے یا خبریہ ہے۔

قاعدہ

وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوعًا ،وَمَنْصُوبًا ،وَمَجْرُورًا ۔

ترجمہ:اور یہ دونوں مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: کم خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ، ہر ایک کی اعرابی حالتیں تین ہیں۔وہ کبھی محلاً مرفوع ہوتا ہے، کبھی منصوب، کبھی مجرور۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نفسِ کم استفہامیہ وخبریہ کے اعراب کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کم استفہامیہ وخبریہ کا اعراب کیا ہوتا ہے؟

جواب: کم استفہامیہ وخبریہ یہ دونوں کبھی منصوب ہوتے ہیں، کبھی مجرور ہوتے ہیں اور کبھی مرفوع ہوتے ہیں۔ کیونکہ کم استفہامیہ وخبریہ اسم مبنی کی جگہ پر واقع ہیں اور اسم مبنی کبھی مرفوع ہوتا ہے کبھی منصوب ہوتا ہے اور کبھی مجرور ہوتا ہے اس لئے اس کی جگہ پر واقع ہونے والا بھی کبھی مرفوع، منصوب ومجرور ہوگا۔

فَكُلُّ مَابَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ كَانَ مَنْصُوْبًا مَعْمُوْلًا عَلٰى حَسْبِهٖ۔

ترجمہ: پس ہر وہ کم جس کے بعد کوئی فعل ہو جو اس ضمیر (یا اس کے متعلق) میں عمل کرنے کی وجہ سے اس (میں عمل کرنے) سے اعراض نہ کر رہا ہو، تو وہ منصوب ہوگا، اس کو عمل دیا جائے گا اس کے عامل کے اعتبار سے۔

مختصر تشریح

اگر دونوں کے بعد ایسا فعل آئے جو کم کی ضمیر میں مشغول نہ ہو تو کم منصوب ہوگا، کبھی مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے جیسے کم یوما سِرْتَ اور کبھی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے جیسے کم رجلاً کرمتَ؟ غرض جس طرح فعل کا اقتضا ہوگا اس طرح منصوب ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نفسِ کم استفہامیہ وخبریہ منصوب کب ہوں گے اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کم استفہامیہ وخبریہ منصوب کب ہوں گے؟

جواب: کم خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ، جس کے بعد فعل ہو جو کم کی ضمیر میں عمل نہ کررہا ہو تو کم منصوب ہوگا جیسے کم ضربت، کم کے بعد ضربت فعل ہے تُ فاعل ہے ضمیر مفعول کی نہیں ہے گویا فعل کم کی ضمیر میں عمل کرنے میں مشغول نہیں اب کم ضربت کا مفعول بہ بنے گا اور مفعول بہ منصوب ہوتا ہے اس لئے کم بھی منصوب ہوگا۔

فائدہ: کم منصوب کی مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) اگر وہ فعل مفعول بہ کی بنیاد پر نصب کا تقاضہ کرے تو وہ کم محلاً منصوب ہوگا۔
کم استفہامیہ مفعول بہ ہو جیسے کم رجلا ضربت۔ کم خبریہ مفعول بہ ہو جیسے کم رجلاً ملکتَ۔

(۲) اور اگر وہ مفعول فیہ کی بنیاد پر نصب کا تقاضہ کرے تو کم محلاً منصوب ہوگا۔
کم استفہامیہ مفعول فیہ ہو جیسے کم یوما سرتَ۔ کم خبریہ مفعول فیہ ہو جیسے کم یوماً صمتَ۔

(۳) اگر مفعول مطلق کی بنیاد پر نصب کا تقاضہ کرے تو کم محلاً منصوب ہوگا۔
کم استفہامیہ مفعول مطلق ہو جیسے کم ضربۃ ضربتَ۔ کم خبریہ مفعول مطلق ہو جیسے کم ضربۃ ضربتَ۔

سوال: معلوم کیسے ہوگا کہ کم یہ مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ ہے یا مفعول مطلق؟

جواب: کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں تمیز کے اعتبار سے معلوم کیا جائے گا اگر تمیز مفعول بہ ہے تو کم بھی مفعول بہ، اگر تمیز مفعول فیہ تو کم بھی مفعول فیہ، اگر تمیز مفعول مطلق تو کم بھی مفعول مطلق ہوگا۔

وَكُلُّ مَّا قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ، أَوْ مُضَافٌ فَمَجْرُورٌ

ترجمہ: اور ہر وہ کم جس کا ماقبل حرف جر یا مضاف ہو، تو وہ مجرور ہوگا۔

مختصر تشریح

اگر کم سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو محلاً مجرور ہوگا جیسے بکم درھماً اشتریت هذاالعبد؟ اور غلام کم رجلاً اشتریت؟ اور کم اگرچہ صدارت کلام کو چاہتا ہے مگر حرف جر کا عمل ضعیف ہے اس کا مجرور مقدم نہیں ہوسکتا، اس لئے حرف جر پہلے آتا ہے پھر جار کے حکم میں مضاف کو بھی رکھا اور دونوں کی تقدیم نحویوں نے جائز رکھی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نفسِ کم استفہامیہ وخبریہ مجرور کب ہوں گے اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کم استفہامیہ و کم خبریہ مجرور کب ہوتے ہیں؟

جواب: کم کا ماقبل مضاف یا حرف جر ہو تو یہ مجرور ہوگا اس لئے کہ حرف جر اپنے مدخول کو اور اسی طرح مضاف اپنے مضاف الیہ کو جر دیتے ہیں جیسے: کم استفہامیہ کی مثال حرف جر میں بکم رجلا مررت۔ کم استفہامیہ کی مثال مضاف میں جیسے غلام کم رجلا ضربت۔ کم خبریہ کی مثال حرف جر میں بکم درھمِ اشتریت۔ کم خبریہ کی مثال مضاف میں غلام کم رجل ضربتَ۔

سوال: کم استفہامیہ و کم خبریہ صدر کلام کو چاہتے ہیں حالانکہ مضاف اور حرف جر ہونے کی صورت میں اس کا صدر کلام باقی نہیں رہتا؟

جواب: ۔حرف جر اور مجرور اور مضاف ومضاف الیہ کے درمیان گہرا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ کلمہ واحدہ کے حکم میں ہے تو صدارت باقی رہے گی۔

وَاِلاَّ فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَأٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا، وَخَبَرٌ اِنْ كَانَ ظَرْفًا۔

ترجمہ: ورنہ تو وہ مرفوع ہوگا، مبتدا ہوگا اگر (تمیز) ظرف نہ ہو، اور خبر ہوگا اگر وہ (تمیز) ظرف ہو۔

مختصر تشریح

اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا بشرطیکہ اس کی تمیز ظرف نہ ہو جیسے کم رجلاً اخوتک؟ اور اگر ظرف ہو تو کم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ جیسے کم یوماً سفرک؟

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نفسِ کم استفہامیہ وخبریہ مرفوع کب ہوں گے اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کم استفہامیہ و کم خبریہ مرفوع کب ہوتے ہیں؟

جواب: کم استفہامیہ وکم خبریہ مرفوع اس وقت ہوتے ہیں جب کم کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ایسا نہ ہو کہ جو اس کی ضمیر میں مشغول ہو اور نہ کوئی حرف جر یا مضاف اس سے قبل ہو تو اس وقت مرفوع ہونا مبتدا یا خبر کی وجہ سے ہوگا۔

سوال: کیسے معلوم ہوگا کم مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہے یا خبر کی وجہ سے؟

جواب: اگر کم استفہامیہ یا خبریہ ظرف واقع نہیں ہے تو مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور اگر استفہامیہ اور خبریہ ظرف واقع ہیں تو خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگا کیونکہ اگر ظرف کے قبیل سے ہو تو جملہ سے متعلق کے اعتبار سے ظرف ہے اور جملہ، مبتدا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

سوال: کم استفہامیہ یا خبریہ ظرف ہے یا نہیں اس کا پتہ کب چلے گا؟

جواب: کم استفہامیہ یا خبریہ ظرف ہے یا نہیں اس کا علم تمیز سے ہوگا جیسے مبتدا کی مثال کم رجلا اخوک اور کم رجل قام ان دونوں میں مرفوع ہونا مبتدا کی وجہ سے ہے اس لئے کہ رجل تمیز ظرف نہیں ہے۔

اور خبر کی مثال کم یوما سفرک میں مرفوع ہونا خبر کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یوماً تمیز ظرف ہے۔

قاعدہ

وَكَذٰلِكَ اَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ، وَالشَّرْطِ

ترجمہ: اور اسی طرح اسمائے استفہام اور اسمائے شرط (مرفوع، منصوب، اور مجرور ہوتے) ہیں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: کم کی طرح اسمائے استفہام و اسمائے شرط ہیں۔ سب میں چار وجوہ اعراب (نصب، جر اور رفع بر بنائے ابتدا اور رفع بر بنائے خبر) مجموعہ استفہام و شرط میں جاری ہوتی ہیں اور جو شرطیں کم میں مذکور ہوئیں وہی شرطیں اسمائے استفہام و شرط میں بھی ملحوظ ہوں گی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اسمائے استفہام اور اسمائے شرط محل اعراب (منصوب مجرور، مرفوع) میں کم استفہامیہ کی طرح ہے۔

فائدہ: اسمائے استفہام و اسمائے شرط ذات کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں۔

(۱) بعض اسماء استفہام اور شرط کے درمیان مشترک ہیں جیسے من، ما، ای، این،

انی اور متی ہیں (۲) بعض اسماء صرف شرط کے ساتھ خاص ہیں اور وہ اذا ہے (۳) بعض اسماء صرف استفہام کے ساتھ خاص ہیں وہ کیف اور ایان ہیں۔

فائدہ: کم میں جو وجوہ اعراب بیان کئے گئے وہ اسمائے استفہام اور شرط میں بھی جاری کر سکتے ہیں اس کی دلیل حصر یہ ہے۔

اسمائے شرط یا استفہام ظرف ہوں گے یا نہیں، اگر ظرف ہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو استفہام کے معنی کو متضمن ہوں گے یا متضمن نہیں ہوں گے، اگر متضمن ہیں تو تین وجہیں جاری ہوں گی (۱) جر علی الاضافت (۲) نصب علی الظرفیت (۳) رفع علی الخبریہ (رفع علی الابتداء کا احتمال نہیں ہے اس لئے کہ وہ غیر ظرف کے ساتھ خاص ہے)۔

اور اگر وہ اسماء، استفہام کے معنی کو متضمن نہ ہوں بلکہ شرط کے معنی کو متضمن ہوں تو دو وجہیں جاری ہوں گی (۱) جر علی الاضافت (۲) نصب علی الظرفیت (رفع علی الابتداء کی بالکل گنجائش نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ غیر ظرف کے ساتھ خاص ہے اور رفع علی الخبر بھی نہیں اس لئے کہ وہ خبر کی وجہ سے مرفوع ہو تو اس کا مابعد مبتدا ہوگا جو مرفوع ہے حالانکہ اس کا مابعد فعل ہے مبتدا بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا)۔

اور اگر یہ اسماء ظرف کے قبیل سے نہ ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یہ اسماء لازم الاضافت ہوں گے یا نہیں اگر لازم الاضافت ہیں جیسے ای اور این تو اس میں اعراب کی چار صورتیں جاری ہوں گی۔(۱) جر علی الاضافت (۲) نصب علی الظرفیت (۳) رفع علی الخبر جبکہ ظرف کے قبیل سے ہو (۴) رفع علی الابتداء جبکہ ظرف کے قبیل سے نہ ہو۔

اور اگر لازم الاضافت نہ ہو تو تین وجوہ جائز ہیں جیسے من اور ما (۱) رفع علی الابتداء (۲) نصب علی الظرفیت (۳) جر علی الاضافت، لیکن رفع علی الخبر کا امکان نہیں اس لئے کہ وہ ظرف کے ساتھ خاص ہے۔

قاعدہ

وَفِيْ مِثْلِ ع: كَمْ عَمَّةٍ لَكَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٍ. ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ

ترجمہ: اور کم عمة لک یا جریر و خالة (اے جریر تیری پھوپھی اور خالہ ہیں) جیسی مثالوں میں تین صورتیں جائز ہیں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اگر کم استفہام اور خبر کا احتمال رکھتی ہو، اور اس کی تمیز ذکر وحذف کا احتمال رکھتی ہو تو وہاں تین وجوہ جائز ہیں: (١) تمیز کا رفع: مبتدا ہونے کی بنا پر۔ (٢) نصب: کم استفہامیہ ہونے کی تقدیر پر۔ (٣) جر: کم خبریہ ہونے کی تقدیر پر۔ جیسے

کم عمة لک یا جریر و خالة فدعاً قد حلبت علی عشاری

جریر، فرزدق کی ہجو میں کہتا ہے: تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں کج دست جنھوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں دوہی ہیں! اس میں عمة میں تینوں وجوہ جائز ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ کم عمة لک یا جریر جیسی ترکیب میں اعراب کی تین صورتیں جائز ہیں۔

کم عمة لک یا جریر مصرعہ ہے پورا شعر اس طرح ہے:

کم عمة لک یا جریر و خالة فدعاً قد حلبت علی عشاری

سوال: مثل سے کونسی ترکیب مراد ہے؟

جواب: مثل سے ہر ایسی ترکیب مراد ہے جو کم استفہامیہ وخبریہ دونوں کا احتمال

رکھتی ہو اور تمیز کے حذف وذکر کا احتمال بھی رکھتی ہو تو اس صورت میں یہ احتمالات ثلثہ مرفوع، منصوب مجرور پڑھنا کم اور اس کی تمیز میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔

کم میں تین احتمال ہیں۔

(۱) رفع علی الابتداء جبکہ اس کی تمیز مذکور ہو مثال مذکور میں کم عمة لک، کم مذکور اس کی تمیز مبتدا کی وجہ سے مرفوع تو کم استفہامیہ وخبریہ دونوں کے الگ الگ معنی ہوں گے۔

(۲) نصب علی الظر فیت مفعول فیہ کی بنا پر منصوب پڑھنا جبکہ اس کی تمیز محذوف ہو، اصل میں عبارت ہے کم مرة محذوف ہے۔

(۳) نصب پڑھنا مصدر (مفعول مطلق) کی بنا پر جبکہ تمیز محذوف ہو، اصل میں عبارت ہے حلبت ای کم حلبة محذوف ہے۔

عمة میں بھی تین احتمال جاری ہوں گے (۱) رفع علی الابتداء بشرطیکہ کم کی تمیز محذوف ہو (۲) منصوب ہونا بشرطیکہ تمیز کم استفہامیہ ہو (۳) تمیز عمة کو مجرور پڑھنا جبکہ وہ کم خبریہ کی تمیز ہو معلوم ہوا کہ اس شعر میں کم کے دو احتمال ہیں اور اس کی تمیز میں بھی دو احتمال ہیں۔

قاعدہ

وَقَدْ يُحْذَفُ فِيْ مِثْلِ "كَمْ مَالُكَ؟" وَ"كَمْ ضَرَبْتَ؟"

ترجمہ: اور کبھی (تمیز) حذف کردی جاتی ہے کم مالک ؟اور کم ضربت جیسی مثالوں میں۔

مختصر تشریح

اگر قرینہ موجود ہو تو تمیز کو حذف کر سکتے ہیں جیسے کم ما لک؟ ای کم درھما مالک؟ اور قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور کم ضربت؟ ای کم مرة ضربت؟ اور قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کم استفہامیہ وخبریہ دونوں کی تمیز کو قرینہ کی بنا پر حذف کر سکتے ہیں۔

سوال: کم مالک اور کم ضربت جیسی مثالوں سے کونسی ترکیب مراد ہے؟

جواب: ہر ایسی ترکیب مراد ہے جس میں تمیز کے حذف کا قرینہ موجود ہو جیسے کم مالک، اصل میں کم درهماً مالک ہے، قرینہ کی وجہ سے درهماً تمیز کو حذف کر دیا۔

سوال: اس میں قرینہ کیا ہے؟

جواب: اس میں قرینہ یہ ہے کہ متکلم مال کی مقدار کے بارے میں سوال کرے گا جیسا کہ استفہامیہ میں ہوتا ہے یا مال کی کثرت سے متعلق اطلاع دے گا جیسا کہ خبریہ میں ہے یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ مسئول عنہ یا مخبرعنہ دراہم اور دنانیر کی مقدار ہیں پس تقدیری عبارت استفہامیہ ہونے کے وقت کم درهما مالک یا کم دیناراً مالک اور خبریہ کی صورت میں کم دراهم مالی، کم دینار مالی ہوگی۔

سوال: کم ضربت میں قرینہ کیا ہے؟

جواب: کم ضربت میں قرینہ یہ ہے کہ متکلم ضرب کی مقدار کے بارے میں سوال کرے گا جیسا کہ استفہامیہ میں ہوتا ہے یا ضرب کی کثرت کے متعلق اطلاع دے گا جیسا کہ خبریہ میں ہے یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ مسئول عنہ یا مخبرعنہ مرات یا ضربات ہیں پس تقدیری عبارت کم مرۃ یا کم ضربۃً ضربت استفہامیہ کی صورت میں اور کم ضربۃٍ یا کم مرۃ ضربت ہوگی خبریہ ہونے کی صورت میں۔

نوٹ: اس کی تاویل اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ کم مالک میں قرینہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور کم ضربت میں قرینہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا اس لئے اس کی تمیز کو حذف کر سکتے ہیں۔

ظروف کا بیان

اَلظُّرُوفُ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ، كَقَبْلُ، وَبَعْدُ

ترجمہ: اسمائے ظروف۔ ان میں سے بعض وہ ظروف ہیں جن کو اضافت سے الگ کر دیا جاتا ہے؛ جیسے قبل، بعد۔

مختصر تشریح

آٹھواں مبنی اسمائے ظروف ہیں۔ جو اسمائے ظروف اضافت سے قطع کئے گئے ہیں وہ مبنی ہیں۔ جیسے قبل اور بعد لازم الاضافت ہیں۔ ان کا مضاف الیہ کبھی مذکور ہوتا ہے اس وقت دونوں معرب ہوتے ہیں اور کبھی محذوف ہوتا ہے پھر کبھی نسیاً منسیاً ہوتا ہے اس وقت بھی یہ معرب ہوتے ہیں اور کبھی مضاف الیہ منوی ہوتا ہے اس وقت یہ مبنی ہوتے ہیں کیونکہ اس حالت میں مضاف الیہ کی طرف احتیاج کی وجہ سے وہ حرف کے مشابہ ہو جاتے ہیں۔ (یہی حکم تحت، فوق، قدام، خلف اور وراء کا ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مبنیات میں سے بعض ان ظروف کو بیان کرنا ہے جن کا تعلق مبنی سے ہیں۔

سوال: اسم ظرف کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسم ظرف وہ اسم ہے جو کام کے زمانہ پر یا جگہ پر دلالت کرے۔

سوال: ظروف مبنیہ کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض ظروف وہ ہیں جن کو اضافت سے علحدہ کر دیا جاتا ہے جیسے قبل، بعد۔

سوال: قبل، بعد مطلقاً مبنی ہیں؟

جواب: قبل، بعد مطلقاً مبنی نہیں بلکہ ان کی تین حالتیں ہیں، ان میں سے ایک حالت میں مبنی ہوتے ہیں۔

سوال: وہ کونسی حالت ہے جن میں یہ مبنی ہوتے ہیں؟

جواب: وہ حالت جن میں یہ مبنی ہوتے ہیں یہ ہے۔قبل اور بعد کے مضاف الیہ کوحذف کردیا جائے لیکن نیت میں مراد ہو اس صورت میں یہ مبنی علی الضم ہوں گے جیسے لله الامر من قبل و من بعد ای من قبل کل شیٔ و من بعد کل شیٔ۔ایسے ظروف کا لقب غایات ہے۔

سوال: ایسے ظروف جن کے مضاف الیہ کوحذف کردیا جاتا ہے لیکن وہ نیت میں مراد ہوتا ہے اس کو غایات کا لقب کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ غایات کہتے ہیں جس پر کسی چیز کی انتہا ہو جائے تو کلام کی انتہا ذکر کی صورت میں مضاف الیہ پر ہوتی تھی پس اب جب مضاف الیہ کوحذف کردیا گیا تو کلام کی انتہا مضاف پر ہوگئی پس اس مناسبت کی وجہ سے ان کو غایات کہا جاتا ہے۔

سوال: وہ ظروف جن کا مضاف الیہ حذف کردیا جائے لیکن وہ نیت میں مراد ہو تو وہ مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب: یہ حروف کے ساتھ احتیاج میں مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔

سوال: مبنی علی الضم کیوں؟

جواب: ان کا مبنی علی الضم ہونا اس لئے ہے تا کہ مضاف الیہ کے حذف کی تلافی اور اعتدال پیدا ہو جائے، کیونکہ حذف مضاف الیہ سے تخفیف پیدا ہوتی ہے، اور ضمہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے ثقل پیدا ہوتا ہے، اس لئے کہ حرکات میں سے ضمہ ثقیل ہے، اب تخفیف بھی اور ثقل بھی گویا اعتدال پیدا ہو گیا۔

سوال: قبل اور بعد معرب کب ہوں گے؟

جواب: قبل اور بعد کے معرب کی دوصورتیں ہیں: (۱) قبل اور بعد کے بعد مضاف الیہ مذکور ہو۔ (۲) قبل اور بعد کے بعد مضاف الیہ محذوف ہو نسیا منسیا (مضاف الیہ نیت میں بھی باقی نہ ہو)۔ جیسے شاعر کا قول: رب بعد کان خیر امن قبل۔

نوٹ: یہی حکم تحت، فوق، قدام، خلف اور وراء کا بھی ہے۔

وَاُجْرِیَ مَجْرَاہُ "لَا غَیْرُ" وَ"لَیْسَ غَیْرُ" وَ"حَسْبُ"

ترجمہ: اور اسی کے قائم مقام کیا گیا ہے لا غیر، لیس غیر اور حسب کو۔

مختصر تشریح

لا غیر، لیس غیر اور حسب یہ تین لفظ اگر چہ ظرف نہیں ہیں مگر حذف مضاف الیہ اور ضمہ پر مبنی ہونے میں ظروف مقطوع الاضافت قبل و بعد کی طرح ہیں۔

(۱) لا غیر بمعنی صِرف جیسے افعل ھذا لا غیر (۲) لیس غیر جیسے جاءنی زید لیس غیر (۳) حسب بمعنی فقط جیسے فعلت ھذا حسب (میں نے فقط یہ کام کیا)۔

یہ تینوں زیادت ابہام میں مشابہت کی وجہ سے ظروف مقطوع الاضافت کے قائم مقام کیے گئے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ وہ ظروف جو مقطوع الاضافت اور مبنی علی الضم ہوتے ہیں ان کے قائم مقام اور ان کے حکم میں لا غیر اور لیس غیر اور حسب بھی ہیں، ان کا بھی مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے۔

سوال: لیس غیر، لا غیر اور حسب مبنی علی الضم کیوں؟

جواب: غایات میں مشابہت کی وجہ سے یہ اسما مبنی علی الضم ہوتے ہیں۔

سوال: مصنفؒ نے غیر کہا حالانکہ غیر اسمائے ظروف میں سے نہیں؟

جواب: مقطوع الاضافت میں مشابہت کی وجہ سے غیر کو ظروف کے ساتھ لاحق کیا۔

سوال: غیر کا لا اور لیس کے بعد ہونا شرط کیوں؟

جواب: غیر کا لا اور لیس کے بعد ہونا شرط ہے کیونکہ غیر ان دونوں کے بعد کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال تخفیف کا تقاضہ کرتا ہے پس مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کو ہلکا کر دیا جیسے جاءنی زید لا غیر یا لیس غیر۔

سوال: حسب کا مضاف الیہ محذوف منوی کیوں رہتا ہے؟

جواب: حسب کا مضاف الیہ محذوف منوی اس لئے رہتا ہے کہ وہ غیر کے مشابہ ہے کثرت استعمال میں پس جیسے غیر کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے، حسب کا بھی مضاف الیہ محذوف منوی ہوگا نیز حسب اضافت کے ساتھ مشہور بھی نہیں ہے۔

فائدہ: قبل (آگے) بعد (بعد) تحت (نیچے) فوق (اوپر) قدام (آگے) خلف (پیچھے) وراء (پیچھے) لا غیر (صرف) حسب (فقط)۔

وَمِنْهَا حَيْثُ، وَلَا يُضَافُ إِلَّا إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ

ترجمہ: اور ان (ظروف مبنیہ) میں سے ایک حیث ہے اور وہ مضاف نہیں ہوتا ہے اکثر استعمال میں؛ مگر جملے کی طرف۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے اور وہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے اجلس حیث زید جالس (جہاں زید بیٹھا ہے وہاں بیٹھ)۔ اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ نہ مضاف ہوتا ہے نہ مضاف الیہ اور جہاں ایسا ہو وہاں مصدر کی تاویل کی جاتی ہے اور وہی مصدر محذوف مضاف الیہ ہوتا ہے پس یہ بھی مقطوع الاضافت ہوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے حیث کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حیث مبنی کیوں؟

جواب: حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور چونکہ جملہ بمنزلہ مبنی کے ہیں لہذا حیث کی اضافت جملہ کی طرف ہوئی جو بمنزلہ مبنی ہے تو اس کا اثر حیث میں آئے گا اس لئے حیث بھی مبنی ہوگا۔ جیسے اجلس حیث زید جالس (جہاں زید بیٹھا ہے وہاں بیٹھ)۔

فائدہ: حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول سنستدرجھم من حیث لا یعلمون (عنقریب ان کو داخل کریں گے ایسی جگہ سے جس کو وہ نہیں جانتے)۔

اور کبھی حیث کی اضافت مفرد کی طرف ہوتی ہے جیسے شاعر کا قول۔

اماتری حیث سھیل طالعا نجم تضی کالشھاب ساطعا

ترجمہ: کیا نہیں دیکھتا ہے تو سہیل کی جگہ کو اس حال میں کہ سہیل طلوع کرنے والا ہے کہ وہ ایک ستارہ ہے جو آگ کے شعلہ کی طرح روشن اور بلند ہوتا ہے۔ محل استدلال حیث سھیل ہے جو مفرد سھیل کی طرف مضاف ہے۔

سوال: حیث کی جب مفرد کی طرف اضافت ہو تو معرب ہوگا یا مبنی؟

جواب: (۱) بعض حضرات کے نزدیک معرب ہوگا اس لئے کہ مبنی کی علت اضافت الی الجملہ ختم ہوگئی۔ (۲) بعض حضرات کے نزدیک مبنی ہوگا کیونکہ اضافت الی المفرد شاذ ہے اور شاذ کا اعتبار نہیں ہوتا۔

وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ

ترجمہ: اور ان میں سے ایک اذا ہے اور وہ مستقبل کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے اور وہ زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو۔ جیسے اذا طلعت الشمس۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروفات مبنیہ میں سے اذا کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اذا مبنی کیوں ہے؟

جواب: (۱) اذا کی اضافت جملہ کی طرف ہوتی ہے اور جملہ بمنزلہ مبنی کے ہے پس جب جملہ کی اضافت جملہ کی طرف ہو تو اس کا اثر اس میں آئے گا اس لئے مبنی ہے۔

(۲) اذا شرط کے معنی کو متضمن ہے اور شرط کہتے ہیں ایک جملہ کا دوسرے جملہ کے مضمون پر مرتب ہونا گویا ایک قسم کی احتیاج پائی گئی اس لئے مبنی ہے۔

سوال: اذا کا استعمال کیا ہے؟

جواب: اذا زمانہ مستقبل کے لئے ہوتا ہے چاہے اذا مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر۔

سوال: اذا زمانہ مستقبل کے لئے کیوں ہوتا ہے؟

جواب: واضع نے اذا کو زمانہ مستقبل کے لئے وضع کیا ہے اس لئے اذا کا استعمال زمانہ مستقبل میں ہوگا جیسے اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح۔

سوال: اذا ماضی پر کب داخل ہوتا ہے؟

جواب: متکلم کا مقصود اس فعل کا وقوع بتانا ہے جس کا واقع ہونا متکلم کے اعتقاد میں یقینی ہو کیونکہ یقینی امور میں ماضی کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے جیسے اذا الشمس کورت اور بعض کے نزدیک اذا کبھی زمانہ استمرار کے لئے بھی آتا ہے جیسے و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔

فائدہ: اور کبھی اذا کا استعمال زمانہ ماضی کے لئے ہوتا ہے جیسے حتی اذا بلغ بین السدین اور اسی طرح حتی اذا ساوی بین الصدفین دونوں مثالوں میں اذا، بلغ اور ساوی ماضی پر داخل ہے۔

وَفِيهَا مَعْنَى الشَّرْطِ، وَلِذٰلِكَ اُخْتِيْرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ،

ترجمہ: اور اس میں شرط کے معنی (بھی) ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے پسند کیا گیا ہے اس کے بعد فعل۔

مختصر تشریح

اذا میں شرط کے معنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد فعل کا لانا پسندیدہ ہے کیونکہ فعل کو شرط کے ساتھ مناسبت ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اذا شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے اس لئے اس کا مدخول فعل (جملہ فعلیہ) پسندیدہ ہے۔

سوال: اذا کا مدخول فعل مختار کیوں؟

جواب: اذا کا مدخول فعل مختار اس لئے ہے کہ اذا زمانہ مستقبل میں شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے اور زمانہ مستقبل کا تعلق فعل سے ہے گویا شرط کو فعل کے ساتھ مناسبت ہے۔

سوال: اذا کے بعد اسم (جملہ اسمیہ) لا سکتے ہیں؟

جواب: ہاں! اذا کے بعد اسم لا سکتے ہیں، کیونکہ واضع نے اذا کو شرط کے لئے وضع نہیں کیا گویا اذا شرط کے لئے اصل نہیں ہے اس لئے اس کے بعد اسم بھی لانا درست ہے اگرچہ غیر اولی ہے۔ جملہ اسمیہ کی مثال جیسے أتیک اذا الشمس طالعة۔ جملہ فعلیہ کی مثال جیسے أتیک اذا طلعت الشمس۔

وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ. فَيَلْزَمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا

ترجمہ: اور کبھی وہ مفاجاۃ کے لئے ہوتا ہے، پس (اس صورت میں) لازم ہوتا ہے اس کے بعد مبتدا (جملہ اسمیہ) کو لانا۔

مختصر تشریح

اور کبھی اذا مفاجات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے بعد مبتدا آنا ضروری ہے جیسے خرجت فاذاالسبع۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اذا کبھی مفاجات کے لئے ہوتا ہے۔اور مفاجات کہتے ہیں کسی شئی کا اچانک پایا جانا۔

سوال: اذا مفاجات کا مدخول کیا ہوگا؟

جواب: اذا مفاجات کا مدخول مبتدا (جملہ اسمیہ) ہوگا۔اس وجہ سے کہ مفاجاتیہ اور اذا شرطیہ میں فرق ہوجائے جیسے خرجت فاذا السبع واقف, اذا مفاجاۃ کے بعد مبتدا ہونا اکثری ہے ورنہ کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوجاتا ہے۔

وَمِنْهَا اِذْ لِلْمَاضِيْ. وَيَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ

ترجمہ: اور ان میں سے اذ ہے، وہ ماضی کے لئے آتا ہے، اور واقع ہوتے ہیں اس کے بعد دونوں جملے (جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ)۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے اذ ہے اور وہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ وہ مستقبل پر

داخل ہو۔اس کے بعد کبھی جملہ اسمیہ آتا ہے جیسے کان ذالک اذزید قائم ہوا یہ جبکہ زید کھڑا تھا اور کبھی جملہ فعلیہ آتا ہے جیسے نصرہ اللہ اذاخرجه الذین کفروا (اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی جب ان کو کافروں نے نکال دیا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروفات مبنیہ میں سے اذ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اذ مبنی کیوں ہے؟

جواب: (۱) اذ کے مبنی ہونے کی وجہ وہی ہے جو حیث کی ہے۔

(۲) اذ کی بناوٹ حرف کی سی ہے اور حرف مبنی ہے تو یہ بھی مبنی ہوگا۔

سوال: اذ کا استعمال کس کے لئے ہے؟

جواب: اذ کا استعمال ماضی کے لئے ہوتا ہے۔

سوال: مصنف کا قول اذللماضی صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ قرآن کریم میں اذ مستقبل پر داخل ہوا ہے فسوف یعلمون اذالاغلال فی اعناقهم؟

جواب: مصنف کی مراد یہ ہے کہ اذ کا استعمال ماضی میں غالب ہے نہ کہ صرف ماضی کے لئے ہمیشہ ہے۔

سوال: اذ کا مدخول کیا ہوگا؟

جواب: اذ کے بعد جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ دونوں آسکتے ہیں۔ جملہ اسمیہ کی مثال کان ذالک اذزید قائم (ہوا یہ کہ جبکہ زید کھڑا تھا)۔ جملہ فعلیہ کی مثال جیسے نصرہ اللہ اذاخرجه الذین کفروا (اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی جب ان کو کافروں نے نکال دیا)۔

سوال: اذا اور اذ دونوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: اذا میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں جبکہ اذ میں نہیں پائے جاتے۔

وَمِنْهَا (١) اَيْنَ،وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ اِسْتِفْهَامًا،وَشَرْطًا

ترجمہ: ان میں سے این اور انی ہیں، یہ دونوں مکان کے لئے آتے ہیں، درآنحالیکہ استفہام یا شرط کے معنی میں ہوں۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے این اور انی ہیں جو مکان (جگہ) کے لئے آتے ہیں یہ کبھی استفہام کے لئے آتے ہیں جیسے این زید؟ زید کہاں ہے؟ اور انّٰی زید؟ زید کہاں ہے؟ اور کبھی شرط کے لئے ہوتے ہیں جیسے این تکن اکن (جہاں تم ہوں گے میں ہوؤں گا) اور انّٰی تجلس اجلس (جہاں تم بیٹھو گے میں بیٹھوں گا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے این اور انی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: این اور انی دونوں مبنی کیوں ہیں؟

جواب: این اور انی دونوں شرط واستفہام کے معنی کو متضمن ہیں اس لئے مبنی ہیں۔

سوال: این اور انی دونوں کس کے لئے مستعمل ہیں؟

جواب: این اور انی دونوں مکان کے لئے مستعمل ہیں چاہے وہ حالت استفہام میں ہوں یا شرط کے واسطے۔

این استفہام کی مثال جیسے این زید (زید کہاں ہے)۔

این شرط کی مثال جیسے این تکن اکن (جہاں تم ہوں گے میں ہوں گا)۔

انی استفہام کی مثال جیسے انی زید (زید کہاں ہے)۔

انی شرط کی مثال جیسے انی تقعد اقعد (جہاں تم بیٹھوں گے میں بیٹھوں گا)۔

(۲) وَمَتٰی لِلزَّمَانِ فِيْهِمَا

ترجمہ: اور (ان میں سے) متی زمانے کے لئے آتا ہے استفہام اور شرط میں۔

مختصر تشریح

متیٰ استفہام اور شرط میں زمانے کے لئے آتا ہے۔ جیسے متی الساعة؟ قیامت کب آئے گی؟ اور متی تخرج اخرج (جب تم نکلو گے میں نکلوں گا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے متی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: متی مبنی کیوں ہے؟

جواب: متی استفہام اور شرط کے معنی کو متضمن ہیں اس لئے مبنی ہے۔

سوال: متیٰ کا استعمال کیا ہے؟

جواب: متیٰ کا استعمال استفہام اور شرط میں زمانۂ مستقبل کے لئے ہوتا ہے۔

متی استفہام کے لئے ہو جیسے متی الساعة؟ (قیامت کب آئے گی)۔

متیٰ شرط کے لئے ہو جیسے متی تحفظ الدرس احفظه (جب تو سبق یاد کرے گا میں یاد کروں گا)۔

سوال: متیٰ شرطیہ اور اذا شرطیہ میں فرق کیا ہے؟

جواب: متیٰ شرطیہ زمانۂ مبہم کے لئے اور اذا شرطیہ زمانہ معین کے لئے آتا ہے۔

سوال: متیٰ کا مدخول کیا ہے؟ اور کیوں؟

جواب: متیٰ کا مدخول فعل ہے، متیٰ کا استعمال استفہام اور شرط میں زمانۂ مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور زمانۂ مستقبل فعل میں پایا جاتا ہے۔

(۳) وَاَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا

ترجمہ: اور (ان میں سے) ایان زمانہ کے لئے آتا ہے، درآنحالیکہ استفہام کے معنی میں ہو۔

مختصر تشریح

ایان بھی زمانے کے لئے آتا ہے اور صرف استفہام کے لئے آتا ہے شرط کے لئے نہیں آتا جیسے ایان یوم الدین؟ جزا کا دن کب ہے؟

نوٹ: ایان ان امور عظام میں استعمال کیا جاتا ہے جن کا وجود آئندہ زمانہ میں ہونے والا ہے اور متی عام ہے پس ایان یوم زید (زید کا دن کب ہے؟) کہنا صحیح نہیں اور متی یوم زید کہنا صحیح ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے ایان کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ایان کس لئے آتا ہے؟

جواب: ایان زمان کے لئے آتا ہے۔

سوال: ایان مبنی کیوں؟

جواب: استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہونے کی وجہ سے ایان مبنی ہے۔

سوال: ایان کا استعمال کس لئے ہوتا ہے؟

جواب: ایان کا استعمال فقط استفہام کے لئے ہوتا ہے جیسے یسئلو نک ایان یوم الدین (وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ قیامت کا دن کب ہوگا)۔

سوال: متیٰ اور ایان دونوں زمانہ کے لئے آتے ہیں، تو دونوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: (۱)متیٰ استفہام اور شرط دونوں کے لئے آتا ہے اور ایان فقط استفہام کے لئے آتا ہے۔

(۲)متیٰ کا استعمال مطلقاً ہوتا ہے اور ایان کا استعمال امور عظیمہ کے لئے ہوتا ہے۔

سوال: ایان کا مدخول کیا ہے؟ اور کیوں؟

جواب: ایان کا مدخول فعل ہے ایان کا استعمال استفہام اور شرط میں زمانۂ مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور زمانۂ مستقبل فعل میں پایا جاتا ہے۔

(۴)وَكَيْفَ لِلْحَالِ اِسْتِفْهَامًا

ترجمہ: اور کیف حالت (معلوم کرنے) کے لئے آتا ہے، درآنحالیکہ استفہام کے معنی میں ہو۔

مختصر تشریح

کیف: حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف زید؟ زید کا کیا حال ہے؟

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے کیف کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کیف مبنی کیوں؟

جواب: استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہونے کی وجہ سے کیف مبنی ہے۔

سوال: کیف کا استعمال ما کے ساتھ شرط کے لئے درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں اختلاف ہے۔ بصریین کے نزدیک کیف کا استعمال ما کے ساتھ شرط کے لئے جائز ہے لیکن ضعیف ہے جیسے کیفما تجاهد اجاهد (جب تو جہاد کرے گا میں جہاد کروں گا)۔ کوفیین کے نزدیک بغیر ما کے شرط کے لئے کیف کا استعمال ضعیف ہے جیسے کیف تطالع اطالع (جب تو مطالعہ کرے گا میں مطالعہ کروں گا)۔

(۵) وَمُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰى اَوَّلِ الْمُدَّةِ

ترجمہ: اور مذومنذ اول مدت کے معنی میں آتے ہیں۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے مذومنذ ہے۔ کبھی ابتدائے مدت بتانے کے لئے آتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے مذومنذ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: واضع نے مذومنذ کو کس چیز کے لئے وضع کیا ہے؟

جواب: مذ ومنذ کو واضع نے وضع کیا ہے اس فعل کے زمانے کی اول مدت بتانے کے لئے جو فعل اس سے پہلے واقع ہے جیسے ما رأیتہ مذیوم الجمعۃ (میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا)۔

فَيَلِيْهِمَا اَلْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ۔

ترجمہ: اس صورت میں ان کے متصلا بعد مفرد معرفہ آتا ہے۔

مختصر تشریح

جب یہ حروف ابتدائے مدت کے لئے آئیں تو اس وقت ان کے بعد مفرد معرفہ بلا فصل آتا ہے جیسے ما رأیتہ مذ۔منذیوم الجمعۃ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اگر مذ ومنذ کا استعمال اول مدت کے لئے کیا جائے تو مذ ومنذ کے بعد متصلاً مفرد معرفہ ہوگا جیسے مذیوم الجمعۃ مفرد معرفہ ہے

سوال: مفرد اور معرفہ کیوں ہوگا؟

جواب: مفرد اس لئے ہوگا کہ فعل کی اول مدت کوئی امر واحد ہوگا دو یا دو سے زائد چیزیں نہیں ہوں گی اور امر واحد کے مناسب مفرد ہے اس لئے مفرد لایا جائے گا۔ اور معرفہ اس لئے ہوگا کہ مجہول وقت کو فعل کی اول مدت قرار دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

سوال: مفرد عام ہے یا خاص؟

جواب: مفرد عام ہے خواہ مفرد حقیقۃً ہو جیسے ما رأیت زیدا مذ او منذ یوم الجمعۃ۔ خواہ حکماً ہو جیسے ما رأیت زیدا مذ یومان الذان صاحبتا فیھا اس لئے کہ جب یومان کو امر واحد نہ مانے تو اول مدت کے ساتھ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

سوال: معرفہ عام ہے یا خاص؟

جواب: معرفہ عام ہے خواہ معرفہ حقیقۃً ہو جیسے ما رایت زیدا مذیوم الجمعۃ۔ خواہ معرفہ حکماً ہو جیسے ما رایت زیدا مذیوم لقیتنی فیہ اس مثال میں یوم نکرہ ہے لیکن حکماً معرفہ ہے اس لئے اس کی صفت لقیتنی فیہ ہے جس کی وجہ سے تخصیص پائی گئی تو معرفہ کے درجے میں ہوگیا۔

وَبِمَعْنَى الْجَمِيْعِ فَيَلِيْهِمَا اَلْمَقْصُوْدُ بِالْعَدَدِ

ترجمہ: اور جمیع مدت کے معنی میں آتے ہیں، اس صورت میں ان کے متصلاً بعد وہ چیز آتی ہے جو عدد سے مقصود ہو۔

مختصر تشریح

کبھی یہ حروف جمیع مدت بتانے کے لئے آتے ہیں اس وقت ان کے بعد وہ عدد آتا ہے جو مقصود ہوتا ہے خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے ما رأیتہ مذ۔ منذیوم۔ یومین۔ ثلاثۃ ایام۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ مذومنذ کبھی جمیع مدت ، پوری مدت بتلانے کے لئے آتے ہیں۔

جواب: مذ ومنذ جب فعل کی پوری مدت بتلانے کے لئے آئے تو مذ ومنذ کے بعد کیا آئے گا؟

جواب: مذ ومنذ کے بعد عدد کا بیان ضروری ہوگا جیسے ما رأیت زیدا منذیو مان او ثلثة ایام (میرے نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن یا تین دن ہے)۔

سوال: جب مذ ومنذ فعل کی پوری مدت کے لئے ہوتو اس کے بعد عدد لانا کیوں ضروری ہے؟

جواب: اگر عدد کا ذکر نہیں کریں گے تو اس صورت میں مطلوبہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا کہ کتنے دن سے اس نے اس کو نہیں دیکھا جب عدد کا ذکر کریں گے تو مطلوبہ فائدہ حاصل ہوگا۔

وَقَدْ يَقَعُ الْمَصْدَرُ ،اَوِالْفِعْلُ ،اَوْاَنَّ ،اَوْاَنْ فَيُقَدَّرُ زَمَانٌ مُضَافٌ

ترجمہ: اور کبھی (مذ ومنذ کے بعد) مصدر، یا فعل، یا أنَّ یا أنْ واقع ہوتا ہے، اس صورت میں (مذ ومنذ کے بعد) زمانہ مضاف محذوف ہوگا۔

مختصر تشریح

کبھی مذ ومنذ کے بعد مصدر یا فعل یا اَن (مثقلہ) یا اَنْ (مخففہ) آتا ہے اور ان صورتوں میں مذ ومنذ کے بعد لفظ زمان مقدر ہوتا ہے جو ان چار کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ جیسے ما خرجت مذ اَنْ ذھبتَ ای مذ زمانِ ذھابک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ مذومنذ کے بعد مصدر اور کبھی فعل اور اَنَّ اور اَنْ واقع ہوتے ہیں۔

مصدر کی مثال جیسے خرجت مذ ذھابک میں ذھاب مصدر ہے۔

فعل کی مثال جیسے ماخرجت مذ ذھبت میں ذھبت فعل ہے۔

اَنّ مثقلہ کی مثال جیسے ماخرجت مذ انک ذاھب میں اَنَّ مثقلہ ہے۔

اَنْ مخففہ من المثقلہ کی مثال جیسے ماخرجت مذ انْ ذھبت میں اَن مخففہ ہے۔

سوال: مذ و منذ کے بعد چار امور مصدر، فعل، اَنّ مثقلہ، اور اَن مخففہ من المثقلہ واقع ہونے کے لئے کیا کوئی شرط ہے؟

جواب: جی ہاں، شرط ہے کہ ان امور سے پہلے زمان کو مقدر مانا جائے جو ان کی طرف مضاف ہو جیسے ماخرجت منذ ذھابک کی تقدیری عبارت ماخرجت منذ زمان ذھابک۔

سوال: زمان کو مقدر کیوں مانا جائے گا؟

جواب: زمان کو مقدر اس لئے مانا جائے گا تا کہ مذ و منذ کے بعد کا مذ و منذ پر حمل درست ہو جائے۔

وَهُوَ مُبْتَدَأٌ، وَخَبَرُهُ مَابَعْدَهُ۔ خِلَافًا لِلزُّجَاجِ

ترجمہ: اور وہ (مذ و منذ میں سے ہر ایک) مبتدا ہوتا ہے اور اس کی خبر اس کا مابعد ہوتا ہے۔ برخلاف امام زجاج کے۔

مختصر تشریح

مذ و منذ میں ہر ایک مبتدا ہوتا ہے اور ان کا مابعد خبر ہوتا ہے۔

امام زجاج نحویؒ اس کے برعکس کہتے ہیں ان کے نزدیک مذ و منذ خبر مقدم ہوتے ہیں اور ان کا مابعد مبتدا موخر ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ مذ و منذ مبتدا ہوں گے اور اس کا مابعد خبر۔

سوال: مذ و منذ مبتدا کیوں حالانکہ وہ نکرہ ہے اور مبتدا کے لئے معرفہ ہونا ضروری ہے؟

جواب: مذ و منذ بتاویل اضافت معرفہ ہے مذ و منذ اول مدت یا جمیع مدت کے لئے آتے ہیں گویا یہ صورتاً نکرہ ہے لیکن معنیً معرفہ ہیں۔

سوال: خلافاً الزجاج کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام زجاج مذ و منذ کو خبر مقدم اور اس کے مابعد کو مبتدا مؤخر مانتے ہیں۔ لیکن اس میں ضعف ہے اس لئے کہ مذ یومان جیسی مثال میں مذ کو خبر مقدم اور یومان کو مبتدا مؤخر قرار دیں تو خبر کا معرفہ ہونا اور مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں ہے۔

(٦) وَمِنْهَا لَدٰی، وَلَدُنْ، وَقَدْ جَاءَ لَدُنِ، وَلَدِنْ، وَلُدْنِ، وَلَدُ، وَلُدُ وَلَدُ

ترجمہ: اور ظروف میں سے لدی اور لدن ہیں اور (اس میں) لَدُنِ، لَدَنْ، لُدْنِ، لَدُ، لُدُ اور لَدْ بھی آیا ہے۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدنْ ہیں جو عدد کے معنی میں ہوتے ہیں اور ان میں چند لغات اور بھی ہیں لدن، لَدَنْ، لُدَنَ، لَدُ، لُدُ اور لَدْ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے لدیٰ (الف مقصورہ کے ساتھ) اور لدُنْ (لام کے فتحہ دال کے ضمہ اور نون کے سکون کے ساتھ) کو بیان کرنا ہے۔

اس میں چند لغتیں ہیں: (۱) لَدِنْ (لام کا فتحہ دال کا کسرہ اور نون کا سکون)۔ (۲) لَدْنِ (لام کا فتحہ دال کا سکون اور نون کا کسرہ)۔ (۳) لَدْ (لام کا فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ)۔ (۴) لُدْ (لام کا ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ)۔ (۵) لَدُ (لام کا فتحہ اور دال کے ضمہ ساتھ)۔ (۶) لُدْنِ (لام کا ضمہ دال کا سکون، اور نون کے کسرہ کے ساتھ)۔

سوال: لدیٰ و لدنْ وغیرہ مبنی کیوں ہیں؟

جواب: بعض لغت کے اعتبار سے یہ حروف کے مشابہ ہیں، اس مناسبت سے مبنی ہیں اور باقی کو انہیں پر محمول کر کے تمام کو مبنی شمار کر لیا ہے۔

سوال: لدیٰ اور عند میں کیا فرق ہے؟

جواب: لدی خاص ہے اور عند عام ہے۔ عند کا استعمال عام ہے خواہ وہ چیز متکلم کے پاس موجود ہو یا خزانہ میں جس کی نسبت اپنے پاس ہونے کی خبر دے رہا ہو جیسے المال عندی تو مال کا پاس ہونا ضروری نہیں بلکہ ملکیت کافی ہے جبکہ لدیٰ کا استعمال پاس موجود ہونے کے وقت صحیح ہے۔

وَمِنْهَا (۱) قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِي

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے قط ہے ماضی منفی کے لئے۔

مختصر تشریح

ظروف مبنیہ میں سے قط ہے اور وہ ماضی منفی میں استغراق کے لئے آتا ہے جیسے ما ضربته قط (میں نے اس کو کبھی نہیں مارا) اور کبھی قط مخفف ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے قط کو بیان کرنا ہے۔

اس میں بھی چند لغتیں ہیں: (۱) قطٌّ قاف کا فتحہ اور طائے مشددہ کا ضمہ (۲) قُطَّ قاف کا ضمہ اور طا کا فتحہ (۳) قُطِّ قاف کا ضمہ اور طا مشددہ کا کسرہ (۴) قُطَّ قاف کا ضمہ اور طا مشددہ کا فتحہ (۵) قُطُ قاف کا ضمہ اور طا مخففہ کا ضمہ۔ (۶) قَطُ قاف کا فتحہ اور طا مخففہ کا ضمہ۔

سوال: قط مبنی کیوں ہے؟

جواب: (۱) قط مخففہ حرف کی وضع پر موضوع ہے اور وہ دو حرف کا وزن ہیں پس اس مناسبت سے وہ مبنی ہے اور مشددہ، مخففہ پر محمول ہے۔

(۲) قط مبنی اس لئے ہے کہ یہ حرف فی کو متضمن ہے جیسے ما ضربت قط ای ما ضربت فی زمان الماضی۔

سوال: قط کا استعمال کس لئے ہوتا ہے؟

جواب: قط کا استعمال فعل ماضی کی نفی کے لئے آتا ہے اور مقصد ماضی کے پورے زمانہ میں نفی کا استغراق ہوتا ہے جیسے ماضربته قط (میں سے اس کو کبھی نہیں مارا)۔

(۲) وَعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ

ترجمہ: اور عَوْض ہے مستقبل منفی کے لئے۔

مختصر تشریح

عَوْضُ مستقبل منفی میں استغراق کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لا آکلہ عَوْضُ۔ (میں اس کو کبھی نہیں کھاؤں گا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ظروف مبنیہ میں سے عَوْض کو بیان کرنا ہے۔

سوال: عَوْض کیوں مبنی ہے؟

جواب: عَوْض مبنی اس لئے ہے کہ یہ حرف فی کو متضمن ہے جیسے ماضرب زیداً عوض ای ماضرب زیداً فی زمان المستقبل۔

سوال: عَوْض کس لئے آتا ہے؟

جواب: عَوْض مستقبل منفی میں استغراق کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لا اکل عدسا عوض (میں آئندہ کبھی دال نہیں کھاوں گا)۔

فائدہ: عَوْض اور قط یہ دونوں ترکیب میں مفعول فیہ واقع ہوں گے۔

قاعدہ

وَالظُّرُوْفُ اَلْمُضَافَةُ اِلَی الْجُمْلَةِ وَ"اِذْ" يَجُوْزُ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ

ترجمہ: اور جو ظروف جملے اور اذ کی طرف مضاف ہوں، ان کو مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: وہ ظروف جو جملہ یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کا فتحہ پر مبنی ہونا جائز ہے جیسے (۱) یوم ینفع الصادقین صدقھم) اس میں یوم جملہ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتح ہے۔ (۲) من خزی یومئذ: یوم، اذ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتحہ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: جب ظروف کی اضافت جملہ کی طرف یا اذ کی طرف ہو تو معرب و مبنی دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد یوم ینفع الصادقین صدقھم اگر فتحہ پڑھیں گے تو مبنی علی الفتحہ ہوگا اور اگر یومُ ضمہ کے ساتھ پڑھیں گے تو معرب کی تاویل کریں گے۔ اور اسی طرح سے اللہ تعالی کا ارشاد من خزی یومئذ اگر زبر پڑھیں گے تو مبنی علی الفتحہ اور اگر یومِ کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے تو معرب ہوگا اور یوم پر کسرہ اس لئے ہے کہ وہ مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

سوال: ظروف کی اضافت جب جملہ کی طرف کی جائے تو مبنی پڑھنا کیوں جائز ہے؟

جواب: جملہ بمنزلہ مبنی کے ہیں تو اس کا اثر ظروف میں آئے گا۔

سوال: جب ظرف کی اضافت اذ کی طرف ہو تو مبنی کیوں؟

جواب: اذ مبنی ہے اس کا اثر مضاف پر بھی آئے گا، اور اذ مبنی اس لئے ہے کہ یہ مقطوع الاضافت ہے یومئذ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا۔

سوال: جب ظروف کی اضافت جملہ یا اذ کی طرف ہو تو معرب کیوں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: ظروف مضاف الیہ سے اکتساب کرتے ہیں تو مبنی پڑھتے ہیں اور اگر اکتساب نہیں کریں گے تو معرب پڑھیں گے۔

سوال: ظروف میں حیث بھی داخل ہے لیکن وہ جب جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس کو ضمہ پر مبنی کرنا واجب ہوتا ہے لہذا مصنفؒ کا قول یجوز بناؤھا علی الفتح صحیح نہیں ہے؟

جواب: یجوز بناؤھا علی الفتح سے حیث مستثنٰی ہے اس لئے یہاں حیث کے علاوہ دیگر ظروف مراد ہیں جیسے ساعت یوم، حین وغیرہ۔

قاعدہ

وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا ،وَاَنْ وَاَنَّ

ترجمہ:اوراسی طرح مثل اور غیر ہیں ما،اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ۔

مختصر تشریح

قاعدہ:مثل اور غیر جبکہ ما،اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ آئیں تو جوازِ اعراب و بنا میں مذکورہ ظروف کی طرح ہیں۔اس کا مطلب جملہ کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے دونوں کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے اور معرب ہونا بھی جیسے قیامی مثلَ ماقام زید (میرا کھڑا ہونا زید کے کھڑے ہونے کی طرح ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب مثل اور غیر کی اضافت ما اور اَنّ مثقلہ یا اَنْ مخففہ کی طرف مضاف ہو تو مبنی ہوں گے۔

سوال: جب مثل اور غیر کی اضافت ما اور اَنّ مثقلہ یا اَنْ مخففہ کی طرف مضاف ہو تو مبنی کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: (۱)مثل اور غیر صورت کے اعتبار سے جملہ کی طرف مضاف ہے اور جملہ بمنزلہ مبنی کے ہیں اس کا اثر مضاف پر پہونچے گا اس لئے اس کو مبنی پڑھ سکتے ہیں۔

(۲)مثل اور غیر میں ابہام پایا جاتا ہے ابہام کی وجہ سے یہ مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں جیسے ظرف مضاف مضاف الیہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح مثل اور غیر بھی مضاف الیہ کا محتاج ہوتا ہے احتیاج میں مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے جیسے مثل ان تقوم زید و قیامی مثل انک تقوم۔

سوال: مثل اور غیر یہ ظروف کے قبیل سے نہیں ہیں پھر بھی ان کو بیان کیا؟

جواب: جس طرح ظروف میں ابہام ہے اسی طرح مثل اور غیر میں بھی ابہام ہے، اس ابہام کی مشابہت کی بنا پر اس فصل کے تحت ذکر کیا۔

فائدہ: اہل حجاز کے نزدیک امس کسرہ کے ساتھ ظروف مبنیہ میں سے ہے جیسے قرأت الدرس امسِ (میں نے کل سبق پڑھا)۔

ظروف میں سے فعل مذکور کی مثال (۱) جیسے قدنصرہ اللہ اذاخرجہ الذین کفروا۔

(۲) اذیرفع ابراھیم القواعدای اذکروا اذیرفع ابراھیم القواعد۔

ظروف میں سے فعل محذوف کی مثال جیسے اَاذا کنا عظاما نخرۃ ای نبعث اذا کناعظامانخرۃ۔

معرفہ اور نکرہ کا بیان

اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّكِرَةُ..

اَلْمَعْرِفَةُ مَاوُضِعَ لِشَيْئٍ بِعَيْنِهٖ

ترجمہ: معرفہ وہ اسم ہے جو کسی متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

مختصر تشریح

معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے زید

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد معرفہ اور نکرہ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: عنوان میں معرفہ اور نکرہ دونوں کو ایک ساتھ کیوں بیان کیا؟

جواب: دونوں میں تقابل تضاد کی نسبت ہے اس وجہ سے عنوان میں دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا۔

سوال: اسم کی یہ تقسیم کس اعتبار سے ہے؟

جواب: اسم کی یہ تقسیم وضع معین اور غیر معین کے اعتبار سے ہے۔

سوال: معرفہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: معرفہ کے لغوی معنیٰ پہچاننا۔ اور اصطلاح نحو میں معرفہ کہا جاتا ہے ایسے اسم کو جو شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال: شئ معین کا کیا مطلب ہے؟

جواب: وہ شئ متکلم اور مخاطب کے درمیان خارج میں معلوم اور متعین ہو جائے چاہے اس کی وضع کلی ہو یا جزئی۔

سوال: وضع کلی سے مراد کیا ہے؟

جواب: وضع کلی سے معرب باللام، اضافت اور ندا مراد ہے۔

سوال: وضع جزئی سے کیا مراد ہے؟

جواب: وضع جزئی سے علم، مضمرات، اسم اشارات اور اسم موصول مراد ہے۔

سوال: معرفہ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ علم کی ایک قسم وہ بھی ہے جو شئ معین کے لئے موضوع نہیں، البتہ شئ معین کے لئے بولی جاتی ہے جیسے النجم، ابن عباس، ابن عمر۔

جواب: وضع سے عام مراد ہے خواہ ابتدا میں معین کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے کوفہ، بصرہ، علی، حسن وغیرہ یا عرف میں معین کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو جیسے مذکورہ مثالیں اس لئے اشکال نہ ہوگا۔

وَهِيَ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ وَمَا عُرِّفَ بِاللَّامِ اَوِ النِّدَاءِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا مَعْنًى

ترجمہ: اور وہ (معرفہ کی اقسام) یہ ہیں: مضمرات، اعلام، مبہمات (اسمائے اشارہ واسمائے موصولہ)، جو اسم لام تعریف یا ندا کے ذریعہ معرفہ بنالیا گیا ہو اور وہ اسم جو ان میں سے کسی ایک طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کے طور پر۔

مختصر تشریح

معرفہ سات ہیں: (۱) اسمائے مضمرات (۲) علم (۳۔۴) اسمائے مبہمات (۵) معرف باللام (۶) معرف بحرف ندا (۷) وہ اسم جو معرفہ کی مذکورہ پانچوں قسموں (معرف بہ ندا کے علاوہ) کی طرف مضاف ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد معرفہ کے اقسام کو بیان کرنا ہے۔ اور معرفہ کے اقسام عقلی طور پر سات ہیں۔ (۱) اسمائے مضمرات (۲) علم (۳۔۴) اسمائے مبہمات (اسمائے اشارہ۔ اسمائے موصولہ) (۵) معرف باللام (۶) معرف بحرف ندا (۷) وہ اسم جو معرفہ کی مذکورہ پانچوں قسموں (معرف بہ ندا کے علاوہ) کی طرف مضاف ہو۔

سوال: اسمائے مضمرات کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: اسمائے مضمرات کو مقدم اس لئے کیا کہ وہ اعرف ہیں۔

سوال: اسمائے مضمرات میں اعرف المعارف کون ہیں؟

جواب: اسمائے مضمرات میں اعرف المعارف متکلم کی ضمیریں ہیں اس لئے کہ التباس اس میں سب سے کم ہے، پھر حاضر کی ضمیریں اور آخر میں غائب کی ضمیریں ہیں۔

سوال: مضاف بمعرفہ کومعرفہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ جب غلام زید بولا جاتا توزید کے ہر غلام پرصادق آتا ہے؟

جواب: جب مضاف الیہ معرفہ ہوتو اضافت معنویہ کا مضاف معرفہ ہوتا ہے مجرورات میں ابن حاجب نے لکھا ہے وتفيد تعريفا مع المعرفة۔

اَلْعَلَمُ مَاوُضِعَ لِشَيْئٍ بِعَيْنِهٖ، غَيْرُ مُتَنَاوِلٍ غَيْرَهٗ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ

ترجمہ:علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی متعین چیز کے لئے، درآنحالیکہ وہ اس کے علاوہ کو شامل نہ ہو ایک ہی وضع میں۔

مختصر تشریح

اعلام (نام) علم وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ ایک وضع سے اس کے علاوہ کو شامل نہ ہو جیسے ایک شخص نے اپنے بیٹے کا نام زید رکھا اب اس وضع (مقرر کرنے) سے کوئی دوسرا انسان زید نہیں ہوسکتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد علم کی تعریف بیان کرنا ہے۔اور علم ایسے اسم کو کہتے ہیں جو کسی شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اس طریقے پر کہ وہ اپنے علاوہ کو وضع واحد میں شامل نہ ہو

سوال: وضع اول میں شامل نہ ہو اس کا کیا مطلب؟

جواب: جب واضع نے کسی شئ کو وضع کیا ہو ایک ہی چیز کے لئے وضع کیا ہو جیسے جب کسی بچے کا نام زید رکھا گیا تو واضع کے سامنے فقط ایک ہی بچہ ہوتا ہے حالانکہ دنیا میں زید نام کے بہت سے بچے موجود ہیں۔

فوائد قیود:ماوضع سے نکرہ کو خارج کردیا اس لئے کہ وہ غیر معین پر دلالت کرتا ہے، شیئ عام ہے چاہے فرد ہو جیسے زید، چاہے جنس ہو جیسے حیوان، چاہے نوع ہو جیسے انسان۔

غیر متناول سے معرفہ کے دیگر اقسام کو خارج کر دیا مضمرات، مبہمات، معرف باللام وغیرہ ان تینوں کی وضع غیر معین کے لئے ہوتی ہے اور علم کی وضع معین مسمّیٰ کے لئے ہوتی ہے۔

سوال: مصنفؒ نے معرفہ کے اقسام میں صرف علم کی تعریف بیان کی دوسری قسموں کی تعریف کیوں بیان نہیں کی؟

جواب: ماقبل میں اشارات، موصولات کا تذکرہ آ گیا ہے، معرف باللام اور معرفہ بالندا تعریف سے بے نیاز ہے، اور مضاف الی احدہا میں تعریف ظاہر ہے اور اب باقی رہا علم جس کا تذکرہ ماقبل میں نہیں آیا اس لئے مصنفؒ نے فقط علم کی تعریف بیان کی۔

سوال: علم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: علم تین قسموں پر مشتمل ہے (۱) کنیت (۲) لقب (۳) علم محض۔

سوال: دلیل حصر کیا ہے؟

جواب: دلیل حصر یہ ہے:۔ علم یا تو شروع ہوگا اب، یا ام، یا ابن، یا بنت سے یا نہیں ہوگا پہلی صورت میں وہ کنیت کہا جائے گا اور دوسری صورت میں دو احتمال ہیں یا تو اس علم سے مقصد مدح یا ذم ہوگا یا کچھ بھی نہیں اول لقب ہے اور ثانی علم محض ہے۔

نوٹ: (۱) علم عام ہے خواہ وہ علم شخص ہو جیسے زید یا علم جنس ہو جیسے اسامہ۔ (۲) مبہمات سے مراد اشارات اور موصولات ہیں اور ان کو مبہم اس لئے کہتے ہیں کہ اسم اشارہ، مشارالیہ کے بغیر اور موصول، صلہ کے بغیر مبہم ہی ہوتا ہے۔ (۳) لام تعریف سے مراد لام جنس، لام استغراق اور لام عہد خارجی ہیں۔ (۴) اضافت سے اضافت معنوی مراد ہے۔

فائدہ: والمضاف الی احدھا کی (معرفہ ندا کے علاوہ) مثالیں: (۱) ضمیر کی طرف مضاف: غلامک۔ (۲) علم کی طرف مضاف: غلام زید۔ (۳) اسم اشارہ کی طرف مضاف: غلام ھذا۔ (۴) اسم موصول کی طرف مضاف: غلام الذی عندی۔ (۵) معرف باللام کی طرف مضاف: غلام الرجل۔

نوٹ: معرفہ بحرف ندا کو اس لئے مستثنیٰ کیا کہ اس کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ

وَاَعْرَفُهَا اَلْمُضْمَرُ اَلْمُتَكَلِّمُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ

ترجمہ: اور معرفہ کی اقسام میں سب سے بڑا معرفہ متکلم کی ضمیر ہے، پھر مخاطب کی۔

مختصر تشریح

تمام ضمیروں میں اعرف المعارف متکلم کی ضمیریں ہیں ان میں التباس سب سے کم ہے اس کے بعد حاضر کی ضمیریں ہیں اور آخر میں غائب کی ضمیریں ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے مضمرات میں سے اعرف المعارف کو بیان کرنا ہے۔ اور اعرف المعارف ضمائر متکلم ہیں، پھر ضمائر حاضر ہیں، پھر ضمائر غائب ہیں۔

سوال: ضمائر متکلم اعرف المعارف کیوں؟

جواب: ضمائر اعرف المعارف اس لئے ہیں کہ اشتباہ کا وقوع اس میں بہت ہی کم ہوتا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے متکلم ومخاطب کا تو تذکرہ کیا لیکن غائب کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟

جواب: غائب کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ جب متکلم اور مخاطب کو بیان کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ غائب کی اعرفیت ضمیر متکلم ومخاطب سے کم تر ہے۔

سوال: اسمائے مضمرات کے بعد اعرفیت کی ترتیب کیا ہے؟

جواب: اسمائے مضمرات کے بعد اعرف اعلام ہیں پھر مبہمات (اشارات اور موصولات) اور آخر میں نمبر معرف باللام اور ندا اور مضاف الی احد ہا کا ہے۔

اَلنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْئٍ لَا بِعَيْنِهٖ

ترجمہ: نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

مختصر تشریح

نکرہ وہ اسم ہے جس کو کسی غیر معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ معرفہ کے سات اقسام کے علاوہ تمام اسماء نکرہ ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نکرہ کی تعریف کرنا ہے۔ اور نکرہ ایسا اسم ہے جو شئ غیر معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اس طور پر کہ متکلم اور مخاطب کے درمیان خارج میں اس کا معہود معلوم اور متعین نہ ہو۔

فائدہ: **لا بعینہ** کی قید سے معرفہ کو خارج کر دیا اس لئے کہ علم شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وُضِعَ لِكَمِّيَّةِ آحَادِ الْاَشْيَاءِ

ترجمہ: اسمائے عدد وہ اسماء ہیں جو اشیاء کے افراد کی مقدار (پر دلالت کرنے) کے لئے وضع کیے گئے ہوں۔

مختصر تشریح

اسمائے عدد وہ الفاظ ہیں جن کو چیزوں کی مقدار بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں جیسے ایک۔ دو وغیرہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسمائے عدد کو بیان کرنا ہے اور (۱) اسمائے عدد وہ الفاظ ہیں جن کو چیزوں کی مقدار بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ (۲) اسمائے عدد وہ الفاظ کہلاتے ہیں جو اشیاء کی اکائیوں کی مقدار کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

سوال: اکائیوں کی مقدار کا کیا مطلب؟

جواب: اکائیوں کی مقدار اس مرتبہ کا نام ہے جو کم کے ذریعہ سوال کرنے والے کے سوال کے جواب میں واقع ہو اور جو الفاظ ان مقادیر پر دلالت کرتے ہیں اسمائے عدد ہیں۔

فائدہ: واحد اور اثنان نحویوں کی اصطلاح میں عدد کی تعریف میں داخل ہیں اگرچہ وہ اہل علم حساب کی اصطلاح میں عدد میں شامل نہیں ہیں۔

سوال: رجل اور رجلان بھی اشیاء کی اکائیوں کی مقدار پر دلالت کرتے ہیں لہذا یہ عدد میں داخل ہو گئے پس اسمائے اعداد کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے؟

جواب: اسمائے عدد کا موضوع لہ صرف اور صرف چیزوں کی اکائیوں کی مقدار ہے اور یہ الفاظ مقدار پر جنسیت کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اس لئے اشکال نہ ہوگا۔

أُصُوْلُهَا اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَاَلْفٌ

ترجمہ: تمام اعداد کی اصل بارہ کلمے ہیں: واحد (ایک) سے عشرۃ (دس) تک، مائۃ (سو) اور الف (ایک ہزار)۔ واحد، اثنان، ثلثۃ، اربعۃ، خمسۃ، ستۃ، سبعۃ، ثمانیۃ، تسعۃ، عشرۃ، ماۃ، الف باقی تمام اعداد ان سے مرکب ہیں۔

مختصر تشریح

بنیادی اعداد بارہ ہیں: واحد، اثنان، ثلاثۃ، اربعۃ، خمسۃ، ستۃ، سبعۃ، ثمانیۃ، تسعۃ، عشرۃ، مأۃ، الف۔ باقی اعداد ان سے مرکب ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ وہ ضوابط جن سے جملہ اسمائے عدد کا حکم معلوم ہوتا ہے (اب چاہے اس کا تعلق علامت تانیث کے لاحق کرنے سے معلوم ہو یا ساقط کردینے سے، تثنیہ لانے سے ہو یا جمع یا ترکیب اضافی سے ہو یا امتزاجی ترکیب عطفی سے) بارہ کلمے ہیں۔

سوال: وہ بارہ کلمے کیا ہیں؟

جواب: وہ بارہ کلمے یہ ہیں۔ (۱) واحد: ایک (۲) اثنان: دو (۳) ثلثة: تین (۴) اربعة: چار (۵) خمسة: پانچ (۶) ستة: چھ (۷) سبعة: سات (۸) ثمانية: آٹھ (۹) تسعة: نو (۱۰) عشرة: دس۔ (۱۱) مأة: سو (۱۲) الف: ہزار۔ باقی تمام اعداد ان سے مرکب ہیں۔

> تَقُوْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ، وَاحِدَةٌ اِثْنَتَانِ، وَثِنْتَانِ، وَثَلٰثَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ، وَثَلٰثٌ اِلٰى عَشَرٍ

ترجمہ: آپ کہیں گے واحد (ایک مرد) اثنان (دو مرد)، واحدة (ایک عورت)، اثنتان اور ثنتان (دو عورت) اور ثلاثة (تین مرد) سے عشرة (دس مرد) تک اور ثلاث (تین عورت) سے عشر (دس عورت) تک۔

مختصر تشریح

اعداد کے استعمال کا طریقہ: واحد: مفرد مذکر کے لئے ہے۔ واحدة: مفرد مؤنث کے لئے ہے۔ اثنان: تثنیہ مذکر کے لئے ہے۔ ثنتان اور اثنتان: تثنیہ مؤنث کے لئے ہیں۔ ثلاثة سے عشرة تک کے اعداد خلاف قیاس مستعمل ہیں۔ مذکر کے لئے علامت تانیث جیسے

ثلاثة رجال اور مؤنث کے لئے علامت تذکیر کے ساتھ جیسے ثلاث نسوة اعتبار معدود کے مفرد کا ہے وہ مذکر ہو تو عدد مؤنث اور وہ مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب مفرد مذکر اور تثنیہ مذکر کے لئے عدد بتانا مقصود ہو تو مفرد کے لئے واحد اور تثنیہ کے لئے اثنان کہا جائے گا اور واحد مونث کے لئے واحدة اور تثنیہ مونث کے لئے اثنتان اور ثنتان کہا جائے گا دوسرے الفاظ میں کہا جائے گا کہ جب ایک اور دو کا عدد بتانا ہو تو قیاس کے موافق مذکر کے لئے عدد مذکر اور مؤنث کے لئے عدد مونث استعمال کریں گے۔ لیکن ثلثة سے عشرة تک مذکر کے لئے تاء کے ساتھ اور مؤنث کے لئے ثلث سے عشر ةتک بغیر تاء کے خلاف قیاس استعمال کریں گے جیسے ثلثة مجاهدين، ثلث صائمات۔

سوال: خلاف استعمال کیوں؟

جواب: خلاف استعمال مذکر میں تاء کے ساتھ اور مؤنث میں بغیر تاء کے اس لئے کہ مذکر ومؤنث کے درمیان فرق ہو جائے۔

سوال: فرق تو قیاس کے موافق بھی ہوتا ہے کہ مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ اور مذکر کے لئے بغیر تاء کے؟

جواب: مذکر، مؤنث سے مقدم ہے اور جمع جماعت کی تاویل میں مؤنث ہوتا ہے اس لئے تین سے لیکر دس تک کا عدد تاء کے ساتھ استعمال کیا گیا اور اب ضرورت ہوئی فرق کرنے کی اس لئے فرق کرنے کے لئے مؤنث بغیر تاء کے لائے۔

وَاَحَدَ عَشَرَ اِثْنَا عَشَرَ اِحْدٰی عَشَرَةَ اِثْنَتَا عَشَرَةَ وَثِنْتَا عَشَرَةَ

ترجمہ: احد عشر (گیارہ مرد)، اثنان عشر (بارہ مرد)، احدی عشرة (گیارہ عورت) اثنتا عشرة، ثنتا عشرة (بارہ عورت)۔

مختصر تشریح

گیارہ، بارہ قاعدہ کے موافق :احدعشر رجلا، اثناعشر رجلا۔ مذکر کے لئے دونوں جز مذکر ہوں گے۔ اور احدی عشرۃ امرأۃ اور اثنتا عشرۃ یا ثنتا عشرۃ امرأۃ۔ مؤنث کے لئے دونوں جز مؤنث آئیں گے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ دس سے آگے کا جب عدد بتانا مقصود ہو تو مذکر کی صورت میں احد عشر (گیارہ) اور اثنا عشر (بارہ) کے لئے مرکب امتزاجی دونوں جزؤں کو مذکر کے ساتھ لائیں گے اور مؤنث میں دونوں جزؤں کو مؤنث کے ساتھ ذکر کریں گے جیسے احدعشر مسلما، اثنی عشر مقاتلا، اور مؤنث کے لئے احدی عشرۃ مومنۃ، اثنتا عشرۃ مسلمۃ و ثنتا عشرۃ رکعۃ۔

سوال: دونوں جزؤں کو مذکر کی صورت میں تذکیر کے ساتھ کیوں؟

جواب: دونوں جزؤں کی تذکیر اس لئے ہے کہ پہلے کا معاملہ یہ ہے کہ مرکب، مفرد کی فرع ہے اور مفرد میں واحد اور تثنیہ کے لئے قیاس کے مطابق مذکر کے لئے مذکر عدد ہی استعمال ہوتا ہے تو اسی طرح مرکب میں بھی قیاس کے مطابق استعمال ہوتا ہے اور دوسرے جز کی تذکیر اس وجہ سے ہے کہ جز ثانی تمام مرکبات میں معدود کے مذکر اور مونث ہونے میں موافق ہوتا ہے۔

سوال: دونوں جزوں کو مونث کی صورت میں تانیث کے ساتھ کیوں؟

جواب: جز اول میں تانیث اس وجہ سے ہے کہ مرکب، مفرد کی فرع ہوتا ہے اور مفرد میں واحد اور تثنیہ کے لئے قیاس کے مطابق مؤنث کے لئے عدد مؤنث کا استعمال ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی جزءاول کو گیارہ اور بارہ میں مؤنث لایا گیا اور جزءثانی کی تانیث تو اس لئے ہے کہ عدد معدود کے موافق ہی ہوتا ہے۔

وَثَلٰثَةَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ وَثَلٰثَ عَشَرَةَ اِلٰی تِسْعَ عَشَرَةَ۔

ترجمہ: اور ثلاثة عشر (تیرہ مرد) سے تسعة عشر (انیس مرد) تک اور ثلاث عشرة (تیرہ عورت) سے تسع عشرة (انیس عورت) تک۔

مختصر تشریح

تیرہ تا انیس میں پہلا جز خلاف قیاس اور دوسرا جز موافق قیاس آئے گا۔ مذکر میں جیسے ثلاثة عشر رجلا تا تسعة عشر رجلاً اور مؤنث میں جیسے ثلاث عشرة امرأة تا تسع عشرة امرأة۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ تیرہ سے انیس تک کے عدد میں پہلا جز خلاف قیاس اور دوسرا جز موافق قیاس استعمال ہوتا ہے پس مذکر کی صورت میں ثلاثة عشر رجلا تا تسعة عشر رجلاً اور مؤنث میں جیسے ثلاث عشرة امرأة تا تسع عشرة امرأة۔

سوال: مذکر کی صورت میں پہلا جز تانیث کے ساتھ اور دوسرا جز تذکیر کے ساتھ کیوں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: پہلا جز تانیث کے ساتھ اس لئے استعمال ہوگا کہ مرکبات، مفردات کی فرع ہیں اور مفردات میں ثلثة سے تسعة تک خلاف قیاس مذکر کے لئے مؤنث کا استعمال ہوتا ہے تو ایسا ہی مرکبات میں بھی ہوگا اور دوسرے جز کی تذکیر اس لئے ہے تاکہ تانیث کی دو علامتیں اس لفظ میں نہ جمع ہو جائیں جو بمنزلۂ کلمۂ واحد کے ہے۔

سوال: مؤنث کی صورت میں جزء اول خلاف قیاس مذکر اور جزء ثانی موافق قیاس مؤنث کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: جزءاول خلاف قیاس مذکراس لئے استعمال کیا جائے گا کہ مفردات میں ایسا ہی ہوتا ہے اور مرکب ،مفرد کی ہی فرع ہے اور جز ثانی کے مؤنث استعمال کی تو اس کی اجازت اس لئے ہے کہ کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اشتباہ کا کوئی موقع بھی نہیں ہے اس لئے کہ اشتباہ جزءاول کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

وَتَمِيمٌ تُكَسِّرُ الشِّيْنَ فِي الْمُؤَنَّثِ۔

ترجمہ:اور قبیلہ بنوتمیم کےلوگ مؤنث میں عشر اور عشرۃ کے شین کو کسرہ دیتے ہیں۔

مختصر تشریح

قبیلہ بنوتمیم تیرہ تا انیس میں عشرۃ کی شین کو کسرہ دیتے ہیں اور عشِرۃ کہتے ہیں تا کہ مسلسل چار زبر جمع نہ ہو جائے۔جمہور کہتے ہیں کہ ۃ علیحدہ کلمہ ہے اس لئے چار زبروں کا تسلسل لازم نہیں آتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ بنوتمیم کے نزدیک عشرۃ کا استعمال مؤنث کے لئے ہوتو شین کو کسرہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: بنوتمیم کے نزدیک عشرۃ کا استعمال مؤنث کے لئے ہوتو شین کو کسرہ کے ساتھ کیوں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: بنوتمیم کے نزدیک جب عشرۃ کا استعمال مؤنث کے لئے ہوتو ظاہری بات ہے کہ تائے تانیث کو لے کر چار حروف ہوجاتے ہیں پس لگاتار چار فتحہ اکھٹا ہوجاتے ہیں اور اسی طرح ترکیب میں ثقل بھی ہے اس لئے شین کو کسرہ پڑھیں گے تا کہ عشرۃ میں لگاتار چار فتحہ جمع نہ ہوجائیں البتہ اہل حجاز کا کہنا ہے کہ کسرہ پڑھنے کے بجائے شین کو ساکن کردیں گے اور

عَشْرَۃ پڑھیں گے اس لئے فتحات سے سکون کے ذریعہ بھی بچا جا سکتا ہے اور تخفیف بھی ہے۔
لیکن جمہور کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ اخیر میں تاء ہے جو کہ زائدہ ہے چار فتح لازم نہیں آئیں گے بلکہ تین ہی فتح ہوں گے۔

وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا فِيْهِمَا۔

ترجمہ: اور (آپ کہیں گے) عشرون اور اس کے نظائر مذکر ومؤنث دونوں میں۔

مختصر تشریح

عشرون سے تسعون تک آٹھ دہائیوں میں مذکر ومؤنث یکساں ہیں۔ کہا جاتا ہے خمسون رجلا اور خمسون امرأۃ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ عشرون سے لے کر تسعون تک میں مذکر ومؤنث میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

فائدہ: (۱) مذکر ومؤنث میں عقود عشرون، ثلثون، اربعون، خمسون، ستون، سبعون، ثمانون اور تسعون مذکر ہی آئیں گے جیسے عشرون رجلاً، عشرون اِمْرَأَۃً ۔

وَاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ وَاِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ

ترجمہ: اور واحد وعشرون (اکیس مرد)، احدی وعشرون (اکیس عورت)۔

مختصر تشریح

عشرون کے بعد ہر دہائی کے پہلے دو عدد جیسے اکیس بائیس میں پہلا عدد معدود کے موافق آئے گا اور دوسرا یکساں رہے گا جیسے واحد وعشرون رجلا، اثنان و عشرون

رجلا اور احدی وعشرون امرأۃ ثنتان، اثنتان وعشرون امرأۃً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ ہر عقد (دہائی) کے بعد ایک اور دو کے اضافہ کی صورت میں جز اول قیاس کے مطابق آئے گا۔ (۲) اکیس، بائیس۔ اکتیس، بتیس۔ اکتالیس، بیالیس۔ اکیاون، باون۔ اکسٹھ، باسٹھ۔ اکہتر، بہتر، اکیاسی، بیاسی اور اکیانویں، بانویں میں جزءاول قیاس کے موافق آئے گا، مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث جیسے احد و عشرون رجلاً، اثنان و عشرون رجلاً۔ احدیٰ وعشرون امراۃ، ثنتان وعشرون امراۃ۔

(۳) تیئیس سے لے کر انتیس۔ تینتیس سے لے کر انتالیس۔ تینتالیس لے کر انچاس۔ ترپن سے لے کر انسٹھ۔ تریسٹھ سے لے کر انہتر۔ تہتر سے لے کر اناسی۔ تراسی سے لے کر نواسی اور ترانوے سے لے کر ننانوے تک جزءاول خلاف قیاس استعمال ہوگا اور جزء ثانی قیاس کے مطابق ہوگا۔

سوال: جزءثانی (عشرون تاتسعون) میں تبدیلی کیوں نہیں ہوگی؟

جواب: جزءثانی میں تبدیلی اس لئے نہیں ہوگی کہ اگر فرق کے واسطے علامت لائی جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو جزء ثانی میں نون سے پہلے لائی جائے گی یا نون کے بعد، پہلی صورت میں علامت کا وسط کلمہ میں لانا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں اور دوسری صورت میں دوسرے کلمے میں علامت کا لانا لازم آئے گا اور یہ بھی درست نہیں ہے۔

وعشرون واخواتها: اخواتها میں تین اعراب جائز ہیں۔

(۱) تاء پر رفع: اس لئے ہے کہ اخواتها مبتدا ہو اور اس کی خبر مثلها محذوف ہو۔

(۲) تاء پر نصب: تقول کا مفعول ہونے کی وجہ سے محلا منصوب ہے۔

(۳) تاء کا کسرہ: اس لئے کہ وہ عشرون پر معطوف ہے۔

ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَّا تَقَدَّمَ اِلٰی تِسْعَةٍ وَّتِسْعِیْنَ۔

ترجمہ: پھر (آپ بولیں گے دہائیوں کا بعینہ) مذکور اسمائے اعداد کے لفظ پر عطف کرنے کے ساتھ، تسعة وتسعون تک۔

مختصر تشریح

اور دو سے زائد لانے کی صورت میں خلاف قیاس استعمال ہوگا البتہ جزء ثانی میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ایک سے لے کر دس تک اکائیاں اسی سابقہ ضابطہ کے مطابق استعمال کریں ایک اور دو میں قیاس کے مطابق اور اس کے بعد خلاف قیاس پھر عقود العشرات (عشرون تا تسعون) کا اس پر عطف کریں اور آپ مثلاً کہیں احدوعشرون رجلا واحدی وعشرون امرأة ثلثة وعشرون جندیا وثلث عشرون تلمیذة اسی طرح آپ تسع وتسعون تک نکالیں ماقبل میں تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

نوٹ: البتہ اتنا فرق ہے کہ اکائیاں، عشرات (دہائیوں) کے ساتھ بیس تا نوے مرکب نہیں ہوں گے جبکہ اکائیاں دس کی دہائی کے ساتھ انیس تک مرکب ہوتی ہے بلکہ یہاں اکائی پر دہائی کا عطف ہوگا، اکائی معطوف علیہ اور دہائی معطوف قرار پائے گی اصل میں عشرون وغیرہ میں واؤ اور یا معرب ہونے کی علامت ہے جبکہ ترکیب علتِ بنا ہے پس دونوں میں منافات ہے۔

وَمِائَةٌ وَّاَلْفٌ مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ فِیْهِمَا

ترجمہ: اور مائة (سو) الف (ایک ہزار) مائتان (دوسو)، الفان (دو ہزار) مذکر اور مؤنث دونوں میں۔

مختصر تشریح

مأۃ اور الف اور ان کا تثنیہ یکساں ہوتا ہے جیسے مأۃ رجل، الف رجل، مأتا رجل، الفا رجل۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ مأۃ، الف، مأتان، الفان کا استعمال مذکر اور مؤنث میں کسی طرح کا فرق کئے بغیر کیا جائے جیسے مأۃ مسلم اور مأۃ صائمۃ الف مجاھد اور الف بقرۃ۔

سوال: مأۃ، الف میں تذکیر و تانیث میں فرق کیوں نہیں؟

جواب: فرق اس لئے نہیں کہ مائۃ، الف عقود (دہائیوں) کے مشابہ ہیں، پس جب عقود میں تذکیر و تانیث میں فرق نہیں ہوتا، تو اسی طرح ان کے مشابہات میں بھی نہ ہوگا یہی حکم مائتان اور الفان میں بھی ہے۔

ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلٰی مَا تَقَدَّمَ

ترجمہ: پھر سو اور ہزار کے بعد آپ بولیں گے عطف کے ساتھ مذکورہ طریقے کے مطابق

مختصر تشریح

مأۃ کے بعد کوئی عدد زائد ہو تو عطف کے ساتھ مذکورہ بالا قاعدہ کے موافق لائیں گے جیسے مأۃ و ثلاثۃ رجال اور مأۃ ثلاث نسوۃ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنفؒ کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب مأۃ اور الف سے عدد

آگے بڑھے تو واحد سے تسع و تسعین تک اعداد کے استعمال کا طریقہ آپ نے جو ما قبل میں پڑھا ہے اسی کے مطابق کرتے ہوئے زوائد کا مأۃ اور الف پر عطف کر دیا جائے جیسے مأۃ و ثلاثۃ رجال۔ مأۃ و ثلاث نسوۃ۔

سوال: اس میں کیا کوئی دوسرا طریقہ ہے؟

جواب: ہاں! اس میں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مأۃ اور الف کا زوائد پر عطف کر دیا جائے۔

سوال: اس میں دو طریقے کیوں جائز ہیں؟

جواب: اس میں دو طریقے اس لئے جائز ہیں کہ عدد کثیر معنی کے اعتبار سے ثقیل ہوتا ہے لہذا تخفیف کے واسطے دونوں طریقے درست ہیں۔

فائدہ

وَفِي ثَمَانِي عَشَرَةَ فَتْحُ الْيَاءِ، وَجَازَ إِسْكَانُهَا، وَشَذَّ حَذْفُهَا بِفَتْحِ النُّونِ

ترجمہ: اور ثمانی عشرۃ میں یاء کا فتحہ ہے، اور جائز ہے یاء کو ساکن پڑھنا اور شاذ ہے یاء کو حذف کرنا نون کو فتحہ دینے کے ساتھ۔

مختصر تشریح

فائدہ: ثمانِیَ عشرۃ میں اصل یاء کا فتحہ ہے اس لئے کہ اعداد مرکبہ فتحہ پر مبنی ہے مگر یاء کو ساکن کرنا بھی جائز ہے جیسے ثمانِیْ عشرۃ لیکن یاء کو حذف کر کے نون کو فتحہ دینا شاذ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ثمانی عشرۃ کی ترکیب میں ثمانی کی یاء میں کئی

لغتیں ہیں اس کو بیان کرنا ہے۔اور وہ لغتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱)ثمانِیَ کی یاء مفتوح ہو۔جیسے ثمانِیَ

سوال: ثمانِیَ کی یاء مفتوح کیوں؟

جواب: ثمانِیَ کی یاء مفتوح اس لئے ہے کہ تمام مرکبات کے جزءاول کا آخر فتحہ کے ساتھ ہے جیسے ثلثةَ عشر، اربعةَ عشر، وغیرہ پس ان کی موافقت میں ثمانی عشر میں ثمانِیَ کی یاء کا فتحہ اصل ہوگا۔

(۲)ثمانِیَ کی یاء ساکن ہو۔جیسے ثمانی۔

سوال: ثمانی کی یاء ساکن کیوں؟

جواب: ثمانی کی یاء ساکن اس لئے ہے کہ مرکب، ترکیب کی وجہ سے ثقیل ہو جاتا ہے لہذا تخفیف کی وجہ سے ساکن بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۳)ثمانی کی یاء کو حذف کر کے نون کو یاء کے ماقبل حرف کے مطابق حرکت فتحہ دے دی جائے جیسے ثمانَ عشر لیکن یہ شاذ ہے اس لئے کہ فتحہ یائے محذوفہ پر دلالت نہیں کرے گا البتہ اگر یاء کو حذف کرنا ہے تو نون کو کسرہ مناسب ہوگا کہ نون کے کسرہ کو باقی رکھا جائے تاکہ وہ حذف یاء پر دلالت کرے۔

قاعدہ

وَمُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ لَفْظًا اَوْمَعْنًى؛

ترجمہ: اور ثلاثة (تین) سے عشرة (دس) تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے، خواہ جمع لفظاً ہو یا معنیً۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ثلاثة سے عشرة کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور جمع آتی ہے خواہ لفظاً جمع ہو یا معنی جیسے رجال اور رھط۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ثلثة سے لے کر عشرة تک کے اعداد کی تمیز مجرور اور جمع ہوتی ہے خواہ جمع لفظاً ہو یا معناً۔ جمع لفظاً کی مثال: ثلثة رجال۔ جمع معنیً کی مثال: ثلثة رهط۔

سوال: ثلثة سے لے کر عشرة تک کی تمیز مجرور کیوں ہوتی ہے؟

جواب: تمیز مجرور اس وجہ سے ہے کہ اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اور کسی شئی کا کثرت سے استعمال تخفیف کا تقاضہ کرتا ہے اور اضافت تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس لئے تمیز مجرور ہوگی۔

سوال: ثلثة سے لے کر عشرة کی تمیز جمع کیوں؟

جواب: تمیز جمع اس لئے ہے تا کہ عدد، معدود کے مطابق ہو جائے۔

اِلَّا فِیْ ثَلٰثِ مِأَةٍ اِلٰی تِسْعِ مِأَةٍ، وَکَانَ قِیَاسُهَا مِئَاتٍ اَوْ مِئِیْنَ

ترجمہ: مگر ثلاث مأة (تین سو) سے تسع مأة (نوسو) تک اور قیاس (کا تقاضہ) مئات یا مئین ہے۔

مختصر تشریح

جب ان اعداد کی تمیز لفظ مأة آئے تو مفرد مجرور ہوگی جیسے ثلاث مأة سے تسع مأة تک اور مفرد اس لئے آتا ہے کہ مأة کی دو جمعیں ہیں ایک جمع مذکر سالم مِئون، مِئین اور دوسری جمع مؤنث سالم مآت اور دونوں ثلاثة اور اس کے اخوات کی تمیز نہیں ہو سکتی۔
اول اس لئے نہیں ہو سکتی کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف جائز نہیں اور ثانی میں چند تاؤں کا جمع ہونا لازم آئے گا اس مجبوری میں مفرد مأة کو تمیز لاتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ماقبل میں اصول بیان کیا کہ عدد اقل ثلثة سے لیکر عشرة تک کے اعداد کی تمیز مجرور اور جمع ہوتی ہے تو ثلث مأة تا تسع مأة عدد اقل ہے اور تمیز جمع کی جگہ مفرد کیوں لائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مأة کی دو جہتیں ہیں:(۱) جمع مذکر سالم کی صورت جیسے مئون اور مئین۔(۲) جمع مؤنث سالم کی صورت میں جیسے مئات۔

پس اگر جمع مذکر کی صورت پر تمیز لائی جاتی تو لفظ میں (بمنزلۂ کلمۂ واحدہ ہے) تذکیر وتانیث دونوں کی علامتوں کا اجتماع ہونا لازم آتا ہے جو درست نہیں ہے۔اور جمع مؤنث کی صورت پر تمیز لائی جاتی تو عادت کے خلاف ورزی لازم آتی ہے کیونکہ عربوں کی عادت واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانے کی بن چکی ہے لہذا اس کے بعد الف تاء کے ساتھ جمع لانا ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ مفرد تمیز لائے تو مزید یہ کہ اس میں اختصار بھی ہے۔

قاعدہ

وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ

ترجمہ: اور احد عشر (گیارہ) سے تسعة وتسعون (ننانوے) تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

احد عشر سے لے کر تسعة وتسعین تک کی تمیز منصوب مفرد ہوگی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مرکبات امتزاجیہ (احدعشر۔گیارہ۔تا تسعة وتسعين ننانویں) کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: تمیز مفرد کیوں ہوتی ہے؟

جواب: تمیز کے مفرد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ منصوب ہے تو فضلہ ہے اور فضلہ جس قدر کم تر ہو بہتر ہے اور قلت، مفرد میں بہ نسبت جمع کے موجود ہے کیونکہ جمع میں لفظ زیادہ کرنا پڑتا ہے۔

سوال: مرکبات امتزاجیہ کی تمیز منصوب کیوں ہوگی؟

جواب: مرکبات امتزاجیہ احد عشر سے تسع عشر تک کی تمیز اس لئے منصوب ہوگی کہ اضافت کی وجہ سے کلمات ثلثہ کا کلمہ واحدہ بنا دینا لازم آتا ہے کیونکہ اضافت دواسموں کو اسم واحد کے مثل کر دیتی ہے پس مجرور ہونا مرتفع ہوگیا۔

سوال: عشرون تاتسعون میں تمیز منصوب کیوں ہوتی ہے؟

جواب: عشرون تاتسعون میں تمیز منصوب ہوتی ہے اس لئے کہ عقود کی اضافت دشوار ہے اب اگر اضافت کرتے ہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اضافت کی وجہ سے نون ساقط کریں گے یا نہیں، ساقط کرنا باطل ہے اس لئے کہ یہ نون جمع مذکر سالم کا نون نہیں جس کو اضافت کی وجہ سے حذف کر دیا جائے اور ساقط نہ کرنا بھی باطل ہے اس لئے کہ یہ نون، نون جمع مذکر سالم کی شکل پر ہے لہذا اس کا ساقط کرنا نامناسب ہوا گویا تضاد اور منافات لازم آتا ہے پس اضافت کی کوئی صورت ہی نہیں۔

قاعدہ

وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَأَلْفٍ، وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِهِ مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ

ترجمہ: اور مأة (سو) الف (ایک ہزار) ان دونوں کے تثنیہ (مائتان، الفان) اور الف کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: مأة اور الف کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے، اسی طرح دونوں کے تثنیہ کی تمیز اور صرف الفٌ کی جمع کی تمیز بھی مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے مأة رجل، الف رجل، مأتا رجلٍ، الفا رجلٍ، آلاف رجلٍ۔ مأة کی تمیز جمع کے ساتھ استعمال نہیں کی جاتی چنانچہ ثلاث مآتِ رجل نہیں کہتے، جبکہ ثلاثة آلاف رجل جائز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تین باتوں کو بیان کرنا ہے: (۱) مأة اور الف کی تمیز مفرد مجرور ہوگی۔ (۲) مأتان اور الفان کی تمیز مجرور مفرد ہوگی۔ (۳) الف جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوگی۔

سوال: الف اور ماۃ اوران دونوں کے تثنیہ نیز الف کی جمع کی تمیز مجرور مفرد کیوں ہوتی ہے؟

جواب: اس لئے کہ الف اور ماۃ اصول میں آحاد کے مشابہ ہیں اور آحاد کی تمیز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے لہذا ان کی بھی تمیز مجرور ہوگی اور مفرد اس لئے ہوگی کہ مأة اور الف کثرت کی جانب میں ہیں اور آحاد قلت کی جانب میں اور آحاد کی تمیز جمع آتی ہے لہذا ان کی تمیز واحد ہوگی تو ازن کے لئے تاکہ جمع، کثرت پر دلالت کرے اور مفرد قلت پر۔

سوال: مصنفؒ نے تثنیتھما کی طرح جمعھما کیوں نہیں کہا؟

جواب: اس لئے کہ الف کی تو جمع آتی ہے لیکن مأة کی جمع مستعمل نہیں ہے کیونکہ ثلاث مائات رجل نہیں بولا جاتا اس لئے و جمعھما کہنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ الف کی طرح مأة کا بھی تثنیہ مستعمل ہے چنانچہ مائتان رجل کہا جاتا ہے لہذا و تثنیتھما کہنا تو درست ہے۔

قاعدہ

وَإِذَا كَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا، وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا، أَوْ بِالْعَكْسِ فَوَجْهَانِ

ترجمہ: اور جب معدود (تمیز) مؤنث ہو اور لفظ مذکر، یا اس کے برعکس ہو تو وہاں دو صورتیں (جائز) ہیں۔

مختصر تشریح

جب معدود معنیٰ کے اعتبار سے مؤنث اور لفظ کے اعتبار سے مذکر ہو جیسے لفظ شخص سے مؤنث اشخاص مراد لیں تو وہ معنیً مؤنث ہوگا اور لفظاً مذکر ہو یا اس کے برعکس ہو جیسے نفس (مؤنث سماعی) سے کوئی مرد مراد لیں تو وہ معنیً مذکر اور لفظاً مؤنث ہوگا ایسی صورت میں دو وجہیں جائز ہیں۔ لفظ کی رعایت کرنا اور معنیٰ کی رعایت کرنا۔

پس بصورت اولیٰ معنیٰ کی رعایت کر کے ثلاثۃ اشخاص بھی کہہ سکتے ہیں اور لفظ کی رعایت کر کے ثلاث اشخاص بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور بصورت ثانی ثلاثۃ انفس بھی کہہ سکتے ہیں اور ثلاث انفس بھی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب معدود مؤنث ہو اور لفظ مذکر ہو تو دو وجہیں درست ہیں جیسے شخص معنیً مؤنث ہے اور لفظاً مذکر ہے یا اس کے برعکس معدود معنیً مذکر ہو اور لفظاً مؤنث، جیسے نفس۔ عدد مذکر بھی لا سکتے ہیں۔ جیسے ثلث اشخاص (تین عورتیں) معنیٰ مؤنث ہو۔ اور عدد مؤنث بھی لا سکتے ہیں جیسے ثلثۃ اشخاص لفظاً مذکر ہو۔

برعکس کی مثال: عدد مؤنث بھی لا سکتے ہیں جیسے ثلاثۃ انفس معنیً مذکر ہو۔ عدد مذکر بھی لا سکتے ہیں جیسے ثلاث انفس لفظاً مؤنث ہو۔

قاعدہ

وَلَا يُمَيَّزُ وَاحِدٌ، وَاِثْنَانِ اِسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْيِيْزِ عَنْهُمَا، مِثْلُ رَجُلٍ، وَرَجُلَانِ، لِاِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُوْدِ بِالْعَدَدِ

ترجمہ: اور واحد اور اثنان کی تمیز نہیں لائی جاتی؛ لفظ تمیز کے ان دونوں سے بے نیاز کر دینے کی وجہ سے جیسے رجل (ایک مرد) رجلان (دو مرد) لفظ تمیز کے اس صراحت کا فائدہ دینے کی وجہ سے جو عدد سے مقصود ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: واحد و اثنان کی تمیز نہیں آتی، واحد رجل اور اثنا رجل نہیں کہہ سکتے، کیونکہ جب خود رجل اور رجلان باعتبار مادہ کے جنس پر دال ہیں اور باعتبار صیغہ کے وحدت و تثنیہ پر تو پھر تمیز کی کیا ضرورت ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ واحد، واحدۃ اور اثنان و اثنتان کی تمیز نہیں لائی جاتی بلکہ لفظ واحد اور اثنان کے بجائے اس لفظ کو ذکر کرتے ہیں جو تمیز بننے کے قابل ہوتا ہے۔ چنانچہ واحد رجل اور اثنان رجلین نہیں کہا جائے گا۔

سوال: واحد اور اثنان وغیرہ کی تمیز کیوں نہیں لائی جاتی؟

جواب: واحد اور اثنان وغیرہ کی تمیز اس لئے نہیں لائی جاتی کہ جب خود رجل اور رجلان مادہ کے اعتبار سے جنس پر دلالت کرتے ہیں اور صیغہ کے اعتبار سے وحدت و تثنیہ پر تو پھر تمیز کی کیا ضرورت ہے۔

قاعدہ

وَتَقُوْلُ فِي الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ بِاِعْتِبَارِ تَصْيِيْرِهِ اَلثَّانِيْ وَالثَّانِيَةُ اِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ لَاغَيْرَ وَبِاِعْتِبَارِ حَالِهِ اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِيْ، وَالْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةِ اِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ، وَالْحَادِيْ عَشَرَ وَالْحَادِيَةَ عَشَرَةَ وَالثَّانِيْ عَشَرَ وَالثَّانِيَةَ عَشَرَةَ اِلَى التَّاسِعَ عَشَرَ وَالتَّاسِعَةَ عَشَرَةَ

ترجمہ: اور آپ کہیں گے متعدد کے مفرد میں اس کی تصییر کے اعتبار سے الثاني اور الثانية سے صرف العاشر اور العاشرة تک اور اس حالت کے اعتبار سے الاول، الثاني، الاولى اور الثانية سے العاشر اور العاشرة تک اور الحادى عشر، الحادية عشرة، الثاني عشر اور الثانية عشرة سے التاسع عشر اور التاسعة عشرة تک۔

مختصر تشریح

عدد کی دو قسمیں ہیں (۱) عدد ذاتی (۲) عدد وصفی۔

عدد ذاتی صرف گنتی کا نام ہے اس میں عدد کے مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ عدد وصفی جس میں گنتی کے ساتھ عدد کے مرتبہ کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔ جیسے دو، عدد ذاتی ہے اور دوسرا، عدد وصفی ہے۔ پھر عدد وصفی کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) عدد کے مرتبہ کا اعتبار کرنا (عدد کی ذاتی حالت کا اعتبار کرنا) جس کو حال کہا جاتا ہے۔ (۲) عدد میں ماتحت عدد کا اعتبار کرنا جس کو تصییر کہا جاتا ہے۔

تصییر کے معنی ہے بنانا۔ کسی بھی عدد میں ایک شامل کیا جائے تو اوپر کا عدد وجود میں آتا ہے یہی تصییر ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عدد حال (مرتبہ ظاہر کرنے والی گنتی) ایک سے غیر متناہی

تک جاتی ہے اور اس گنتی کے لئے فاعل کا وزن استعمال کیا جاتا ہے جیسے ثالث، رابع وغیرہ اور اس گنتی میں مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔

مذکر کے لئے (السطر) الاول۔ الثانی، الثالث العاشر تک پھر الحادی عشر الثانی عشر الثالث عشر الخ دونوں جزء مذکر ہوں گے پھر العشرون، الواحد والعشرون، الثانی والعشرون الخ۔ پہلا جزء مذکر اور دہائی یکساں ہوں گے۔

اور مؤنث کے لئے (الصفحة) الاولی ،الثانية، الثالثة الخ الحادية عشرة، الثانية عشرة، الثالثة عشرة۔ دونوں جزء مؤنث ہوں گے۔ العشرون، احدی وعشرون، الثانية والعشرون پہلا جزء مؤنث اور دہائیاں یکساں۔

اور ماتحت عدد کو مافوق عدد بنانے کے لئے (تصییر) کے لئے بھی فاعل کا وزن استعمال کرتے ہیں مگر یہ گنتی دو سے دس تک ہی آتی ہے چونکہ ایک سے نیچے کوئی عدد نہیں اس لئے ایک کا عدد تصییر نہیں آتا اس گنتی کے لئے بھی کہیں گے الثانی، الثالث ، العاشر تک مذکر کے لئے اور الثانية، الثالثة، العاشرة تک مؤنث کے لئے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ وہ اسم فاعل جو واحد تا عشر اسمائے عدد سے مشتق ہوتا ہے اس کے استعمال کے دو طریقے ہیں:

(۱) بیان تصییر (۲) بیان حال۔ آسان لفظوں میں اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں گنتی کی دو قسمیں ہیں (۱) عدد ذاتی (۲) عدد صفتی۔

عدد ذاتی: صرف گنتی کا نام ہے اس میں عدد کے مرتبے کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

عدد وصفی: میں عدد کا لحاظ کیا جاتا ہے جیسے دو عدد ذاتی ہے اور دوسرا عدد وصفی ہے۔

عدد وصفی کی دو صورتیں ہیں: (۱) عدد کے مرتبے کا اعتبار کرنا اس کو مصنفؒ نے حال کا نام دیا ہے جس کا مطلب ہے عدد کی ذاتی حالت کا اعتبار کرنا۔ (۲) عدد میں ماتحت عدد کا

اعتبار کرنا اس کو مصنفؒ نے تصییر کا نام دیا ہے۔

تصییر کے معنی ہیں بنانا کسی بھی عدد میں ایک کے ساتھ ایک عدد شامل کیا جائے تو اوپر کا عدد وجود میں آتا ہے اس کو تصییر کہا جاتا ہے جیسے ایک عدد کے ساتھ ایک عدد شامل کیا تو اوپر کا عدد (دو) وجود میں آیا۔

نوٹ: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عدد حال (مرتبہ ظاہر کرنے والی گنتی) ایک سے غیر متناہی تک کی جاتی ہے اور اس گنتی کے لئے فاعل کا وزن استعمال کیا جاتا ہے جیسے ثالث، رابع وغیرہ اور اس گنتی میں مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں، مذکر کے لئے کہیں گے:۔

السطر الاول، الثانی، الثالث، العاشر تک پھر الحادی عشر، الثانی عشر، الثالث عشر الخ۔ (دونوں جزء مذکر) پھر العشرون، الواحد والعشرون، الثانی والعشرون الخ (پہلا جزء مذکر اور دہائی یکساں)۔

اورمؤنث کے لئے کہا جائے گا الصفحة الاولی، الثانیة، الثالثة الخ الحادیة عشرة، الثانیة عشرہ، الثالثة عشرہ الخ (دونوں جزء مونث) ہوں گے۔ العشرون، احدی وعشرون (الواحدة والعشرون) الثانیة والعشرون، الثالثة والعشرون الخ (پہلا جز مؤنث اور دہائیاں یکساں)۔

وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ فِي الْاَوَّلِ ثَالِثُ اثْنَيْنِ،
اَيْ مُصَيِّرُهُمَا ثَلٰثَةً مِنْ ثَلَّثْتُهُمَا

ترجمہ: اور اسی وجہ سے کہا جائے گا پہلی صورت (یعنی تصییر کا اعتبار کرنے کی صورت) میں ثالث اثنین، یعنی دو کو تین بنانے والا، یہ ثلثتھما سے مشتق ہے۔

مختصر تشریح

تصییر کی صورت میں عدد کی ماتحت عدد کی طرف اضافت کریں گے جیسے ثالث اثنین دو کو تین کرنے والا عدد۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ تصییر کے لئے (ماتحت عدد کو مافوق عدد بنانے کے لئے) بھی فاعل کا وزن استعمال کرتے ہیں مگر یہ گنتی دو سے دس تک ہی آتی ہے چونکہ ایک سے نیچے (زیرو) آتا ہے اس لئے ایک کے عدد میں تصییر نہیں آتی اس گنتی کے لئے بھی کہیں گے الثاني، الثالث، العاشر (مذکر کے لئے) الثانية، الثالثة، العاشرة تک (مؤنث کے لئے)۔

واضح ہو کہ بیان تصییر میں عدد کی اضافت عدد انقص کی طرف ہوتی ہے عدد فوق اور عدد مساوی کی طرف نہیں ہوتی اور بیان مرتبہ میں فوق اور مساوی کی طرف اضافت ہوتی ہے انقص کی طرف نہیں ہوتی پس یہ دونوں اعتبار الگ الگ ہیں لہذا اول میں مفرد میں جو تصییر کے اعتبار سے بولا جاتا ہے ثالث اثنین پس اس ترکیب میں ثالث کی اپنے سے کم کی طرف اضافت ہے معنی ہوا (دو کا تیسرا) دو کو تین کر دینے والا یہ عربوں کے قول ثلثتهما سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں (میں نے ان دونوں کو تین کر دیا)۔

سوال: بیان تصییر میں اضافت ادنی کی طرف کیوں ہوتی ہے؟

جواب: بیان تصییر میں اضافت ادنی کی طرف اس لئے ہوتی ہے تاکہ تحصیل حاصل لازم نہ آئے۔

وَفِي الثَّانِيْ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ أَيْ أَحَدُهَا

ترجمہ: اور دوسری صورت (مرتبہ کا اعتبار کرنے کی صورت) میں ثالث ثلاثة، یعنی تین میں سے ایک۔

مختصر تشریح

حال کی صورت میں برابر کے عدد کی طرف یا مافوق کی طرف اضافت کریں گے

جیسے ثالث ثلاثۃٍ تین میں کا تیسرا یا ثالث خمسۃ پانچ میں کا تیسرا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ بیان حال کی صورت میں برابر کے عدد کی طرف یا مافوق کی طرف اضافت کریں گے جیسے ثالث ثلثۃ (تین میں کا تیسرا) یا ثالث خمسۃ (پانچ میں کا تیسرا) مطلب یہ ہے کہ مضاف، مضاف الیہ کے عدد میں سے ہے۔

سوال: بیان حال (مرتبہ) میں اضافت مساوی یا فوق کی طرف کیوں؟

جواب: بیان حال (مرتبہ) میں مساوی اور عدد فوق کی طرف اضافت اس لئے ہوتی ہے تا کہ کذب لازم نہ آئے۔

وَتَقُوْلُ حَادِیْ عَشَرَ اَحَدَ عَشَرَ عَلَی الثَّانِیْ خَاصَّةً وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ حَادِیْ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تَاسِعَ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتُعْرَبُ الْاَوَّلُ

ترجمہ: اور آپ کہیں گے حادی عشر احد عشر (گیارہ میں سے گیارہواں) صرف دوسری صورت میں اور اگر آپ چاہیں تو کہیں گے حادی احد عشر سے تاسع تسعة عشر تک، پس اس صورت میں پہلا جز (مضاف) معرب ہوگا۔

مختصر تشریح

مرکب عدد کی مرکب عدد کی طرف اضافت باعتبار تصییر کے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ عدد اس اعتبار سے دس سے تجاوز نہیں کرتا البتہ باعتبار حال کے اضافت ہوسکتی ہے جیسے حادی عشر، احد عشر (گیارہواں)۔ اور اگر چاہے تو پہلے عدد کا دوسرا جز حذف کر دے اور کہے حادی احد عشر مگر اس صورت میں پہلے عدد کا جزء اول معرب ہوگا اس لئے کہ اس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا پس جب مرکب اول کا جزء ثانی ساقط ہوگیا تو جزء اول وسط کلمہ میں نہ رہا اس لئے معرب ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مرکب عدد کی مرکب عدد کی طرف اضافت تصییر کے اعتبار سے نہیں ہوسکتی کیونکہ عدد اس اعتبار میں دس سے تجاوز نہیں کرتا البتہ باعتبار حال کے اضافت ہوسکتی ہے پس کہا جائے گا حادی عشر احد عشر (گیارہواں) اور اگر چاہیں تو پہلے عدد کا دوسرا جز حذف کر دیں اور کہیں حادی احد عشر، مگر اس صورت میں پہلے عدد کا جزءاول معرب ہوگا۔

سوال: پہلے عدد کا دوسرا جز حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: پہلے عدد کا دوسرا جز تخفیف کی غرض سے حذف کیا جاتا ہے۔

سوال: پہلے عدد کا جزءاول معرب کیوں ہوگا؟

جواب: پہلے عدد کا جزءاول اس لئے معرب ہوگا کہ اس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا پس جب مرکب اول کا جزءثانی ساقط ہوگیا تو جزاول وسط کلمہ میں نہ رہا اس لئے معرب ہوگا۔

۱ سے ۱۰ تک مذکر گنتی: احد۔ثنان۔ثلث۔اربع۔خمس، ست، سبع، ثمان، تسع، عشر۔

۱ سے ۱۰ تک مونث گنتی:

احدی۔اثنتان۔ثلثة۔اربعة۔خمسة۔ستة۔سبعة۔ثمانية۔تسعة۔عشرة

۱۱ سے ۱۹ تک مذکر کی گنتی: احد عشر۔اثنا عشر۔ ثلثة عشر۔ اربعة عشر خمسةعشر۔ستةعشر۔سبعةعشر۔ثمانيةعشر۔تسعةعشر۔

۱۱ سے ۱۹ تک مونث کی گنتی:

احدی عشرة۔ اثنتاعشرة۔ ثلث عشرة۔ اربع عشرة۔ خمس عشرة۔ ستعشرة۔سبععشرة۔ثمانیعشرة۔تسععشرة۔

عشرون (۲۰) مذکر و مؤنث کے لئے۔

۲۱ سے ۲۹ تک مذکر کی گنتی:

احد و عشرون۔ اثنان و عشرون۔ ثلثة و عشرون۔ اربعة وعشرون۔ خمسة و عشرون۔ ستة وعشرون۔ سبعة وعشرون۔ ثمانية وعشرون۔ تسعة وعشرون۔

۲۱ سے ۲۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی وعشرون۔ اثنتان وعشرون۔ ثلث وعشرون، اربع وعشرون۔ خمس و عشرون۔ ست و عشرون۔ سبع و عشرون۔ ثمان و عشرون۔ تسع و عشرون۔

ثلثون (۳۰) مذکر و مؤنث کے لئے۔

۳۱ سے ۳۹ تک مذکر کی گنتی:

احدو ثلثون۔ اثنان و ثلثون۔ ثلثةو ثلثون۔ اربعةو ثلثون۔ خمسةو ثلثون۔ ستةو ثلثون۔ سبعةو ثلثون۔ ثمانيةو ثلثون۔ تسعةو ثلثون۔

۳۱ سے ۳۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی و ثلثون۔ اثنتان و ثلثون۔ ثلث و ثلثون۔ اربع و ثلثون۔ خمس و ثلثون۔ ست و ثلثون۔ سبع و ثلثون۔ ثمانی و ثلثون۔ تسع و ثلثون۔

اربعون (۴۰) مذکر و مؤنث کے لئے۔

۴۱ سے ۴۹ تک مذکر کی گنتی:

احد و اربعون۔ اثنان و اربعون۔ ثلثة و اربعون۔ اربعة و اربعون۔ خمسة و اربعون۔ ستةو اربعون۔ سبعةو اربعون۔ ثمانيةو اربعون۔ تسعةو اربعون۔

۴۱ سے ۴۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی و اربعون۔ اثنتان و اربعون۔ ثلث و اربعون۔ اربع و اربعون۔ خمس و اربعون۔ ست و اربعون۔ سبعةو اربعون۔ ثمانی و اربعون۔ تسع و اربعون۔

خمسون (۵۰) مذکر ومؤنث کے لئے۔

۵۱ سے ۵۹ تک مذکر کی گنتی:

احد وخمسون۔ اثنان و خمسون۔ ثلثة و خمسون۔ اربعة و خمسون۔ خمسة و خمسون۔ ستة و خمسون۔ سبعة و خمسون۔ ثمانية وخمسون۔ تسعة وخمسون۔

۵۱ سے ۵۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی و خمسون۔ اثنتان و خمسون۔ ثلث و خمسون۔ اربع و خمسون۔ خمس و خمسون۔ ست و خمسون۔ سبع و خمسون۔ ثمانی و خمسون۔ تسع وخمسون۔

ستون (۶۰) مذکر ومؤنث کے لئے۔

۶۱ سے ۶۹ تک مذکر کی گنتی:

احد و ستون۔ اثنان وستون۔ ثلثة وستون۔ اربعة و ستون۔ خمسة و ستون۔ ستةوستون۔ سبعةوستون۔ ثمانيةوستون۔ تسعةوستون۔

۶۱ سے ۶۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی و ستون۔ اثنتان و ستون۔ ثلث ستون۔ اربع و ستون۔ خمس و ستون۔ ست و ستون۔ سبع و ستون۔ ثمانی و ستون۔ تسع وشتون۔

سبعون (۷۰) مذکر ومؤنث کے لئے۔

۷۱ سے ۷۹ تک مذکر کی گنتی:

احد و سبعون۔ اثنان وسبعون۔ ثلثة و سبعون۔ اربعة و سبعون۔ خمسة و سبعون۔ ستة وسبعون۔ سبعة وسبعون۔ ثمانية وسبعون۔ تسعة وسبعون۔

۷۱ سے ۷۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی وسبعون۔ اثنتان و سبعون۔ ثلث و سبعون۔ اربع و سبعون۔ خمس و سبعون۔ ست و سبعون۔ سبع و سبعون۔ ثمانی و سبعون۔ تسع و سبعون۔

ثمانون (۸۰) مذکر ومؤنث کے لئے۔

۸۱ سے ۸۹ تک مذکر کی گنتی:

احدو ثمانون۔ اثنان و ثمانون۔ ثلثۃ و ثمانون۔ اربعۃ و ثمانون۔ خمسۃ و ثمانون۔ ستۃ و ثمانون۔ سبعۃ و ثمانون۔ ثمانیۃ و ثمانون۔ تسعۃ و ثمانون۔

۸۱ سے ۸۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی و ثمانون۔ اثنتان و ثمانون۔ ثلث و ثمانون۔ اربع و ثمانون۔ خمس و ثمانون۔ ست و ثمانون۔ سبع و ثمانون۔ ثمانی و ثمانون۔ تسع و ثمانون۔

تسعون (۹۰)۔ مذکر ومؤنث کے لئے۔

۹۱ سے ۹۹ تک مذکر کی گنتی:

احدو تسعون۔ اثنان و تسعون۔ ثلثۃ و تسعون۔ اربعۃ و تسعون۔ خمسۃ و تسعون۔ ستۃ و تسعون۔ سبعۃ و تسعون۔ ثمانیۃ و تسعون۔ تسعۃ و تسعون۔

۹۱ سے ۹۹ تک مؤنث کی گنتی:

احدی و تسعون۔ اثنتان و تسعون۔ ثلث و تسعون۔ اربع و تسعون۔ خمس و تسعون۔ ست و تسعون۔ سبع و تسعون۔ ثمانی و تسعون۔ تسع و تسعون

مأۃ (۱۰۰) مذکر ومؤنث کے لئے۔

مذکر اور مؤنث کا بیان

اَلْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ

اَلْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ: مؤنث: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً علامت تانیث ہو۔

مختصر تشریح

جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) مذکر (۲) مؤنث۔ مؤنث وہ اسم ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت پائی جائے خواہ لفظوں میں پائی جائے یا مان لی گئی ہو۔ تانیث لفظی کی مثال: جیسے فاطمة۔ تانیث معنوی کی مثال: ارض، ارض کی اصل ارضة ہے کیونکہ اس کی تصغیر اریضة آتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں مذکر اور مؤنث کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مصنف نے تمیز کے بعد مذکر ومؤنث کی بحث کیوں ذکر کی؟

جواب: تمیز میں مذکر ومؤنث کا تذکرہ آیا اس مناسبت سے مصنفؒ مذکر ومونث کو بیان فرما رہے ہیں۔

سوال: عنوان میں مذکر ومؤنث کو ایک ساتھ کیوں ذکر کیا؟

جواب: وان میں مذکر ومؤنث کو ایک ساتھ اس لئے بیان کیا کہ دونوں میں گہرا اور مضبوط تعلق ہے۔

سوال: عنوان میں مذکر کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: عنوان میں مذکر کو مقدم اس لئے کیا کہ مذکر اصل ہے۔

سوال: مصنفؒ نے تعریف میں مؤنث کو کیوں مقدم کیا؟

جواب: مصنفؒ نے تعریف میں مؤنث کو مقدم کیا اس لئے کہ مؤنث کی تعریف مختصر ہے جب اس کو سمجھ لیں گے تو مذکر کی تعریف سمجھ میں آجائے گی۔

(۲) مؤنث کی تعریف وجودی ہے اور مذکر کی تعریف عدمی ہے اور وجودی راجح اور

اشرف ہے عدمی کے مقابلہ میں اس لئے تعریف میں مؤنث کو مقدم کیا۔

سوال: مؤنث کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مؤنث وہ اسم کہلاتا ہے جس میں علامت تانیث ہو خواہ تانیث کی علامت لفظاً ہو جیسے فاطمة یا تقدیراً جیسے ارض۔

وَالْمُذَكَّرُ بِخِلَافِهِ

ترجمہ: اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے برخلاف ہو۔

مختصر تشریح

مذکر وہ اسم ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت نہ پائی جائے جیسے رجل، فرس، کتاب۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مذکر کی تعریف بیان کرنا ہے۔

سوال: مذکر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مذکر کی تعریف: وہ اسم کہلاتا ہے جس میں علامت تانیث نہ ہو جیسے رجل۔

وَهُوَ حَقِيقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ فَالْحَقِيقِيُّ مَا بِإِزَائِهِ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ، كَامْرَأَةٍ، وَنَاقَةٍ ۔ وَاللَّفْظِيُّ بِخِلَافِهِ، كَظُلْمَةٍ، وَعَيْنٍ

ترجمہ: اور وہ (مؤنث) حقیقی اور لفظی ہوتی ہے۔ پس مؤنث حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جاندار مذکر ہو جیسے امراة (عورت) ناقة (اونٹنی)۔ اور مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جو اس کے برخلاف ہو؛ جیسے ظلمة (تاریکی)، عین (پانی کا چشمہ)۔

مختصر تشریح

مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابل مذکر (نر) جاندار ہو جیسے امرأة، ناقة۔ مؤنث لفظی وہ ہے جس کے مقابل مذکر (نر) جاندار نہ ہو جیسے ظلمة (تاریکی)، عین (آنکھ، چشمہ)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مؤنث کے اقسام اور ان کی تعریفات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مؤنث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مؤنث کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) لفظی۔

سوال: مؤنث حقیقی کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابل مذکر (نَر) جاندار ہو جیسے امرأة اور ناقة۔

سوال: مؤنث لفظی کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مؤنث لفظی وہ ہے جس کے مقابل مذکر (نَر) جاندار نہ ہو جیسے ظلمة عین۔

فائدہ: مؤنث لفظی کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤنث لفظی حقیقی (۲) مؤنث لفظی حکمی۔

(۱) مؤنث لفظی حقیقی: جس میں تانیث کی علامت کا تلفظ کیا جا سکے جیسے امرأة، ناقة، غرفة، نملة، طلحة، علامة۔

(۲) مؤنث لفظی حکمی: جس میں تانیث کی علامت کا تلفظ نہ کیا جا سکے جیسے عقرب۔

سوال: عقرب تانیث حکمی کی مثال ہے تانیث تقدیری کی نہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟

جواب: اس میں چوتھا حرف تانیث کے قائم مقام ہے تانیث تقدیری نہیں ہے کیونکہ اس کی تصغیر میں بھی تاء نہیں آتی۔

علامت تانیث تقدیری کی مثالیں جیسے نار، نعل، قدم، شمس، عین وغیرہ یہ تمام مؤنث سماعی ہیں پس تا ان میں مقدر ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ جب ان اسماء کی تصغیر لائی جاتی

ہے تو تاء ان میں واپس آجاتی ہے جیسے ارض سے اریضۃ۔

وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ اَلتَّاءُ، وَالْاَلِفُ مَقْصُوْرَةً اَوْ مَمْدُوْدَةً

ترجمہ: اور علامت تانیث، تائے مدوّرہ اور الف ہیں، درآنحالیکہ وہ الف مقصورہ یا ممدودہ ہو۔

مختصر تشریح

تانیث کی علامتیں تین ہیں: (۱) گول ۃ جیسے فاطمۃ۔ (۲) الف مقصورہ جیسے صغریٰ (۳) الف ممدودہ جیسے حمراء۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد علامات تانیث کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ تین ہیں:

(۱) تائے مدورہ (گول) ۃ جیسے فاطمۃ (۲) الف مقصورہ جیسے صغریٰ (۳) الف ممدودہ جیسے حمراء۔

قاعدہ

وَاِذَا اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَيْهِ فَالتَّاءُ؛ وَاَنْتَ فِيْ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ بِالْخِيَارِ

ترجمہ: جب فعل کی اسناد کی جائے مؤنث (کی ضمیر) کی طرف تو (فعل میں) تائے تانیث کا لانا ضروری ہے، اور آپ کو اختیار ہے اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ (۱) جب فعل مؤنث حقیقی طرف مسند ہو تو فعل میں تائے تانیث لازم ہے جیسے

ضربتْ هند عمرواً۔ اگر فعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف مسند ہو تو فعل مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے طلعت الشمس، طلع الشمس۔ □

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد چند قواعد کو بیان کرنا ہے۔

(۱) فعل کی اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو اور وہ فعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کا مؤنث لانا واجب ہے اس شرط کے ساتھ کہ فعل اور اسم ظاہر میں فصل نہ ہو جیسے قتلتْ صفیة یهودیاتو اس مثال میں قتلت فعل کی اسناد صفیۃ مؤنث حقیقی کی طرف ہے اور فعل اور مؤنث حقیقی کے درمیان فصل بھی نہیں ہے اس لئے فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

(۲) اگر فعل کی اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو اور وہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کا مؤنث لانا ضروری نہ ہوگا بلکہ مذکر اور مؤنث دونوں لا سکتے ہیں جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس دونوں کہہ سکتے ہیں اس مثال میں الشمس مؤنث غیر حقیقی ہے اس لئے فعل مذکر و مؤنث دونوں لا سکتے ہیں۔

(۳) فعل کی اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو اور اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو لیکن فعل اور اسم ظاہر کے درمیان فصل ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں لا سکتے ہیں جیسے ضربت الیوم هندا اور ضرب الیوم هند اس میں فعل ضرب ہے اس کی اسناد اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف ہو رہی ہے لیکن فعل اور مؤنث کے درمیان الیوم کا فصل ہے اس لئے فعل کو مذکر و مؤنث دونوں لا سکتے ہیں۔

(۴) فعل کی اسناد اسم ضمیر کی طرف کی جائے اور وہ اسم ضمیر مؤنث حقیقی ہو تو فعل کا مؤنث لانا واجب ہے جیسے فاطمة صامت اس مثال میں صامتْ کی اسناد مؤنث حقیقی کی طرف ہے تو اس فعل کا مؤنث لانا واجب ہے، مذکر نہیں لا سکتے۔

(۵) فعل کی اسناد اسم ضمیر کی طرف کی جائے اور وہ اسم ضمیر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہوگا جیسے الشمس طلعت، نار احترقت ان دونوں مثالوں میں فعل کی

اسناد مؤنث غیر حقیقی کی طرف کی گئی ہے تو فعل کا مؤنث لانا واجب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تین صورتوں میں فعل کا مؤنث لانا واجب ہے: (۱) فعل کی اسناد اسم ظاہر مؤنث حقیقی کی طرف ہو جیسے جاءت امرأۃ۔ (۲) فعل کی اسناد ضمیر مؤنث حقیقی کی طرف ہو جیسے امرأۃ جاءت۔ (۳) فعل کی اسناد ضمیر مؤنث لفظی کی طرف ہو جیسے الشمس طلعت۔

قاعدہ

وَحُكْمُ ظَاهِرِ الْجَمْعِ غَيْرِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ

ترجمہ: اور اسم ظاہر جمع کا حکم درآنحالیکہ وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو مطلقاً اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کے حکم کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ (۲) جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی بھی اسم ظاہر جمع فاعل کی شکل میں ہو تو وہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کے حکم میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل علامت تانیث کے ساتھ بھی لا سکتے ہیں اور بغیر علامت تانیث کے بھی اور یہ حکم (خواہ اس جمع کا واحد مؤنث ہو جیسے مؤمنات یا اس کا واحد مؤنث نہ ہو جیسے رجال مطلقاً ہے جیسے اذا جاءک المؤمنات اور جاءت الرجال بھی صحیح ہے۔ جمع مذکر سالم کو اس حکم سے خارج اس لئے کیا کہ اس کے فعل میں علامت تانیث لانا بالکل جائز نہیں جیسے جاء الزیدون کہنا ضروری ہے جاءت الزیدون نہیں کہہ سکتے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فعل کا فاعل

اسم ظاہر ہواور جمع مذکر سالم نہ ہو چاہے وہ جمع مکسر ہو یا مؤنث سالم ہو مطلقاً حکم فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں اسم ظاہر غیر حقیقی کی طرح ہے۔اور مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ خواہ اس جمع کا واحد مؤنث ہو جیسے مؤمنات یا اس کا واحد مؤنث نہ ہو جیسے رجال۔

سوال: اسم ظاہر غیر حقیقی کی طرح ہے اس کا کیا مطلب؟

جواب: اسم ظاہر غیر حقیقی کی طرح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر فعل کی اسناد ایسے اسم ظاہر جمع کی طرف ہو رہی ہے جو جمع مذکر سالم نہیں ہے چاہے وہ جمع مکسر ہو یا جمع مؤنث سالم ہو چاہے اس جمع کا واحد مؤنث حقیقی ہو جیسے نسوۃ چاہے مذکر حقیقی ہو جیسے رجال جمال تو اس کا فعل مؤنث غیر حقیقی کے فعل کی طرح مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے جاء الرجال اور جاء ت الرجال ۔جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد یاایھاالنبی اذ ا جاء ک المؤمنات میں المؤمنات جمع مذکر سالم نہیں ہے بلکہ جمع مؤنث سالم ہے اگر چہ مؤنث حقیقی ہے۔

وقال نسوۃ فی المدینۃ: دوسری مثال میں قال فعل واحد مذکر لائے حالانکہ اس میں اس کی اسناد مؤنث حقیقی کی طرف ہے لیکن جمع مذکر سالم نہیں ہے اور اسی طرح سے قالت الاعراب آمنا ہے۔

قاعدہ

وَضَمِيْرُ الْعَاقِلِيْنَ غَيْرُ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا

ترجمہ: اور اس جمع مذکر کی ضمیر جو ذوی العقول میں سے ہو درآنحالیکہ وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو: فَعَلَتْ اور فَعَلُوْا (کی ضمیر) ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: (۳) جب فاعل مذکر سالم کے علاوہ جمع مذکر عاقل (وہ جمع مکسر جو انسانوں کے لئے ہو) کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل کو واحد مؤنث اور جمع مذکر دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے الرجال جاءتْ۔الرجال جاؤوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ فعل کی اسناد اسم ضمیر کی طرف ہو اور یہ اسم ضمیر جمع کی ہو اور عاقل ہو، مذکر سالم نہ ہو تو فعل کو واحد مؤنث غائب اور جمع مذکر غائب فعلتْ اور فعلوا دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے الرجال قامت اور الرجال قاموا میں قامت اور قاموا فعل کی اسناد ضمیر کی طرف ہو رہی ہے اور یہ ضمیر لوٹ رہی ہے جمع کی طرف اور یہ جمع عاقل ہے تو اس کا واحد مؤنث غائب اور جمع مذکر غائب دونوں لا سکتے ہیں۔

سوال: واحد مؤنث کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: جمع، جماعۃ کی تاویل میں مؤنث ہے پس ضمیر و مرجع میں مطابقت ہے۔

سوال: فعل کو جمع مذکر غائب کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: واؤ جمع، جمع کی اسی قسم کے لئے وضع ہوا ہے۔

سوال: غیر مذکر سالم کی قید کیوں لگائی؟

جواب: فعل کی اسناد اگر ایسی ضمیر کی طرف ہو جو جمع مذکر سالم ہے تو ضمیر کا جمع غائب لانا ضروری ہے جیسے المسلمون قاموا پس المسلمون قامت کہنا درست نہ ہوگا ورنہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔

وَالنِّسَاۗءُ وَالْاَيَّامُ فُعِلَتْ وَفُعِلْنَ

ترجمہ: اور النساء اور الایام (کی ضمیر) فعلت اور فعلن (کی ضمیر) ہے۔

مختصر تشریح

اور اگر فاعل جمع مؤنث ہو خواہ ذوی العقول ہو جیسے نساء یا غیر ذوی العقول ہو جیسے

عیون یا جمع مذکر غیر عاقل ہو جیسے ایام تو فعل واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے النساء قالتْ، النساء قلنَ، الایام مرّتْ، الایام مرَرْنَ۔ □

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد دو اصول بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) فعل کی اسناد ایسی ضمیر کی طرف ہو جو جمع مؤنث عاقل ہو تو فعل کو واحد مؤنث غائب اور جمع مؤنث غائب دونوں لا سکتے ہیں جیسے النساء صلت، النساء صلین۔

(۲) فعل کی اسناد ایسی ضمیر کی طرف کی جائے جس کا مرجع جمع غیر عاقل ہو تو فعل کو واحد مؤنث غائب اور جمع مؤنث غائب بھی لا سکتے ہیں۔ جیسے الایام خلت، الایام خلون۔

سوال: فعل کو واحد مؤنث اور جمع مؤنث غائب کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: واحد مؤنث اس لئے لا سکتے ہیں کہ جمع کو جماعۃ کی تاویل میں مانیں گے اور جمع مؤنث اس لئے لا سکتے ہیں کہ نون اسی نوع کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

تثنیہ کا بیان

اَلْمُثَنّٰی مَا لَحِقَ آخِرُہٗ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَهَا، وَنُوْنٌ مَكْسُوْرَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ مِثْلَهٗ مِنْ جِنْسِهٖ

ترجمہ: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا ایسی یاء جس کا ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسور لاحق ہو، تاکہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اسی جنس سے اس کے مانند (دوسرا بھی) ہے۔

مختصر تشریح

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے۔ واحد کے آخر میں حالت رفعی میں الف ماقبل مفتوح اور حالت نصبی و جری میں یاء ماقبل مفتوح اور دونوں کے بعد نون مکسور لگانے سے تثنیہ بنتا ہے جیسے جاء الرجلان، رأیت الرجلین، مررت بالرجلین۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم کی افراد تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے تقسیم کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے سب سے پہلے تثنیہ کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: (۱) تثنیہ کا عدد جمع پر مقدم ہے اس لئے مقدم کیا۔ (۲) نیز مفرد سے تثنیہ زیادہ قریب ہے۔ (۳) تثنیہ میں واحد کا وزن سلامت رہتا ہے رجل سے رجلان اس میں واحد کا وزن باقی ہے اور جمع میں باقی نہیں رہتا ہے جیسے رجل سے رجال۔

سوال: تثنیہ کا عنوان کیوں قائم کیا مفرد کا عنوان کیوں قائم نہیں کیا؟

جواب: اس لئے کہ تثنیہ اور جمع کے معلوم ہونے کے بعد معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ ان دونوں کے علاوہ جو کچھ ہے سب مفرد ہے۔

سوال: المثنیٰ کونسا صیغہ ہے؟

جواب: المثنیٰ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

سوال: تثنیہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور لاحق ہوتا ہے۔

سوال: الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور لاحق ہونے سے فائدہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: فائدہ یہ ہے کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس اسم کے ساتھ دوسرا اسی کے جنس سے کوئی ہے جیسے رجل سے رجلان اس کے جنس کا کوئی دوسرا ہے اس پر الف اور نون دلالت کرتے ہیں۔

سوال: یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اس کو مقید کیوں کیا؟

جواب: جمع مذکر سالم کے ساتھ حالت نصبی وجری میں اشتباہ لازم نہ آئے۔

سوال: تثنیہ کی تعریف واحد پر صادق آتی ہے اس لئے کہ واحد کے آخر میں بھی الف ونون لاحق کیا جاتا ہے؟

جواب: عبارت میں حذف ہے اصل عبارت المثنی مالحق آخر مفردہ الف او یاء مفتوح ماقبلھا ، ونون مکسور ہے یا عبارت اس طرح ہے المثنی مالحق آخرہ الف او یا مفتوح ماقبلھا ونون مکسورہ مع لواحقہ تثنیہ ملحق وملحق بہ کا مجموعہ ہے نہ کہ صرف ملحق بہ۔

قاعدہ

فَالْمَقْصُوْرُ اِنْ كَانَتْ اَلِفُهُ عَنْ وَاوٍ وَهُوَ ثُلَاثِيٌّ قُلِبَتْ وَاوًا۔

ترجمہ: پس اسم مقصور کا الف اگر واو سے بدلا ہوا ہو، اور وہ اسم ثلاثی ہو، تو بدل دیا جائے گا اس (الف) کو واو سے۔

مختصر تشریح

ہر اسم مقصور جس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور وہ کلمہ ثلاثی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس الف کو واو سے بدل دیں گے جیسے عصیٰ سے عصوان۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم مقصور کے تثنیہ کا حکم بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ہر اسم مقصور جس کا الف، واو سے بدلا ہوا ہو اور وہ کلمہ ثلاثی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس الف کو واو سے بدلا جائے گا جیسے عصیٰ سے عصوَان۔عصا اصل میں عصوٌ تھا ،(واوَ متحرک ماقبل مفتوح واوَ کو الف سے بدل دیا)عصیٰ ہو گیا۔

سوال: الف واو سے بدلا ہو اس کی قید کیوں لگائی؟

جواب: الف کو باقی رکھتے ہوئے اگر تثنیہ کی علامت الف اور نون لائی جائے تو دو الف کا اجتماع لازم آئے گا۔

سوال: ثلاثی کی قید کیوں لگائی؟

جواب: ثلاثی کی قید اس لئے ہے تا کہ رباعی جیسے فعلی اور رباعی مزید فیہ جیسے مصطفیٰ وغیرہ کو خارج کیا جائے۔

سوال: اسم مقصور کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسم مقصورہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو۔

فائدہ: مقصورہ کا نام مقصورہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ مد سے باز رہتا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے اسم صحیح اور اسم منقوص کے تثنیہ کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟

جواب: اس لئے کہ ان کا حکم صاف تھا کہ تثنیہ کے وقت اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

وَاِلاَّ فَبِالْيَاءِ

ترجمہ: ورنہ تو (اس کو بدل دیا جائے گا) یاء سے۔

مختصر تشریح

ورنہ ماقبل میں بیان کردہ تمام صورتوں کے علاوہ تمام صورتوں میں یاء سے بدلیں گے جیسے رحیٰ سے رَحَیان (دو چکیاں)۔فتیٰ سے فَتَیان (دو جوان)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر اس اسم مقصورہ کا الف واؤ سے بدلا ہوا نہیں ہے بلکہ یاء سے بدلا ہے یا وہ تین حرف سے زائد ہے تو پھر تثنیہ کے وقت وہ الف یاء سے بدل جاتا ہے اس کی مختلف شکلوں کو بیان کرنا ہے۔ عقلی طور پر اس کی چار شکلیں ہیں۔

(۱) اسم مقصور ثلاثی ہو اور الف مقصورہ، یاء سے بدل کر آیا ہو جیسے: رحی سے رحیان، رحی اصل میں رَحَیَ تھا (یاء متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدل دیا) رحی ہو گیا۔

سوال: الف یاء سے بدل کر آیا ہو اس کو تثنیہ میں یاء سے کیوں بدلتے ہیں؟

جواب: تثنیہ میں الف کو یاء سے اصل کی رعایت میں بدلتے ہیں۔

(۲) اسم مقصور ثلاثی نہ ہو بلکہ رباعی یا اس سے زائد ہو اور الف یاء سے بدل کر آیا ہو تو الف کو یاء سے بدلا جائے گا جیسے اعشی سے اعشیان۔ جیسے اعلی سے اعلیان، حبلی سے حبلیان وغیرہ۔

(۳) اسم مقصور ثلاثی نہ ہو بلکہ رباعی یا اس سے زائد ہو اور الف واو سے بدل کر آیا ہو تو الف کو یاء سے بدلا جائے گا جیسے ملحیٰ سے ملحیان۔

(۴) اسم مقصور ثلاثی نہ ہو بلکہ رباعی ہو اور اس کا الف کسی سے بدل کر نہ آیا ہو تب بھی تثنیہ کے وقت الف کو یاء سے بدلا جائے گا جیسے حباریٰ سے حباریان۔

سوال: کلمہ تین حرف سے زائد ہو تو اس کے تثنیہ میں الف کو یاء سے کیوں بدلتے ہیں؟

جواب: کلمہ تین حرف سے زائد ہو تو تثنیہ میں الف کو یاء سے تخفیف کی وجہ سے بدلتے ہیں۔

قاعدہ

وَالْمَمْدُوْدُ اِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً ثَبَتَتْ

ترجمہ: اور اسم ممدود کا ہمزہ اگر اصلی ہو، تو وہ (اپنی حالت پر) باقی رہے گا۔

مختصر تشریح

ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو (۱) اگر وہ ہمزہ اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت ثابت رہے گا جیسے قرّاء سے قُرّاءان۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب:: مصنف کا مقصد اسم ممدودہ کے تثنیہ کا حکم بیان کرنا ہے۔ اس کی مختلف شکلیں ہیں، ان میں سے ایک شکل یہ ہے: (۱) ہر اسم ممدود جس کا تثنیہ لانا ہے اس کا ہمزہ اصلی ہو (وہ زائدہ نہ ہو نیز وہ کسی حرف اصلی یا زائد سے بدلا ہوا بھی نہ ہو) تو پھر ہمزہ کی اصالت کا لحاظ کرتے ہوئے تثنیہ کے وقت بھی اس ہمزہ کو ثابت رکھا جائے گا جیسے قرّاء سے قرّاءان۔

سوال: ہمزہ کو ثابت کیوں رکھا جاتا ہے؟

جواب: ہمزہ کی اصالت کا لحاظ کرتے ہوئے تثنیہ کے وقت بھی اس ہمزہ کو ثابت رکھا جاتا ہے۔

وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ قُلِبَتْ وَاوًا

ترجمہ: اور اگر تانیث کے لئے ہو، تو اس کو بدل دیا جائے گا واو سے۔

مختصر تشریح

(۲) اگر ہمزہ تانیث کا ہو تو واو سے بدل جائے گا جیسے حمراء سے حمراوان۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم ممدودہ کے تثنیہ کی دوسری شکل بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ (۲) ہر اسم ممدود جس کا تثنیہ لانا ہے اس کا ہمزہ تانیث کا ہو تو تثنیہ کے وقت واؤ سے بدل جائے گا جیسے حمراء سے حمراوان (دوسرخ عورتیں)۔

سوال: اگر ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو اس ہمزہ کو واؤ سے کیوں بدلیں گے؟

جواب: ہمزہ کو واؤ سے اس لئے بدلا جاتا ہے کیونکہ کلمہ کے درمیان میں تانیث کی علامت ناپسندیدہ ہے۔

سوال: واؤ کے بجائے یاء سے کیوں نہیں بدلیں گے؟

جواب: ثقالت کے باب میں یاء کے مقابلہ میں واؤ زیادہ ثقیل ہے اس لئے واؤ لائیں گے یاء سے نہیں بدلیں گے۔

وَاِلَّا فَالْوَجْهَانِ

ترجمہ: ورنہ تو (اس میں) دوصورتیں جائز ہوگی۔

مختصر تشریح

(۳) اگر ہمزہ نہ اصلی ہو نہ تانیث کا ہو تو اس کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور واؤ سے بدلنا بھی جائز ہے جیسے کساء سے کساءان۔ کساوان اور داء سے داءان اور داوان۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک حکم بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اگر ہمزہ نہ اصلی ہو اور نہ ہمزہ تانیث کا ہو بلکہ وہ الحاق کے واسطے ہو جیسے علیاء یا وہ واو اصلی یا یائے اصلی سے

بدلا ہوا ہو جیسے کساء (چادر) رداء (چادر) اس میں تثنیہ کے وقت دو وجہیں درست ہیں:

(۱) ہمزہ کو باقی رکھ کر الف نون بڑھانا: جیسے کساء سے کساءان، رداء سے رداءان (دو چادریں)۔

سوال: ہمزہ کو باقی رکھ کر الف نون کیوں بڑھاتے ہیں؟

جواب: ہمزہ کو باقی رکھ کر الف نون اس لئے بڑھاتے ہیں کہ یہ ہمزہ مکان اصلی میں باعتبار الحاق کے ہیں۔

(۲) ہمزہ کو واؤ سے بدلنا: جیسے کساء سے کساوان، رداء سے رداوان۔

سوال: ہمزہ کو واو سے بدلا کیوں جاتا ہے؟

جواب: ہمزہ تانیث کے ہمزہ کے مشابہ ہے اصلی نہ ہونے میں اور ہمزۂ تانیث کو واؤ سے بدلا جاتا ہے، اس لئے واو سے بدل دیا۔

قاعدہ

وَيُحْذَفُ نُوْنُهُ لِلْاِضَافَةِ

ترجمہ: اور حذف کر دیا جاتا ہے نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

تثنیہ کا نون اضافت کی وجہ سے گر جاتا ہے جیسے مسلمان سے مسلما مصر۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب تثنیہ کی اضافت کی جائے گی تو تثنیہ کا نون حذف کیا جائے گا۔

سوال: تثنیہ کی اضافت کے وقت نون تثنیہ حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: تثنیہ کا نون بمنزلہ تنوین کے ہے جوکلمہ کی تمامیت پر دلالت کرتا ہے اور اضافت اتصال کو چاہتا ہے اور نون تثنیہ انفصال کو چاہتا ہے اس لئے نون کو حذف کیا جاتا ہے۔

فائدہ

وَحُذِفَتْ تَاءُ التَّانِيْثِ فِيْ "خُصْيَانِ" وَ "أَلْيَانِ"

ترجمہ: اور حذف کردی جاتی ہے تائے تانیث خصیان (دو خصیے) اور الیان (دو چکتی) میں۔

مختصر تشریح

(۴) فائدہ: خصية (فوطہ) اور أَلية (سرین) کے تثنیہ میں تائے تانیث کو گرا دیتے ہیں جیسے خصيان، اليان۔ یہ الفاظ لازم التثنیہ ہیں، فوطے دو ہیں اور سرین بھی دو ہیں اس لئے تثنیہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے۔ اور علامت تانیث وسط کلمہ میں نہیں آتی۔ ورنہ اصل قاعدہ سے تاء باقی رہتی جیسے شجرة سے شجرتان۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نحات کے نزدیک یہ بات یقینی ہے کہ وہ اسم مفرد جو تائے تانیث کے ساتھ ہو تو تثنیہ کے وقت تاء حذف نہیں ہوتی؛ لیکن خصيان و اليان سے تائے تانیث حذف ہوگئی ہے اس لئے کہ ان دونوں کا مفرد تاء تانیث کے ساتھ خصية اور الية ہے۔

سوال: اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: خصية کا تثنیہ خصيان اور الية کا تثنیہ اِليان میں تثنیہ کے وقت تائے تانیث کا حذف خلاف قیاس ہے اس لئے کہ خصيتين اور اليتين دونوں میں اتصال پایا جاتا

ہے، دونوں ساتھ ساتھ ہیں یہ بمنزلہ مفرد کے ہیں اور تائے تانیث کا درمیانی کلمہ میں لانا صحیح نہیں ہے۔

(۲) یا یہ کہا جائے کہ الیان یہ اِلْیٌ کا تثنیہ ہے اور خصیان یہ خُصْی کا تثنیہ ہے لیکن یہ زیادہ راجح نہیں ہے بلکہ پہلا قول زیادہ راجح ہے۔

سوال: مصنفؒ نے اضافت کے وقت نون تثنیہ کے حذف کے لئے وتحذف نو نہ للاضافۃ مضارع ذکر کیا؛ لیکن تائے تانیث کے حذف کے وقت وحذفت تاء التانیث ماضی کا صیغہ ذکر کیا ایسا کیوں؟

جواب: نون تثنیہ کا حذف قیاسی ہے اور تاء تانیث کا حذف صرف دو اسموں کے ساتھ خاص ہے اس لئے نون تثنیہ کے حذف کے لئے مضارع کا صیغہ ذکر کیا جو استمرار پر دلالت کرتا ہے اور تائے تانیث کے حذف کے وقت ماضی کا صیغہ ذکر کیا جو قلیل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

جمع کا بیان

اَلْمَجْمُوْعُ مَا دَلَّ عَلٰى آحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغَيُّرٍ مَّا۔

ترجمہ: جمع وہ اسم ہے جو حروف مفردہ (علیحدہ) حروف ملانے اور کسی طرح کی تبدیلی کرنے کے ذریعہ افراد مقصودہ پر دلالت کرے۔

مختصر تشریح

جمع: وہ اسم ہے جو حروف مفردہ (علیحدہ سے) حروف ملانے اور کسی طرح کی تبدیلی کرنے کے ذریعہ افراد مقصودہ پر دلالت کرے جیسے مسلم سے مسلمون اور رجل سے رجال۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جمع کی تعریف اور اس کے احکام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: جمع کی تعریف کیا ہے؟

جواب: جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو اس کے مفرد کے حرف سے اس تبدیلی کی وجہ سے مقصود ہوتی ہے۔

سوال: اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مفرد میں تغیر وتبدل ہوتا ہے یہ تغیر وتبدل کثرت پر دلالت کرتا ہے جیسے رجل سے رجال اور مسلم سے مسلمون (بہت سارے مرد)۔

فائدہ: مفرد میں تغیر دو طریقے سے ہوتا ہے کبھی حقیقتاً تغیر ہوتا ہے اور کبھی تقدیراً۔

حقیقۃً تغیر کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) تغیر بالحرکت جیسے اَسَد سے اُسْد (۲) تغیر بزیادۃ الحرف جیسے رجل سے رجال (۳) تغیر بنقصان الحرف جیسے رسول سے رسل (۴) تغیر بالزیادۃ والنقصان جیسے غلام سے غلمان، غلمۃ۔ حکماً تغیر جیسے فلک، اُسَد کے وزن پر ہے تو جمع اگر قُفْل کے وزن پر ہو تو واحد اور مفرد ہوگا۔

فوائد قیود: مادل علی آحاد جنس ہے جو جمع، اسم جمع، اسم عدد اور اسم جنس سب کو شامل ہے کیونکہ اسم جنس اگرچہ افراد پر وضع میں دلالت نہیں کرتا لیکن استعمال میں افراد پر دلالت کرتا ہے۔

مقصود: فصل اول ہے اس سے اسم جنس کو خارج کر دیا اگر ماہیت مقصود ہے۔ اگر افراد ہی مقصود ہیں تو پھر وہ بحروف مفردہ کی قید سے نکل جائے گا اس لئے کہ اسم جنس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بحروف مفردہ: فصل ثانی ہے اسم جنس خارج ہو گیا۔

نیز اس سے اسم عدد اور اسم جمع بھی نکل جائیں گے کیوں کہ ان کا کوئی مفرد نہیں ہوتا،
لہذا اصح قول کے مطابق ثمر اور رکب جمع نہیں ہیں بلکہ ثمر اسم جنس ہے اور رکب اسم جمع ہے۔

فَنَحْوُ تَمَرٍ وَ رَكْبٍ لَيْسَ بِجَمْعٍ عَلَى الْأَصَحِّ ونحو "فُلْكٌ" جَمْعٌ

ترجمہ: پس تمر اور رکب جیسے اسماء جمع نہیں ہیں اصح قول کے مطابق اور فلک جیسے اسماء جمع ہیں۔

مختصر تشریح

پس تمر جیسے الفاظ سے مراد ہر وہ اسم جنس ہے جس کا مفرد اس میں (ۃ) بڑھانے سے بن جائے، ایسے الفاظ جمع نہیں ہیں، بلکہ اسم جنس ہیں کیونکہ ان میں افراد مقصود نہیں ہوتے اسی طرح رکب: راکب کی جمع نہیں ہے بلکہ اسم جمع ہے اس لئے کہ فاعل کی جمع بروزن فَعْل سنی گئی۔ اور فلک جمع ہے جبکہ اس کا مفرد بھی یہی ہے کیونکہ اس کے افراد مقصود ہیں اور تغییر کی شرط اس طرح متحقق ہے کہ اس میں تغیر حکمی ہے مفرد فلک بروزن قفل ہے اور جمع فلک بروزن اُسُدٌ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تمرٌ اور رکُب میں بعض حضرات کے قول کی تردید کرنا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے: بعض نے کہا کہ تمر، تمرۃٌ کی جمع ہے اور رکب، راکب کی جمع ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ تمر اسم جنس ہے کیونکہ ان میں افراد مقصود نہیں ہوتے اور رکب، راکب کی جمع نہیں ہے بلکہ اسم جمع ہے اس لئے کہ فاعل کی جمع بروزن فَعْلٌ نہیں سنی گئی۔ اور فُلْکٌ جمع ہے اس لئے کہ اس کا مفرد بھی یہی ہے کیونکہ اس کے افراد مقصود ہیں اور اس میں تغیر حکمی ہے مفرد فُلْکٌ بروزن قفلٌ ہے اور جمع فُلُکٌ بروزن اُسُدٌ ہے۔

فائدہ: رھط، قوم، ابل، غنم، خیل یہ جمع نہیں ہیں اس طور پر کہ ان کا مفرد نہیں آتا۔

سوال: اسم جمع واسم جنس کے درمیان فرق کیا ہے؟

جواب: اسم جنس جو قلیل وکثیر پر دلالت کرے وضع کے اعتبار سے اور اسم جمع تین یا تین سے زیادہ پر دلالت کرے ایک یا دو پر وضع کے اعتبار سے دلالت نہ کرے اس لئے اس کا اطلاق قلیل پر ہوتا ہے اور کثیر پر درست نہیں ہے۔

سوال: جمع کی تعریف مانع نہیں کیونکہ کلم پر صادق ہے؟

جواب: کلم اصل وضع میں ایک کلمہ اور دو کلمہ پر بھی دلالت کرتا ہے اس لئے اس پر جمع کی تعریف صادق نہیں آتی۔

وَهُوَ صَحِيحٌ وَمُكَسَّرٌ

ترجمہ: اور وہ (جمع) صحیح اور مکسر ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

(۱) جمع: صیغہ واحد میں کچھ تبدیلی کرنے سے بنتی ہے اور تبدیلی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع صحیح سالم (۲) جمع مکسر۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تبدیلی کے اعتبار سے جمع کی دو قسموں کو بیان کرنا ہے۔
چنانچہ جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع صحیح (جمع سالم) (۲) جمع مکسر

سوال: اس کی دلیل حصر کیا ہے؟

جواب: اس کی دلیل حصر یہ ہے: جمع دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں واحد کا وزن سلامت ہوگا یا نہیں اگر سلامت ہے تو جمع سالم اگر نہیں تو جمع مکسر کہیں گے۔

فَالصَّحِيحُ لِمُذَكَّرٍ وَلِمُؤَنَّثٍ فَالْمُذَكَّرُ مَا لَحِقَ آخِرَهُ وَاوٌ مَضْمُومٌ مَا قَبْلَهَا، أَوْيَاءٌ مَكْسُورٌ مَا قَبْلَهَا، وَنُونٌ مَفْتُوحَةٌ، لِيَدُلَّ عَلَى أَنَّ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ

ترجمہ: پھر صحیح مذکر کے لئے ہوتی ہے اور مؤنث کے لئے۔ پس جمع مذکر صحیح: وہ جمع ہے جس کے (واحد کے) آخر میں ایسا واو جس کا ماقبل مضموم ہو، یا ایسی یاء جس کا ماقبل مکسور ہو اور نون مفتوح لاحق ہو، تاکہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس سے زیادہ ہیں

مختصر تشریح

جمع صحیح سالم کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم۔ جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جو مذکر پر دلالت کرے اور اس میں واحد کا وزن بحالہ باقی رہے۔ یہ جمع صیغہ واحد کے آخر میں حالت رفعی میں واو ماقبل مضموم اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور اور دونوں کے بعد نون مفتوح بڑھانے سے بنتی ہے جیسے جاء مسلمون ، رأیت مسلمین ، مررت بمسلمین۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جمع صحیح (جمع سالم) کی دو قسموں کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ دو قسمیں یہ ہیں: (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم۔

سوال: جمع مذکر سالم کی تعریف کیا ہے؟

جواب: جمع مذکر سالم ایسی جمع کو کہتے ہیں جس کے آخیر میں واؤ یا یاء ماقبل مضموم ہو اور نون مفتوح ہو اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح ہوگا۔

سوال: اس کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کثیر افراد موجود ہیں اس پر دلالت کرے۔

سوال: نون مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب: نون مفتوح اس لئے ہوتا ہے تاکہ نون کے فتحہ کی خفت، واؤ اور اس کے ضمہ کی ثقالت کو دور کرے اور توازن پیدا ہو جائے۔

سوال: لفظ اکثر اسم تفضیل ہے جو مفضل اور مفضل علیہ دونوں میں پائی جانے والی صفت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ جب بولا جاتا ہے زید اعلم من بکر تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ زید و بکر دونوں میں علم کی صفت پائی جاتی ہے لہذا مصنفؒ کا قول اکثر منہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مفرد میں کثرت کی صفت پائی جاتی ہے حالانکہ یہ غلط و باطل ہے؟

جواب: مفضل علیہ میں صفت کا ثبوت کبھی تحقیقی ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں اور کبھی تقدیری ہوتا ہے جیسے زید افتہ من الحمار و اعلم من الجدار اس جگہ تقدیری ہے۔

قاعدہ

فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ يَاءً قَبْلَهَا كَسْرَةٌ حُذِفَتْ، مِثْلُ قَاضُوْنَ

ترجمہ: پھر اگر اس کا آخری حرف ایسی یاء ہو جس سے پہلے کسرہ ہو، تو اس (یاء) کو حذف کر دیا جائے گا؛ جیسے: قاضون۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اگر جمع مذکر سالم کے مفرد کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو جمع بناتے وقت وہ یاء گر جاتی ہے جیسے قاضی کی جمع قاضون، قاضین۔ مفتی کی جمع مفتون، مفتین۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم منقوص سے جمع مذکر سالم کا حکم بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر اسم منقوص سے جمع مذکر سالم لانے کا ارادہ کیا جائے تو یاء کے ماقبل کی حرکت ختم کر دیں گے اور جو یاء کی حرکت ہے وہ ماقبل کو دے دیں گے اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے وہ یاء حالت رفعی میں حذف ہو جائے گی۔

سوال: اسم منقوص کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اسم منقوص ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کا آخر یاء ماقبل مکسور ہو جیسے قاضٍ اصل میں تھا قاضیٌ، ی سے پہلے والے حرف پر حرکت کو ختم کر کے یاء کی حرکت ض کو دی اس کی وجہ سے اجتماع ساکنین لازم آئے گا اس کی وجہ سے پہلے حرف یاء کو حذف کیا جائے گا اب قاضٍ ہو جائے گا، قاضون حالت رفعی میں اور حالت نصبی وجری میں قاضین ہوگا۔ اسی طرح مفتی کی مفتون، مفتین۔

قاعدہ

> وَإِنْ كَانَ آخِرُهُ مَقْصُوْرًا حُذِفَتِ الْأَلِفُ، وَبَقِيَ مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا، مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ

ترجمہ: اور اگر اس کا آخری حرف الف مقصورہ ہو، تو الف کو حذف کر دیا جائے گا، اور اس کا ماقبل مفتوح باقی رہے گا جیسے مصطفون۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اگر جمع مذکر سالم کے مفرد کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جمع بناتے وقت الف گر جاتا ہے اور اس کا ماقبل مفتوح رہتا ہے جیسے مصطفیٰ سے مصطفَوْنَ، مصلَفَیْنَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم مقصور سے جمع مذکر سالم کا حکم بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر اسم مقصور سے کوئی جمع مذکر سالم لانا چاہے تو اخیر میں جو الف مقصورہ ہے وہ حذف کر دیا جائے گا، اور اس کے ماقبل جو فتحہ ہے وہ باقی رہے گا جیسے مصطفیٰ اصل میں تھا مصطفیٰ واوٗ، نون بڑھائیں گے تو مصطَفَیُوْنَ یاء متحرک ماقبل مفتوح اس کو الف سے بدل دیا اجتماع ساکنین ہوا تو الف کو حذف کر دیا مُصْطَفَوْنَ ہو گیا۔

سوال: الف مقصورہ کو حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: اگر الف مقصورہ کو باقی رکھتے ہوئے واو، نون کا اضافہ کریں تو اجتماع ساکنین لازم آتا ہے جیسے اس لئے الف کو ساقط کر دیا جائے گا اور اس کے ماقبل جو فتح ہے اس کو باقی رکھا جائے گا تاکہ فتح الف پر دلالت کرے۔

وَشَرْطُهُ (الف) إِنْ كَانَ اِسْمًا فَمُذَكَّرٌ عَلَمٌ يَعْقِلُ

ترجمہ: اور جمع مذکر سالم کی شرط یہ ہے: (الف) اگر وہ اسم ذات ہے، تو ایسا مذکر علم ہو جو ذوی العقول میں سے ہو۔

مختصر تشریح

جمع مذکر سالم بنانے کے شرائط: جس اسم کی جمع مذکر سالم بنانا چاہیں اس کو دیکھیں اسم ذات ہے یا اسم صفت؟

اسم ذات: وہ ہے جس میں وصفیت کے معنیٰ نہ ہو۔

اسم صفت: وہ ہے جو مشتق (اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ) ہو اور اس میں وصفیت کے معنیٰ ہو۔ اگر وہ اسم ذات ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مذکر عاقل (ذوی العقول) کا نام ہو اور اس کے آخر میں تائے تانیث زائدہ نہ ہو) تو اس لفظ کی جمع مذکر سالم بن سکتی ہے۔ اور اگر علم نہ ہو تو اس کی یہ جمع نہیں بن سکتی جیسے رجل اور غلام کی جمع رجلون اور غلامون نہیں آسکتی۔ اگر مؤنث کا نام ہو تو بھی جمع نہیں بن سکتی جیسے زینب کی جمع زینبون نہیں آتی۔

اگر غیر ذوی العقول کا نام ہوتو بھی یہ جمع نہیں بن سکتی جیسے ھلال: ایک گھوڑے کا نام تھا اس کی جمع مذکر سالم ھلالون نہیں آئے گی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر اسم ذات سے جمع مذکر سالم کا قصد کیا جائے تو چند شرائط کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) وہ مذکر بغیر تاء کے ہو، مونث نہ ہو (۲) علم ہو نکرہ نہ ہو (۳) عاقل ہو غیر عاقل نہ ہو۔

سوال: یہ شرطیں کیوں لگائی؟

جواب: جمع مذکر سالم اشرف الجموع ہے اس لئے کہ جب مفرد سے جمع بناتے ہیں تو واحد کا وزن سلامت رہتا ہے اور علم مذکر عاقل اشرف الاسماء ہے لہذا اشرف اسم کو اشرف جمع دے دیا گیا۔

سوال: علم اسم کی قسم ہے اور اسم لفظ کی قسم ہے اور کوئی لفظ عاقل نہیں ہے لہذا مصنفؒ کا قول **علم یعقل** غلط ہے؟

جواب: مصنفؒ کی مراد علم کا مسمیٰ ہے، علم اگر چہ عاقل نہیں ہے لیکن علم کا مسمیٰ تو عاقل ہوتا ہے مثلاً زید کا مسمیٰ عاقل ہے۔

(ب) وَإِنْ كَانَ صِفَةً (۱) فَمُذَكَّرٌ يَعْقِلُ

ترجمہ: (ب) اور اگر اسم صفت ہے (۱) تو وہ مذکر عاقل ہو۔

مختصر تشریح

(ب) اگر اسم صفت ہو تو پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) مذکر عاقل کی صفت ہو۔ اگر مؤنث کی صفت ہو جیسے مرضع: دودھ پلانے والی یا

مذکر غیر عاقل کی صفت ہو جیسے صاھل (ہنہنانے والا) تو ان کی یہ جمع نہیں بن سکتی۔ مرضعون اور صاھلون کہنا جائز نہیں ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر اسم صفت سے جمع مذکر سالم کا قصد کیا جائے تو چند شرائط کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور وہ شرائط پانچ ہیں۔

سوال: ان پانچ شرائط میں سے پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: ان پانچ شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے: (ا) مذکر، عاقل ہو۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: جمع مذکر سالم اشرف الجمع ہے اور وہ اسم صفتی جو مذکر عاقل ہو وہ اشرف الصفات ہے پس اشرف الصفات کو اشرف الجمع کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے یہ شرط لگائی۔

(۲) وَاَنْ لَایَکُوْنَ اَفْعَلَ فَعْلَاءُ، مِثْلُ اَحْمَرُ حَمْرَاءُ

ترجمہ: (۲) اور فعلان کہ افعل کے وزن پر نہ ہو؛ جیسے حمراء کا (مذکر) احمر۔

مختصر تشریح

(۲) وہ اسم صفت اس افعل کے وزن پر نہ ہو جس کا مؤنث فعلاء آتا ہے جیسے احمر کا مؤنث حمراء آتا ہے، پس اخضر اور ابیض کی یہ جمع نہیں بنے گی کیونکہ ان کا مؤنث خضراء، بیضاء آتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ان پانچ میں سے دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ وہ اسم صفتی ایسے افعل کے وزن پر نہ ہو جس کا مؤنث فعلاء کے وزن پر آتا ہو جیسے احمر کی مؤنث حمراء پس اخضر اور ابیض کی یہ جمع نہیں بنے گی کیونکہ انکا مؤنث خضراء بیضاء آتا ہے

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: کیونکہ وہ افعل جس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہوتا ہے اس افعل کی جمع، جمع مذکر سالم افعلون جیسے افضل سے افضلون آتی ہے پس اگر افعل فعلاء کی بھی جمع، جمع مذکر سالم لائی جائے تو افعل التفضیل اور افعل الصفة کے درمیان اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔

(۳)وَلاَ فَعْلَانُ فَعْلٰی ،نحو سَکْرَانُ سَکْرٰی

ترجمہ:(۳)اور فعلی کہ فعلان کے وزن پر نہ ہو؛ جیسے سکری کا (مذکر) سکران

مختصر تشریح

(۳) وہ اسم صفت اس فعلان کے وزن پر بھی نہ ہو جس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آتا ہے جیسے سکران کا مؤنث سکری آتا ہے اس کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ان پانچ میں سے تیسری شرط کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ وہ اسم صفتی ایسے فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آتا ہے جیسے سکران کہ اس کا مؤنث سکری آتا ہے اس کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: فعلان کے بھی دو وزن ہیں (۱) ایک وزن وہ اسم جو فعلان کے وزن پر آتا ہے اس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آتا ہے (۲) دوسرا وزن جس کا مؤنث فعلانة کے

وزن پر آتا ہے ایک فعلان کا مؤنث فعلیٰ جیسے سکران سے سکری اور ایک فعلان کا مؤنث فعلانۃ آتا ہے جیسے ندمان سے ندمانۃ اگر مطلقاً کہے تو اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ فعلان جس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہو یا فعلانۃ کے وزن پر ہو ایک کو رد کر دیا تا کہ اشتباہ سے بچا جا سکے۔

(۴) وَلَا مُسْتَوِيًا فِيْهِ مَعَ الْمُؤَنَّثِ، مِثْلُ جَرِيْحٌ وَصَبُوْرٌ۔

ترجمہ: اور اس میں مذکر مؤنث کے ساتھ برابر نہ ہو؛ جیسے جریح اور صبور۔

مختصر تشریح

(۴) وہ اسم صفت مذکر و مؤنث کے لئے یکساں نہ ہو جیسے صبور (صبر کرنے والا) خواہ مرد ہو یا عورت اور جریح زخم والا خواہ مرد ہو یا عورت ان الفاظ کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی، اس لئے کہ یہ دونوں مذکر و مؤنث ہونے میں برابر ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ان پانچ میں سے چوتھی شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اسم صفتی مذکر و مؤنث کے لئے یکساں اور برابر نہ ہو جیسے صبور (صبر کرنے والا) چاہے مرد ہو یا عورت اور جریح (زخم خوردہ) اور شکور (شکر گزار) چاہے مرد ہو یا عورت دونوں پر بولا جاتا ہے۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے لگائی کہ اگر اس کی جمع واؤ، نون کے ساتھ لائیں گے تو مؤنث پر مذکر کو ترجیح دینا لازم آئے گا۔

(۵) وَلَا بِتَاءِ التَّانِيْثِ، مِثْلُ عَلَّامَةٍ

ترجمہ: (۵) اور وہ تائے تانیث کے ساتھ نہ ہو جیسے علّامۃ۔

مختصر تشریح

(۵) اس اسم کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو جیسے علامۃ کی جمع مذکر سالم علامتون نہیں بن سکتی، اس لئے کہ اس میں تائے تانیث ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ان پانچ میں سے آخری شرط کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ وہ اسم تاء تانیث کے ساتھ نہ ہو جیسے علامۃ کی جمع مذکر سالم علامتون نہیں لا سکتے۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: اگر اس کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ لائی جاتی ہے تو کلمہ واحدہ میں حکماً مذکر و مؤنث کی علامتوں کا جمع ہونا لازم آئے گا اور اگر تاء کو حذف کر دیا جائے تو اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔

قاعدہ

وَتُحْذَفُ نُوْنُهُ بِالْاِضَافَةِ

ترجمہ: اور حذف کر دیا جاتا ہے نون جمع مذکر سالم اضافت کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: (۱) جمع مذکر سالم کی اضافت کی جائے تو نون جمع حذف کر دیا جاتا ہے جیسے مسلمون سے مسلمو مصر۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب جمع مذکر سالم کی اضافت

کریں گے تو نون جمع کو حذف کیا جاتا ہے۔اس لئے کہ نون، تنوین کے قائم مقام ہے جو کلمہ کی تمامیت پر دلالت کرتا ہے نیز مابعد سے انقطاع کو چاہتا ہے اور جبکہ اضافت اتصال اور امتزاج کا سبب ہوتی ہے اوراس اتصال اور انفصال دونوں کے درمیان منافات ہے اس لئے نون کو حذف کر دیا جائے گا۔

قاعدہ

وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ سِنِيْنَ وَاَرْضُيْنَ

ترجمہ: اور سنون اور ارضون جیسی مثالیں شاذ ہیں۔

مختصر تشریح

فائدہ: سنة (سال) کی جمع سنون، سنین اور ارض کی جمع ارضون، ارضین شاذ (خلاف قیاس) ہے کیونکہ یہ اسم غیر صفتی ہے اوران میں عقل، تذکیر اور علمیت، شرطیں نہیں پائی جاتی مگر پھر بھی خلاف قیاس ان کی جمع مذکر سالم بناتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ سنین سَنة کی جمع ہے اور سَنَةٌ جو سنین کا مفرد ہے نہ علم ہے نہ مذکر ہے نہ عاقل اسی طرح ارضون، ارض کی جمع ہے اور ارض جو ارضون کا مفرد ہے نہ علم ہے نہ مذکر ہے نہ عاقل تو اس کو جمع مذکر سالم کیوں لائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شاذ ہے اور شاذ کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

نوٹ: سنون یہ سنةکی جمع ہے (سال) ارضون یہ ارض کی جمع ہے بمعنی (زمین) ثبون یہ ثبةکی جمع ہے (گروہ، جماعت) اور قلون یہ قلةکی جمع ہے بمعنی گلی ڈنڈا (سب کے سب شاذ ہیں)۔

اَلْمُؤَنَّثُ مَا لَحِقَ آخِرُهٗ اَلِفٌ وَتَاءٌ

ترجمہ: (جمع) مؤنث (سالم) وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو۔

مختصر تشریح

جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہے جو مؤنث پر دلالت کرے اور اس میں واحد کا وزن بحالہ باقی رہے۔ یہ جمع: صیغہ واحد کے آخر میں الف اور لمبی ت بڑھانے سے بنتی ہے جیسے مسلمة سے مسلمات اور واحد کے آخر میں گول ۃ ہو تو جمع بناتے وقت اس کو حذف کر دیتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جمع مؤنث سالم کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ اور جمع مؤنث سالم ایسے اسم کو کہتے ہیں کہ جس کے آخر میں الف اور لمبی تاء بڑھائی جائے۔ جیسے مسلمة سے مسلمات۔

وَشَرْطُهٗ (۱) اِنْ كَانَ صِفَةً (الف) وَلَهٗ مُذَكَّرٌ
فَاَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ

ترجمہ: اور اس کی شرط اگر وہ اسم صفت ہو۔ (الف) اور اس کا کوئی مذکر ہو، یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہو۔

مختصر تشریح

اگر وہ اسم جس کی الف وتاء کے ساتھ جمع لانا مقصود ہے اور اس اسم صفتی کا مذکر بھی ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو، نون کے ساتھ موجود ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اگر اسم، صفت ہو اور اس سے جمع مؤنث سالم بنانا ہو تو چند شرائط میں سے پہلی شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: (ا) اگر وہ اسم جس کی الف وتاء کے ساتھ جمع لانا مقصود ہے اور اس اسم صفتی کا مذکر بھی ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واؤ، نون کے ساتھ موجود ہو۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آوے کیونکہ جمع مذکر سالم اصل ہے اور جمع مؤنث سالم فرع ہے پس چاہا گیا کہ جس طرح مؤنث سالم میں واحد کا وزن سلامت رہتا ہے ایسے ہی مذکر سالم میں واحد کا وزن سلامت رہے تا کہ واحد کی سلامتی جمع مؤنث سالم اور جمع مذکر سالم دونوں میں موافق رہے۔

سوال: اسم صفت کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم صفت وہ اسم ہے جو مشتق (اسم فاعل اور اسم مفعول) ہو جس میں وصفیت کے معنی ہوں۔

(ب) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مُذَكَّرٌ فَأَنْ لَّا يَكُوْنَ مُجَرَّدًا كَحَائِضٍ

ترجمہ: (ب) اور اگر اس کا کوئی مذکر نہ ہو، تو (اس کی شرط یہ ہے کہ) وہ (تاء سے) خالی نہ ہو؛ جیسے: حائض (حیض والی عورت)۔

مختصر تشریح

اگر اس اسم صفتی کا کوئی مذکر نہیں ہے تو شرط یہ ہے کہ اس اسم صفتی کے آخر میں تاء ہونا ضروری ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ اگر اسم، صفت ہو اور اس سے جمع مؤنث سالم بنانا ہو تو چند شرائط میں سے دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر اس اسم صفتی کا کوئی مذکر نہیں ہے تو شرط یہ ہے کہ اس اسم صفتی کے آخر میں تاء ہونا ضروری ہے جیسے حائض کی حائضات نہیں آتی بلکہ حائضۃ کی جمع حائضات آتی ہے۔ (حائض (بالغ عورت) اور حائضۃ (وہ عورت جسے فی الحال حیض آیا ہے)۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: اس لئے کہ جو اسم صفتی جس کا کوئی مذکر نہ ہو اور وہ تاء کے ساتھ ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے پس اگر مجرد عن التاء اسم کی بھی جمع مؤنث سالم لانا صحیح ہو تو پھر متصف بالتاء اور مجرد عن التاء کے اسم کی جمع مؤنث سالم میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔

(۲) وَاِلَّا جُمِعَ مُطْلَقًا

ترجمہ: (۲) ورنہ تو اس کی جمع لائی جائے گی مطلقاً (بغیر کسی شرط کے)۔

مختصر تشریح

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اگر وہ کلمہ جس کی جمع الف و تاء کے ساتھ لائی جا رہی ہے اسم صفتی نہیں ہے بلکہ اسم محض ہے تو پھر الف تاء کے ساتھ جمع لانے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے؛ بلکہ مطلقاً اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آسکتی ہے جیسے ھند سے ھندات۔

سوال: اسم ذات کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم ذات وہ اسم ہے جس میں وصفیت کے معنی نہ ہوں۔

جمع تکسیر کا بیان

جَمْعُ التَّكْسِيرِ مَا تَغَيَّرَ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ، كَرِجَالٍ، وَأَفْرَاسٍ۔

ترجمہ: وہ جمع ہے (جس میں) اس کے واحد کا وزن بدل جائے جیسے رجال اور افراس۔

مختصر تشریح

جمع مکسر وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن بحالہ باقی نہ رہے جیسے کتاب کی جمع کتب اور رجل کی جمع رجال۔ جمع مکسر کو جمع تکسیر بھی کہتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جمع سالم کے اقسام سے فارغ ہونے کے بعد اب جمع تکسیر کو بیان کرنا ہے۔

سوال: جمع تکسیر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: تکسیر باب تفعیل سے مصدر ہے جس کے معنی توڑنا۔ اور اصطلاح میں جمع تکسیر ایسی جمع کو کہا جاتا ہے جس میں جمعیت کی وجہ سے واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے رجل کی جمع رجال اور فرس کی جمع افراس۔ ان دونوں میں واحد کا وزن سلامت نہیں رہا۔

جمع قلت (کے اوزان)

جَمْعُ الْقِلَّةِ أَفْعُلٌ، وَأَفْعَالٌ، وَأَفْعِلَةٌ، وَفِعْلَةٌ، وَالصَّحِيحُ

ترجمہ: افعل، افعال، افعلة، فعلة اور جمع سالم ہیں۔

مختصر تشریح

جمع قلت: وہ جمع ہے جو تین سے دس تک بولی جائے اور اس کے چار اوزان ہیں۔
(۱) افعُل جیسے انھُر (نہریں) (۲) افعال جیسے اقوال (باتیں) (۳) افعلة جیسے ارغفة (روٹیاں) (۴) فعلة جیسے فتية (جوان)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسموں کو بیان کرنا ہے۔
چنانچہ معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت۔
جمع قلت: وہ جمع ہے جو تین سے دس تک بولی جائے۔
جمع کثرت: وہ جمع ہے جو تین سے غیر متعین تعداد تک بولی جائے۔

سوال: جمع قلت کے اوزان کتنے ہیں؟

جواب: جمع قلت کے اوزان پانچ ہیں (۱) اَفعُل جیسے افلس، اکلب (کتا) (۲) اَفعَال جیسے افراس، اقوال (بات) (۳) اَفعِلَة جیسے ارغفة (چپاتی) اطعمة (کھانا) (۴) فِعلَة جیسے غلمة اور صبية (بچہ)۔ (۵) جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم کے صیغے بشرطیکہ معرف باللام نہ ہوں جمع قلت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اور جمع قلت کو بھی کبھی نو سے زائد پر بولا جاتا ہے۔

وَمَا عَدَا ذٰلِكَ جَمْعُ كَثْرَةٍ

ترجمہ: اور جوان کے علاوہ ہیں وہ سب جمع کثرت ہیں۔

مختصر تشریح

علاوہ ازیں صحیح کا وزن جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم پر جب الف لام نہ ہو تو وہ

بھی جمع قلت کے حکم میں ہیں اور وہ معرف باللام ہو تو جمع کثرت کے حکم میں ہیں۔ الصحیح سے مراد جمع مذکر سالم و جمع مؤنث سالم ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جمع کثرت کے اوزان کو بیان کرنا ہے۔ جمع قلت کے مذکورہ چار اوزان کے علاوہ جمع کثرت کے اوزان ہیں جیسے علماء و مدارس وغیرہ۔ نیز جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم کے صیغے بشرطیکہ معرف باللام ہوں جمع کثرت میں استعمال ہوتے ہیں۔

مصدر

اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ لِّلْحَدَثِ الْجَارِیْ عَلَی الْفِعْلِ

ترجمہ: مصدر اس معنی حدثی کا نام ہے جو فعل پر جاری ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح

مصدر، معنی حدثی کا نام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مصدر اس معنی کا نام ہے جو نئے پیدا ہوئے ہوں اور غیر کے ساتھ قائم ہوں خواہ اس سے صادر ہوئے ہوں یا صادر نہ ہوئے ہوں جیسے ضرب، مشی غیر کے ساتھ قائم ہیں اور اس سے صادر ہوئے ہیں اور طول، قصر غیر کے ساتھ قائم ہیں مگر اس سے صادر نہیں ہوئے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اتصال اور عدم اتصال کے اعتبار سے اسم کی تقسیم بیان کرنا ہے۔

سوال: مصدر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مصدر اسم ظرف کا صیغہ ہے بمعنی صادر ہونے کی جگہ۔ اصطلاح میں مصدر کہا جاتا ہے اس حدث کو جو فعل پر جاری ہوتا ہے۔

سوال: حدث سے کیا مراد ہے؟

جواب: حدث سے مراد وہ معنی ہے جو قائم بالغیر ہو چاہے اس معنی کا صدور غیر سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اول کی مثال: جیسے ضَرْب اور مَشْیٌ اور دوسرے کی مثال جیسے طُوْلٌ اور قِصَرٌ۔

سوال: مصدر پر فعل کے جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل کے مصدر سے مشتق ہونے کے بعد مصدر فعل کی تاکید یا اس کی نوعیت یا اس کے عدد کے بیان کے لئے ہوتا ہے جس کو فعل کا جاری ہونا کہتے ہیں

وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ سَمَاعٌ، وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسٌ

ترجمہ: اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے۔

مختصر تشریح

ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان سماعی ہیں، علم الصیغہ میں استقرا سے چوالیس بیان کئے ہیں۔ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ تمام ابواب سے قیاسی ہیں اور ان کے بنانے کے قاعدے مقرر ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مصدر کے اوزان بیان کرنا ہے۔ ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان سماعی ہے۔

نوٹ: علم الصیغہ میں استقراء سے مصدر کے سماعی اوزان چوالیس بیان کئے ہیں۔
(علم الصیغہ ص ۱۴)

سوال: ثلاثی مجرد کے علاوہ سے چاہے وہ ثلاثی مزید ملحق برباعی ہو یا غیر ملحق برباعی، باہمزہ وصل ہو یا بے ہمزہ وصل ہو، رباعی مجرد ہو یا مزید) مصدر کے اوزان کیا ہیں؟

جواب: ثلاثی مجرد کے علاوہ سے مصدر کے اوزان قیاسی ہوتے ہیں اور اس کے بنانے کا قاعدہ متعین ہے۔

قاعدہ

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ مَاضِيًا وَغَيْرَهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَفْعُولاً مُطْلَقًا

ترجمہ: اور وہ (مصدر) عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل، خواہ ماضی کے معنی میں ہو یا غیر ماضی کے معنی میں، بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو۔

مختصر تشریح

مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے۔ اگر فعل لازم کا مصدر ہے تو صرف فاعل کو رفع دیتا ہے اور فعل متعدی کا مصدر ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے جبکہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مصدر کے عمل کو بیان کرنا ہے۔ اور مصدر فعل کی طرح عمل کرتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے: (۱) اگر وہ مصدر فعل لازم ہے تو وہ صرف فاعل کو رفع دینے کا عمل کرے گا جیسے اعجبنی قیام زید۔

(۲) اگر وہ مصدر فعل متعدی ہے تو وہ فاعل میں رفع کا اور مفعول میں نصب دینے کا

عمل کرے گا جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا چاہے ماضی یا حال یا مستقبل کے معنی میں ہو مطلقاً کا یہی مطلب ہے۔

سوال: مصدر عمل کے لئے زمانہ کے ساتھ مخصوص کیوں نہیں؟

جواب: فعل مصدر سے مشتق ہے، پس فعل مصدر کا عمل اشتقاق کی مناسبت کی وجہ سے کرتا ہے گویا مصدر اصل ہے اور فعل فرع۔ اور اصل قوی ہوتا ہے فرع کے مقابلہ میں اس لئے کسی زمانے کے ساتھ اس کا عمل مخصوص نہیں ہے۔

سوال: مصدر کے عمل کے لئے کوئی شرط ہے؟

جواب: ہاں! مصدر کے عمل کے لئے شرط ہے کہ مصدر فعل کی طرح عمل اس وقت کرے گا جبکہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے لگائی کہ اگر مصدر مفعول مطلق واقع ہورہا ہے تو ایسی صورت میں عمل فعل کا ہوگا کیونکہ وہ عامل قوی ہے اور مصدر عامل ضعیف ہوتا ہے اور عامل ضعیف کو عمل نہیں دیا جاسکتا۔

قاعدہ

وَلَا يُتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُهُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور اس کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوسکتا اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوسکتا۔(۱) اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے، ترتیب کی صورت میں تو عمل کرے گا، خلاف ترتیب کی صورت میں عمل نہیں کرے گا جیسے ضربا ضربت یہ صحیح نہیں ہے برخلاف فعل تمام صورتوں میں عمل کرتا ہے۔

(۲) مصدر عمل کے وقت اَنْ مع الفعل کی تاویل میں ہوتا ہے اور اَنْ موصول حرفی ہے اور اس کا مابعد صلہ ہے اور صلہ کی تقدیم موصول پر ممتنع ہے پس اسی طرح اس کی تقدیم جو مصدر کے معمولات میں سے ہے بدرجہ اولی ممتنع ہوگی۔

وَلَا يُضْمَرُ فِيْهِ ۔وَلَا يَلْزَمُ ذِكْرُ الْفَاعِلِ

ترجمہ: اور اس میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی ہے۔اور (اس کے) فاعل کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مختصر تشریح

مصدر میں فاعل کی ضمیر مستتر نہیں ہوتی۔اور مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری نہیں اس لئے کہ مصدر کا تصور فاعل پر موقوف نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مصدر کا معمول (فاعل) مصدر میں پوشیدہ نہیں ہوسکتا۔اور مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری نہیں ہے۔

سوال: مصدر کا معمول (فاعل) مصدر میں پوشیدہ کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب: اس لئے پوشیدہ نہیں ہوسکتا کہ مفرد میں فاعل مستتر مانا جائے تو مفرد پر قیاس کرتے ہوئے تثنیہ وجمع میں بھی مصدر کے معمول کو مصدر میں پوشیدہ ماننا پڑے گا اور تثنیہ کی صورت میں اجتماع التثنیتین لازم آئے گا اور جمع کی صورت میں اجتماع الجمعین لازم آئے گا۔

سوال: مصدر کے لئے عمل کے وقت فاعل کا ذکر کیوں ضروری نہیں ہے؟

جواب: مصدر کے لئے عمل کے وقت فاعل کا ذکر ضروری نہیں ہے اس لئے کہ مصدر میں نسبت الی الفاعل کا لحاظ نہیں کیا گیا لیکن جب فعل کا عامل بنائیں گے تو فاعل کا ذکر ضروری ہے اس لئے کہ فعل میں نسبت الی الفاعل کا لحاظ کیا گیا ہے برخلاف مصدر کے اور اگر مصدر کے فاعل کا ذکر ضروری مانا جائے تو مسند الی المضمر کی صورت میں مصدر میں اس کے عامل کا پوشیدہ ماننا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔

قاعدہ

وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهُ اِلَى الْفَاعِلِ، وَقَدْ يُضَافُ اِلَى الْمَفْعُوْلِ

ترجمہ: اور جائز ہے اس کی اضافت کرنا فاعل کی طرف۔ اور کبھی اس کی اضافت کردی جاتی ہے مفعول کی طرف۔

مختصر تشریح

مصدر اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کبھی مفعول کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے اس وقت یہ معمول لفظاً مجرور ہوں گے جیسے اعجبنی قیام زید: تعجب میں ڈالا مجھے زید کے کھڑے ہونے نے (مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے)۔

نظرتُ الی ضرب اللصِّ الجلادُ: میں نے جلاد کا چور کو مارنا دیکھا (مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے جیسے اعجبنی دق القصار الثوب۔ اس مثال میں دق مصدر ہے جس کی

اضافت القصار فاعل کی طرف ہے۔

سوال: مصدر کی اضافت فاعل کی طرف کیوں جائز ہے؟

جواب: مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ایسی ہی ہے جیسی کہ فعل کی اسناد کا فاعل کی طرف ہوتی ہے۔

سوال: کیا مصدر کی مفعول کی طرف اضافت درست ہے؟

جواب: ہاں! مصدر کی مفعول کی طرف اضافت درست ہے جیسے نظرت الی ضرب اللصِّ الجلادُ۔ اس مثال میں ضرب مصدر ہے جس کی اضافت اللص مفعول کی طرف ہے۔

سوال: مصدر کی مفعول کی طرف اضافت درست کیوں؟

جواب: مصدر کی مفعول کی طرف اضافت اس لئے درست ہے کہ مفعول کی طرف اضافت ایسی ہی ہے جیسے فعل کی مفعول کی طرف اسناد کا ہونا۔

سوال: اولیٰ کیا ہے؟

جواب: مصدر کی اضافت فاعل کی طرف اولیٰ ہے۔ اور یہ اس لئے کہ فعل کی اسناد فاعل کی طرف حقیقت ہے اور مفعول کی طرف اسناد مجاز ہے اور کلام کا حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے مجاز پر محمول کرنے کے مقابلہ میں۔ پس اسی طرح مصدر میں بھی ہوگا۔

فائدہ

وَاِعْمَالُهُ بِاللَّامِ قَلِيْلٌ

ترجمہ: اور اس کو لام تعریف کے ساتھ عمل دلانا قلیل ہے۔

مختصر تشریح

فائدہ: مصدر تین حالتوں میں عمل کرتا ہے۔ (۱) مضاف ہونے کی حالت میں جیسے

عجبت من ضربک زیدا۔ (۲) اس پر تنوین ہونے کی حالت میں جیسے عجبت من ضرب زیدا۔ (۳) اس پر الف لام ہونے کی حالت میں جیسے عجبت من الضرب زیداً مگر اس تیسری صورت میں مصدر بہت کم عمل کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مصدر تین حالتوں میں عمل کرتا ہے۔ اور وہ تین حالتیں یہ ہیں: (۱) مضاف ہونے کی حالت میں جیسے عجبت من ضربک زیدا۔ میں ضرب مصدر کی اضافت ک کی طرف ہے۔

(۲) اس پر تنوین ہونے کی حالت میں جیسے عجبت من ضربٍ زیدا۔ میں ضرب مصدر تنوین کے ساتھ ہے۔

(۳) اس پر الف لام ہونے کی حالت میں جیسے عجبت من الضرب زیداً مگر اس تیسری صورت میں مصدر بہت کم عمل کرتا ہے۔ میں ضرب مصدر الف لام کے ساتھ ہے۔

سوال: اس پر الف لام ہو تو بہت کم عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ مصدر عمل کرتا ہے فعل کے ساتھ مناسبت اور اشتقاق کی وجہ سے اور فعل پر الف لام داخل نہیں ہوتا اور مصدر پر الف لام آیا ہے اشتقاق میں مناسبت ختم ہو گئی اس لئے بہت قلیل ہے۔

سوال: قلیل کیوں کہا، ناجائز کیوں نہیں کہا؟

جواب: مصدر پر الف لام آنا عارضی ہے نیز اصل فعل اور مؤول بالفعل میں فرق باقی رہے، اس لئے قلیل کہا گیا۔ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد لا یحب اللہ الجھر بالسوء۔

قاعدہ

فَإِنْ كَانَ مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ

ترجمہ: پس اگر مصدر مفعول مطلق ہو، تو عمل فعل کے لئے ہوگا۔

مختصر تشریح

جب مصدر مفعول مطلق ہو تو صرف اس کا فعل عمل کرتا ہے، مصدر عمل نہیں کرتا جیسے ضربت ضرباً زیداً۔ زیداً، ضربت کا معمول ہے، مصدر ضرباً کا معمول نہیں ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ مصدر مفعول مطلق ہو اور اس کا فعل وجوبی اعتبار سے محذوف نہ ہو تو عمل فعل کو دیا جائے گا اور عمل کے لئے فعل متعین ہوگا۔

سوال: عمل فعل کو کیوں دیا جائے گا؟

جواب: اس لئے کہ فعل عامل قوی ہے اور مصدر عامل ضعیف ہے اور عامل قوی کے ہوتے ہوئے عامل ضعیف کو عمل نہیں دیا جاتا جیسے ضربت ضربا زیدا، اس مثال میں زیدا ضربت کا معمول ہے ضربا کا معمول نہیں ہے۔

وَإِنْ كَانَ بَدَلًا مِنْهُ فَوَجْهَانِ

ترجمہ: اور اگر وہ (مفعول مطلق) فعل کے بدلے میں آیا ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں

مختصر تشریح

اگر فعل محذوف ہو اور مفعول مطلق اس کا بدل (قائم مقام) ہو تو دو صورتیں جائز ہیں

(۱)فعل کو عامل بنانا (۲) مصدر کو عامل بنانا جیسے شکراً لہ۔اس جگہ شکرت فعل محذوف ہے مفعول مطلق شکراً اس کا بدل ہے، پس لہ فعل محذوف اور مصدر دونوں کا معمول بن سکتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر فعل وجوباً محذوف ہو اور مصدر فعل محذوف کے قائم مقام ہوتو دو صورتیں جائز ہیں فعل اور مصدر دونوں کو عمل دے سکتے ہیں

سوال: فعل کو عمل کیوں؟

جواب: فعل کو عمل اس لئے دیتے ہیں کہ فعل اصل ہے لہذا اصلیت کا اعتبار کرتے ہوئے عمل دے سکتے ہیں۔

سوال: مصدر کو عمل کیوں؟

جواب: مصدر کو عمل اس لئے عمل دے سکتے ہیں کہ وہ فعل کے قائم مقام ہے اور قائم مقام ہونے کے اعتبار سے عمل دے سکتے ہیں جیسے شکرا لہ یہاں شکرت فعل محذوف ہے اور مفعول مطلق شکرا اس کا بدل اور قائم مقام ہے پس لہ فعل محذوف کا معمول بھی ہوسکتا ہے اور مصدر کا بھی۔

سوال: فعل عامل قوی ہے اور مصدر عامل ضعیف عمل میں دونوں برابر کیوں؟

جواب: مذکورہ قانون میں دونوں برابر ہیں۔اس لئے کہ فعل عامل قوی تو ہے لیکن محذوف ہے اور مصدر عامل ضعیف تو ہے لیکن مذکور ہے اس اعتبار سے دونوں برابر ہوں گے۔

اسم فاعل

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ بِمَعْنَی الْحُدُوْثِ

ترجمہ:اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اس ذات (پر دلالت کرنے) کے لئے جس کے ساتھ فعل (معنی مصدری) قائم ہو، حدوث کے معنی میں۔

مختصر تشریح

اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے بنایا گیا ہو اور اس شخص پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل نیا قائم ہوا ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات اس شخص میں مستقل طور پر نہ پائی جاتی ہو جیسے ضارب وہ شخص ہے جس کے ساتھ مارنا نیا قائم ہوا ہے ہمیشہ سے اس میں یہ صفت نہیں ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم فاعل کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ اور اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل (مصدر) سے مشتق ہو اور اس شخص پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل نیا قائم (وہ بات اس شخص میں مستقل طور پر نہ پائی جاتی ہو) ہوا ہو جیسے ضارب وہ شخص ہے جس کے ساتھ مارنا نیا قائم ہوا ہے، ہمیشہ اس میں یہ صفت نہیں ہے۔

فوائد قیود: من فعل: جنس ہے لمن قام فصل اول ہے اس سے اسم مفعول کو خارج کر دیا اس لئے کہ وہ قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ واقع ہوتا ہے اور اسم تفضیل کو بھی خارج کر دیا اس لئے کہ اسم تفضیل میں زیادتی کے معنی پائے جاتے ہیں جبکہ یہ بات اسم فاعل میں نہیں ہے۔

بمعنی الحدوث فصل ثانی ہے اس سے مبالغہ خارج ہو جائے گا اس لئے کہ وہ ثبوت کے معنی پر دلالت کرتا ہے حدوث کے معنی پر دلالت نہیں نیز مبالغہ کے صیغے محصور محدود نہیں ہیں برخلاف اسم فاعل کے صیغے محصور و محدود ہیں۔

وَصِيغَتُهُ(الف)مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلَى فَاعِلٍ

ترجمہ: (الف) اور اسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے۔

مختصر تشریح

اسم فاعل: ثلاثی مجرد سے فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ثلاثی مجرد سے اسم فاعل بنانے کا قاعدہ بیان کرنا ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ اسم فاعل ثلاثی مجرد سے فاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے حَمِدَ سے حامِدٌ، قَتَلَ سے قَاتِلٌ۔

(ب) وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ، وَ كَسْرِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ، نَحْوُ مُدْخِلٍ، وَمُسْتَغْفِرٍ

ترجمہ: (ب) اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع (معروف) کے وزن پر آتا ہے، میم مضموم اور آخری حرف کے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ؛ جیسے مُدخِل، مُستَغفِر۔

مختصر تشریح

اسم فاعل غیر ثلاثی مجرد سے ہر باب کے فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے، اس طرح کہ علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لاتے ہیں اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیتے ہیں جیسے یُدْخِلُ (باب افعال) سے مُدْخِلٌ اور یستغفر (باب استفعال) سے مُسْتَغْفِرٌ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ثلاثی مجرد کے علاوہ سے اسم فاعل بنانے کا قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ علامت مضارع کے حذف کے بعد میم مضموم بڑھاؤ اور اخیر سے پہلے والے حرف پر کسرہ دو جیسے یدخل سے مُدْخِلٌ اور یستغفر سے مُستغفِرٌ تقابل سے مُتقابِلٌ

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ بِشَرْطِ

ترجمہ: اور وہ (اسم فاعل) عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل۔

مختصر تشریح

اسم فاعل فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے اگر اس کا فعل لازم ہے تو صرف فاعل کو رفع دیتا ہے اور متعدی ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے جیسے جاءنی القائم ابوہ اور اضارب زیدٌ عمراً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم فاعل کے عمل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اسم فاعل کا عمل کیا ہے؟ اور اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اسم فاعل کا عمل فعل کے مانند ہے، فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے: (۱) اگر فعل لازم کا اسم فاعل ہے تو صرف فاعل کو رفع دے گا جیسے زید قائم ابوہ۔ (۲) اگر فعل متعدی کا اسم فاعل ہے تو فاعل میں رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے جیسے ضارب ابوہ عمروا۔

(۱) مَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ

ترجمہ: حال یا استقبال کے معنی۔

مختصر تشریح

اسم فاعل کے عمل کی دو شرطیں ہیں (۱) اسم فاعل: حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ اگر ماضی کے معنی میں ہوگا تو عمل نہیں کرے گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم فاعل کے عمل کے شرائط میں سے پہلی شرط کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اسم فاعل کے عمل کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: اسم فاعل کے عمل کی دو شرطیں ہیں۔

سوال: اسم فاعل کے عمل کی پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: اسم فاعل کے عمل کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔

سوال: اسم فاعل کے عمل کے لئے حال اور استقبال کے معنی میں ہونا شرط کیوں؟

جواب: حال اور استقبال کے معنی میں ہونا شرط اس لئے ہے کہ اسم فاعل عمل کرتا ہے مضارع کے ساتھ (حرکات وسکنات میں) مشابہت کی وجہ سے اور مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں حال واستقبال تو فرع میں بھی حال واستقبال کا معنی پایا جانا ضروری ہوگا اگر ماضی میں ہے تو عمل نہیں کرے گا؛ ورنہ فرع کا اصل سے بڑھ جانا لازم آئے گا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا قول کلبہ باسط ذراعیہ بالوصید اس مثال میں باسط اسم فاعل ہے جو فعل ماضی کے معنی میں ہے پھر بھی عامل ہے؟

جواب: اسم فاعل کا حال واستقبال کے معنی میں پایا جانا عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً اور اس آیت کریمہ میں حکماً ہے اس لئے کہ اس سے مراد حکایتِ حال ہے۔

(۲)وَالْاِعْتِمَادُ عَلٰی صَاحِبِهٖ، اَوِ الْهَمْزَةُ، اَوْ مَا

ترجمہ: اور اپنے صاحب یا ہمزہ استفہام یا ما حرف نفی پر اعتماد کی شرط کے ساتھ۔

مختصر تشریح

(۲) اسم فاعل سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو۔

وہ چھ چیزیں یہ ہیں: (۱) مبتدا جیسے زید قائم ابوہ۔ (۲) یا موصوف جیسے جاءنی رجل قائم ابوہ۔ (۳) یا موصول جیسے جاءنی القائم ابوہ۔ (۴) یا اسم فاعل سے پہلے ذوالحال ہو جیسے جاءنی زید راکب غلامہ۔ صاحب سے مذکورہ بالا چار چیزیں مراد ہیں۔ (۵) اسم فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہو جیسے اقائم زید۔ (۶) یا ما نافیہ ہو جیسے ماقائم زید۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم فاعل کے عمل کے شرائط میں سے دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسم فاعل سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں: (۱) مبتدا جیسے زید قائم ابوہ۔ (۲) یا موصوف جیسے جاءنی رجل قائم ابوہ۔ (۳) یا موصول جیسے جاءنی القائم ابوہ۔ (۴) یا اسم فاعل سے پہلے ذوالحال ہو جیسے جاءنی زید راکب غلامہ۔ صاحب سے مذکورہ بالا چار چیزیں مراد ہیں۔ (۵) اسم فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہو جیسے اقائم زید۔ (۶) یا ما نافیہ ہو جیسے ماقائم زید۔

سوال: اسم فاعل کے عمل کے لئے صاحب کی شرط کیوں لگائی؟

جواب: عمل میں اصل فعل ہے کیونکہ فعل کی وضع اسی لئے ہوئی ہے اور اس کے علاوہ کا عمل فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے اور فعل، فاعل پر اعتماد کرتا ہے اور اس کی طرف مسند ہوتا ہے پس مناسب ہوا کہ جو اس سے مشابہت کا تعلق رکھتا ہے وہ اپنے صاحب پر بدرجہ اولیٰ اعتماد رکھے اور وہ بھی اپنے صاحب کی طرف مسند ہوتا کہ فرع کی اصل میں زیادتی لازم نہ آئے۔

سوال: ہمزۂ استفہام و ما نافیہ کی قید کیوں لگائی؟

جواب: یہ دونوں عموماً فعل پر داخل ہوتے ہیں جب یہ اسم فاعل پر داخل ہوں گے تو فعل سے مشابہت بڑھ جائے گی۔

فَاِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى۔

ترجمہ: پس اگر اسم فاعل ماضی کے معنیٰ میں ہو تو اضافتِ معنوی ضروری ہے۔

مختصر تشریح

اسم فاعل کے عمل کی پہلی شرط یہ تھی کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو پس اگر وہ ماضی کے معنی میں ہوگا تو اس کی اپنے معمول کی طرف اضافت معنوی (حقیقی) ضروری ہوگی۔ پس ھذا ضارب زیداً امس نہیں کہہ سکتے، بلکہ اضافت کے ساتھ ھذا ضارب زیدٍ کہا جائے گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اضافت معنوی واجب ہے۔ اس لئے کہ جب ماضی کے معنی میں ہوں گے تو فعل مضارع کے ساتھ مشابہت نہیں ہوگی پس ھذا ضارب زیدا امس نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ اضافت کے ساتھ ھذا ضارب زیدا امس کہا جائے گا۔

سوال: اضافت لفظی کیوں منع ہے؟

جواب: اضافت لفظی اس لئے منع ہے کیونکہ اضافت لفظی میں اضافت اپنے معمول کی طرف ہوتی ہے اور یہ بات اس جگہ نامناسب ہے جیسے زید معطی عمرو اامس درھما۔

خِلَافاً لِلْكِسَائِيْ

ترجمہ: برخلاف امام کسائی کے۔

مختصر تشریح

امام کسائی کے نزدیک اسم فاعل بہر صورت عمل کرتا ہے اگرچہ ماضی کے معنی میں ہو۔اور یہ اضافت لفظی ہوگی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امام کسائی کے اختلاف کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اسم فاعل مطلقاً عمل کرتا ہے چاہے حال کے معنی میں ہو یا استقبال کے معنی میں ہو چاہے ماضی کے معنی میں ہو۔

سوال: ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید ہے کہ باسط اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہوتے ہوئے عمل کررہا ہے تو معلوم ہوا کہ اسم فاعل عمل کرنے کے لئے حال واستقبال کے معنی میں ہونے کا محتاج نہیں ہے۔

سوال: جمہور کی طرف سے جواب کیا ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ باسط حکماً حال کے معنی میں ہے لہذا ماضی کے معنی میں ہوتے ہوئے عمل نہ پایا گیا۔

فَإِنْ كَانَ لَهُ مَعْمُوْلٌ آخَرُ فَبِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ، نَحْوُ زَيْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَماً أَمْسِ"

ترجمہ: پس اگر اس کا دوسرا معمول بھی ہو تو فعل مقدر کا معمول ہوگا زید معطی عمروٍ درھماً اَمْس۔

مختصر تشریح

اس اسم فاعل کی غرض جو بمعنی ماضی ہو: پہلے معمول کی طرف اضافت تو ہوگی، لیکن اسم فاعل کا دوسرا معمول ہو تو؟ فرماتے ہیں: اس کا نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہوگا اسم فاعل کی وجہ سے نہیں ہوگا جیسے زیدٌ معطی عمروٍ درھماً امسِ۔ اس میں درھماً فعل مقدر اعطی کی وجہ سے منصوب ہوگا ای اعطی عمراً درھماً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کے جواب کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسم فاعل اپنے معمول میں اس وقت عمل کرے گا جبکہ وہ حال واستقبال کے معنی میں ہو اور اگر ماضی کے معنی میں ہو تو اس میں اسم فاعل عمل نہیں کرتا لیکن ایک ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس میں اسم فاعل فعل ماضی کے معنی میں ہے اس کے باوجود وہ عمل کر رہا ہے جیسے زید معطی عمرو امس درھما، اس مثال میں معطی اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہے اس کے باوجود وہ اپنے معمول درھما کو نصب دے رہا ہے؟

جواب: مثال مذکورہ میں درھما کو نصب دینے والا اسم فاعل نہیں ہے بلکہ درھما میں نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہے جیسے زید معطی عمرو امس درھما میں درھماً کو معطی اسم فاعل نے نصب نہیں دیا بلکہ فعل مقدر اعطی نے نصب دیا ہے۔

فَإِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ اِسْتَوَى الْجَمِيْعُ

ترجمہ: اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو جائے تو وہ ہر حال میں عمل کرے گا۔

مختصر تشریح

اسم فاعل کے عمل کے لئے یہ شرط کہ حال یا استقبال کے لئے ہو اس وقت ہے جبکہ

اس پر الف لام نہ ہو؛ اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہوجائے تو وہ ہر حال میں عمل کرے گا جیسے مررت بالضارب ابوہ زیداً امس اس میں زیداً کو الضارب نے نصب دیا ہے اگرچہ وہ بمعنی ماضی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنفؒ کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اسم فاعل کے عمل کے لئے شرط ہے کہ وہ حال یا استقبال کے لئے ہو جبکہ اس پر الف لام نہ ہو اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہوجائے تو عمل میں تمام زمانہ برابر ہے خواہ اسم فاعل حال کے معنی میں ہو یا استقبال کے معنی میں ہو یا ماضی کے معنی میں ہو۔

سوال: اسم فاعل پر الف لام داخل ہوگا تو تینوں زمانوں میں کیوں عمل کرے گا؟

جواب: اسم فاعل درحقیقت فعل مضارع ہی ہے، فعل مضارع پر الف لام داخل نہیں ہوتا اب اسم فاعل پر الف لام داخل ہوا تو مضارع سے مشابہت کمزور ہوگئی اور اس میں اتنی طاقت پیدا ہوگئی کہ وہ تینوں زمانوں پر دلالت کرے گا جیسے مررت بالضارب ابوہ زید الآن، مررت بالضارب ابوہ زید اغدا، مررت بالضارب ابوہ زید امس۔

سوال: فاعل اور اسم فاعل دونوں کے مابین کیا فرق ہے؟

جواب: اسم فاعل کہا جاتا ہے جس میں ذات اور صفات دونوں موجود ہوں جیسے ضارب، عالم، اس میں ایک مارنے والی ذات ہے اور وہ ذات جو صفت ضاربیت کے ساتھ متصف بھی ہے اور فاعل صرف اس ذات کو کہا جاتا ہے جس سے صرف فعل کا صدور ہو جیسے ضرب زید عمروا۔

❁ ❁ ❁

وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ كَضَرَّابٍ، وَضَرُوبٍ، وَمِضْرَابٍ وَعَلِيمٍ، وَحَذِرٍ مِثْلُهُ۔

ترجمہ: اور وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کے لئے بنایا گیا ہو جیسے ضرَّابٌ۔

مختصر تشریح

اسم مبالغہ: وہ اسم فاعل جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

فائدہ: کبھی اسم فاعل کے وزن فاعلٌ سے پانچ اوزان پر مبالغہ کا صیغہ بنایا جاتا ہے (۱) فعّال جیسے ضرّاب (بہت مارنے والا) جیسے ذرّاع فاکھة (بہت پھل بونے والا) (۲) فعولٌ جیسے ضروب (بہت مارنے والا) جیسے ضروب غلامه (اپنے غلام کو بہت مارنے والا) (۳) مفعال جیسے مضراب (بہت مارنے والا) جیسے مخواف اعداءہ (دشمن سے بہت ڈرنے والا) (۴) فعیل جیسے علیم (بہت جاننے والا) جیسے سمیع خیرا (خیر کی بات بہت سننے والا ہو) (۵) فَعِل جیسے حذر (بہت چوکنا) جیسے مزق اوراقه (اپنے ورق بہت پھاڑنے والا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ وہ اسم فاعل جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہو وہ عمل اور شرائط میں اسم فاعل کے مانند ہے۔

سوال: اسم مبالغہ، اسم فاعل جیسا عمل کیوں کرے گا حالانکہ اسم مبالغہ کی فعل مضارع کے ساتھ مشابہت نہیں پائی جاتی؟

جواب: اسم مبالغہ کی گو فعل مضارع کے ساتھ لفظی مشابہت فوت ہو جاتی ہے لیکن مبالغہ میں معنی کی زیادتی ہوتی ہے وہ اس فوت ہونے والی مشابہت کی تلافی کر لیتی ہے لہذا

مبالغہ بھی فعل مضارع جیسا عمل کرے گا۔

فائدہ: اسم فاعل کے وزن فاعلٌ سے پانچ اوزان پر مبالغہ کا صیغہ بنایا جاتا ہے (۱)فعّال جیسے ضرّاب (بہت مارنے والا) جیسے ذرّاع فاکھۃ (بہت پھل بونے والا) (۲)فعولٌ جیسے ضروب (بہت مارنے والا) جیسے ضروب غلامه (اپنے غلام کو بہت مارنے والا)(۳)مفعال جیسے مضراب (بہت مارنے والا) جیسے مخواف اعداءه (دشمن سے بہت ڈرنے والا)(۴)فعیل جیسے علیم (بہت جاننے والا) جیسے سمیع خیرا (خیر کی بات بہت سننے والا ہو)(۵)فَعِل جیسے حذر (بہت چوکنا) جیسے مزق اوراقه (اپنے ورق بہت پھاڑنے والا)۔

فائدہ: اسی طرح مبالغہ کے اوزان میں ان کو بھی بیان کیا جاتا ہے (۱)مفعل جیسے مجزم (۲)فاعول جیسے فاروق (۳)مفعال جیسے منصار (۴)فعّیل جیسے صدیق وغیرہ۔

قاعدہ

وَالْمُثَنّٰی وَالْمَجْمُوْعُ مِثْلُهُ

ترجمہ: اور اسم فاعل کا تثنیہ وجمع اسم فاعل مفرد کی طرح ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اسم فاعل اور اسم مبالغہ کے تثنیہ وجمع عمل واشتراط میں اسم فاعل مفرد کی طرح ہیں جیسے الزیدان الضاربان عمراً۔ الزیدان الضرابان عمراً۔ الزیدون ضاربون عمراً، الزیدون الضرابون عمراً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسم فاعل کا تثنیہ وجمع بھی آتا ہے اس کے مفرد کے جو شرائط ہیں عمل کرنے میں وہی شرائط وعمل تثنیہ وجمع میں ہیں اس کے صیغہ مفرد میں فرق نہیں پڑتا تثنیہ حالت رفعی میں الف اور نون مکسور اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح اور جمع میں حالت رفعی واوٴ، نون کے ساتھ اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور کے ساتھ جیسے الزیدان ضاربان۔

سوال: کیوں فرق نہیں پڑتا؟

جواب: اس لئے کہ زوائد کے بڑھانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ مَعَ الْعَمَلِ وَالتَّعْرِيْفُ تَخْفِيْفاً

ترجمہ: اور اسم فاعل کے نون کو حذف کرنا جائز ہے عمل اور تعریف کے ساتھ لفظ کو ہلکا کرنے کے لئے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اسم فاعل تثنیہ وجمع کا نون دو شرطوں کے ساتھ حذف کرنا جائز ہے (۱) وہ عامل ہوں (۲) معرفہ ہوں جیسے المقیما الصلوۃ، المقیمی الصلوۃ (نماز قائم کرنے والے) اور نون کا یہ حذف تخفیف کے لئے ہے اور اگر اسم فاعل نکرہ ہو تو نون کا حذف ٹھیک نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قانون کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اسم فاعل معرف باللام ہو اور وہ تثنیہ وجمع کا صیغہ ہو تب بھی تخفیفاً نون جمع اور نون تثنیہ کا حذف جائز ہے چاہے وہ اسم فاعل عامل ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: کیوں حذف جائز ہے؟

جواب: حذف اس لئے جائز ہے کہ الف لام اسم فاعل پر موصول ہے اور اسم فاعل صلہ ہے اور صلہ مفعول کے نصب کے ساتھ طویل ہوجاتا ہے جیسے قران میں ہے والمقیمی الصلوۃ اصل میں تھا المقیمین الصلوۃ عبارت طویل ہوجاتی۔

نوٹ: اور اگر اسم فاعل نکرہ ہوتو نون کا حذف ٹھیک نہیں۔

اسم مفعول کا بیان

اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ وَقَعَ عَلَیْهِ

ترجمہ: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، اس ذات (پر دلالت کرنے) کے لئے جس پر فعل واقع ہوا ہو۔

مختصر تشریح

اسم مفعول وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہو جیسے مضروب (وہ شخص جس پر مار پڑی ہو)۔

اسم مفعول فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اور اکثر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے ھو محمود الخصال (وہ اچھے اخلاق والا ہے)۔
جاء المضروب ابوہ۔ (آیا وہ شخص جس کا باپ مارا گیا)

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم مفعول کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ اور اسم مفعول وہ اسم ہے جو ایسے مصدر سے مشتق ہوتا ہے جو اس اسم پر واقع ہوتا ہے جیسے مضروب (وہ شخص جس پر مار پڑی ہو) یہ ضرب سے مشتق ہے۔

فوائد قیود: من فعل: جنس ہے تمام کو شامل ہے۔ لمن وقع علیہ فصل اول ہے اسم مفعول کے علاوہ تمام کو خارج کر دیا اس لئے کہ اسم فاعل میں مصدر واقع نہیں ہوتا بلکہ مصدر اس اسم کے ساتھ قائم رہتا ہے اور دوسرے بھی اس لمن وقع علیہ کی قید سے خارج ہو گئے۔

سوال: مفعول اور اسم مفعول کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: اسم مفعول کے اندر ذات اور صفات دونوں موجود ہیں اور مفعول میں صرف ایک ذات ہے جس پر کوئی فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمروا۔

وَصِيْغَتُهُ (الف) مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى مَفْعُوْلٍ

ترجمہ: اور اس کا صیغہ (الف) ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے۔

مختصر تشریح

ثلاثی مجرد سے اسم مفعول مفعول کے وزن پر آتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ثلاثی مجرد سے اسم مفعول بنانے کا قاعدہ بیان کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کا صیغہ مفعول کے وزن پر آتا ہے چاہے لفظاً ہو یا تقدیراً اول کی مثال جیسے مضروب، اور ثانی کی مثال جیسے مقول، مرمی وغیرہ۔

(ب) وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُسْتَخْرَجٍ

ترجمہ: (ب) اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے آخری حرف کے ماقبل پر فتحہ کے ساتھ؛ جیسے مستخرج۔

مختصر تشریح

غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے البتہ اس کے آخر کے ماقبل پر فتحہ ہوتا ہے جیسے مُستَخرَج (نکالا ہوا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ثلاثی مجرد کے علاوہ سے اسم مفعول بنانے کا قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ علامت مضارع ہٹا کر کے میم مضموم لائیں گے اور اخیر سے پہلے والے حرف کو کسرہ دینے کے بجائے فتحہ دیں گے تاکہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے درمیان فرق ہوجائے جیسے مُستَخرَج اور اسم فاعل میں مستخرِج۔

سوال: اسم فاعل میں ثلاثی مجرد کے علاوہ میں اخیر سے پہلے کسرہ دیا اور اسم مفعول میں ثلاثی مجرد کے علاوہ میں فتحہ دیا یہ فرق کیوں؟

جواب: اسم فاعل کا استعمال کثرت سے نہیں ہوتا ہے اور اسم مفعول کا استعمال کثرت ہوتا ہے اور جو کثرت سے استعمال ہو وہ تخفیف کو چاہتا ہے اس لئے اسم مفعول میں فتحہ دیا اور اسم فاعل کو کسرہ دیا۔

قاعدہ

وَاَمْرُهٗ فِي الْعَمَلِ وَالْاِشْتِرَاطِ كَاَمْرِ الْفَاعِلِ، مِثْلُ زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهٗ دِرْهَمًا۔

ترجمہ: اور اس کا حکم عمل اور شرائط میں اسم فاعل کے حکم کے مانند ہے؛ جیسے زید معطی غلامہ درھما (زید کے غلام کو ایک درہم دیا گیا ہے)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اسم مفعول کا حال عمل واشتراط میں اسم فاعل جیسا ہے، اس کا مطلب اس کے عمل کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور مذکورہ سات چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد رکھتا ہو اور جب اسم مفعول معرف باللام ہو تو مطلقاً عمل کرے گا جیسے زیدٌ معطیٰ غلامہ درھماً، زیدٌ المعطیٰ غلامہ درھماً زید کا غلام ایک روپیہ دیا گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اسم مفعول کے عمل کے شرائط وہی ہیں جو اسم فاعل کے شرائط ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہیں: (۱) اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ (۲) مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد رکھتا ہو۔ (۳) اسم مفعول معرف باللام ہو تو مطلقاً عمل کرے گا جیسے زیدٌ معطیً غلامہ درھماً۔ زیدٌ المعطیٰ غلامہ درھماً۔

فائدہ: اسم مفعول، فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اور اکثر اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے ھو محمود الخصال (وہ اچھے اخلاق والا ہے) اسی طرح دوسری مثال جاء المضروب ابوہ، مامضروب زید قائم وغیرہ۔

صفت مشبہ کا بیان

اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ عَلٰى مَعْنَى الثُّبُوْتِ

ترجمہ: وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو، اس ذات (پر دلالت کرنے) کے لئے جس کے ساتھ فعل قائم ہو، ثبوت کے معنی میں۔

مختصر تشریح

صفت مشبہ وہ اسم مشتق ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل مستقل طور پر قائم ہو جیسے حَسَنٌ (خوب صورت) وہ شخص ہے جس میں حسن ہمیشہ سے پایا جاتا ہو۔

صفت مشبہ فعل لازم سے بنتا ہے اس لئے فعل لازم کی طرح صرف فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے جاء رجلٌ حَسَنٌ ثیابہ صفت مشبہ بھی اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے رجلٌ حَسَنُ الثیابِ (خوب صورت کپڑوں والا آدمی) اور صفت مشبہ کے عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہونی چاہئے یعنی مبتداء، ذوالحال، موصوف، ہمزۂ استفہام یا حرف نفی۔ مبتدا کی مثال جیسے زید حسن ثیابه (زید کے کپڑے خوبصورت ہے)۔ ذوالحال کی مثال جیسے زیدٌ منطلقا لسانه (میں نے ایک ایسے شخص سے ملاقات کی جس کی زبان چلنے والی ہے) موصوف کی مثال جیسے هذا رجل جميلٌ ظاهره (یہ ایک ایسا آدمی ہے جس کا ظاہر خوب صورت ہے)۔ ہمزۂ استفہام کی مثال جیسے أهو ظاهرٌ قلبُه؟ (کیا اس کا دل پاکیزہ ہے؟) حرف نفی کی مثال جیسے ما انت کریمٌ ابوه (تو وہ نہیں جس کا باپ شریف ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد صفت مشبہ کی تعریف بیان کرنا ہے۔ اور صفت مشبہ: وہ اسم ہے جو مصدر لازم سے مشتق ہوتا ہے درآنحالیکہ وہ مصدر لازم اس اسم کے ساتھ ثبوت (مستقل) کے طور پر قائم ہو جیسے حسن (خوبصورت) وہ شخص ہے جس میں حسن ہمیشہ سے پایا جاتا ہو۔

فوائد قیود: ما اشتق من فعل جنس ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم تفضیل وغیرہ سب کو شامل ہے۔

لازم: فصل اول ہے اسم فاعل واسم مفعول کو خارج کر دیا اس لئے کہ وہ دونوں فعل متعدی سے بھی مشتق ہوتے ہیں اوران میں معنی حدوثی ہوتے ہیں جیسے قائم، ذاھب۔

لمن قام به علی معنی الثبوت فصل ثانی ہے اس سے اسم فاعل لازم نکل جائے گا۔

نوٹ: مصدر لازم عام ہے چاہے شروع سے ہو یا اشتقاق کے وقت سے ہو شروع کا مطلب واضع نے وضع کیا اسی وقت سے لازم ہو اور اشتقاق کے وقت سے کا مطلب کہ جب اس کو مصدر سے مشتق بنایا اس وقت لازم ہو گیا۔

سوال: صفت مشبہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: صفت مشبہ تثنیہ جمع، تذکیر وتانیث میں اسم فاعل کے مشابہ ہے اس لئے اس کو صفت مشبہ کہا جاتا ہے۔

وَصِيْغَتُهَا مُخَالَفَةٌ لِصِيْغَةِ الْفَاعِلِ، عَلٰى حَسْبِ السَّمَاعِ، كَحَسَنٍ، وَصَعْبٍ، وَشَدِيْدٍ

ترجمہ: اور صفت مشبہ کا وزن اسم فاعل کے برخلاف سماع پر موقوف ہے جیسے حسن (اچھا) صعب (مشکل) شدید (سخت)۔

مختصر تشریح

(۱) صفت مشبہ کا صیغہ (وزن) اسم فاعل کے صیغہ (وزن) سے مختلف ہوتا ہے اور اس کے تمام اوزان سماعی ہیں جیسے حسنٌ (خوب صورت) صَعْبٌ (خود دار آدمی) شدید (سخت مزاج آدمی)۔

فائدہ: اسم فاعل اور صفت مشبہ میں تین فرق ہیں۔

(۱) اسم فاعل میں صفت حدوثی یعنی عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں ثبوتی (دائمی) ہوتی ہے (۲) دونوں کے اوزان الگ الگ ہیں۔ (۳) اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں اور صفت مشبہ کے سماعی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل اور اسم مفعول کے خلاف ہیں۔

سوال: صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل اور اسم مفعول کے خلاف کیوں ہیں؟

جواب: کیونکہ صفت مشبہ سماعی ہے اور اسم فاعل ومفعول قیاسی ہے۔

سوال: صفت مشبہ کے کتنے اوزان ہیں؟

جواب: صفت مشبہ کے تقریباً ۲۳ اوزان ہیں۔

صعب۔ صفر۔ صلب۔ حسن۔ خشن۔ ندس۔ زئم۔ بلز۔ خطم۔ جنب۔
احمر۔ کابر۔ کبیر۔ غفور۔ جید۔ جبان۔ هجان۔ شجاع۔ عطشان۔عطشي۔
حبلي۔ حمراء۔ عشراء۔ (علم الصیغہ ص ۱۲)۔

فائدہ: صفت مشبہ فعل لازم سے بنتا ہے اس لئے فعل لازم کی طرح صرف فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے جاء رجل حسن ثيابه، صفت مشبہ بھی اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے رجل حسن الثياب (خوبصورت کپڑوں والا آدمی)۔

وَتَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا

ترجمہ: اور صفت مشبہ عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل مطلقاً۔

مختصر تشریح

(۲) صفت مشبہ اپنے فعل لازم جیسا عمل کرتا ہے مطلقاً یعنی بلا شرط زمانۂ حال و استقبال، اس لئے کہ اس میں ثبوت کے معنی ہیں حدوث کے معنی نہیں، جو کسی زمانہ کا اعتبار کیا جائے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ صفت مشبہ تینوں زمانوں میں عمل کرتا ہے البتہ اسم فاعل واسم مفعول کی طرح ماقبل میں پانچ باتوں میں سے کوئی ایک اعتماد کے لئے ضرور ہونا چاہئے جب ایسا ہوگا تو پھر وہ اپنے فعل کا سا عمل کرتے ہوئے فاعل کو رفع دے گا۔

اور صفت مشبہ کے عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہونی چاہئے مبتدا، ذوالحال، موصوف، ہمزۂ استفہام یا حرف نفی۔

مبتدا کی مثال جیسے زید حسن ثیابہ (زید کے کپڑے خوبصورت ہیں)۔

ذوالحال کی مثال جیسے لقیت رجلا منطقا لسانہ (میں نے ایک ایسے شخص سے ملاقات کی جس کی زبان چلنے والی ہے)۔

موصوف کی مثال جیسے ھذا رجل جمیل ظاھرہ (یہ ایک ایسا آدمی ہے جس کا ظاہر خوبصورت ہے)۔

ہمزۂ استفہام کی مثال جیسے اھو طاھر قلبہ (کیا اس کا دل پاکیزہ ہے)۔

حرف نفی کی مثال جیسے ماانت کریم ابوہ (تو وہ نہیں جس کا باپ شریف ہے)۔

فائدہ: اسم فاعل اور صفت مشبہ میں تین فرق ہیں۔

(۱) اسم فاعل میں صفت حدوثی یعنی عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں ثبوتی اور دائمی ہوتی ہے۔ (۲) دونوں کے اوزان الگ الگ ہیں۔ (۳) اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں اور صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں۔



وَتَقْسِيمُ مَسَائِلِهَا اَنْ تَكُوْنَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ ,اَوْ مُجَرَّدَةً؛ وَمَعْمُوْلُهَا مُضَافًا ,اَوْ بِاللَّامِ ,اَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ

ترجمہ: اور صفت مشبہ کے مسائل کی تقسیم یہ ہے کہ صفت مشبہ یا تو لام کے ساتھ ہوگا یا (لام سے خالی ہوگا، اور اس کا معمول یا تو مضاف ہوگا، یا لام کے ساتھ ہوگا، یا اضافت اور لام سے خالی ہوگا۔ پس یہ چھ شکلیں ہیں۔

مختصر تشریح

(۳) صفت مشبہ کی صورتیں: صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگا یا الف لام سے خالی ہوگا، اور بہر تقدیر اس کا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا یعنی نہ مضاف ہوگا نہ معرف باللام، پس جب دو کو تین میں ضرب دیں گے تو چھ صورتیں ہوں گی

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد صفت مشبہ کے اقسام کے احکام کو بیان کرنا ہے۔ چنانچہ بنیادی تقسیم یہ ہے کہ صفت مشبہ کا صیغہ یا تو معرف باللام ہوگا یا بغیر لام کے ہوگا، اگر صفت مشبہ معرف باللام ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) صفت مشبہ کا معمول مضاف ہو۔ (۲) معمول مضاف نہ ہو معرف باللام ہو۔ (۳) دونوں سے اس کا معمول خالی ہو۔ اور اگر صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اس کا معمول مضاف ہو۔ (۲) اس کا معمول معرف باللام ہو۔ (۳) اس کا معمول دونوں سے خالی ہو۔ کل چھ قسمیں ہوئیں۔





وَالْمَعْمُوْلُ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ فَصَارَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَى التَّشْبِيْهِ بِالْمَفْعُوْلِ فِي الْمَعْرِفَةِ وَعَلَى التَّمْيِيْزِ فِي النَّكِرَةِ وَالْجَرُّ عَلَى الْإِضَافَةِ

ترجمہ: اوران میں سے ہرایک میں معمول مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگا پس یہ اٹھارہ شکلیں ہوگئیں۔ پس رفع فاعل ہونے کی بنا پر آئے گا، اور نصب مشابہ بالمفعول ہونے کی بنا پر معرفہ میں اور تمیز ہونے کی بنا پر نکرہ میں، اور جر اضافت (مضاف الیہ ہونے) کی بنا پر۔

مختصر تشریح

پھر صفت مشبہ کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور، پس جب چھ کو تین میں ضرب دیں گے تو کل اٹھارہ صورتیں ہوں گی۔ (۴) صفت مشبہ کے معمول کا اعراب: صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہوتا ہے فاعل ہونے کی بنا پر جیسے حَسَنٌ و جهُهُ اس کا چہرہ خوب صورت ہے وجهه حسنٌ کا فاعل ہے، اور صفت مشبہ کا معمول اگر معرفہ ہو تو وہ مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے (مفعول ہونے کی بنا پر منصوب نہیں ہوتا کیونکہ فعل لازم مفعول نہیں چاہتا) جیسے حَسَنُ الوجهَ اور اگر معمول نکرہ ہو تو تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے الحسن وجهاً، اور صفت مشبہ اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے جیسے حسن الوجه۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ان چھ قسموں میں سے ہر ایک مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور ہوگا اب چھ کو تین میں ضرب دیں گے تو اٹھارہ قسمیں حاصل ہوں گی۔

سوال: صفت مشبہ کا معمول مرفوع کب ہوگا؟

جواب: صفت مشبہ کا معمول اس صورت میں مرفوع ہوگا جبکہ وہ فاعل ہو بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ صفت مشبہ کا معمول فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہوگا۔

سوال: صفت مشبہ کے معمول کو منصوب کیوں پڑھا جائے گا؟

جواب: صفت مشبہ کے معمول کو منصوب دو وجہوں سے پڑھا جائے گا۔

(۱) اگر صفت مشبہ کا معمول معرف باللام معرفہ ہو تو نصب پڑھنا مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہوگا۔ (۲) اگر اس کا معمول نکرہ ہو تو تمیز کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

سوال: صفت مشبہ کا معمول مجرور کب ہوگا؟

جواب: جب صفت مشبہ کی اضافت اپنے معمول کی طرف ہو تو اس صورت میں مجرور پڑھا جائے گا۔

وَتَفْصِيلُهَا حَسَنٌ وَجْهُه ثَلٰثَةٌ وَ كَذٰلِكَ حَسَنُ الْوَجْهِ، وَحَسَنٌ وَجْهٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهُ، اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ، اَلْحَسَنُ وجهٌ

ترجمہ: اور ان کی تفصیل یہ ہے: حسن وجهه (یہ تین صورتیں ہیں) اور اسی طرح حسن الوجه، حسن وجه، الحسن وجهه، الحسن الوجه اور الحسن وجه۔

مختصر تشریح

اٹھارہ صورتوں کی تفصیل: (الف) صفت مشبہ الف لام سے خالی ہو اور اس کا معمول مضاف ہو تو تین صورتیں ہوں گی (۱) حَسَنٌ وجهُه (صفت مشبہ کی تنوین اور اس کا معمول فاعلیت کی بنا پر مرفوع (۲) حسنٌ وجهَه (صفت تنوین کے ساتھ اور معمول مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب) (۳) حسن وجهِه (صفت بغیر تنوین کے اور معمول اضافت کی وجہ سے مجرور)۔

(ب) صفت مشبہ الف لام سے خالی اور معمول معرف باللام اس کی بھی تین صورتیں ہوں گی (۱) حسن الوجهُ (۲) حَسَنُ الوجهَ (۳) حسن الوجهِ

(ج) صفت اور معمول دونوں مجرد عن اللام، اس کی بھی تین صورتیں ہوں گی:

(۱) حسنٌ وجهٌ (۲) حسنٌ وجهاً (۳) حسنُ وجهٍ

(د) صفت معرف باللام اور معمول مضاف اس کی بھی تین صورتیں ہوں گی

(۱) الحسن وجهُه (۲) الحسنُ وجهَه (۳) الحسنُ وجهِه

(ھ) صفت اور معمول دونوں معرف باللام اس کی بھی تین صورتیں ہوں گی

(۱) الحسنُ الوجهُ (۲) الحسنُ الوجهَ (۳) الحسنُ الوجهِ

(و) صفت معرف باللام اور معمول مجرد عن اللام اس کی بھی تین صورتیں ہوں گی

(۱) الحسَن وجهٌ (۲) الحسن وجهاً (۳) الحسن وجهٍ یہ کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان اٹھارہ صورتوں کی تفصیل بیان کرنا ہے۔(۱) صفت مشبہ معرف باللام ہو اس کا معمول بھی معرف باللام ہو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) الحسن الوجهُ (۲) الحسن الوجهَ (۳) الحسن الوجهِ۔

(۲) صفت مشبہ معرف باللام ہو اس کا معمول مضاف ہو اس کی تین صورتیں

(۱) الحسن وجهُه (۲) الحسن وجهَه (۳) الحسن وجهِه۔

(۳) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول دونوں سے خالی ہو اس کی بھی تین صورتیں ہیں (۱) الحسن وجهٌ (۲) الحسن وجهً (۳) الحسن وجهٍ

(۴) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اس کا معمول معرف باللام ہو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) حسن الوجهُ (۲) حسن الوجهَ (۳) حسن الوجهِ

(۵) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) حسن و جھُهٗ (۲) حسن و جھَهٗ (۳) حسن و جھِهٖ

(۶) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اس کا معمول دونوں سے خالی ہو (۱) حسن و جہٌ (۲) حسن و جہًا (۳) حسن و جہٍ۔

اِثْنَانِ مِنْهَا مُمْتَنِعَانِ مِثْلُ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ، اَلْحَسَنُ وَجْهٍ

ترجمہ: ان میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں جیسے الحسن و جھه، الحسن و جه۔

مختصر تشریح

(۲) اٹھارہ صورتوں کے احکام: مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں (۱) جب صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو (۲) جب صفت معرف باللام ہو اور اس کا معمول الف لام سے خالی ہو اور صیغۂ صفت اس کی طرف مضاف ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ان اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں الحسن و جھِهٖ اور الحسن و جه نا جائز ہیں۔

سوال: یہ دو صورتیں نا جائز کیوں ہیں؟

جواب: (۱) الحسن و جھِهٖ یہ ترکیب ممتنع اس لئے ہے کہ اس میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس میں تخفیف اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے ہے اور تخفیف کہا جاتا ہے مضاف کی جانب میں تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع کا حذف ہو اور مضاف الیہ کی جانب میں ضمیر کا حذف ہو جس کا استتار صیغہ صفت میں ہوتا ہے اور مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات ترکیب اول میں نہیں پائی جاتی اس لئے نا جائز ہے۔

سوال: الحسن و جہہ یہ ترکیب ممتنع کیوں؟

جواب: اس میں تخفیف تو حاصل ہوئی لیکن تعریف کی اضافت نکرہ کی طرف لازم آتی ہے حالانکہ نکرہ کی اضافت معرفہ کی طرف ہوتی ہے اور یہاں برعکس ہے اسی وجہ سے ممتنع ومحال ہے۔

وَاُخْتُلِفَ فِيْ حَسَنِ وَجْهِهٖ

ترجمہ: اور اختلاف کیا گیا ہے حسن و جہِہ میں۔

مختصر تشریح

اور ایک صورت مختلف فیہ ہے اور وہ جب صفت معرف باللام نہ ہو اور وہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ باقی پندرہ صورتیں جائز ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حسن و جہِہ کی ترکیب میں اختلاف ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حسن و جہِہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: حسن و جہِہ سے مراد صفت مشبہ معرف باللام نہ ہو لیکن اپنے ایسے معمول کی طرف مضاف ہو جس کی اضافت اس ضمیر کی طرف ہو جس کا مرجع موصوف ہو جیسے حسن و جہِہ۔

سوال: حسن و جہہ کی ترکیب مختلف فیہ کیوں ہے؟

جواب: بصریین حضرات کے نزدیک یہ ترکیب قبیح ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اضافت الشی الی نفسہ لازم آتا ہے اس لئے کہ الوجہ چہرہ ہی الحسن خوبصورت ہے گویا الوجہ

اور الحسن دونوں کا مصداق ایک ہے۔ تخفیف مضاف کی جانب ہوئی لیکن مضاف الیہ میں تخفیف حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ اس میں ضمیر موجود ہے اس لئے پہلے سے تخفیف موجود ہے۔ اور کوفیین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب جائز ہے بغیر قباحت کے۔

سوال: کیوں بغیر قباحت کے جائز ہے؟

جواب: بغیر قباحت کے اس لئے جائز ہے کہ وہ مطلق تخفیف کے قائل ہیں ضمیر کی وجہ سے ہو یا نہ ہو۔

اَلْبَوَاقِيْ (الف) مَا کَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مِّنْهَا اَحْسَنَ

ترجمہ: اور باقی صورتوں میں سے جن میں سے ایک ضمیر ہو، وہ احسن ہیں۔

مختصر تشریح

پھر جس صورت میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے کیونکہ اس میں ضمیر بقدر حاجت ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بقیہ صورتوں میں جو احسن ہیں ان کی تفصیل کو بیان کرنا ہے۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے: اٹھارہ صورتوں میں سے نو صورتیں احسن ہیں جو یہ ہیں:

(۱) الحسن الوجهَ (۲) الحسن الوجهِ (۳) حسن الوجهَ (۴) حسن الوجهِ (۵) الحسن وجهاً (۶) حسن وجهاً (۷) حسن وجه (۸) الحسن وجههُ (۹) حسن وجههُ۔

سوال: یہ نو صورتیں احسن کے قبیل سے کیوں ہیں؟

جواب: یہ نو صورتیں احسن کے قبیل سے اس لئے ہیں کہ اس میں بقدر ضرورت ضمیر پائی جاتی ہے نہ کم اور نہ ضرورت سے زیادہ اس لئے یہ نو صورتیں احسن کے قبیل سے ہیں۔

(ب)وَمَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ حَسَنٌ

ترجمہ:اور جن میں دو ضمیریں ہوں، وہ حسن ہیں۔

مختصر تشریح

اور جس میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہے، کیونکہ ایک ضمیر زائد از ضرورت ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بقیہ صورتوں میں جو حسن ہیں ان کی تفصیل کو بیان کرنا ہے۔

اور وہ یہ ہے:(۱)الحسن وجهَهٗ (۲)حسن وجهَهٗ

سوال: یہ دونوں حسن کے قبیل سے کیوں ہیں؟

جواب: اس میں دو ضمیریں پائی جاتی ہیں اس میں ضمیر رابط موجود ہے۔

سوال: جب رابط موجود ہے تو احسن کیوں نہیں؟

جواب: جب رابط موجود ہے تو احسن اس لئے نہیں ہے کہ ضرورت سے زائد رابط میں دو ضمیریں ہیں۔

(ج)وَمَا لَا ضَمِيْرَ فِيْهِ قَبِيْحٌ

ترجمہ:اور جن میں کوئی ضمیر نہ ہو، وہ قبیح ہیں۔

مختصر تشریح

اور جس میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہے، کیونکہ رابط (صفت کو موصوف سے جوڑنے والی ضمیر) ضروری ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بقیہ صورتوں میں جو قبیح ہیں ان کی تفصیل کو بیان کرنا ہے۔

اور وہ یہ ہیں :(۱) الحسن الوجہ (۲) حسن الوجہ (۳) حسن وجہٌ (۴) الحسن وجہٌ۔

سوال: یہ چار ترکیبیں قبیح کے قبیل سے کیوں ہیں؟

جواب: یہ قبیح کے قبیل سے اس لئے ہیں کہ ان میں کوئی ضمیر ہی نہیں جب یہ بات ہے تو موصوف وصفت کے درمیان ربط موجود ہی نہیں رہے گا تو وہ قبیح ہی رہے گا۔

وَمَتٰی رُفِعَتْ بِهَا فَلَاضَمِیْرَ فِیْهَا۔

ترجمہ: اور جب آپ رفع دیں صفت مشبہ کے ذریعہ (اس کے معمول کو) تو صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی۔

مختصر تشریح

(۳) اور ضمیر کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جب صفت مشبہ کے معمول کو مرفوع پڑھا جائے گا تو اس میں کوئی ضمیر نہ ہوگی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس میں بالکل ضمیر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب صفت کے معمول کو رفع دیا جائے گا تو صفت میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی پس صفت مشبہ فعل کے مانند ہوگا اس لئے کہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو گیا اب اگر صفت میں ضمیر مانی جاتی ہے تو تعدد فاعل لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

فَهِيَ كَالْفِعْلِ وَإِلَّا فَفِيهَا ضَمِيرُ الْمَوْصُوفِ فَتُؤَنَّثُ وَتُثَنَّى وَتُجْمَعُ

ترجمہ: پس اس صورت میں صفت مشبہ فعل کے مانند ہوگا، ورنہ تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی، تو اس وقت وہ (موصوف کے مطابق) مؤنث، تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔

مختصر تشریح

کیونکہ وہ معمول فاعل ہوگا اور صفت بمنزلۂ فعل ہوگی (پس جس طرح فعل کو فاعل کے تثنیہ جمع ہونے کی حالت میں تثنیہ جمع نہیں لاتے، اسی طرح صفت مشبہ کو بھی فاعل کے تثنیہ جمع ہونے کی صورت میں تثنیہ جمع نہیں لائیں گے)۔ اور جب صفت مشبہ کے معمول کو مرفوع نہ پڑھیں تو اس وقت اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، پس موصوف کے موافق صفت کو مؤنث اور مذکر اور تثنیہ جمع لائیں گے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ جب صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی ایسی صورت میں صفت کا صیغہ اسم ظاہر کی طرف مسند ہوگا اور وہ فعل کی طرح واحد ہوگا جس طرح فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہونے کی صورت میں ہمیشہ واحد ہوتا ہے اسی طرح صفت کا صیغہ بھی واحد لایا جائے گا، تثنیہ اور جمع مستعمل نہیں ہوگا۔ جب صفت کے صیغہ کا معمول مرفوع نہ ہو بلکہ منصوب یا مجرور ہو تو صفت مشبہ میں ضمیر پوشیدہ ہوگی۔

سوال: صفت مشبہ میں ضمیر پوشیدہ کیوں ہوگی؟

جواب: ضمیر پوشیدہ اس لئے ہے کہ جب صفت کا صیغہ اپنے معمول کو منصوب یا مجرور بنائے گا تو یقینی بات ہے کہ اس کی اسناد اس کی طرف کرے گا جو اس میں پوشیدہ ہے اور صفت کے صیغہ کو موصوف کے مطابق لائیں گے موصوف اگر مذکر، مؤنث، واحد تثنیہ و جمع ہے تو اس کو بھی مذکر، مؤنث، واحد، تثنیہ، جمع لائیں گے۔

قاعدہ

وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ، غَيْرَ الْمُتَعَدِّيَيْنِ مِثْلُ الصِّفَةِ فِيْمَا ذُكِرَ

ترجمہ: اور اسم فاعل اور اسم مفعول درآنحالیکہ متعدی نہ ہوں، صفت مشبہ کے مانند ہیں مذکورہ تمام امور میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: وہ اسم فاعل جو غیر متعدی ہو یعنی فعل لازم سے مشتق ہو جیسے قائم اسی طرح وہ اسم مفعول جو غیر متعدی ہو یعنی دوسرے مفعول کو نہ چاہتا ہو یہ دونوں صفت مشبہ کی طرح ہیں، ان کی بھی اٹھارہ صورتیں نکلیں گی پھر بعض ممتنع ہوں گی بعض مختلف فیہ، بعض احسن، بعض حسن اور بعض قبیح۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ جب اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی (فعل لازم سے مشتق ہو) ہوں تو وہ صفت مشبہ کے مانند ہیں اور اسی طرح وہ اسم مفعول جو غیر متعدی (دوسرے مفعول کو نہ چاہتا ہو) ہو تو صفت مشبہ کی طرح ہے گویا صفت مشبہ کی جس طرح اٹھارہ صورتیں نکلتی ہیں اسی طرح اسم فاعل و اسم مفعول کی بھی اٹھارہ صورتیں نکلیں گی اور جن میں بعض ممتنع اور بعض احسن اور بعض قبیح ہیں نیز جو تفصیل اسم ظاہر اور اسم ضمیر کی طرف مسند ہونے میں ہے وہی تفصیل اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی میں بھی موجود ہیں

نوٹ: اسم مفعول غیر متعدی سے مراد وہ مفعول جو ایسے فعل سے مشتق ہو جو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔

سوال: اسم فاعل واسم مفعول کوغیر متعدی کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: مقید کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل واسم مفعول اگر متعدی ہوں گے تو اضافت بھی درست نہیں ہوگی اور نصب بھی درست نہیں ہوگا تا کہ مفعول کے ساتھ اشتباہ نہ پیدا ہو جیسے **زید ضارب اباہ** اور **زید معطی درھما اباہ** پہلی مثال میں **ضارب** اسم فاعل متعدی ہے اور دوسری مثال میں **معطی** بھی اسم مفعول متعدی ہے **اباہ** اس کا فاعل ہے یا مفعول ہے معلوم نہیں ہوگا اور دوسری مثال میں مفعول اول ہے یا مفعول ثانی ہیں اشتباہ ہوگا اس لئے غیر متعدی کی قید لگائی۔

اسم تفضیل کا بیان

اِسْمُ التَّفْضِيْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ.

ترجمہ: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، اس ذات (پر دلالت کرنے) کے لئے جو دوسرے کے مقابلے میں زیادتی کے ساتھ متصف ہو۔

مختصر تشریح

اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس میں کسی دوسرے کی بہ نسبت معنیٔ مصدری کی زیادتی پائی جاتی ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم تفضیل کو بیان کرنا ہے۔ اور اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مشتق ہو ایسے مصدر سے جو کسی موصوف کے لئے اس کے غیر پر زیادتی کے ساتھ وضع کیا گیا ہو

سوال: موصوف کے لئے غیر کی زیادتی کے ساتھ، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مصدر غیر کے مقابلہ میں موصوف میں زیادہ ہو

جیسے زید افضل الناس (زید زیادہ افضل ہے لوگوں کے مقابلہ میں)۔

فوائد قیود: ما اشتق من فعل جنس ہے، تمام اسمائے مشتقہ کو شامل ہے۔ لموصوف فصل اول ہے، ظرف اور آلہ کو خارج کر دیا اس لئے کہ موصوف سے مراد ذات مبہمہ ہے اور ظرف و آلہ میں ابہام نہیں ہوتا۔ بزیادۃ فصل ثانی ہے اس سے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ کو خارج کر دیا اس لئے کہ ان تینوں میں غیر کے مقابلے میں زیادتی نہیں ہوتی۔

وَهُوَ اَفْعَلُ

ترجمہ: اس کا وزن افعل ہے۔

مختصر تشریح

اور اس کا وزن افعل ہے (اور اسم تفضیل واحد مذکر وزن فعل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اور اسم تفضیل واحد مؤنث کا وزن فعلی ہے، اس کے آخر میں الف مقصورہ ہے اس لئے اس کا اعراب تقدیری ہوتا ہے اور اس تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر غائب ہوتی ہے جو اس میں پوشیدہ رہتی ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم تفضیل کے وزن کو بیان کرنا ہے۔ اور اسم تفضیل کا صیغہ مذکر کے لئے افعل ہے۔

سوال: خیر و شر اسم تفضیل ہیں لیکن افعل کے وزن پر نہیں ہے اور نہ ہی فعلی کے وزن پر ہے؟

جواب: یہ دونوں وزن عام ہیں کہ ان وزن پر فی الحال ہو جیسے اضرب، ضُربیٰ یا ان وزن پر اصل میں ہو جیسے شر و خیر کہ اصل میں اخیر و اشیر ہے چنانچہ کبھی کبھی اصل کے مطابق یہ دونوں بولے جاتے ہیں۔

وَشَرْطُهُ اَنْ يُّبْنٰى مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ۔

ترجمہ: اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے، تا کہ اس سے افعل کا وزن بنانا ممکن ہو۔

مختصر تشریح

(۱) اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے، اس کے علاوہ افعال سے بنانا ممکن نہیں

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم تفضیل کی شرطوں کو بیان کرنا ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) اسم تفصیل ثلاثی مجرد سے بنایا جائے گا۔

سوال: اسم تفصیل ثلاثی مجرد سے کیوں بنایا جائے گا؟

جواب: اسم تفصیل ثلاثی مجرد سے اس لئے بنایا جائے گا کہ اس سے افعل اور فعلی کا وزن بنانا ممکن ہوتا ہے۔

سوال: ثلاثی مزید ہو یا رباعی مجرد یا مزید اس سے اسم تفضیل کیوں نہیں بنا سکتے؟

جواب: ثلاثی مزید ہو یا رباعی مجرد یا مزید اس سے اسم تفضیل اس لئے نہیں بنا سکتے کہ اسم تفضیل کے صیغہ میں کمی کرنی پڑے گی اور تمام حروف کی محافظت ممکن نہیں ہوگی نیز ثلاثی مجرد کے ساتھ ثلاثی مزید فیہ کا خلط ہونا لازم آئے گا۔

وَلَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ، لِاَنَّ مِنْهُمَا اَفْعَلُ لِغَيْرِهٖ، مِثْلُ "زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ"

ترجمہ: اور وہ رنگ اور عیب کے معنی میں نہ ہو؛ اس لئے کہ ان دونوں سے افعل کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: زید افضل الناس۔

مختصر تشریح

ثلاثی مجرد بھی ایسا ہونا چاہئے جس میں لون اور عیب کے معنی نہ ہوں، اس لئے کہ جو ثلاثی مجرد لون اور عیب کے معنی میں ہوتا ہے اس سے افعل کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ اس وزن پر اسم صفت بنتا ہے پس اگر اس سے اسم تفضیل بنائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا، اسم تفضیل کی مثال زیدٌ افضل الناس ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم تفضیل کی دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس فعل سے اسم تفضیل بنانا ہے وہ لون اور عیب کے معنی میں نہ ہو ورنہ اس سے اسم تفضیل نہیں آئے گا۔ جیسے احمر اور اعور۔

سوال: لون اور عیب سے اسم تفضیل کیوں نہیں؟

جواب: لون اور عیب سے اسم تفضیل اس لئے نہیں کہ جو ثلاثی مجرد لون اور عیب کے معنی میں ہوتا ہے اس سے افعل کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ اسی وزن پر اسم صفت بنتا ہے پس اگر اس سے اسم تفضیل بنائیں تو افعل التفضیل اور افعل الصفۃ کے درمیان اشتباہ پیدا ہو جائے گا یہ معلوم نہیں ہوگا کہ یہ اسم تفضیل کے واسطے ہے یا صفت کے واسطے جیسے زید افضل الناس اس مثال میں افضل ثلاثی مجرد ہے اور لون و عیب کے معنی میں نہیں ہے۔

قاعدہ

فَاِنْ قُصِدَ غَيْرُهُ تُوُصِّلَ اِلَيْهِ بِاَشَدَّ، مِثْلُ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا، وَبَيَاضًا، وَعَمًى

ترجمہ: پس اگر ارادہ کیا جائے غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل کا، تو اس کی طرف وسیلہ پکڑا جائے گا لفظ اشد کے ذریعہ جیسے ھو اشد استخراجا/ و بیاضا/ و عمی۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں یا غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانا چاہیں تو لفظ اشد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ جو مقصد کے موافق ہو، لے کر بعد اس مصدر کو تمیز بنا دیں جس سے اسم تفضیل بنانا منظور ہو جیسے ثلاثی مزید فیہ کی مثال اشد منه استخراجاً۔ لون کی مثال اشد بیاضاً۔ عیب کی مثال اشد منه عمیً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: اگر کوئی ثلاثی مجرد کے علاوہ یا لون اور عیب سے اسم تفضیل کے معنی ادا کرنا چاہتا ہے تو لفظ اشد کو لایا جائے گا۔

سوال: لفظ اشد کو لانے کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: لفظ اشد کو لانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ جس فعل سے اسم تفضیل کے معنی کو ادا کرنا ہے اس کے مصدر کو لفظ اشد یا اس کے ہم معنی کے بعد تمیز کی حیثیت سے ذکر کریں گے پس کہا جائے گا۔ غیر ثلاثی مجرد کی مثال اشد منه استخراجاً۔ لون کی مثال هو اشد منه بیاضا۔ عیب کی مثال اشد منه عمیً۔

قاعدہ

وَقِيَاسُهُ لِلْفَاعِلِ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ نَحْوُ اَعْذَرُ، وَاَلْوَمُ، وَاَشْغَلُ، وَاَشْهَرُ

ترجمہ: اسم تفضیل میں یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو۔ اور کبھی اسم تفضیل مفعول کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر (زیادہ معذور) ألوم (زیادہ ملامت کیا ہوا) اشغل (زیادہ مشغول) اشهر (زیادہ مشہور)۔

مختصر تشریح

اسم تفضیل کا قیاس یہ ہے کہ وہ فاعل کے معنی کی زیادتی بیان کرتا ہے، نہ کہ مفعول کے معنی کی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ قاعدہ اور قیاس کے مطابق اسم تفضیل فاعلی کے معنی کے لئے آتا ہے۔

سوال: اسم تفضیل فاعل کے معنی کے لئے کیوں آتا ہے؟

جواب: (۱) اسم تفضیل فاعل کے معنی کے لئے اس لئے آتا ہے کہ اگر دونوں کے معنی کی زیادتی کو بیان کرنے کے لئے اسم تفضیل استعمال ہو تو اشتباہ لازم آئے گا۔

(۲) اسم تفضیل فاعل کے معنی کے لئے اس لئے ہے کہ اسم فاعل، اسم مفعول کے مقابلہ میں اشرف ہے۔

فائدہ: قاعدہ اور قیاس کے مطابق اسم تفضیل فاعل کے معنی کے لئے آتا ہے لیکن کبھی چند جگہوں میں اسم تفضیل سماعاً مفعول کے معنی کی زیادتی کے لئے بھی آتا ہے أَلوم (زیادہ ملامت کیا ہوا)، اشغل (زیادہ مشغول)، اشھر (زیادہ مشہور)۔ یہ سب مفعول کے لئے ہیں اس کے باوجود اسم تفضیل کے معنی میں مستعمل ہوئے ہیں۔

قاعدہ

وَيُسْتَعْمَلُ عَلَى اَحَدِ ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ مُضَافًا اَوْ بِمِنْ اَوْ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ-

ترجمہ: اور اسم تفضیل استعمال کیا جاتا ہے تین صورتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یا تو مضاف ہو کر، یا من کے ساتھ، یا معرف باللام ہونے کی حالت میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے: (۱) اضافت کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا اور ماقبل کے مطابق لانا دونوں طرح درست ہے جیسے زید افضل الناس الزیدان افضل / افضلا الناس، الزیدون افضل / افضلو الناس، ھند افضل / فضلی النساء، الھندان افضل / فضلَیاَ النساء، الھندات افضل فضلَیاتِ النساء۔

(۲) من کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل پر الف لام نہیں آتا نہ وہ مضاف ہوتا ہے، بلکہ ہمیشہ مفرد مذکر آتا ہے جیسے زید / الزیدان / الزیدون / ھند / الھندان / الھندات افضَل من عمرو / من فاطمة۔

(۳) الف لام کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل کی اس کے ماقبل سے مطابقت ضروری ہے جیسے زید الافضل، الزیدان الافضلان، الزیدون الافضلون، ھند الفضلی، الھندان الفُضلیان، الھندات الفُضَل / الفُضلَیَاتُ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) اضافت کے ساتھ۔ (۲) من کے ساتھ ہو۔ (۳) الف لام کے ساتھ ہو۔

سوال: جب اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل لانے کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: جب اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل لانے کے دو طریقے ہیں: (۱) اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا جیسے زید افضل الناس، الزیدان افضل الناس،

الزیدون افضل الناس، ھند افضل النساء، الھندان افضل النساء، الھندون افضل النساء۔

(۲) اسم تفضیل کو ماقبل کے مطابق لانا۔ زید افضل الناس، الزیدان افضلا الناس، الزیدون افضلوا الناس، ھند فضلی النساء، الھندان فضلیا النساء، الھندون فضلیات النساء)۔

سوال: جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہوتو اس کے لانے کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہوتو اسم تفضیل لانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس صورت میں اسم تفضیل پر الف لام نہیں آتا نہ وہ مضاف ہوتا ہے بلکہ ہمیشہ مفرد مذکر آتا ہے جیسے زید، الزیدان، الزیدون افضل من عمرو/ ھند، الھندان، الھندات افضل من فاطمہ۔

سوال: جب اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہوتو اسم تفضیل لانے کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: جب اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہوتو اسم تفضیل لانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس صورت میں اسم تفضیل کی اس کے ماقبل سے مطابقت ضروری ہے جیسے زید الافضل، الزیدان الافضلان، الزیدون الافضلون، ھند الفضلی، الھندان الفضلیان، الھندات افضل، الفضلیات۔

سوال: اسم تفضیل کا استعمال ان ہی تین طریقوں سے ہوتا ہے ایسا کیوں؟

جواب: من، معرف باللام اور اضافت ان تینوں میں وضاحت کا معنی زیادہ ہوتے ہیں۔

فَلَا یَجُوْزُ زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔

ترجمہ: پس جائز نہیں ہے۔ زیدن الافضل من عمرو۔

مختصر تشریح

زیدن الافضل من عمرو جائز نہیں، کیونکہ اس میں الف لام اور من دونوں جمع ہیں

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کو ذکر کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے تو پھر زید الافضل من عمرو کی ترکیب درست کیوں نہیں ہے؟

سوال: اس اعتراض کا جواب کیا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اس میں جمع بین الامرین ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ الف لام اور من کا بیک وقت اسم تفضیل کے ایک ہی صیغہ کے لئے استعمال ہونا ہے ان میں سے ایک کا لغو ہونا لازم آئے گا اس لئے جائز نہیں ہے۔

وَلَازَيْدٌ اَفْضَلُ ـ اِلَّا اَنْ يُّعْلَمَ

ترجمہ: اور نہ زید افضل مگر یہ کہ مفضل علیہ معلوم ہو۔

مختصر تشریح

زید افضل کہنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں وجوہ ثلاثہ میں سے کوئی نہیں۔
اگر مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہو تو وجوہ ثلاثہ مذکورہ کے بغیر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جیسے اللہ اکبر ای اکبر من کل شیئ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ زید افضل کی ترکیب درست نہیں ہے۔ اگر مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہوتو وجوہ ثلاثہ مذکورہ کے بغیر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جیسے اللہ اکبر ای اکبر من کل شیٔ۔ اسی طرح زید کریم وعمرو اکرم ای اکرم منہ

سوال: زید افضل کی ترکیب درست کیوں نہیں ہے؟

جواب: یہ ترکیب اس لئے درست نہیں ہے کہ تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ بھی موجود نہیں ہے نہ من کے ساتھ، نہ اضافت کے ساتھ، نہ الف لام کے ساتھ۔

قاعدہ

فَاِذَا اُضِيْفَ فَلَهٗ مَعْنَيَانِ اَحَدُهُمَا وَهُوَ الْاَكْثَرُ اَنْ تُقْصَدَ بِهِ الزِّيَادَةُ عَلٰى مَنْ اُضِيْفَ اِلَيْهِ. فَيُشْتَرَطُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُمْ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ

ترجمہ: پس جب اسم تفضیل کی اضافت کی جائے، تو اس کے دو معنی ہوں گے، ان میں سے پہلے معنی اور یہی اکثر ہے یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ارادہ کیا جائے ان پر زیادتی کا جن کی طرف اسم تفضیل کی اضافت کی گئی ہے، پس اس صورت میں شرط قرار دیا گیا ہے کہ وہ (موصوف) ان (یعنی مضاف الیہ کے افراد) میں سے ہو؛ جیسے زید افضل الناس۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب اسم تفضیل مضاف ہوتو اس کے دو معنی ہوتے ہیں۔

(۱) اس تفضیل میں وصف کی زیادتی صرف مضاف الیہ کے اعتبار سے ہو جیسے زید افضلَ الناس اس صورت میں ضروری ہے کہ مفضل (زید) مفضل علیہ (ناس) میں داخل ہو (زید لوگوں میں داخل ہے یعنی اس کا ایک فرد ہے) اسم تفضیل عام طور پر اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ (۲) کبھی زیادتی مطلقہ مراد ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب اسم تفضیل کی اضافت مابعد کی طرف کی جائے تو دو مطلب ہوں گے: (۱) اسم تفضیل کے ذریعہ معنی کی زیادتی میں کبھی زیادتی مقید ہوتی ہے۔ (۲) کبھی زیادتی مطلقہ مراد ہوتی ہے۔

سوال: زیادتی مقیدہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: زیادتی مقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ مفضل اور مفضل علیہ دونوں کسی ایک وصف میں شریک ہوں لیکن بعض میں مفضل کی مفضل علیہ کے مقابلہ میں زیادتی بیان کی جائے جیسے زید افضل الناس فی الفقہ فقہ میں زید لوگوں کے مقابلہ میں بڑھا ہوا ہے اور زید، الناس میں شریک ہے۔

سوال: زیادتی مطلقہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: زیادتی مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کسی کے مقابلہ میں زیادتی کو بیان کرنا مقصود نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان کرنا مقصود ہو۔

سوال: اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو اور زیادتی مقیدہ کا ارادہ کیا جائے تو کیا کوئی شرط ہے؟

جواب: ہاں! اسم تفضیل کا استعمال اضافت کی شکل میں ہو اور زیادتی مقیدہ کا ارادہ کیا جائے تو اس میں شرط ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ موصوف، مضاف الیہ میں داخل ہو جیسے محمد ﷺ افضل القریش، زیدٌ افضل الناسِ۔

فَلَا يَجُوْزُ "يُوْسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِهٖ" لِخُرُوْجِهٖ عَنْهُمْ بِإِضَافَتِهِمْ إِلَيْهِ

ترجمہ: پس جائز نہیں یوسف احسن اخوتہ کیونکہ یوسف اپنے بھائیوں سے خارج ہے؛ اخوۃ (بھائیوں) کی یوسف کی طرف اضافت کرنے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

زیادتی مقیدہ کے اعتبار سے یوسف احسن اخوتہ کہنا درست نہیں، کیونکہ یوسف اس کے بھائیوں میں داخل نہیں، کیونکہ بھائیوں کو یوسف کی طرف مضاف کیا گیا ہے، اور مضاف اور مضاف الیہ میں مغائرت ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب صحیح نہیں ہے۔

سوال: وسف احسن اخوتہ کی ترکیب کیوں صحیح نہیں ہے؟

جواب: یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب درست نہیں ہے اس لئے کہ یوسف، اخوۃ میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ اخوۃ کی اضافت (ہ) کی طرف کی ہے جس سے یوسف مراد ہے اور آپ جانتے ہیں کہ مضاف ومضاف الیہ میں مغائرت ہوتی ہے گویا مضاف اخوۃ میں یوسف موصوف داخل نہیں ہے حالانکہ زیادتی مقیدہ میں شرط ہے کہ موصوف مضاف الیہ میں داخل ہو۔

وَالثَّانِيْ اَنْ تُقْصَدَ زِيَادَةٌ مُّطْلَقَةٌ، وَيُضَافُ لِلتَّوْضِيْحِ، فَيَجُوْزُ "يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ"

ترجمہ: اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ارادہ کیا جائے مطلق زیادتی کا، اور اسم تفضیل کی اضافت کی جائے (محض) توضیح کے لئے، پس اس صورت میں جائز ہے: یوسف احسن اخوتہ (یوسف اپنے بھائیوں کے درمیان تمام لوگوں سے زیادہ خوب صورت ہے)۔

مختصر تشریح

(۲) اسم تفضیل سے مطلق (فی نفسہ) زیادتی مراد ہو، مضاف الیہ کے اعتبار سے زیادتی مقصود نہ ہو، اور اسم تفضیل کی اضافت محض توضیح کے لئے ہو تو اس صورت میں یوسف احسن اخوتہ کہنا درست ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ زیادتی مطلقہ کا ارادہ کیا جائے اور اسم تفضیل کی اضافت محض تخصیص وتوضیح کے لئے ہو، موصوف کی زیادتی پیش نظر نہ ہو تو اس وقت یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب درست ہے۔

سوال: اگر اضافت زیادتی مطلقہ کے لئے ہو تو یہ ترکیب کیوں درست ہے؟

جواب: یہ ترکیب اس لئے درست ہے کہ زیادتی مطلقہ میں موصوف مضاف الیہ میں داخل ہو یا نہ ہو ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔

وَيَجُوْزُ فِي الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ، وَالْمُطَابَقَةُ لِمَنْ هُوَلَهُ

ترجمہ: اور جائز ہے (اسم تفضیل مضاف کی) پہلی نوع میں (اسم تفضیل) کو مفرد لانا اور اس کے مطابق لانا جس کے لئے وہ (اسم تفضیل) ہے۔

مختصر تشریح

اور پہلے معنی مراد لینے کی صورت میں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی درست ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی صحیح ہے (مثالیں گزر چکیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم تفضیل مضاف ہو اور زیادتی مقیدہ کا معنی مراد ہو تو اسم تفضیل کے استعمال کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

سوال: اس کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس کے استعمال کے دو طریقے ہیں: (۱) اسم تفضیل کو مفرد لانا جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضل القوم، الزیدون افضل القوم۔ (۲) اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضلا القوم، الزیدون افضلوا القوم۔

سوال: اسم تفضیل کو مفرد کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: اسم تفضیل بالاضافت کی مشابہت اسم تفضیل من کے ساتھ پائی جاتی ہے اس لئے کہ جس طرح اسم تفضیل من میں مفضل علیہ مذکور ہوتا ہے اسی طرح اسم تفضیل بالاضافت میں بھی مفضل علیہ مذکور ہے اور قاعدہ ہے کہ جب اسم تفضیل من کے ساتھ مستعمل ہو تو اسم تفضیل کو مفرد لایا جاتا ہے تو اس جگہ بھی مشابہت کی وجہ سے مفرد لایا جائے گا۔

سوال: اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس لئے کہ اسم تفضیل میں حقیقۃً من نہیں ہے بلکہ اس کی مشابہت ہے لہذا من کا لحاظ کئے بغیر اسم تفضیل میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضلا القوم، الزیدون افضلوا القوم۔

وَاَمَّا الثَّانِيْ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ فَلَابُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَةِ

ترجمہ: اور بہرحال دوسری نوع اور (اسم تفضیل) معرف باللام تو ضروری ہے (ان میں اسم تفضیل کو موصوف کے) مطابق لانا۔

مختصر تشریح

اور دوسرے معنی مراد لینے کی صورت میں اور اسی طرح جب اسم تفضیل معرف باللام ہو تو موصوف سے مطابقت ضروری ہے (مثالیں گزر چکیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کی شکل میں ہو اور زیادتی مطلقہ کے لئے ہو یا اسم تفضیل کا استعمال الف لام کی شکل میں کیا گیا ہو تو اس صورت میں اسم تفضیل کا موصوف کے مطابق ہونا ضروری ہے اگر موصوف مذکر ہے تو اسم تفضیل بھی مذکر ہوگا اسی طرح موصوف مؤنث، مفرد، تثنیہ یا جمع ہے تو اسم تفضیل بھی مؤنث، واحد، تثنیہ جمع لایا جائے گا۔

سوال: مطابقت کیوں ضروری ہے؟

جواب: مطابقت کے لئے کوئی مانع موجود نہیں ہے اس لئے کہ اگر کوئی چیز مانع بنتی تو وہ چیز اسم تفضیل من کے ساتھ استعمال کی صورت میں بن سکتی لیکن مذکورہ دونوں صورتوں میں مفضل علیہ مذکور ہی نہیں ہے لہذا اسم تفضیل جو مستعمل ہو من کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آئے گی جیسے زید الافضل۔

قاعدہ

وَالَّذِیْ بِمِنْ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ، لَاغَيْرَ

ترجمہ: اور جو اسم تفضیل من کے ساتھ ہو، وہ صرف مفرد مذکر ہوگا۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہو تو ہمیشہ اسم تفضیل مفرد اور مذکر آئے گا (مثالیں گزر چکیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر اسم

تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر آئے گا۔

سوال: اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہو تو وہ ہمیشہ مفرد مذکر کیوں آئے گا؟

جواب: اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر اس لئے آئے گا کہ تانیث، تثنیہ اور جمع کی علامتیں دو حال سے خالی نہیں ہوگی یا تو من سے پہلے یا من کے بعد، اگر تانیث کی علامت یا تثنیہ وجمع کی علامت من سے پہلے لاتے ہیں تو وسط کلام میں لانا لازم آئے گا اس لئے کہ من کا اسم تفضیل سے گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے من اسم تفضیل کا جز بن چکا ہے اور اگر تانیث یا تثنیہ وجمع کی علامتیں من کے بعد لائیں گے تو دوسرے کلمے کے ساتھ ان علامات کا لانا لازم آئے گا۔



مسئلۃ الکحل

وَلَا يَعْمَلُ فِيْ مُظْهَرٍ اِلَّا اِذَا كَانَ صِفَةً لِشَيْءٍ، وَهُوَ فِي الْمَعْنٰى لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ بِاِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ، عَلٰى نَفْسِهٖ بِاِعْتِبَارِ غَيْرِهٖ، مَنْفِيًّا مِثْلُ "مَا رَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ"

ترجمہ: اور اسم تفضیل عمل نہیں کرتا ہے اسم ظاہر میں؛ مگر اس وقت جبکہ وہ کسی شئ کی صفت ہو، اور معنی کے لحاظ سے اس مسبب (متعلق) کی صفت ہو جس کو فضیلت دی گئی ہو پہلی شئ کے اعتبار سے خود اس کی ذات پر پہلی شئ کے علاوہ کے اعتبار سے، درآنحالیکہ وہ (اسم تفضیل) منفی ہو؛ جیسے ما رایت رجلا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید (میں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوب صورت ہو اس سرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے)۔

مختصر تشریح

مسئلۃ الکحل

سب سے پہلے یہ جان لے کہ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا کیونکہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمول قوی ہے، وہ صرف ضمیر میں عمل کرتا ہے، کیونکہ ضمیر معمول ضعیف ہے، البتہ تین شرطوں کے ساتھ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

پہلی شرط: اسم تفضیل لفظاً یعنی صورۃً کسی چیز کی صفت واقع ہو (خواہ نعت ہو یا خبر ہو یا حال ہو) مگر حقیقت میں اسم تفضیل اس موصوف کی صفت نہ ہو، بلکہ اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی صفت ہو جیسے ما رأیتُ رجلاً اَحسَنَ فی عینہ الکحل منہ فی عین زیدٍ نہیں دیکھا میں نے کسی شخص کو زیادہ اچھا اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوب صورت سرمگیں آنکھ نہیں دیکھی، اس میں احسن (اسم تفضیل) بظاہر رجلاً کی صفت ہے، مگر حقیقت میں وہ الکحل کی صفت ہے، جو رجلاً سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

دوسری شرط: موصوف سے تعلق رکھنے والی وہ چیز جس سے درحقیقت اسم تفضیل متعلق ہے وہ ایک اعتبار سے مفضل اور دوسرے اعتبار سے مفضل علیہ ہو جیسے مثال مذکورہ میں الکحل (سرمہ) عینِ رجل کے اعتبار مفضل ہے اور عین زید کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے، یعنی عین رجل کے اعتبار سے زید کی آنکھ میں سرمہ زیادہ اچھا لگتا ہے اور عین زید کے اعتبار سے عین رجل میں کم اچھا لگتا ہے۔

تیسری شرط: اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہو، کیونکہ جب کلام مقید پر نفی داخل ہوتی ہے تو قید کی نفی ہوتی ہے، مقید کی نہیں ہوتی جیسے ما رأیت رجلاً فاضلاً اس میں فاضل آدمی کے دیکھنے کی نفی ہے، مطلق آدمی کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے، اسی طرح مثال مذکورہ میں جب احسن (اسم تفضیل) نفی کے تحت آیا تو قید (حسن کی زیادتی) کی نفی ہوگی، اور احسن بمعنی حَسُنَ رہ

جائے گا، اس طرح اسم تفضیل بمعنی فعل ہو کر اسم ظاہر میں عمل کرے گا۔

مثال مذکورہ میں تینوں شرطیں متحقق ہیں اس لئے احسن (اسم تفضیل) نے **الکحل** (اسم ظاہر) کو فاعل ہونے کی بنا پر رفع دیا ہے، اور **فی عینہ: الکحل** سے حال ہے، اور **فی عین زید:** منہ کی ضمیر سے حال ہے جو **الکحل** کی طرف لوٹتی ہے، اور منہ مفضل منہ ہے **فمعناہ ما رأیت رجلاً احسَنَ الکحل کائنا فی عین زید من الکحل الکائن فی عین رجل آخر۔**

اور اگر ایسا نہیں کریں گے یعنی **الکحل** کو اسم تفضیل کا فاعل نہیں بنائیں گے، بلکہ **احسن** کو خبر مقدم اور **الکحل** کو مبتدا مؤخر بنائیں گے، پھر جملہ کو رجلاً کی صفت قرار دیں گے تو احسن (اسم تفضیل) اور اس کے معمول منہ (مفضل منہ) کے درمیان اجنبی کا فصل واقع ہوگا، اور وہ اجنبی **الکحل** ہے جو مبتدا ہے، اور اجنبی کا فصل جائز نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ **الکحل** کو فاعل بنا کر رفع دیں تاکہ اجنبی کا فصل لازم نہ آئے (مسألۃ الکحل پورا ہوا)۔

تمرین: اب چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ اور واضح ہو جائے۔

پہلی مثال: حدیث میں ہے **ما من ایام احب الی اللہ فیھا الصوم منہ فی عشر ذی الحجۃ۔**

اللہ تعالیٰ کو ذی الحجۃ کے شروع کے دس دنوں میں جتنا نیک عمل پسند ہے اتنا کسی اور دن میں پسند نہیں، اس میں احب (اسم تفضیل) بظاہر ایامٍ کی صفت ہے مگر حقیقت میں **الصوم** کی صفت ہے، اور **الصوم:** دیگر ایام کے اعتبار سے روزے (مفضل) زیادہ محبوب ہیں اور ذی الحجۃ کے دس دنوں کے اعتبار سے (مفضل علیہ) کم محبوب ہے اور اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہے اس لئے اسم تفضیل نے اسم ظاہر **الصوم** کو بر بنائے فاعلیت رفع دیا ہے۔

دوسری مثال: **ما رأیت رجلا اکمل فی وجھہ الاشراق منہ (ای من الاشراق) فی وجہ العابد الصادق** سچے عبادت گذار کے چہرے میں جیسی چمک ہوتی ہے ایسی اعلیٰ درجہ کی چمک میں نے کسی شخص کے چہرے میں نہیں دیکھی اس میں **الاشراق: اکمل** کا فاعل ہے اور وہ مفضل بھی ہے اور مفضل علیہ بھی، عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضل

ہے اور غیر عابد کے چہرہ میں ہونے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے۔

تیسری مثال: ماشاهدت عیوننا اجمل فیها الحَوَرُ منه فی عیون الظِّباء ہرنوں کی آنکھ میں سیاہی اور سفیدی کی شدت جتنی خوب صورت معلوم ہوتی ہے ایسی خوب صورتی، میں نے کسی آنکھ میں نہیں دیکھی، اس میں اجمل نے الحَوَر کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا ہے، اور وہ ہرنوں کی آنکھ میں ہونے کے اعتبار مفضل ہے اور ان کے علاوہ کی آنکھ میں ہونے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے۔

(الحَوَرَ: آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی شدت)

فائدہ: مذکورہ مضمون کی ادائیگی کے لئے مذکورہ تعبیر سے مختصر تعبیر یہ ہے ما رأیت رجلا احسن فی عینه الکحلُ من عین زید یعنی منہ کو حذف کردیں، اور من عین زید کو اس کا قائم مقام کردیں، اور اس سے بھی زیادہ اختصار کرنا چاہیں تو عین کا تذکرہ مقدم کردیں اور کہیں ما رأیت کعین زید احسن فیها الکحل اس کے بھی وہی معنی ہیں جو پہلی تعبیر کے ہیں یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوب صورت سرگیں آنکھ نہیں دیکھی۔

اور عین کی تقدیم کے جواز کی مثال یہ اشعار ہیں:

مررت علی وادی السباع ولا اری کوادی السباع حین یُظلِمُ وادیا

اقل به رَکْبٌ اَتوه تَأَیَّةً وَاَخوفَ، الا ما وَقیَ اللهُ سَاریاً

ترجمہ: میں وادی السباع (درندوں کی وادی) پر گزرا اور نہیں دیکھی میں نے وادی السباع جیسی کوئی وادی جبکہ اللہ تاریک کردیں۔

زیادہ کم اس میں قافلے آئیں اس میں آنا اور زیادہ خوف ناک مگر جو اللہ کسی قافلہ کی حفاظت فرمائیں۔

شاعر نے کوادی السباع کو مقدم کرکے تعبیر بہت مختصر کردی ہے، ورنہ اصل تعبیر تھی لا اری وادیاً اقل به رکب اتوه منه من وادی السباع، اس کو مختصر کرنا چاہیں تو منه کو حذف کردیں اور کہیں لا اری وادیاً اقل به رکب اتوه من وادی السباع اور نہایت مختصر

تعبیر وہ ہے جو شاعر نے وادی السباع کو مقدم کر کے اختیار کی ہے۔

نوٹ: مصنفؒ نے پہلا مصرعہ آدھا اس لئے حذف کر دیا ہے کہ مثال ہی سے ابتداء ہو، اس میں اقل اسم تفضیل ہے اور رکب اس کا فاعل ہے اور مرفوع ہے اور وادی السباع من وجہ مفضل ہے اور من وجہ مفضل علیہ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مسئلۃ الکحل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مسئلۃ الکحل کیا ہے؟

جواب: مسئلۃ الکحل یہ ہے کہ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرے گا بلکہ اسم ضمیر میں عمل کرتا ہے۔

سوال: اسم تفضیل اسم ضمیر میں عمل کرتا ہے اسم ظاہر میں عمل کیوں نہیں کرتا؟

جواب: اسم تفضیل اپنے معمول کو یا تو رفع دے گا یا نصب دے گا، اگر اسم تفضیل اپنے معمول کو رفع دیتا ہے تو معمول ضمیر کی شکل میں ہوگا یا ظاہر کی شکل میں ہوگا اگر اسم ضمیر کی شکل میں ہے تو عمل کرے گا اس لئے کہ اسم ضمیر معمول ضعیف ہے اور اسم تفضیل عامل بھی ضعیف اور ضعیف، ضعیف میں عمل کرتا ہے۔

سوال: اسم تفضیل ضعیف کیوں ہے؟

جواب: اسم تفضیل فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے، اور اسم ضمیر اسم ظاہر کے مقابلے میں ضعیف ہے۔ اسم تفضیل کے عمل کی عقلی طور پر چار صورتیں ہیں۔

(۱) اسم تفضیل کا معمول اسم ظاہر ہو تو رفع کے ساتھ (۲) اس کا معمول اسم ضمیر ہو رفع کے ساتھ (۳) اسم تفضیل کا معمول مفعول ہو نصب دے (۴) اسم تفضیل کا معمول ظرف یا حال یا تمیز ہو نصب دے۔

نوٹ: ان چار صوتوں میں پہلی صورت مراد ہے کہ اسم تفضیل کا معمول اسم ظاہر ہو اور رفع کا تقاضہ کرتا ہو تو عمل نہیں کرے گا۔

اب تفصیل سنئے!

سوال: اسم تفضیل اسم ظاہر میں رفع کی شکل میں عمل نہیں کرتا ہے لیکن اگر کوئی ارادہ کرے کہ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرے رفع کی شکل میں ہو تو کیا قانون ہے؟

جواب: اسم تفضیل اسم ظاہر میں رفع کی شکل میں عمل کر سکتا ہے جبکہ تین شرطیں پائی جائیں۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) اسم تفضیل لفظ میں صورۃ اور لفظاً کسی شیٔ کی صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے اس شیٔ کے متعلق کی صفت ہو۔

(۲) شیٔ کا متعلق مشترک ہو من وجہ مفضل ہو اور مِنْ وجہ مفضل علیہ ہو (یعنی ایک اعتبار سے مفضل ہو اور ایک اعتبار سے مفضل علیہ ہو)۔

(۳) اسم تفضیل حرف نفی کے بعد واقع ہو۔ جیسے ما رایت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید: میں نے نہیں دیکھا کوئی ایسا مرد جس کی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوبصورت ہو زید کی آنکھ کے سرمہ سے، (زید کی آنکھ کا سرمہ ہر ایک کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ خوبصورت ہے)۔

مثال کی وضاحت: احسن اسم تفضیل ہے ظاہری صورت کے اعتبار سے رجلا کی صفت ہے لیکن معنوی اعتبار سے جو اس شیٔ کی متعلق ہے الکحل اس کی صفت ہے اس لئے کہ رجل کی خوبصورتی بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ سرمہ کی خوب صورتی کو بیان کرنا ہے اور الکحل رجل کے اعتبار سے مفضل ہے اور زید کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے اس جگہ اسم تفضیل احسن حرف نفی ما کے بعد واقع ہے، جب تینوں شرطیں پائی گئیں تو اسم تفضیل احسن اسم ظاہر الکحل میں عمل کرے گا اور اس کو رفع دے گا۔

سوال: پہلی شرط کیوں لگائی؟

جواب: اسم تفضیل میں جو صفت ہے اس کو سہارا کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کو سہارا موصوف دے گا۔

سوال: دوسری شرط کیوں لگائی؟

جواب: مفضل اور مفضل علیہ دونوں کے درمیان مغائرت ہوتی ہے لیکن جب ایک ہی چیز مفضل اور مفضل علیہ کی شکل میں باقی رہے گی تو اسم تفضیل میں اتنی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ اسم ظاہر میں عمل کرے گا۔

سوال: الکحل مفضل ہے اور مفضل علیہ بھی یہ کیسے؟

جواب: الکحل، رجل کے اعتبار سے مفضل ہے اس لئے کہ اس کے سرمہ کے اعتبار سے زید کا سرمہ افضل ہے اور زید کے اعتبار سے الکحل مفضل علیہ ہے اس لئے کہ زید کے سرمہ کے اعتبار سے رجل کا سرمہ مفضول ہے۔ گویا رجل کے اعتبار سے الکحل مفضل ہے اور زید کے اعتبار سے الکحل مفضل علیہ ہے۔

سوال: تیسری شرط کیوں لگائی؟

جواب: اس لئے کہ جب اسم تفضیل کے شروع میں نفی لائیں گے تو حرف نفی اسم تفضیل میں سے زیادتی کے معنی کو ختم کر کے اس کو فعل کے معنی میں کر دے گا۔

سوال: یہ تسلیم نہیں کہ اسم تفضیل کے اسم ظاہر کو رفع کرنے کی تین شرطیں ہیں کیونکہ بولا جاتا ہے مررت برجل خیر منه عمه میں دوسری شرط اور تیسری شرط نہیں پائی جاتی اس کے باوجود یہ ترکیب صحیح ہے؟

جواب: یہ شرطیں اس اسم تفضیل کے لئے ہیں جو اپنی اصلی صورت میں ہو جو خلاف قیاس اپنی صورت سے نہ بدلا ہو اور خیر خلاف قیاس اپنی صورت سے بدلا ہے۔

سوال: جب کوئی فعل اسم تفضیل کے معنی میں ہے ہی نہیں تو فعل کی طرح اسم تفضیل اسم ظاہر کو کیسے رفع دے گا؟

جواب: اسم تفضیل جب منفی ہو تو اس میں سے زیادت کا معنی زائل ہو جاتا ہے اور فعل کا معنی باقی رہ جاتا ہے لہٰذا احسن بمعنی حَسُن اور اعلم بمعنی علم ہو جاتا ہے اور فعل کی طرح عمل کرنے لگتا ہے۔

لِاَنَّهُ بِمَعْنٰى حَسُنَ

ترجمہ: اس لئے کہ وہ (احسن) یہاں حسن فعل کے معنی میں ہے۔

مختصر تشریح

اسم تفضیل احسن، حسن کے معنی میں ہوجاتا ہے اس لئے عمل کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اسم ظاہر میں اسم تفضیل کے عمل کرنے کی علت بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسم تفضیل احسن، حسن کے معنی میں ہوجاتا ہے اس لئے کہ حرف نفی کی وجہ سے جو حسن کی زیادتی تھی وہ ختم ہوگئی اور نفس حسن باقی رہا گویا احسن، حسن فعل کے معنی میں ہوگیا اور حسن فعل قوی ہوتا ہے اسم ظاہر وضمیر دونوں میں عمل کرتا ہے۔

مَعَ اَنَّهُمْ لَوْ رَفَعُوا الْفَصَّلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَعْمُوْلِهٖ بِاَجْنَبِيٍّ، وَهُوَ اَلْكُحْلُ

ترجمہ: باوجودیکہ اگر نحوی رفع دیتے (احسن کو) تو وہ فصل کردیتے اس کے اور اس کے معمول (منہ) کے درمیان اجنبی کا، اور وہ الکحل ہے۔

مختصر تشریح

مذکورہ مثال میں احسن کو حسن کے معنی میں ماننا اور الکحل کو اس کا فاعل ماننا اس کی دوسری ترکیب بھی تو ہے کہ احسن رفع کے ساتھ پڑھیں اور خبر مقدم مانیں اور الکحل مبتدا مؤخر مانے تو الکحل فاعل کی بنا پر نہیں بلکہ مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ مثال میں احسن کو حسن کے معنی میں مانا اور الکحل کو اس کا فاعل ماننا اس کی دوسری ترکیب بھی تو ہے کہ احسن رفع کے ساتھ پڑھیں اور خبر مقدم مانیں اور الکحل مبتدا مؤخر مانے تو الکحل فاعل کی بنا پر نہیں بلکہ مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

سوال: اس اعتراض کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ کی بات تو صحیح ہے لیکن اس صورت میں اسم تفضیل اور اس کا معمول، منه اور في عين زيد کے درمیان اجنبی (الكحل) کے ذریعہ فصل لازم آئے گا اور اجنبی کا فصل درست نہیں ہے۔

سوال: مبتدا اور خبر ماننے پر بھی اجنبی کا فصل لازم نہیں آتا کیونکہ مبتدا کے لئے خبر اور خبر کے لئے مبتدا اجنبی نہیں ہیں اس لئے کہ یہ دونوں ابتدا کے معمول ہیں؟

جواب: اجنبی سے یہ مراد ہے کہ اسم تفضیل کا معمول نہ ہو اور اسم تفضیل کا معمول ہو تو اس میں اسم تفضیل، اسم تفضیل ہونے کی حیثیت سے عامل نہ ہو اور جمہور نحاۃ کے نزدیک مبتدا اور خبر میں چونکہ ابتدا عامل ہے اس لئے الکحل کو مبتدا اور احسن کو خبر ماننے سے الکحل اجنبی ہوگا اور بعض نحاۃ کے نزدیک خبر مبتدا میں عامل ہے اس مذہب کے مطابق الکحل اگرچہ احسن کا معمول ہے لیکن اس میں احسن اسم تفضیل ہونے کی حیثیت سے عامل نہیں ہے بلکہ خبر ہونے کی حیثیت سے عامل ہے لہذا اس مذہب پر بھی احسن کو خبر ماننے سے الکحل اجنبی ہوگا۔

تمرین: اب چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں؛ تاکہ مسئلہ اور واضح ہو جائے۔

پہلی مثال: حدیث میں ہے ما من ايام احب الى الله فيها الصوم منه في عشر ذي الحجة۔ (اللہ تعالی کو ذوالحجہ کے شروع کے دس دنوں میں جتنا عمل پسند ہے اتنا کسی اور دن میں پسند نہیں) اس میں احب اسم تفضیل ہے بظاہر ایام کی صفت ہے مگر حقیقت میں الصوم کی صفت ہے اور الصوم ایام کے اعتبار سے مفضل ہے اور ذوالحجہ کے دس دنوں کے

اعتبار سے مفضل علیہ (دیگر ایام کے اعتبار سے روزے زیادہ محبوب ہیں) ہے اور ذوالحجہ کے دس دنوں کے اعتبار سے کم محبوب ہیں اور اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہے اس لئے اسم تفضیل نے اسم ظاہر الصوم کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا ہے۔

دوسری مثال: **ما رایت رجلا اکمل فی وجهه الاشراق منه (ای من الاشراق) فی وجه العابد الصادق** (سچے عبادت گزار کے چہرے میں جیسی چمک ہوتی ہے ایسی اعلی درجہ کی چمک میں نے کسی شخص کے چہرے میں نہیں دیکھی) اس میں الاشراق اکمل کا فاعل ہے اور وہ مفضل بھی ہے اور مفضل علیہ بھی، عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضل ہے اور غیر عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے اور حرف نفی ما کے بعد بھی واقع ہے۔

تیسری مثال: **ما شاهدت عیونا اجمل فیها الحور منه فی عیون الظباء** (ہرنوں کی آنکھ میں سیاہی اور سفیدی کی شدت جتنی خوبصورت معلوم ہوتی ہے ایسی خوبصورت میں نے کسی آنکھ میں نہیں دیکھی) اس میں اجمل نے الحور کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا ہے اور وہ ہرنوں کی آنکھ میں ہونے کے اعتبار سے مفضل ہے اور ان کے علاوہ کی آنکھ میں ہونے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے (الحور آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی شدت)۔

فائدہ

وَلَكَ اَنْ تَقُولَ "اَحْسَنُ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ" فَاِنْ قَدَّمْتَ ذِكْرَ الْعَيْنِ، قُلْتَ "مَا رَأَيْتُ كَعَيْنِ زَيْدٍ اَحْسَنَ فِيْهَا الْكُحْلُ" مِثْلُ وَلَا اَرٰى فِيْ قِطْعَةٍ مَرَرْتُ عَلٰى وَادِي السِّبَاعِ وَلَا اَرٰى كَوَادِي السِّبَاعِ حِيْنَ يُظْلِمُ وَادِيًا. اَقَلَّ بِهِ رَكْبٌ اَتَوْهُ تَأَيَّةً وَاَخْوَفَ اِلَّا مَا وَقَى اللهُ سَارِيًا

ترجمہ: اور آپ کے لئے جائز ہے کہ یہ کہیں **مارایت رجلا احسن فی عینه**

الکحل من عین زید، پس اگر آپ مقدم کردیں عین کے ذکر کو، تو آپ کہیں گے: ما رایت کعین زید احسن فیھا الکحل، جیسے و لا اری ہے اس قطعہ میں (میں درندوں کی وادی کے پاس سے گزرا، اور میں نے نہیں دیکھی ☆ درندوں کی وادی کے مانند جس وقت وہ تاریک ہوتی ہے کوئی وادی ☆ کہ جس میں آنے والے قافلے کم ہوں ٹھہرنے کے اعتبار سے ☆ اور وہ اتنی زیادہ خوفناک ہو؛ مگر یہ کہ اللہ تعالی رات میں چلنے والے کی حفاظت فرمائے)۔

مختصر تشریح

مسئلۃ الکحل کی ادائیگی اختصار کے ساتھ مختلف تعبیرات سے کر سکتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مسئلۃ الکحل کی ادائیگی اختصار کے ساتھ مختلف تعبیرات سے کر سکتے ہیں اس کو بیان کرنا ہے۔ مسئلۃ الکحل کو ادا کرنے کے مختلف طریقیں ہیں۔

(۱) ما رایت رجلا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید: یہ طریقہ ماقبل میں گزر چکا۔

(۲) ماقبل کی عبارت میں رجلاً کے ساتھ منہ میں سے ہ ضمیر کو گرایا جائے گا تو اختصار ہو گیا اور اب عبارت ہوگی: ما رایتً احسن فی عینہ الکحل من عین زید۔

(۳) اور اس سے بھی زیادہ اختصار کرنا ہے تو عین کو مقدم کیا جائے اور کہا جائے ما رأیت کعین زید احسن فیھا الکحل اس کے وہی معنی ہے جو پہلی تعبیر کے ہیں۔

مررت علی وادی السباع ولا اری کوادی السباع حین یظلم وادیا
اقل بہ رکب اتوہ تأیۃ واخوف الا ما وقی اللہ ساریا

میں وادی السباع (درندوں کی وادی) پر گزرا اور نہیں دیکھی میں نے وادی السباع جیسی کوئی وادی تاریکی کے وقت۔

زیادہ کم اس میں قافلے آئیں اس میں آنا اور زیادہ خوفناک مگر جبکہ اللہ رات میں چلنے والے کسی قافلہ کی حفاظت فرمائیں۔

فائدہ: عین کی تقدیم کے جواز کی مثال یہ اشعار ہے۔

سوال: عین کی تقدیم کے جواز کی مثال کیا ہے اور اس کی وضاحت کیا ہے؟

جواب: عین کی تقدیم کے جواز کی مثال مذکورہ اشعار ہے۔ اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ شاعر نے کوادی السباع کو مقدم کر کے تعبیر بہت مختصر کر دی ہے؛ ورنہ اصل تعبیر تھی: لا اریٰ وادیاً اقل بہ راکب اتوہ منہ من وادی السباع۔

اس کو مختصر کرنا چاہیں تو منه کو حذف کر کے کہیں لا اریٰ وادیاً اقل بہ رکب اتوہ من وادی السباع لیکن نہایت مختصر تعبیر جو شاعر نے وادی السباع کو مقدم کر کے اختیار کی وہ ہے۔

سوال: مصنف نے پہلا مصرعہ آدھا کیوں حذف کر دیا؟

جواب: مصنفؒ نے پہلا مصرعہ آدھا اس لئے حذف کر دیا ہے کہ مثال ہی سے ابتدا ہو، اس میں اقل اسم تفضیل اور رکب اس کا فاعل ہے اور مرفوع ہے اور وادی السباع من وجہ مفضل ہے اور من وجہ مفضل علیہ ہے۔

سوال: اسم تفضیل اور مبالغہ کے مابین کتنے فرق ہیں؟

جواب: اسم تفضیل اور مبالغہ کے درمیان چار فرق ہیں۔

(۱) اسم تفضیل دوسرے کی بنسبت معنی فاعلیت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور اسم مبالغہ فی نفسہ فاعلیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے جیسے اللہ اکبر من کل شی۔

(۲) اسم تفضیل کے اوزان قیاسی ہیں اور اسم مبالغہ کے اوزان سماعی ہیں۔

(۳) اسم تفضیل کے بنانے کے تین طریقے ہیں: (الف) یا تو اسم تفضیل مفضل علیہ کی طرف مضاف ہو جیسے الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ (ب) کبھی کبھی اسم تفضیل من کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (ج) کبھی کبھی اسم تفضیل الف لام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے الافضل فالافضل ان تینوں طریقوں کے علاوہ اگر مستعمل

ہوتو ایسی جگہ مفضل علیہ کو محذوف مانیں گے جیسے اللہ اکبر برخلاف اسم مبالغہ کے وہ کسی بھی طرح استعمال ہوسکتا ہے۔

(۴) اسم تفضیل میں مذکر اور مؤنث کے صیغے الگ الگ آتے ہیں برخلاف مبالغہ کے کہ اس میں مذکر اور مؤنث کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا ہے مبالغہ کے اخیر میں جو کبھی کبھی تاء ہوتی ہے وہ تانیث کی نہیں ہوتی بلکہ مبالغہ کی زیادتی کے واسطے بڑھائی جاتی ہے۔

تمت ابحاث الاسم



فعل کا بیان

اَلْفِعْلُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهٖ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ

ترجمہ: فعل وہ کلمہ ہے جس کے معنیٰ مستقل ہوں اور وہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

مختصر تشریح

فعل وہ کلمہ ہے جس کے معنیٰ مستقبل ہو (دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھ میں آجائے) اور تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو یعنی اپنے صیغے اور ہیئت سے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر دلالت کرے جیسے یَنْصُر (مدد کرتا ہے یا کرے گا) زمانۂ حال یا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل کی تعریف کرنا ہے۔اور فعل ایسے کلمے کو کہا جاتا ہے جو مستقل معنی رکھتا ہو اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کو وضع اول کے اعتبار سے شامل ہو جیسے نصر (اس ایک مرد نے مدد کی) زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اور ینصر (مدد کرتا ہے یا مدد کرے گا) زمانۂ حال یا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔۔

سوال: وضع اول کی قید کیوں لگائی؟

جواب: وضع اول کی قید اس لئے لگائی تا کہ افعال مقاربہ فعل کی تعریف سے خارج نہ ہو جائیں، اس لئے کہ فی الحال افعال مقاربہ زمانے سے خالی ہیں لیکن واضع نے اس کو جس وقت وضع کیا تھا زمانہ کے ساتھ وضع کیا تھا۔

سوال: مصدر کا معنی بھی زمانہ کے ساتھ مقترن ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی مصدر کے معنی کا وجود زمانہ میں ہوتا ہے گویا فعل کی تعریف مصدر پر صادق آتی ہے؟

جواب: فعل کی تعریف میں اقترانِ زمانہ وجود میں مراد نہیں بلکہ فہم میں اقتران زمانہ مراد ہے اور مصدر کا معنی فہم میں زمانہ سے مقترن نہیں ہے کیونکہ مصدر سے، مصدر کے معنی کے ساتھ اس کا زمانہ سمجھ میں نہیں آتا۔

سوال: زید ضارب امس ایک جملہ ہے اس جملہ میں ضارب کے معنی کے ساتھ معنی کا زمانہ بھی سمجھ میں آتا ہے لہذا ضارب پر فعل کی تعریف صادق آتی ہے؟

جواب: فعل کی تعریف میں یہ شرط بھی ہے کہ معنی اور معنی کا زمانہ دونوں ایک ہی لفظ سے سمجھ میں آئے اور مثال مذکور میں معنی اور زمانہ دو لفظ سے سمجھ میں آتے ہیں نہ کہ ایک لفظ سے۔

سوال: فعل کی تعریف مضارع پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس کا معنی دو زمانوں سے مقترن ہے؟

جواب: (۱) جب دو زمانے پائے جاتے ہیں تو ایک زمانہ تو ضرور پایا جائے گا۔
(۲) فعل مضارع مشترک ہے اور ہر وضع میں ایک زمانہ سے ہی مقترن ہے۔

وَمِنْ خَوَاصِّهِ دُخُوْلُ قَدْ، وَالسِّيْنِ، وَسَوْفَ، وَالْجَوَازِمِ، وَلُحُوْقِ تَاءِ التَّانِيْثِ سَاكِنَةً، وَنَحْوُ تَاءِ فَعَلْتِ

ترجمہ: اور فعل کے خواص میں سے قد، سین، سوف اور جوازم کا داخل ہونا اور تائے تانیث ساکنہ اور تائے فعلتَ کے مانند (ضمائر بارزہ مرفوعہ متصلہ) کا (آخر میں) لاحق ہونا ہے۔

مختصر تشریح

فعل کی چند علامتیں یہ ہیں (۱) اس پر قد کا آنا جیسے قد قامت الصلاۃ (۲) اس پر سین کا آنا جیسے سیقول السفہاء (۳) اس پر سوف کا آنا جیسے سوف تعلمون (۴) اس پر جزم دینے والے حرف کا آنا جیسے لم تسمع (۵) تائے تانیث ساکنہ کا اس سے ملنا جیسے قَرَأَتْ حبیبۃٌ (۶) اس کے آخر میں ضمیر متصل کا آنا جیسے فعلتُ فعلتَ فعلتِ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل کے خواص کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) اس پر قد کا داخل ہونا جیسے قد افلح، قد سمع۔

سوال: قد کا ہونا فعل کی علامت کیوں؟

جواب: قد کو واضع نے وضع کیا ہے ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے اور ماضی اور حال کا مفہوم اسم میں نہیں پایا جاتا بلکہ فعل میں پایا جاتا ہے جیسے قد قامت الصلوۃ، قد افلح من زکھا، قد سمع اللہ قول التی تجادلک۔

سوال: اقد دیگر معانی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: ہاں! قد کبھی فعل کی تحقیق کے لئے آتا ہے اور فعل کی تحقیق فعل کے ساتھ خاص ہے اور کبھی فعل کی تقلیل کے لئے بھی آتا ہے۔

(۲) سین اور سوف بھی فعل کے خواص میں سے ہیں۔

سوال: سین اور سوف فعل کے خواص میں سے کیوں ہیں؟

جواب: سین اور سوف فعل کے خواص میں سے اس لئے ہیں کہ سین استقبال قریب اور سوف استقبال بعید کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ دونوں فعل کے ساتھ مخصوص ہیں جو الفاظ فعل پر دلالت کرتے ہیں وہ فعل کے ساتھ مخصوص ہوں گے جیسے سیقول السفھاء اور سوف تعلمون۔

(۳) جوازم، فعل کے خواص میں سے ہے۔

سوال: جوازم سے کیا مراد ہے؟

جواب: جوازم سے مراد حروف جازم ہیں۔ اور وہ پانچ ہیں: (۱) لم (۲) لما (۳) لام امر (۴) لائے نہی (۵) ان شرطیہ۔

سوال: جوازم، فعل کے خواص میں سے کیوں ہے؟

جواب: جوازم، فعل کے خواص میں سے اس لئے ہے کہ جوازم میں سے کچھ کی وضع فعل کی نفی کے لئے ہوتی ہیں جیسے لم ولما اور بعض کی وضع فعل کی طلب کے لئے ہیں جیسے لام امر اور کچھ فعل کی ممانعت کے لئے ہوتی ہیں جیسے لائے نہی اور کچھ شئ کو فعل کے ساتھ معلق کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے ادوات شرط اور یہ سارے معنی فعل میں پائے جاتے ہیں، لہذا یہ تمام کلمات فعل کے ساتھ خاص ہوں گے جیسے لم تسمع، وغیرہ۔

(۴) تائے تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا فعل کے خواص میں سے ہے۔

سوال: تائے تانیث کے ساتھ ساکنہ کی قید کیوں؟

جواب: تائے تانیث کے ساتھ ساکنہ کی قید اس لئے لگائی تا کہ تائے متحرکہ کو

خارج کیا جائے اس لئے کہ تائے متحرکہ اسم کا خاصہ ہے۔

سوال: تائے تانیث ساکنہ فعل کی علامت کیوں؟

جواب: تائے تانیث ساکنہ فاعل کی تانیث پر دلالت کرتی ہے لہذا یہ اس کو لاحق ہوگی جس کے لئے فاعل ہو اور فاعل فعل کا ہوتا ہے لہذا یہ فعل کے ساتھ ہی لگے گی جیسے قراءتُ حبیبۃ۔

(۵) فعل کے آخر میں ضمیر متصلہ بارزہ متحرکہ مرفوعہ کا آنا فعل کے خواص میں سے ہے

سوال: ضمیر متصلہ بارزہ متحرکہ مرفوعہ کا آنا فعل کے خواص میں سے کیوں؟

جواب: یہ تاء (ضمیر متصلہ بارزہ متحرکہ مرفوعہ) فاعل کی ہے اور فاعل جس کے لئے ہوگا یہ اس کو لاحق ہوگی اور فاعل، فعل کا ہوتا ہے لہذا یہ بھی فعل کے ساتھ لاحق ہوگی جیسے فعلتُ، فعلتَ، فعلتِ۔

سوال: بعض کتابوں میں اس سے بھی زائد فعل کی علامات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: مصنف کا مقصد تمام علامات کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ بعض کا بیان کرنا ہے اسی لئے من خواصہ لائے اور من تبعیض کا ہے۔

ماضی کا بیان

اَلْمَاضِیْ مَادَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ

ترجمہ: وہ فعل ہے جو دلالت کرے اس زمانے پر جو تیرے زمانے سے پہلے ہے۔

مختصر تشریح

فعل ماضی: وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ (زمانۂ حال) سے پہلے ہے۔

قاعدہ: فعل ماضی فتحہ پر مبنی ہوتا ہے جبکہ وہ ضمیر بارز مرفوع متحرک اور واو جمع سے خالی ہو، پہلی صورت میں سکون پر مبنی ہوگا تا کہ چار حرکتیں مسلسل جمع نہ ہوجائیں اور دوسری صورت میں واو کی مناسبت سے ضمہ پر مبنی ہوگا، گردان کے صرف چار صیغے فتح پر مبنی ہیں فَعَلَ (واحد مذکر غائب فَعَلاَ (تثنیہ مذکر غائب) فَعَلَتْ (واحد مؤنث غائب) فَعَلَتَا (تثنیہ مؤنث غائب) اور تثنیہ کے یہ دو صیغے بھی فتح پر مبنی اس لئے ہیں کہ الف سے پہلے فتح ہوتا ہے۔

نوٹ: ماضی مضی یَمْضِی مُضِیًّا (گزرجانا) اسم فاعل ہے یعنی گذشتہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل ماضی کی تعریف کرنا ہے۔ ماضی، مضی یمضی مضیا (گذرجانا) سے اسم فاعل ہے (گذشتہ)۔ اور نحو کی اصطلاح میں ماضی ایسا فعل ہے جو وضع کے اعتبار سے ایسے زمانے پر دلالت کرے جو آپ کے زمانے سے پہلے ہو۔

سوال: تعریف میں قبل زمانک سے کیا مراد ہے؟

جواب: قبل زمانک سے مراد زمانۂ حال ہے۔

فوائد قیود: مادل علی زمان جنس ہے تمام افعال کو شامل ہے۔ قبل زمانک فصل اول ہے ماضی کے سوا تمام افعال خارج ہو گئے۔

بعض کتابوں میں ماضی کی تعریف میں وضع کی قید ہے تا کہ وہ ماضی جس پر ادات شرط داخل ہوں وہ فعل ماضی سے خارج نہ ہوں اس لئے کہ زمانہ استقبال عارضی ہے، وضعی نہیں ہے۔

سوال: فعل ماضی کی تعریف میں قبل ظرف زمان ہے، گویا زمانہ میں زمانہ ہونا لازم آتا ہے؟

جواب: فعل ماضی کی تعریف میں قبل ظرف زمان نہیں ہے، بلکہ قبل وہ قبلیہ ذاتیہ ہے جو اجزائے زمان میں پائی جاتی ہے مثلاً بولا جاتا ہے کہ ماضی حال سے قبل ہے اور حال مستقبل سے قبل ہے۔

قاعدہ

مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ مَعَ غَيْرِ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ وَالْوَاوِ

ترجمہ: وہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ کے علاوہ کے ساتھ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر فعل ماضی ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ جمع کے ساتھ نہ ہو تو مبنی علی الفتح ہوگا جیسے ضرب، اور اگر ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ ہو تو سکون پر مبنی ہوگا جیسے ضربتؔ۔ اور اگر واؤ جمع کے ساتھ ہو تو مبنی علی الضم ہوگا جیسے ضربوا۔

سوال: اگر فعل ماضی ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ جمع کے ساتھ نہ ہو تو مبنی علی الفتح کیوں ہوتا ہے؟

جواب: معرب ہونے کی علت اس میں معدوم ہے اس لئے یہ مبنی ہے۔

سوال: حرکت پر مبنی کیوں حالانکہ مبنی اصل سکون ہے؟

جواب: یہ اسم کے موقع میں استعمال ہے اور اسم میں اصل متحرک ہے۔

سوال: فتحہ کی حرکت پر مبنی کیوں؟

جواب: اخف الحرکت کی وجہ سے فتحہ کی حرکت پر مبنی ہے۔

سوال: فعل ماضی ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ ہو تو سکون پر مبنی کیوں؟

جواب: سکون پر مبنی اس لئے ہے کہ فعل کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلۂ کلمۂ واحدہ کے ہے اور کلمۂ واحدہ میں مسلسل چار حرکتوں کا جمع کرنا، ناپسندیدہ ہے اس لئے سکون دیتے ہیں۔

سوال: فعل ماضی واو جمع کے ساتھ ہو تو مبنی علی الضم کیوں؟

جواب: مبنی علی الضم اس لئے ہے کہ واو کی مناسبت سے ضمہ پر مبنی ہوگا چاہے لفظاً یا تقدیراً، لفظاً کی مثال جیسے صلوا اور تقدیراً کی مثال جیسے رموا۔

فائدہ: گردان کے صرف چار صیغے فتحہ پر مبنی ہیں فعل (واحد مذکر غائب) فعلا (تثنیہ مذکر غائب) فعلتُ (واحد مؤنث غائب) فعلتا (تثنیہ مؤنث غائب) اور تثنیہ کے یہ دو صیغے بھی فتحہ پر مبنی اس لئے ہیں کہ الف سے پہلے فتحہ ہوتا ہے۔

مضارع کا بیان

اَلْمُضَارِعُ مَا اَشْبَهَ الْاِسْمَ بِاَحَدِ حُرُوْفِ نَاَيْتُ لِوُقُوْعِهٖ مُشْتَرَكًا، وَتَخْصِيْصُهٗ بِالسِّيْنِ، اَوْ سَوْفَ۔

ترجمہ: وہ فعل ہے جو حروف نأیت میں سے کسی ایک (کے شروع میں آنے) بنا پر اسم سے مشابہت رکھتا ہو؛ اس کے مشترک واقع ہونے اور سین یا سوف کے ذریعہ (زمانۂ مستقبل کے ساتھ) خاص ہوجانے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

مضارع: ضارع، مضارعة (باب مفاعلة) سے اسم فاعل ہے، باب مفاعلہ کے معنی ہیں باہم مشابہ ہونا، ہم شکل ہونا اور مضارع کے معنی ہیں مشابہ ہونے والا۔

فعل مضارع: وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو اور اس کے شروع میں ن، الف، ی اور ت میں سے کوئی حرف ہو جن کا مجموعہ نأیت یا اتین ہے مضارع: اسم فاعل کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے اسی مشابہت کی وجہ سے اس کو مضارع کہا جاتا ہے اور مضارع سین اور سوف کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مضارع کی تعریف بیان کرنا ہے۔اور مضارع، ضارع یضارع مضارعة (باب مفاعلة سے) اسم فاعل کا صیغہ بمعنی باہم مشابہ ہونا، ہم شکل ہونا اور مضارع کے معنی ہیں مشابہ ہونے والا۔ نحو کی اصطلاح میں فعل مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے ساتھ مشابہت رکھے اور حرف نایت میں سے کوئی حرف شروع میں آوے۔

سوال: مضارع کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: مضارع کی وجہ تسمیہ: مضارع بمعنی مشابہت ہے اسم فاعل کے ساتھ لفظاً حرکات وسکنات کے اعتبار سے اور معنیً مضارع کو اسم فاعل کی جگہ اور اسم فاعل کو مضارع کی جگہ رکھنا صحیح ہو مضارع کا دوسرا نام غابر ہے۔

سوال: مضارع کو غابر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: غابر بمعنی باقی اس میں بھی حال کا زمانہ ہر حال میں باقی رہتا ہے اس لئے مضارع کو غابر کہا جاتا ہے۔

سوال: مضارع کی مشابہت اسم کے ساتھ کس اعتبار سے ہے؟

جواب: مضارع کی مشابہت اسم کے ساتھ متعدد معنی میں مشترک واقع ہونے کے اعتبار سے ہے جس طرح اسم متعدد معنی کے لئے ہوتا ہے جیسے لفظ عین اس کے چند معنی ہیں کبھی سونا، چشمہ، گھٹنہ، وغیرہ اسی طرح فعل مضارع حال واستقبال کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جیسے اسم مشترک قرینہ پائے جانے کے وقت کسی ایک معنی کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اسی طرح فعل مضارع بھی سین اور سوف آنے کی وجہ سے مستقبل کے ساتھ مخصوص ہو جائے گا۔

سوال: جمہور نے فعل مضارع کی تعریف یہ کی ہے کہ فعل مضارع وہ فعل ہے جو زمانہ حال واستقبال پر دلالت کرے لیکن مصنفؒ نے جمہور کی تعریف سے عدول کیوں کیا؟

جواب: جمہور کی تعریف سے وجہ تسمیہ نہیں معلوم ہوتی، مصنف کی تعریف سے وجہ تسمیہ معلوم ہوتی ہے۔ دراصل اس بات میں اختلاف ہے کہ مضارع کو واضع نے استقبال اور حال دونوں زمانوں کے لئے وضع کیا ہے یا فقط حال کے لئے یا فقط استقبال کے لئے۔

چنانچہ ابن تراویؒ کے نزدیک واضع نے فقط حال کے لئے وضع کیا ہے اور استقبال میں مجازاً ہے۔ اور امام زجاج نحویؒ کے نزدیک فقط واضع نے استقبال کے لئے وضع کیا ہے اور حال میں استعمال مجازاً ہے۔

جمہور کے نزدیک واضع نے حال اور استقبال دونوں کے لئے وضع کیا ہے۔

سوال: عمدہ مذہب کس کا ہے؟

جواب: عمدہ مذہب ابن تراویؒ کا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب مضارع کسی قرینہ کے بغیر استعمال ہوتا ہے تو اس وقت حال کا معنی ہی مراد ہوتا ہے۔

سوال: بعض کتابوں میں اَتَیْنَ کا لفظ آتا ہے نأیتُ کا لفظ نہیں تو یہ تعبیر کیوں اختیار کی؟

جواب: اتین کے مقابلہ میں نایت یہ تعبیر صحیح ہے اس لئے کہ واحد اور جمع متکلم جو اعرف المعارف ہیں یہ پہلے آتا ہے اور نایت میں نون اور ہمزہ پہلے آیا ہے اور متکلم اور مخاطب کے مابین بات غائب کی ہوتی ہے اس لئے اس کے بعد یاء آیا ہے اور اس کے بعد تاء لائے برخلاف اتین اس میں یہ اخیر میں آیا ہے۔

فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَكَلِّمِ مُفْرَدًا وَالنُّوْنُ لَهُ مَعَ غَيْرِهٖ وَالتَّاءُ لِلْمُخَاطَبِ مُطْلَقًا وَلِلْمُؤَنَّثِ وَالْمُؤَنَّثَيْنِ غَيْبَةً وَالْيَاءُ لِلْغَائِبِ غَيْرِهِمَا

ترجمہ: پس ہمزہ واحد متکلم کے لئے ہے، نون متکلم مع الغیر کے لئے ہے، تاء مخاطب کے لئے ہے مطلقاً، اور واحد و تثنیہ مؤنث غائب کے لئے ہے، درآنحالیکہ وہ واحد اور تثنیہ مؤنث غائب کے علاوہ ہو۔

مختصر تشریح

ہمزہ صرف واحد متکلم میں آتا ہے، نون صرف جمع متکلم میں آتا ہے، تاء حاضر کے تمام صیغوں میں اور غائب کے دو صیغوں میں آتی ہے اور یاء غائب کے تمام صیغوں میں آتی ہے علاوہ ان دو صیغوں کے جن میں تاء آتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مضارع کی تفصیل بیان کرنا ہے۔ چنانچہ ہمزہ واحد مذکر و مؤنث متکلم کے لئے آتا ہے۔ نون تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم کے لئے آتا ہے۔

سوال: والنون: لہ مع غیرہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ نون ایسے مفرد کے لئے جو اپنے علاوہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہو، اب چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث، تثنیہ یا جمع پس جمع مذکر و مؤنث متکلم کے لئے آتا ہے جیسے نصوم۔ اور تاء مطلق حاضر (مخاطب) کے لئے استعمال ہوتی ہے مطلقاً چاہے واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، مذکر ہو یا مؤنث نیز واحد مؤنث غائب اور تثنیہ مؤنث غائب کے لئے بھی تاء کا استعمال ہوتا ہے۔ اور یاء کا استعمال غائب میں مذکر کے تمام صیغوں کے لئے اور جمع مؤنث غائب کے لئے ہوتا ہے ہوتا ہے، واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث غائب کے علاوہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کے لئے تاء کا استعمال ہوتا ہے۔

قاعدہ

وَحُرُوْفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيِّ، وَمَفْتُوْحَةٌ فِيْمَا سِوَاهُ

ترجمہ: اور حروف مضارع مضموم ہوتے ہیں چار حرفی فعل میں، اور مفتوح ہوتے ہیں اس کے علاوہ میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: علامت مضارع، رباعی میں مضموم ہوتی ہے، رباعی سے مراد وہ فعل مضارع ہے جس کی ماضی کے پہلے صیغہ میں چار حروف ہوں خواہ سب اصلی ہوں یا زائد بھی ہوں جیسے یُکرم، یصرّف ،یُدحرج، اور اگر مضارع رباعی نہ ہو یعنی اس کے ماضی کے پہلے صیغہ میں چار حرف نہ ہو تو علامت مضارع مفتوح ہوگی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مضارع پر کیا پڑھا جائے گا اس کو بتانا ہے۔

سوال: حروف مضارع پر ضمہ کب آئے گا؟

جواب: حروف مضارع پر ضمہ اس وقت آئے گا جبکہ مضارع جس کا ماضی چار حرفی ہو چاہے اصلی ہو یا زائد ہو تو مضارع کا حرف مضموم ہوگا جیسے اکرم سے یُکرِمُ، صرَّف سے یُصرِّف ،قاتل سے یُقاتل وغیرہ ان سب کے ماضی میں چار حروف ہیں اس لئے حرف مضارع مضموم ہے۔

سوال: حروف مضارع پر فتحہ کب آئے گا؟

جواب: حروف مضارع پر فتحہ اس وقت آئے گا جبکہ مضارع جس کے ماضی میں چار سے کم یا چار سے زائد حروف ہوں تو مضارع کا حرف مفتوح ہوگا جیسے نصر سے یَنْصُر ماضی میں تین حروف ہیں اور، ابر نشق سے یَبْرَنْشِقُ: ماضی میں چار سے زائد حروف ہیں اس لئے حرف مضارع مفتوح ہے۔

سوال: ماضی میں چار حرف ہو تو مضارع مضموم اور چار سے کم یا زائد ہو تو مفتوح ایسا کیوں؟

جواب: مفتوح اس لئے ہوتا ہے تاکہ ثلاثی اور رباعی کے مضارع میں حرکت کے اعتبار سے فرق ہو جائے۔

سوال: اس کا برعکس کردیتے مضارع کہ جس کا ماضی تین حروف یا چار سے زائد ہوں تو مضموم اور چار حروف ہوں تو مفتوح ؟

جواب: جس کا ماضی تین حروف یا چار سے زائد ہوں اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس لئے فتحہ دیا کیونکہ فتحہ اخف الحرکت ہے اور جو چار حرف ہے وہ استعمال میں اس کے مقابل قلیل ہے اس لئے اس کو ضمہ دیا۔

قاعدہ

> وَلَا يُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ غَيْرُهُ إِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ نُوْنُ تَاكِيْدٍ،
> وَلَا نُوْنُ جَمْعٍ مُؤَنَّثٍ

ترجمہ: اور معرب نہیں ہوتا ہے افعال میں سے (کوئی فعل) سوائے فعل مضارع کے اس وقت جبکہ اس کے ساتھ نہ نون تاکید متصل ہو، اور نہ نون جمع مؤنث۔

مختصر تشریح

قاعدہ: فعل تین ہیں ماضی مضارع اور امر، ان میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے، اور وہ بھی اس وقت جبکہ اس کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ نہ ہو اور نونِ فاعلی (جمع مؤنث غائب وحاضر کا نون) لگا ہوا ہو اور فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اسم کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے، اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے، اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع بھی معرب ہے۔ اور جب فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید یا نون فاعلی متصل ہو تو اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک مبنی ہے اور کچھ حضرات کے نزدیک معرب ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ فعل مضارع معرب ہے جبکہ نون تاکید اور نون مؤنث کے ساتھ نہ ہو۔

سوال: فعل مضارع معرب کیوں ہے؟

جواب: (۱) فعل مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے، اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے، اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع بھی معرب ہے۔ (۲) فعل مضارع معرب اس لئے ہے کہ عامل کے بدلنے سے فعل مضارع کا آخر بدلتا ہے۔

سوال: فعل مضارع کے تمام صیغیں معرب ہے؟

جواب: فعل مضارع کے دو صیغیں جن کے آخر میں نون مؤنث آتا ہے وہ مبنی ہیں۔ اور وہ جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر ہے۔

سوال: فعل مضارع کے دو صیغیں جن کے آخر میں نون مؤنث آتا ہے وہ مبنی کیوں ہیں؟

جواب: فعل مضارع کے دو صیغیں جن کے آخر میں نون مؤنث آتا ہے وہ مبنی ہیں اس لئے کہ نون مؤنث کا ان دو صیغوں (جمع مؤنث غائب وجمع مؤنث حاضر) کے ساتھ شدت اتصال ہے اگر معرب مان کر نون مؤنث سے پہلے اعراب دیا جائے تو وسط کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اور اگر نون مؤنث کے بعد دیا جائے تو دوسرے کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اس لئے شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلۂ کلمۂ واحدہ ہوگیا ہے۔

سوال: فعل مضارع کے آخر میں نون تاکید لاحق ہو تو معرب ہوگا یا مبنی؟

جواب: فعل مضارع کے آخر میں نون تاکید لاحق ہو تو مبنی ہوگا۔ اس لئے کہ نون تاکید کا ان صیغوں کے ساتھ شدت اتصال ہے اگر معرب مان کر نون تاکید سے پہلے اعراب دیا جائے تو وسط کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اور اگر نون تاکید کے بعد دیا جائے تو دوسرے کلمہ میں میں اعراب دینا لازم آئے گا اس لئے کہ شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلۂ کلمۂ واحدہ ہوگیا ہے۔

فعل مضارع کا اعراب

وَاِعْرَابُهُ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ (۱) فَالصَّحِيْحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ ضَمِيْرٍ بَارِزٍ مَرْفُوْعٍ لِلتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالْمُخَاطَبِ الْمُؤَنَّثِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالسُّكُوْنِ مِثْلُ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ (۲) وَالْمُتَّصِلُ بِهٖ ذٰلِكَ بِالنُّوْنِ وَحَذْفِهَا مِثْلُ يَضْرِبَانِ وَيَضْرِبُوْنَ وَتَضْرِبِيْنَ (۳) وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ بِالضَّمَّةِ تَقْدِيْرًا وَالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْحَذْفُ (۴) وَالْمُعْتَلِّ بِالْاَلِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ تَقْدِيْرًا وَالْحَذْفُ (فائدہ) وَيَرْتَفِعُ اِذَا تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ يَقُوْمُ زَيْدٌ

ترجمہ: اور فعل مضارع کا اعراب رفع، نصب اور جزم ہے۔ (۱) پس وہ فعل مضارع صحیح جو تثنیہ، جمع مذکر (غائب وحاضر) اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو (اس کا اعراب حالت رفعی میں) ضمہ (حالت نصبی میں) فتحہ اور (حالت جزمی میں) سکون کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے یضربُ، لن یضربَ، لم یضربْ۔

(۲) اور وہ فعل مضارع جس سے وہ (تثنیہ، جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع) ملی ہوئی ہو (اس کا اعراب حالت رفعی میں) نون اعرابی کے ساتھ اور (حالت نصبی و جزمی میں) نون اعرابی کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے یضربان، یضربون، تضربین

(۳) اور فعل مضارع معتل واوی و یائی (کا اعراب حالت رفعی میں) ضمہ تقدیری، (حالت نصبی میں) فتحہ لفظی اور (حالت جزمی میں لام کلمہ کے) حذف کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۴) اور فعل مضارع معتل الفی (کا اعراب حالت رفعی میں) ضمہ تقدیری (حالت نصبی میں) فتحہ تقدیری اور (حالت جزمی میں لام کلمہ کے) حذف کے ساتھ ہوتا ہے۔

فائدہ: اور فعل مضارع مرفوع ہوتا ہے اس وقت جبکہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہو؛ جیسے یقوم زید۔

مختصر تشریح

فعل مضارع کے تین اعراب ہیں رفع، نصب اور جزم (اول دو اعراب اسم میں بھی ہوتے ہیں اور فعل میں بھی اور جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ جر، اسم کے ساتھ خاص ہے)۔

(۱) مضارع اگر صحیح ہو یعنی اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو، اور ضمیر بارز مرفوع (فاعلی) سے خالی ہو (نون اعرابی سے خالی ہونا) تو اس پر حالت رفعی میں لفظوں میں ضمہ آتا ہے جیسے ینصرُ اور حالت نصبی میں لفظوں میں فتحہ آتا ہے جیسے لن ینصرَ، اور حالت جزم میں سکون آتا ہے جیسے لم انصرْ اور وہ صیغے جو ضمیر بارز مرفوع (نون اعرابی سے خالی ہو) سے خالی ہوتے ہیں، پانچ ہیں: واحد مذکر غائب (یفعل) واحد مؤنث غائب (تفعل) واحد مذکر حاضر (تفعل) واحد متکلم (افعل) اور جمع متکلم (نفعل)۔

باقی سات صیغوں میں ضمیر بارز مرفوع (نون اعرابی) متصل ہوتی ہے چار صیغہ تثنیہ کے، اور تین صیغے جمع مذکر غائب، جمع مذکر حاضر اور جمع مؤنث حاضر، مذکر کے صیغوں میں واو فاعلی اور مؤنث کے صیغوں میں نون فاعلی متصل ہوتا ہے اور ایک صیغہ واحد مؤنث حاضر کا ہے اس میں ی فاعل کی لگی ہوتی ہے۔

(۲) مضارع کے جن صیغوں کے ساتھ ضمیر بارز مرفوع متصل ہوتی ہے، ان میں حالت رفعی میں نون اعرابی آتا ہے جیسے یضربان، یضربون، اور حالت نصبی اور حالت جزم میں نون اعرابی ساقط ہو جاتا ہے جیسے لم یضربا اور لم یضربوا۔

(۳) وہ مضارع جو معتل ہو یعنی آخر میں حرف علت ہو اور حرف علت واو ہو یا یاء ہو یعنی معتل واوی ہو یا یائی ہو تو اس میں حالت رفعی میں ضمہ تقدیری ہوتا ہے جیسے یَدْعو اور یرمی

اور حالت نصبی میں فتح لفظی آتا ہے جیسے لن یَدْعُوَ اور لَن یَرْمِیَ اور حالت جزم میں واو اور یاء حذف ہوجاتے ہیں جیسے لم یدعُ اور لم یرمِ۔

(۴) اور اگر فعل مضارع متعل الفی ہو تو اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے جیسے یرضیٰ اور حالت نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے جیسے لن یَرْضیٰ اور حالت جزم میں الف ساقط ہوجاتا ہے جیسے لم یَرْضَ۔

(۱) فائدہ: مصنفؒ کے نزدیک حالت رفعی میں فعل مضارع کا عامل معنوی ہوتا ہے یعنی ناصب و جازم سے خالی ہونا ہی فعل مضارع کو رفع دیتا ہے جیسے یقوم زید یہی کوفہ کے نحویوں کی رائے ہے، اور بصرہ کے نحوی کہتے ہیں کہ فعل مضارع اسم فاعل کی جگہ میں واقع ہوتا ہے اس لئے اس پر رفع آتا ہے ان کے نزدیک زید یضربُ بجائے زید ضاربٌ کے ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل مضارع کی اعراب کے اعتبار سے تفصیل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: فعل مضارع معرب کیوں ہے؟

جواب: فعل مضارع معرب اس لئے ہے کہ (۱) فعل مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے، اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے، اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع بھی معرب ہے۔ (۲) اس کا آخر عامل کے بدلنے سے بدلتا ہے۔

سوال: فعل مضارع مرفوع کب ہوگا؟

جواب: فعل مضارع مرفوع اس وقت ہوگا جبکہ عامل ناصبہ و جازمہ سے خالی ہو۔

سوال: فعل مضارع کے اعراب کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: فعل مضارع کے اعراب کی تفصیل حسب ذیل ہے: فعل مضارع کے کل ۱۴ صیغے آتے ہیں، ان میں سے دو صیغے مبنی ہے (۱) جمع مؤنث غائب۔ (۲) جمع مؤنث حاضر۔

سوال: یہ دونوں صیغے مبنی کیوں ہیں؟

جواب: یہ دونوں صیغے مبنی اس لئے ہیں کہ نون مؤنث کا ان دوصیغوں (جمع مؤنث غائب وجمع مؤنث حاضر) کے ساتھ شدت اتصال ہے اگر معرب مان کر نون مؤنث سے پہلے اعراب دیا جائے تو وسط کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اور اگر نون مؤنث کے بعد دیا جائے تو دوسرے کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اس لئے شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلۂ کلمۂ واحدہ ہو گیا ہے۔

بقیہ بارہ صیغے معرب ہیں، ان میں سے بعض نون اعرابی سے خالی ہیں اور بعض نون اعرابی کے ساتھ ہیں، عقلی طور پر فعل مضارع کی تین صورتیں ہیں: (۱) صحیح (۲) معتل واوی ویائی۔(۳) معتل الفی۔

(۱) اگر فعل مضارع صحیح ہو اور نون اعرابی سے خالی ہو تو حالت رفعی میں ضمہ لفظی کے ساتھ جیسے یضربُ۔ حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ جیسے لن یضربَ۔ حالت جزمی میں سکون لفظی کے ساتھ جیسے لم یضربْ۔

سوال: مذکورہ بالا اعراب کیوں؟

جواب: مذکورہ اعراب اس لئے ہے کہ لفظی اعراب سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

(۲) اگر فعل مضارع صحیح ہو اور نون اعرابی کے ساتھ ہو تو حالت رفعی میں نون کے ساتھ جیسے یضربان۔ اور حالت نصبی وجزمی میں نون اعرابی کے حذف کے ساتھ جیسے لن یضربا۔ لم یضربا۔

(۳) اگر فعل مضارع معتل واوی ہو یا یائی ہو اور نون اعرابی سے خالی ہو تو حالت رفعی میں ضمہ تقدیری جیسے یدعوْ۔ اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزمی میں واو اور یاء کے حذف کے ساتھ جیسے لن یدعَ اور لم یدعُ۔

سوال: حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی اور حالت جزمی میں واو اور یاء کے حذف کے ساتھ کیوں؟

جواب: ضمہ تقدیری تو ثقالت کی وجہ سے ہے، فتحہ اخف الحرکت کی وجہ سے اور جزم لم کی وجہ سے۔

(۴) اگر فعل مضارع معتل الفی ہو اور نون اعرابی سے خالی ہو تو حالت رفعی میں ضمہ تقدیری جیسے یرضی اور حالت نصبی میں فتحہ تقدیری لن یرضی کے ساتھ اور حالت جزمی میں حذف الف کے ساتھ جیسے لم یرض۔

سوال: حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ تقدیری اور حالت جزمی میں الف کے حذف کے ساتھ کیوں؟

جواب: ضمہ تقدیری تو ثقل کی وجہ سے، فتحہ تقدیری تبدیل ماہیت کی وجہ سے اور حذف الف کے ساتھ کوئی مانع نہ ہونے کی وجہ سے۔

(۵) اگر فعل مضارع واوی، یائی اور الفی ہو اور نون اعرابی کے ساتھ ہو تو حالت رفعی میں نون کے ساتھ جیسے یدعوان، یرمیان، یخشیان۔ حالت نصبی وجزمی میں نون کے حذف کے ساتھ جیسے لن یدعوا، لن یرمیا، لن یخشیا۔ لم یدعوا، لم یرمیا، لم یخشیا۔

فائدہ: جو حکم مضارع صحیح کا ہے وہی حکم مضارع مہموز، مضاعف، مثال، اجوف کا بھی ہے۔ ان سب کے صیغے مضارع صحیح کے صیغوں کی طرح آتے ہیں۔ اور لفیف مفروق و لفیف مقرون کا حکم مضارع ناقص واوی و یائی کی طرح ہے۔

نواصب مضارع کا بیان

وَيَنْتَصِبُ بِأَنْ، وَلَنْ، وَإِذَنْ، وَكَيْ، وَبِأَنْ مُقَدَّرَةً بَعْدَ حَتّٰى وَلَامِ كَيْ وَلَامِ الْجُحُوْدِ وَالْفَاءِ وَالْوَاوِ وَاَوْ - (۱) فَأَنْ مِثْلُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ، وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ: اور فعل مضارع منصوب ہوتا ہے ان، لن، اذن اور کی کی وجہ سے اور اس اَنْ

کی وجہ سے جو مقدر ہوتا ہے حتی، لام کی، لام جحد، فاء، واو، اور او کے بعد پس اَنْ جیسے اريد ان تحسن اليَّ (میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اچھا سلوک کریں) اور ان تصوموا خیر لکم (تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے)۔

مختصر تشریح

نواصب مضارع کی تفصیل: فعل مضارع کو چار حروف نصب دیتے ہیں ان، لن، اذن، کی اور ان کبھی مقدر ہوتا ہے۔

(۱) اَن ملفوظہ کی مثالیں: اريد ان تُحسِنَ اليَّ (میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرے)۔ اس میں نصب فتحہ کے ساتھ ہے۔ وان تصوموا خيرٌ لكم (اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے)۔ اس میں نصب حذف نون کے ذریعہ ہے۔ اور واو کے بعد الف قرآنی رسم الخط کے اس ضابطہ سے لکھا گیا ہے کہ جو واو جمع کے واو کے مشابہ ہوتا ہے، قرآنی رسم الخط میں اس کے بعد الف لکھا جاتا ہے۔

اور اَنْ کبھی مقدر ہوتا ہے اور وہ چھ جگہ مقدر مانا جاتا ہے (۱) حتی کے مابعد جیسے سرت حتى ادخلَ البلد (۲) لام کی کے بعد جیسے سرتُ لادخلَ البلد (۳) لام جحود کے بعد اور لام جحود وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو کر نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے ما كان الله ليعذبهم (۴) فاء سببیہ کے بعد جیسے زُرْنِي فَاُكرِمَك (۵) واو جمعیت کے بعد جیسے لا تاكل السمک و تَشْرَبَ اللبنَ (۶) او بمعنی الی اَنْ یا اِلاَّ اَنْ کے بعد جیسے لالزمنک او تعطينی حقی۔

فائدہ

وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ، وَلَيْسَتْ هٰذِهٖ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ، وَاَنْ لَّا يَقُوْمَ

ترجمہ: اور جو اَنْ علم کے بعد واقع ہو وہ ان مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے وہ یہ (اَنْ ناصبہ) نہیں ہوتا جیسے علمتُ ان سيقومُ / وان لايقومُ (میں نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ وہ

عنقریب کھڑا ہوگا/وہ کھڑا نہیں ہوگا)۔

مختصر تشریح

(۱) فائدہ: یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ علمتُ ان سیقومُ/وان لا یقومُ میں ان نے مضارع کو نصب کیوں نہیں دیا؟ جواب یہ ہے کہ فعل مضارع کو جو أنْ نصب دیتا ہے وہ ان مصدریہ ہوتا ہے اور مذکورہ مثالوں میں أنْ مخففہ من المثقلہ ہے، یہ نصب نہیں دیتا، کیونکہ علم اور اس کے مشتقات کے بعد جو أنْ آتا ہے وہ مخففہ ہی ہوتا ہے۔

قاعدہ

وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ فَفِيْهَا الْوَجْهَانِ

ترجمہ: اور جو أنْ، ظن کے بعد واقع ہو، اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔

مختصر تشریح

(۲) قاعدہ: ظنَّ اور اس کے مشتقات کے بعد جو أنْ آتا ہے وہ مصدریہ بھی ہوسکتا ہے اور مخففہ بھی، پس وہاں دونوں اعراب درست ہیں جیسے ظننت ان سیقومَ/سیقومُ ظننت ان لا یقومَ/ان لا یقومُ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد أنْ، ظن یا اس کے مشتقات کے بعد آئے گا تو أنْ میں دو وجہیں جائز ہیں اس کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔(۱) أنْ مخففہ من المثقلہ (۲) أنْ مصدریہ

سوال: أنْ مخففہ من المثقلہ کیوں جائز ہے؟

جواب: أنْ مخففہ من المثقلہ ظن، غلبہ وقوع پر دلالت کرتا ہے لہذا أنْ مخففہ من المثقلہ اس کے حال کے مطابق ہوگا کیونکہ وہ تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: أَن مصدریہ کیوں جائز ہے؟

جواب: ظن میں وقوع کا یقین نہیں ہوتا اور أَنْ مصدریہ میں بھی یقین نہیں ہوتا اس لئے أَنْ مصدریہ ظن کے بعد مقدر ماننا مناسب ہوگا جیسے ظننت ان سیقوم، سیقومُ اور ظننت ان لایقوم، یقومُ۔

سوال: ان مخففہ کے لئے کیا چیز واجب ہے؟

جواب: ان مخففہ کے لئے واجب ہے کہ اس کے بعد ان چار سین، سوف، قد، لاء نفی میں سے کوئی ایک ہو۔

(۲) وَلَنْ مِثْلُ "لَنْ اَبْرَحَ" وَمَعْنَاهَا نَفْيُ الْمُسْتَقْبِلِ

ترجمہ: (۲) اور لن جیسے لن ابرح (میں ہرگز نہیں ہٹوں گا) اور اس کے معنی مستقبل کی نفی کرنا ہے۔

مختصر تشریح

(۲) لن کی مثال: فلن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی پس میں تو ہرگز اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے ابا مجھے (حاضری کی) اجازت دیں (سورۂ یوسف آیت ۸۰) اور لن زمانہ مستقبل میں تاکید کے ساتھ نفی کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: حروف ناصبہ میں سے لن کو بیان کرنا ہے۔ اس کے دو عمل ہیں: (۱) لفظاً (۲) معنیً۔

لفظاً عمل یہ ہے کہ فعل مضارع کو نصب کرتا ہے جیسے فلن ابرح الارض حتی یاذن

لی ابی (پس میں تو ہرگز اس زمین سے ٹلتا نہیں اس وقت تک جب تک میرے ابا مجھے (حاضری کی) اجازت دیں) سورہ یوسف: آیت ۸۰۔

معنیٔ عمل یہ ہے کہ فعل مضارع کو مستقبل منفی کے معنیٰ میں کر دیتا ہے۔

سوال: لن مستقل حرف ہے یا نہیں؟

جواب: امام سیبویہ کے نزدیک مستقل حرف ہے جو اپنی اصل سے بدلا ہوا نہیں۔ اور امام فراء کے نزدیک لن کی اصل لا ہے پس الف کو نون سے بدل دیا لن ہو گیا۔ امام خلیل کے نزدیک لن اصل میں لاانْ ہے کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا لن ہو گیا۔

(۳) وَاِذَنْ (الف) اِذَا لَمْ یَعْتَمِدْ مَا بَعْدَهَا عَلٰی مَا قَبْلَهَا ،وَ كَانَ الْفِعْلُ مُسْتَقْبِلًا مِثْلُ "اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ"

ترجمہ: اور اِذَن (فعل مضارع کو نصب دیتا ہے) اس وقت جبکہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر اعتماد کئے ہوئے نہ ہو اور فعل مستقبل ہو جیسے اذن تدخل الجنة (تب تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے)۔

مختصر تشریح

(۳) اذن دو شرطوں کے ساتھ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) اذن کا مابعد اذن کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اس کا مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو۔

(۲) فعل میں مستقبل کے معنی ہوں، حال کے معنی نہ ہوں، جیسے کسی نے کہا اسلمت میں نے اسلام قبول کیا آپ نے کہا اذن تدخل الجنة تب تو تو جنت میں جائے گا یہاں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے اذن نے فعل مضارع کو نصب دیا اور اگر کسی نے کہا انا آتیک میں آپ کے پاس آؤں گا آپ نے کہا اذن اکرمُک تب میں آپ کا اکرام کروں گا (یہاں پہلی شرط مفقود ہے اس لئے اذن نے نصب نہں دیا ہے) اور ایک شخص نے آپ سے

کوئی بات کہی آپ نے کہا انا اذن اظنک کاذباً اب میں آپ کو جھوٹا خیال کرتا ہوں (یہاں دوسری شرط مفقود ہے اس لئے اذن نصب نہیں آیا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف ناصبہ میں سے اذن کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اذن فعل مضارع کو کب نصب دیتا ہے؟

جواب: اذن فعل مضارع کو دو شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) اذن کا مابعد اذن کے ماقبل کا معمول نہ ہو۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فعل مستقبل ہو۔

سوال: اذن کا مابعد اذن کے ماقبل کا معمول نہ ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ دو عاملوں (خود اذن اور دوسرا اس کا ماقبل) کا معمول واحد پر داخل ہونا لازم نہ آئے۔

سوال: فعل مستقبل ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: فعل مستقبل ہو یہ شرط اس لئے ہے کہ اذن کا مابعد جواب اور جز ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں استقبال میں ہی پائی جاسکتی ہیں جیسے آپ کا قول اسلمت (میں نے اسلام قبول کیا) تو آپ نے کہ اذن تدخل الجنۃ (تب تو، تو جنت میں جائے گا)۔

فائدہ: اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو نصب نہیں دے گا جیسے انا اذن احسن الیک اور جیسے تیرا قول اس آدمی سے جو تم سے گفتگو کر رہا ہو اذن اظنک کاذبا (آپ کو میں جھوٹا خیال کرتا ہوں) پہلی مثال میں مابعد اذن ماقبل کا معمول ہے اور دوسری مثال میں مستقبل کے معنی ہونے کے بجائے حال کے معنی میں ہے یا دونوں شرطیں بیک وقت فوت ہوں جیسے آپ اس آدمی سے جو آپ سے گفتگو کر رہا ہے انا اذن اظنک کاذبا تو رفع واجب ہوگا اور مضارع منصوب نہیں ہوگا۔

(ب) وَاِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْوَاوِ وَالْفَاءِ فَالْوَجْهَانِ

ترجمہ: اور جب اذن واو اور فا کے بعد واقع ہو، تو وہاں دوصورتیں جائز ہیں۔

مختصر تشریح

(ب) اور جب اذن واو یا فا کے بعد آئے تو رفع اور نصب دونوں جائز ہیں، جیسے کسی نے کہا انا آتیک آپ نے کہا و اذن / فاذن، اکرِمُک / اکرِمَک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب اِذَن واوَ یا فا کے بعد واقع ہو تو مضارع کا نصب ورفع دونوں جائز ہیں۔

اذن، فاء کے بعد واقع ہو جیسے کسی نے کہا انا آتیک (میں آپ کے پاس آوں گا) آپ نے کہا فاذن اکرمُک فاذنْ اکرمَک۔

اذن، واو کے بعد ہو جیسے و اذنْ اکرمُک و اذن اکرمَک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد و اذن لا یلبثون خلافک میں لا یلبثو ابھی پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: اس میں رفع پڑھنا کیوں جائز ہے؟

جواب: رفع اس لئے جائز ہے کہ شرط (اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد نہ کرنا) مفقود ہے کیونکہ اذن کا مابعد، ماقبل پر اعتماد کئے ہوئے ہے اور وہ واو ہے اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: نصب پڑھنا کیوں جائز ہے؟

جواب: نصب اس لئے جائز ہے کہ عاطف کے ذریعہ اعتماد کمزور ہے پس جب اعتماد کا لحاظ کیا جائے گا تو رفع پڑھا جائے گا اور جب اعتماد کی کمزوری کا اعتبار کیا جائے تو نصب کی گنجائش نکل آئے گی۔

(۴)وَ کَیْ مِثْلُ "اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ" وَمَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةُ

(۴) اور کی جیسے اسلمت کی ادخل الجنة (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہوجاؤں) اوراس کے معنی سببیت کے ہیں۔

مختصر تشریح

(۴) کَیۡ کی مثال اسلمت کی ادخل الجنة (اسلام قبول کیا میں نے تاکہ جنت میں جاؤں) اور کی سببیت کے لئے ہوتا ہے یعنی اس کا ماقبل مابعد کا سبب ہوتا ہے جیسے اسلام لانا دخول جنت کا سبب ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف نواصب میں سے کی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: کی، کس لئے آتا ہے؟

جواب: کی، سبب کے لئے آتا ہے۔سبب کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل، مابعد کے لئے سبب ہو جیسے اسلمت کیۡ اَدۡخلَ الجنةَ، اسلمت کیْ کا ماقبل ہے جوسبب بنتا ہے، دخول جنت کے لئے۔ کی کا ناصب ہونا کوفیین کے نزدیک ہے اور یہی مصنفؒ کا قول ہے اوریہی پسندیدہ ومختار قول ہے۔بصریین حضرات کے نزدیک کیُ کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کونصب کرتا ہے کیونکہ لام کا دخول کی پر درست ہے جیسے لکیلا یکون علی المؤمنین حرج۔

❁ ❁ ❁

ان مقدرہ کی وجہ سے مضارع کا منصوب ہونا

(١) وَحَتّٰى إِذَا كَانَ مُسْتَقْبِلاً بِالنَّظَرِ إِلٰى مَا قَبْلَهَا بِمَعْنٰى كَيْ أَوْ إِلٰى مِثْلُ أَسْلَمْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ كُنْتُ سِرْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ الْبَلَدَ وَأَسِيْرُ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ

ترجمہ: (١) اور (ان مقدر ہوتا ہے) حتی (کے بعد) جب کے فعل مضارع مستقبل ہو حتی کے ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے، درآنحالیکہ وہ کی یاالی کے معنی میں ہو؛ جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوجاؤں) کنت سرت حتی ادخل البلد (میں چلا تھا تا کہ شہر میں داخل ہوجاؤں / یا شہر میں داخل ہونے تک) اسیر حتی تغیب الشمس (میں چلوں گا سورج غروب ہونے تک)۔

مختصر تشریح

(١) حتی کے بعد ان مقدر رہتا ہے اور وہ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور یہ بات جب ہے کہ حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہو اس وقت حتی بمعنی کی یا بمعنی الی ہوتا ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ اسلام قبول کیا میں نے تا کہ جنت میں جاؤں، یہ حتی بمعنی کی کی مثال ہے اس میں حتی کا مابعد یعنی دخول جنت اس کے ماقبل یعنی اسلام لانے کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

دوسری مثال: کنتُ سرتُ حتی ادخل البلد: یہ حتی بمعنی کی کی مثال بھی ہو سکتی ہے اور حتی بمعنی الی کی بھی، اگر متکلم نے سببیت کا قصد کیا ہے تو حتی بمعنی کی ہے یعنی میں چلا تھا تا کہ شہر میں داخل ہوجاؤں، اور اگر متکلم کا مقصود غایت اونہایت بیان کرنا ہے تو حتی بمعنی الی ہے یعنی میں چلا تھا یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہوا، اور دونوں صورتوں میں حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

تیسری مثال: اسیرُ حتی تغیب الشمسُ آفتاب کے غروب ہونے تک میں چل رہا ہوں یہ حتی بمعنی الی کی مثال ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اَن مقدرہ کی وجہ سے فعل مضارع، منصوب ہوتا ہے۔

سوال: اَن مقدرہ کہاں ہوتا ہے؟

جواب: اَن مقدرہ ہوتا ہے سات چیزوں کے بعد (۱) حتیٰ (۲) لامِ کی (۳) لام الجحود (۴) فاء (۵) واو (۶) او (۷) عاطفہ۔

سوال: حتی کا مابعد اَن مقدر ہو کر مضارع منصوب کب ہوگا؟

جواب: حتی کا مابعد اَن مقدر ہو کر مضارع منصوب اس وقت ہوگا جبکہ حتی کے ما بعد کا مضمون حتی کے ماقبل والے مضمون کے مقابلہ میں استقبال پر دلالت کرے۔ یہ شرط اس لئے ہے کہ ناصبہ طمع اور رجاء کے لئے ہوتا ہے اور یہ مفہوم فقط فعل مستقبل میں ہوتا ہے۔

سوال: اس وقت حتیٰ کس معنیٰ میں ہوگا؟

جواب: اس وقت حتیٰ، کی یا الیٰ کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔

حتیٰ بمعنیٰ کی: جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ (اسلام قبول کیا میں نے تاکہ میں جنت میں جاؤں) اس میں حتیٰ بمعنی کی ہے اور اس میں حتیٰ کا مابعد دخول جنت اس کے ماقبل اسلام لانے کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

حتیٰ بمعنیٰ الیٰ: جیسے اسیر حتی تغیب الشمس (آفتاب کے غروب ہونے تک میں چل رہا ہوں) اس میں حتیٰ بمعنیٰ الیٰ ہے۔

سوال: کیا کوئی ایسی مثال ہے جس میں حتیٰ بمعنیٰ کی کا بھی احتمال رکھتی ہو اور حتی بمعنی الیٰ اَن کا بھی احتمال رکھتی ہو؟

جواب: ہاں! وہ مثال کنت سرت حتی ادخل البلد ہے (میں چلا تھا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو گیا) یہ مثال حتی بمعنی الی ان ہونے کا بھی احتمال رکھتی ہے اور حتی بمعنی (کیْ) کا بھی احتمال رکھتی ہے۔

سوال: حتیٰ، الیٰ انْ کے معنیٰ میں کب ہوگا؟

جواب: حتیٰ، الیٰ انْ کے معنیٰ میں اس وقت ہوگا جبکہ متکلم کا مقصود غایت اور نہایت بیان کرنا ہو اس وقت کنت سرت حتی ادخل البلد کا ترجمہ ہوگا: میں چلا تھا یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہوں۔

سوال: حتیٰ بمعنیٰ کَیْ کب ہوگا؟

جواب: حتیٰ بمعنیٰ کَیْ اس وقت ہوگا جبکہ متکلم نے سببیت کا قصد کیا ہو اس وقت کنت سرت حتی ادخل البلد کا ترجمہ ہوگا: میں چلا تھا کہ شہر میں داخل ہوؤں۔

قاعدہ

فَاِنْ اَرَدْتَ الْحَالَ تَحْقِيْقًا اَوْ حِكَايَةً كَانَتْ حَرْفَ اِبْتِدَاءٍ فَتُرْفَعُ وَتَجِبُ السَّبَبِيَّةُ مِثْلُ مَرِضَ حَتّٰى لَا يَرْجُوْنَهُ۔

ترجمہ: پس اگر آپ ارادہ کریں زمانہ حال کا حقیقۃً یا حکایت کے طور پر، تو حتی حرف ابتدا ہوگا پس (اس کے بعد فعل مضارع کو) رفع دیا جائے گا، اور سببیت واجب ہوگی؛ جیسے مرض حتی لا یرجونہ (وہ بیمار ہو گیا یہاں تک کہ اہل خانہ کو اس کی امید نہیں رہی)۔

مختصر تشریح

(۱) قاعدہ: اگر حتی کے مابعد سے زمانہ حال کا ارادہ کریں، خواہ حقیقۃً خواہ حکایۃً تو اس وقت حتی ابتدائیہ (استینافیہ) ہوگا، اور اس کے مابعد مرفوع ہوگا، کیونکہ اس صورت میں

حتی کے مابعد کا ماقبل سے ارتباط ختم ہو جائے گا اس لئے سببیت ضروری ہوگی تا کہ ارتباط معنوی باقی رہے جیسے مَرِضَ حتی لا یَرجُونَہ وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ لوگ اس سے نا امید ہو گئے، اس میں حتی کے مابعد میں زمانۂ حال میں مایوس ہونا مراد ہے، اس لئے فعل مضارع مرفوع ہے (نون اعرابی نہیں گرا) اور سببیت باقی ہے، کیونکہ مایوسی بیماری کی شدت کی وجہ سے ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ حتی کا مابعد مرفوع ہوگا۔

سوال: حتی کا مابعد مرفوع کب ہوگا؟

جواب: جب حتی کے مابعد سے زمانہ حال کا ارادہ کریں چاہے حقیقتاً ہو یا حکایۃً تو اس وقت حتی ابتدائیہ (استینافیہ) ہوگا اور فعل مضارع مرفوع ہوگا۔ حقیقتاً حال کی مثال جیسے سرت حتی ادخل: مثال مذکور میں دخول کی حالت میں سیر کی خبر دی جا رہی ہے۔ حکایۃً حال کی مثال: جیسے سرت الیوم حتی ادخل البلد امس۔

سوال: حتی ابتدائیہ کے لئے کوئی شرط ہے؟

جواب: ہاں! اس کے لئے شرط ہے کہ ماقبل مابعد کے لئے سبب بنے جیسے مرض فلان حتی لا یرجونہ (وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ لوگ اس سے ناامید ہو گئے) اس میں حتی کے مابعد میں زمانۂ حال میں مایوس ہونا مراد ہے اس لئے فعل مضارع مرفوع ہے (نون اعرابی نہیں گرے گا) اور سببیت باقی ہے کیونکہ مایوسی بیماری کی شدت کی وجہ سے ہے۔

سوال: حتی جب حرف ابتدا ہوگا تو ماقبل کا مابعد کے لئے سبب ہونا شرط کیوں؟

جواب: حتی جب حرف ابتدا ہوگا تو ماقبل کا مابعد کے لئے سبب ہونا ضروری ہے اس لئے کہ جب اتصال لفظی ختم ہو گیا تو اتصال معنوی ماننا ہوگا اور معنوی اتصال ماقبل، مابعد کے لئے سبب ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ الرَّفْعُ فِيْ "كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا" فِي النَّاقِصَةِ وَ"اَسِرْتَ حَتّٰى تَدْخُلَهَا"

ترجمہ: اوراسی وجہ سے رفع پڑھنا ممتنع ہے کان سیری حتی ادخلھا میں کان کے ناقصہ ہونے کے وقت، اور اسرت حتی تدخلھا؟ میں۔

مختصر تشریح

(۲) تفریع: جب حتی کے مابعد سے زمانہ حال کا ارادہ کریں خواہ حقیقۃً خواہ حکماً تو حتی ابتدائیہ ہوتا ہے اور اس کا مابعد مرفوع ہوتا ہے، پس کان سیری حتی ادخلَھا میں اگر ناقصہ ہو تو حتی کا مابعد مرفوع نہیں ہوسکتا، کیونکہ مرفوع ہونے کی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور اس کے ماقبل کا مابعد سے انقطاع ہوجائے گا، پس کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائے گا، بلکہ نصب پڑھیں گے تاکہ اَنْ مقدر ہو اور فعل مضارع بتاویل مصدر ہوکر حتی کا مجرور ہو، پھر جار مجرور کان کی خبر بنیں۔

امتناع رفع کی دوسری مثال :اسِرتَ حتی تدخلَھا ہے، یہاں اگر فعل مضارع مرفوع ہو اور حتی ابتدائیہ ہو تو سببیت ضروری ہوگی، حالانکہ سبب ہونا متعذر ہے، کیونکہ حتی کا ماقبل استفہام کی وجہ سے مشکوک ہے اور مابعد متیقن ہے، پس مشکوک امر متیقن کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مذکورہ قاعدہ پر ایک تفریع کو بیان کرنا ہے جب حتی کے مابعد سے زمانہ حال کا ارادہ کریں چاہے حقیقۃً ہو یا حکماً تو حتی ابتدائیہ ہوتا ہے اور اس کا

مابعد مرفوع ہوتا ہے پس کان سیری حتی ادخلھا میں اگر کان ناقصہ ہوتو حتی کا مابعد مرفوع نہیں ہوسکتا بلکہ رفع محال ہے اس لئے کہ اگر مذکورہ مثال میں کان ناقصہ کی وجہ سے رفع پڑھا جائے تو حتی کا مابعد مستقل جملہ ہوگا اس لئے کہ حتی ابتدائیہ ہے اور کان ناقصہ بلا خبر کے رہ جائیگا جو فساد معنی کی وجہ سے درست نہیں بلکہ نصب پڑھیں گے تا کہ ان مقدر ہو اور فعل مضارع مصدر کی تاویل میں ہوکر حتی کا مجرور ہو پھر جار مجرور مل کر کان کی خبر بنیں۔

امتناع رفع کی دوسری مثال: اَسِرتَ حتی تدخلَھا اس جگہ بھی فعل مضارع کو رفع نہیں پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ حتی ابتدائیہ مانے تو اتصال لفظی ختم ہوجائے گا تو اتصال معنوی ماننا پڑے گا اور اتصال معنوی یہ ہے کہ ماقبل، مابعد کے لئے سبب بنے اور یہاں سبب نہیں بن سکتا اس لئے ہمزہ استفہام کی وجہ سے شک ہے اور شک میں سبب بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے کہ حتی کا ماقبل استفہام کی وجہ سے مشکوک ہے اور مابعد متیقن پس مشکوک امر متیقن کا سبب کیسے بن سکتا ہے۔

وَجَازَ فِي التَّامَّةِ كَانَ سَيْرِي حَتّٰى اَدْخُلُهَا
وَاَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلُهَا

ترجمہ: اور جائز ہے کان کے تامہ ہونے کے وقت کان سیری حتی ادخلھا اور ایھم سار حتیٰ یدخلھا؟ (رفع کے ساتھ)۔

مختصر تشریح

ہاں! پہلی مثال کان سیری حتی ادخلہ میں اگر کان تامہ ہو تو رفع جائز ہے کیونکہ کان تامہ کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح کان سیری حتی ادخلھا اور ایھم سار حتیٰ یدخلھا؟ میں بھی رفع جائز ہے، کیونکہ یہاں حتی کا ماقبل مشکوک نہیں، پس وہ سبب بن سکتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد یہ ہے کہ اگر پہلی مثال کان سیری حتی ادخلها میں کان تامہ ہو تو پھر رفع پڑھنا جائز ہے۔

سوال: کان سیری حتی ادخلها میں رفع پڑھنا کیوں جائز ہے؟

جواب: حتی حرف ابتدائیہ ہو جائے گا گو حتی کا مابعد مستقل جملہ ہونے کی وجہ سے ماقبل سے تعلق نہیں رکھتا چونکہ کان تامہ یہ اسم سے پورا ہو جاتا ہے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی

سوال: أَسَیرِیْ حتی ادخلها میں علت بیان کی کہ حتی ابتدائیہ نہیں مان سکتے اس لئے کہ اگر مانے تو ماقبل کا مابعد کے لئے سبب ہونا ضروری ہے اور یہاں ہمزۂ استفہام کی وجہ سے شک ہو گیا تو رفع جائز نہیں تو ایھم سار حتی یدخلها اس جگہ بھی ہمزہ استفہام ہے اس میں بھی شک ہے تو اس کو بھی رفع پڑھنا درست نہیں ہونا چاہئے حالانکہ آپ جائز قرار دیتے ہیں؟

جواب: اسرتَ اور ایھم دونوں میں فرق ہے اسرتَ میں نفس سیر میں شک ہے اور ایھم میں شک نہیں بلکہ فاعل کی تعیین میں شک ہے بالفاظ دیگر سبب میں شک نہیں بلکہ فاعل میں شک ہے اگر سبب میں شک ہوتا تو رفع جائز نہیں ہوتا۔

(۲)وَلَامُ کَیْ مِثْلُ "اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ"

ترجمہ: اور لام کی (کے بعد)؛ جیسے اسلمت لادخل الجنة (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاوں)

مختصر تشریح

لام بمعنی کَیْ کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے، جیسے اسلمت لادخل الجنة۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد منصوبات میں سے لام کیْ کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اس کو بیان کرنا ہے جیسے اسلمت لادخل الجنۃ ای اسلمت لان ادخل الجنۃ ہے۔

سوال: لام کیْ کے بعد اَن مقدر کیوں ہوتا ہے؟

جواب: لام کیْ حرف جر میں سے ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے لیکن یہاں پر فعل پر داخل کرنا ہے اس لئے اَنْ مقدر مانیں گے تا کہ مصدر کی تاویل میں ہو جائے۔

سوال: لام کیْ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: لام کیْ (سبب) کے معنی میں ہوتا ہے اس لئے اس کو لام کیْ کہا جاتا ہے۔

(۳)وَلَامُ الْجُحُوْدِ لَامُ تَاكِيْدٍ بَعْدَ النَّفْيِ لِكَانَ مِثْلُ (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ)

ترجمہ: (۳) اور لام جحود (کے بعد اور وہ) وہ لام تاکید ہے جو کان کی نفی کے بعد آتا ہے؛ جیسے وما کان اللہ لیعذبھم (ایسا نہیں ہے کہ اللہ ان کو عذاب دے)۔

مختصر تشریح

(۳) لام جحود کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے اور لام جحود وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو کر نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے وما کان اللہ لیعذبھم۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد منصوبات میں سے لام جحود کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: لام جحود کس لئے آتا ہے؟

جواب: لام جحود (لام تاکید) کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے یہ لام جحود کان کے بعد نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور یہ لام زائدہ ہوتا ہے جیسے وما کان اللہ لیعذبھم اس مثال میں کان منفی کے بعد لام داخل ہے۔

سوال: لام جحود اور لام کیْ کے درمیان فرق کیا ہے؟

جواب: لام جحود اور لام کیْ کے درمیان فرق یہ ہے: (۱) لام کیْ علت بیان کرنے کے لئے آتا ہے اور لام جحود علت بیان کرنے کے لئے نہیں آتا بلکہ نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ (۲) لام کیْ کو حذف کرنے سے معنی میں خرابی آتی ہے برخلاف لام جحود کے اس کو حذف کرنے سے معنی میں خرابی نہیں آتی ہے اس لئے کہ یہ لام، لام زائدہ ہے۔

(۴) وَالْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا اَلسَّبَبِيَّةُ، وَالثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ قَبْلَهَا اَمْرٌ، اَوْ نَهْيٌ، اَوِاسْتِفْهَامٌ، اَوْ نَفْيٌ، اَوْ تَمَنٍّ، اَوْ عَرْضٌ،

ترجمہ: اور فاء (کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ، ان میں سے ایک سببیت ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی یا عرض ہو۔

مختصر تشریح

فاء کے بعد دو شرطوں کے ساتھ اَنْ مقدر ہوتا ہے (۱) فاء کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہو۔

(۲) فاء سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو یعنی امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض میں سے کوئی ایک سبب ہو۔ امر کی مثال زرنی فاکرِمَک۔ نہی کی مثال لا تشتمنی فاضربَک۔ استفہام کی مثال ھل عندک ماء فاشربہ۔ نفی کی مثال ما تأتینا فتحدثنا۔ تمنی کی مثال لیت لی مالاً فانفقَہ۔ عرض کی مثال الا تنزل بنا فتصیب خیراً ان سب صورتوں میں اَن مقدر ہوگا اور فاء کا مابعد بتاویل مصدر ہو کر معطوف ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد منصوبات میں سے فاء کے بعد اَنْ مقدر ہونے کو بیان کرنا ہے۔

سوال: فاء کے بعد اَنْ مطلقاً مقدر ہوتا ہے؟

جواب: نہیں بلکہ فاء کے بعد بھی دو شرطوں کے ساتھ اَنْ مقدر ہوتا ہے۔اور وہ یہ ہیں: (۱) فاء کا ماقبل، مابعد کے لئے سبب ہو۔ (۲) فاء کے ماقبل امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی ،عرض میں سے کوئی ایک ہو۔

سوال: فاء کا ماقبل، مابعد کے لئے سبب ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے ہے کہ رفع سے نصب کی طرف عدول سبب پر صراحت کے لئے ہے اس لئے کہ لفظ کا تغیر معنی کے تغیر پر دلالت کرتا ہے جب نصب پڑھا جائے گا تو اتصال لفظی پایا جائے گا اس لئے کہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے اور اتصال لفظی اتصال معنوی پر دلالت کرتا ہے اور اتصال معنوی سبب ہے۔

سوال: فاء کے ماقبل امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی، عرض میں سے کوئی ایک ہو یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: نادان کے وہم کو دور کرنے کے لئے کہ فاء کے ماقبل ان چھ چیزوں میں سے کوئی نہ ہو تو نادان سوچے گا کہ فاء کے ماقبل کا عطف مابعد پر ہے ان چھ چیزوں میں سے کوئی فاء کے ماقبل ہوگی تو نادان کا وہم دور ہو جائے گا، اس لئے کہ فاء کا ماقبل انشاء ہے اور مابعد خبر اور خبر کا انشا پر عطف درست نہیں ہے۔

امر کی مثال: زرنی فاکرمک۔ نہی کی مثال: لاتشتمنی فاضربک۔ استفہام کی مثال: هل عندکم ماء فاشربه۔ نفی کی مثال: ماتأتینا فتحدثنا۔ تمنی کی مثال: لیت لی

مالا فانفقه۔ عرض کی مثال: الا تنزل بنا فتصیب خیرا۔

فائدہ: دعا امر و نہی میں داخل ہے جیسے اللھم اغفرلی فافوز اور لا تؤاخذنی فاھلک۔ تخصیص نفی میں داخل ہے لو لا انزل علیه ملک فیکون معه نذیرا۔ ترجی تمنی میں داخل ہے جیسے لعلی ابلغ الاسباب اسباب السموات فاطلعَ الی اله موسی ان سب کے بعد بھی اَن مقدر ہوگا۔

(۵) وَالْوَاوُ بِشَرْطَيْنِ اَلْجَمْعِيَّةُ، وَاَنْ يَّكُوْنَ قَبْلَهَا مِثْلُ ذٰلِكَ

ترجمہ: اور واؤ (کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ: (۱) جمعیت (۲) اس سے پہلے اسی طرح کی چیزیں ہوں۔

مختصر تشریح

(۵) واو کے بعد دو شرطوں کے ساتھ اَنْ مقدر ہوتا ہے (۱) ایک جمعیت یعنی واو کا ما قبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کے حصول کا زمانہ ایک ہو (۲) واو سے پہلے مذکورہ اشیائے ستہ میں سے کوئی چیز ہو، اور واو کی مثالیں فاء کی مثالیں ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد منصوبات میں سے واو کے بعد اَنْ مقدر ہونے کو بیان کرنا ہے۔

سوال: واو کے بعد اَنْ مطلقاً مقدر ہوتا ہے؟

جواب: نہیں بلکہ واو کے بعد دو شرطوں کے ساتھ اَنْ مقدر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

(۱) واو جمع کے لئے ہو۔ (۲) چھ چیزوں میں سے (امر، نہی، استفہام وغیرہ) کوئی ایک ہو۔

سوال: جمع سے کیا مراد ہے؟

جواب: جمع سے جمع مطلق نہیں بلکہ جمع سے مراد مابعد میں جو زمانہ پایا جاتا ہے وہی زمانہ ماقبل میں بھی پایا جاتا ہو۔

سوال: یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط لگائی اس لئے کہ لفظ کی تبدیلی معنی کی تبدیلی پر دلالت کرتی ہے۔

سوال: دوسری شرط کیوں لگائی؟

جواب: چھ چیزوں میں سے (امر، نہی، استفہام وغیرہ) کوئی ایک ہو، تاکہ واو کے مابعد کا ماقبل پر معطوف ہونے کا وہم دور ہو سکے؛ کیونکہ خبر کا انشا پر عطف نہیں ہوتا۔

مذکورہ تمام مثالوں میں فاء کی جگہ واو رکھ دیں تو واو کی مثالیں بن جائیں گی۔

(٦)وَاَوْ بِشَرْطِ مَعْنٰی "اِلٰی اَنْ" اَوْ "اِلَّا اَنْ"

ترجمہ: اور او (کے بعد) الی ان یا الا ان کے معنی کی شرط کے ساتھ۔

مختصر تشریح

(٦) او کے بعد اَنْ اس وقت مقدر ہوتا ہے جب کہ وہ بمعنی الی یا الا ہو جیسے لالزمنک او تعطینی حقی سیبویہ کے نزدیک او بمعنی الا ہے اور دیگر نحویوں کے نزدیک بمعنی الی ہے یعنی میں کسی وقت تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا مگر یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دے دے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد منصوبات میں سے او کے بعد اَنْ مقدر ہونے کو بیان کرنا ہے۔

سوال: او کے بعد اَنْ مطلقاً مقدر ہوتا ہے؟

جواب: نہیں! بلکہ او کے بعد ایک شرط ساتھ اَنْ مقدر ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ

او، الی اَنْ، یاإلاّ اَن کے معنی میں ہو جیسے لالزمنک او تعطینی حقی (میں کسی وقت تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا مگر یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دے دے) سیبویہ کے نزدیک او بمعنی الا ہے اور دیگر نحویوں کے نزدیک او بمعنی الی ہے۔

سوال: مصنفؒ کا قول صحیح نہیں اس لئے کہ او جب الیٰ اَنْ یاإلاّ اَنْ کے معنی میں ہوگا اور اس کے بعد ان مقدر ہوگا تو اَنْ کی تکرار لازم آئے گی؟

جواب: مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ اَوْ، اَنْ مقدرہ کے ساتھ مل کر الیٰ اَنْ یاإلاّ اَنْ کے معنی میں ہو۔

سوال: تو مصنفؒ نے بشرط معنی الی او الاّ کیوں نہیں کہا؟

جواب: یہ بتانا مقصود ہے کہ جب وہ الی یا الا کے معنی میں ہوگا تو اَنْ مقدر کا ہونا واجب ہے۔

(۷)وَالْعَاطِفَةُ إِذَا كَانَ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ إِسْمًا

ترجمہ: اور حروف عاطفہ (کے بعد) جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو۔

مختصر تشریح

حروف عاطفہ کے بعد بھی خواہ مذکورہ حروفِ عاطفہ ہوں یا ان کے علاوہ اَنْ مقدر رہتا ہے بشرطیکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی ضربک زیداً او تشتمَ / فتشتم / ثم تشتمَ۔ جب معطوف علیہ اسم صریح ہو تو واو اور فاء کے بعد تقدیر اَنْ کے لئے کوئی شرط نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد منصوبات میں سے حروف عطف کے بعد اَنْ مقدر ہونے کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فعل مضارع حروف عاطفہ کے بعد مذکور ہو اور معطوف علیہ اسم صریح ہو تو حروف عاطفہ کے بعد اَن مقدر ہوگا جیسے اعجبنی قیا مک وتخرج، اعجبنی ضربک زیدا او تشتمَ فتشتمَ، ثم تشتمَ۔

سوال: حروف عطف کے بعد فعل مضارع مذکور ہو تو اَنْ مقدر کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اَنْ مقدر اس لئے ہوتا ہے کیونکہ عطف الجملہ علی المفرد لازم آتا ہے جب اَنْ مقدر مانیں گے تو عطف المفرد علی المفرد ہو جائے گا۔

(۲) جب معطوف علیہ اسم ہوگا اور حروف عاطفہ کے بعد فعل ہے، تو فعل کا عطف اسم پر لازم آئے گا اس لئے اَنْ مقدر مانا تاکہ اسم کی تاویل میں ہو جائے اور عطف درست ہو جائے۔

(۸) وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ، وَالْعَاطِفَةِ

ترجمہ: اور جائز ہے اَنْ کو ظاہر کرنا لام کی اور حروف عاطفہ کے ساتھ۔

مختصر تشریح

قاعدہ: لام کی اور حروف عاطفہ کے ساتھ جبکہ مضارع کا اسم صریح پر عطف کیا گیا ہو تو اَنْ مصدریہ کا اظہار جائز ہے جیسے جئتک لان تکرمنی، اعجبنی قیامک وان تذھب۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ لام کیُ اور حروف عاطفہ کے بعد اَنْ کا اظہار درست ہے (جبکہ مضارع کا اسم صریح پر عطف کیا گیا ہو) جیسے جئتک لان تکرمنی اور اعجبنی قیامک واَنْ تذھب۔

سوال: لام کیُ کے بعد اَنْ کا اظہار جائز کیوں؟

جواب: تاکہ لام جحود اور لام کیُ کے درمیان فرق ہو جائے۔

سوال: فرق ہی مقصود ہے تو اس کے برعکس کر دیتے؟

جواب: لام کیُ اصل ہے اور لام جحود فرع ہے اور زائدہ بھی ہے۔

سوال: حروف عاطفہ کے بعد اَنْ کا ظاہر کرنا کیوں جائز ہے؟

جواب: اہل عرب ظاہراً فعل کا اسم پر عطف کرنا نا گوار سمجھتے ہیں اس لئے حروف عطف کے بعد اَنْ کا ظاہر کرنا جائز ہے۔

(۲) لام کیُ اور حروف عطف اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں لہذا اَنْ کا ظاہر کرنا درست ہے اور وہ اَنْ جو فعل کو اسم سے بدل دیتا ہے اور وہ اَنْ مصدریہ ہے اور لام جحود کے بعد اسم صریح نہیں ہوتا لہذا ان کے بعد اَنْ کا اظہار بھی نہیں ہوگا۔

وَيَجِبُ مَعَ لَا فِي اللَّامِ عَلَيْهَا

ترجمہ: اور واجب ہے اَنْ کو ظاہر کرنا لا کے ساتھ لام کی کے اس پر داخل ہونے کی صورت میں۔

مختصر تشریح

اور جب لام کی کے ساتھ لائے نفی بھی ہو تو اَن ناصبہ کا اظہار واجب ہے جیسے **لئلا یعلم** تا کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے اصل **لان لا یعلم** ہے، پھر نون کا لام میں ادغام کر دیا گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ان مصدریہ کو ظاہر کرنا اس لا کے ساتھ واجب ہے جس پر لام کیُ داخل ہو مطلب یہ ہے کہ وہ لا جو لام کیُ کے بعد ہو تو لا سے پہلے اَنْ کا اظہار واجب ہے تا کہ دو لام کا اجتماع لازم نہ آوے جیسے **لئلا یعلم اهل الکتاب**، لام کیُ، حرف نفی سے متصل اس سے پہلے اس لئے ہے کہ وہ صدارت کلام کا تقاضہ کرتا ہے۔

جوازم مضارع کا بیان

وَيَنْجَزِمُ بِلَمْ وَلَمَّا ،وَلَامِ الْاَمْرِ ،وَلَافِي النَّهْيِ وَاِنْ شَرْطِيَّه۔

ترجمہ: فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے لم، لما، لام امر، لائے نہی اور ان شرطیہ کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

پانچ حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں: (۱) اِنْ (شرطیہ) جیسے ان تکرمنی اکرمک اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا (۲) لم جیسے لم یخرج نہیں نکلا (۳) لَمّا جیسے لَمّا یضرب اب تک نہیں مارا (۴) لام امر جیسے لیضرب چاہئے کہ مارے (۵) لائے نہی جیسے لاتضرب مت مار۔

جوازم مضارع کی تفصیل: (۱) لم مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے جیسے لم یضرب نہیں مارا اس نے (۲) لما بھی لم جیسا عمل کرتا ہے مگر لما میں دو خاص باتیں ہیں ایک لما کی نفی میں استغراق ہوتا ہے یعنی پورے زمانۂ ماضی میں نفی کرتا ہے اور لم صرف ماضی مطلق میں نفی کرتا ہے، دوسری لما کے بعد فعل کو حذف کر سکتے ہیں لم کے بعد نہیں کر سکتے جیسے شارفتُ المدینۃَ و لمّا میں شہر کے قریب ہو گیا اور اب تک داخل نہیں ہوا (۳) لام امر کے ذریعہ فعل طلب کیا جاتا ہے یعنی وہ مضارع کو امر بنا دیتا ہے اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور کبھی واو، فاء اور ثم کے بعد ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے ولتأت طائفۃ، فلیصلوا، ثم لیقضوا (۴) لائے نہی سے کام نہ کرنا مطلوب ہوتا ہے (مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے، اور لام امر امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جازمہ کی تفصیل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف جازمہ کتنے ہیں اور کونسے؟

جواب: حروف جازمہ پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) لم (۲) لما (۳) لام امر (۴) لائے نہی (۵) اِنْ شرطیه: کسی نے ان کو ایک شعر میں جمع کیا ہے۔ شاعر کا شعر:

ان ولم، لما ولام امر ولائے نہی نیز پنج حرف جازم فعلند ہر یک بے دغا۔

سوال: لم اور لما کی وجہ سے مضارع مجزوم کیوں ہوتا ہے؟

جواب: لم اور لما کی وجہ سے مضارع مجزوم اس لئے ہوتا ہے کہ وہ فعل مضارع کے ساتھ مخصوص ہیں اور جو چیز جس چیز میں مخصوص ہوتی ہے اسی میں مؤثر ہوتی ہے اس کے علاوہ میں مؤثر نہیں ہوتی۔

سوال: لام امر اور لائے نہی کی وجہ سے مضارع مجزوم کیوں ہوتا ہے؟

جواب: لام امر اور لائے نہی اِنْ شرطیہ کے مشابہ ہیں جس طرح اِنْ شرطیہ حال سے استقبال کی طرف منتقل کرتا ہے اسی طرح یہ دونوں حال سے استقبال کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔

سوال: اِن شرطیہ کی وجہ سے فعل مضارع مجزوم کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اِن شرطیہ فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے، وہ مضارع کے علاوہ کسی اور فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

پانچ حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں۔

(۱) اِنْ (شرطیہ) جیسے اِن تکرمنی اکرمک (اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔ (۲) لم جیسے لم یخرج (نہیں نکلا)۔ (۳) لمّا جیسے لمّا یضرب (اب تک نہیں مارا)۔ (۴) لام امر جیسے لیضرب (چاہئے کہ مارے)۔ (۵) لائے نہی جیسے لاتضرب (مت مار)۔

وَكَلِمُ الْمُجَازَاةِ وَهِيَ إِنْ، وَمَهْمَا، وَإِذَا مَا، وَإِذْمَا، وَحَيْثُمَا، وَأَيْنَ وَمَتَى وَمَا، وَمَنْ، وَأَيٌّ، وَأَنَّى۔

ترجمہ: اور کلمات مجازاۃ کی وجہ سے مضارع مجزوم ہوتا ہے اور وہ ان، و مهما، و اذا ما، و اذما، و حيثما، و این و متی، و ما، و من، و ثم، و ای، و انی ہیں۔

مختصر تشریح

اِن شرطیہ کے علاوہ کچھ کلمات شرط (کلمات مجازاۃ) بھی ہیں جو مضارع کو جزم دیتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) مهما جیسے مهما تضرب اضرب جب بھی تو مارے گا میں ماروں گا۔

(۲) اذا جیسے اذا تضرب اضرب جب بھی تو مارے گا میں ماروں گا۔

(۳) حیثما جیسے حیثما تجلس اجلسْ تو جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔

(۴) این جیسے این تجلس اجلس جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔

(۵) متی جیسے متی تنم انمْ تو جب سوئے گا میں سوؤں گا۔

(۶) ما جیسے ما تصنع اصنع جو تو بنائے گا میں بناؤں گا۔

(۷) من جیسے من یفعلِ الخیرَ ینَلْ جزاءَہ جو بھلائی کرے گا وہ بدلہ پائے گا۔

(۸) ای جیسے ایًّا تضرب اضرب جونسا آدمی مارے گا میں ماروں گا۔

(۹) انّی جیسے انّی تقم اقم جہاں تو کھڑا ہوگا میں وہاں کھڑا ہوں گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ کلم المجازاۃ کی وجہ سے بھی مضارع مجزوم ہوتا ہے۔

سوال: کلم المجازاۃ (کلمات شرط) کی وجہ سے بھی مضارع مجزوم کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ کلم المجازاۃ اِنْ شرطیہ کو متضمن ہیں۔

سوال: کلم المجازاۃ کیا ہیں؟

جواب: کلم المجازاۃ: مھما، اذاما، حیثما، این، متی، ما، من، ای، انیٰ ہیں۔

جیسا کہ شاعر کا شعر۔

من و ما و مھما و ایّ حیثما، اذما، متی، اینما، انی اسم جازم آمد فعل را

مثالیں مھما جیسے مھما تضرب اضرب (جب تو مارے گا میں ماروں گا)۔

اذاما جیسے اذاما تضربْ اضربْ (جب تو مارے گا میں ماروں گا)۔

حیثما جیسے حیثما تجلس اجلس (تو جہاں بیٹھے گا میں بیٹھوں گا)۔

این جیسے این تذھب اذھب (جہاں تو جائے گا میں جاؤں گا)۔

اذما جیسے اذما تاتینی اکرمک (جب تو میرے پاس آئیگا تو میں اکرام کروں گا)

متی جیسے متی تخرج اخرج (جب تو نکلے گا میں نکلوں گا)۔

ما جیسے ما تصنع اصنع (جو تو بنائے گا میں بناؤں گا)۔

من جیسے من یفعل الخیر ینل جزاءہ (جو شخص بھلائی کا کام کریگا اس کا بدلہ دیا جائیگا)۔

ای جیسے ایا تضرب اضرب (کونسا آدمی مارے گا میں ماروں گا)۔

انی جیسے انی تقم اقم (جہاں تو کھڑا ہوگا میں کھڑا ہوں گا)۔

سوال: مصنفؒ نے کلم المجازاۃ کیوں کہا حروف المجازاۃ کیوں نہیں کہا؟

جواب: مصنفؒ نے کلم المجازاۃ کہا حروف المجازاۃ نہیں کہا اس لئے کہ ان میں سے بعض حروف کے قبیل سے ہیں اور بعض اسماء کے قبیل سے ہیں اور اگر حروف المجازاۃ کہتے تو اسماء خارج ہوجاتے اس لئے کلم المجازاۃ کہا۔

وَاَمَّا مَعَ كَيْفَمَا ،وَاِذَا فَشَاذٌّ وَبِاِنْ مُقَدَّرَةً

ترجمہ: اور بہر حال کیفما اور اذا کے ساتھ (فعل مضارع کا مجزوم ہونا) تو وہ شاذ ہے۔ اور اِنْ مقدرہ کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

اور کیفما اور اذا بھی شاذ طور پر جزم دیتے ہیں (۱۰) اِنْ مقدر ہوکر بھی جزم دیتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح لم، لما، لام امر، لاء نہی اور کلمات مجازات (جو مذکور مجزوم ہیں) کی وجہ سے فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے اسی طرح کیفما اور اذا کی وجہ سے بھی مجزوم ہوتا ہے تو اس کو شمار کیوں نہیں کیا؟

جواب: مضارع کا کیفما اور اذا کی وجہ سے مجزوم ہونا شاذ ہے کیونکہ کیفما عامۃً احوال کے لئے آتا ہے جیسے کیفما تقرأ اقرأ (جیسے تو پڑھے گا ویسے میں پڑھوں گا) دو قاریوں کا جمیع احوال و کیفیات میں مساوی ہونا ممکن نہیں ہے بلکہ کچھ نہ کچھ فرق ہوگا۔

اور اذا میں شاذ اس لئے ہے کہ دیگر کلمات اِنْ کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مضارع کو جزم دیتے ہیں اور اذا میں اِن شرطیہ کا معنی ہی نہیں پایا جاتا ہے اس لئے کہ اِنْ یہ ابہام کے لئے ہوتا ہے اور اذا یقین کے لئے ہوتا ہے اور دونوں میں منافات ہے۔

نوٹ: اِنْ مقدر ہوکر بھی فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔

فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ مَاضِيًا وَنَفْيِهِ

ترجمہ: پس لم مضارع کو ماضی کے معنی میں بدلنے اور اس کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے

مختصر تشریح

(۱) لم مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے جیسے لم یضرب نہیں مارا اس نے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جازمہ میں سے لَمْ کے عمل کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کا عمل یہ ہے کہ لَمْ فعل مضارع پر داخل ہو کر دو طرح کی معنوی تبدیلی کرتا ہے (۱) لَمْ یہ فعل مضارع پر داخل ہو کر ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے (۲) اور ماضی بھی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لم یضرب (نہیں مارا اس نے)۔

نوٹ: لَمْ کے بعد آنے والا فعل کبھی مرفوع بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا شعر

لولا فوارس من ذهل واسرتهم　　　　یوم الصلیفا لم یوفون بالجار

اس مثال میں لم یوفون (نون حذف نہیں ہوا ہے) ہدایت النحوص: ۸۷ حاشیہ ۵۔

وَلَمَّا مِثْلُهَا وَتُخْتَصُّ بِالْاِسْتِغْرَاقِ، وَجَوَازُ حَذْفِ الْفِعْلِ

ترجمہ: اور لما بھی اسی طرح ہے اور لما خاص ہے استغراق اور فعل کے حذف کے جواز کے ساتھ۔

مختصر تشریح

(۲) لما: بھی لم جیسا عمل کرتا ہے مگر لما میں دو خاص باتیں ہیں ایک لما کی نفی میں استغراق ہوتا ہے یعنی پورے زمانۂ ماضی میں نفی کرتا ہے اور لم صرف ماضی مطلق میں نفی کرتا ہے، دوسری لما کے بعد فعل کو حذف کر سکتے ہیں لم کے بعد نہیں کر سکتے جیسے شارفتُ المدینةَ ولمّا میں شہر کے قریب ہو گیا اور اب تک داخل نہیں ہوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جازمہ میں سے لما کے عمل کو بیان کرنا ہے۔ لما بھی لم کی طرح مضارع کو فعل ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لمایضرب (اب تک اس نے نہیں مارا)۔

سوال: لم اور لما کے مابین فرق کیا ہے؟

جواب: لم اور لما کے مابین چار فرق ہیں: (۱) لم مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور لما استغراق کی نفی کے لئے آتا ہے (یعنی پورے زمانہ ماضی میں نفی کئے جانے کے وقت سے لے کر زمانہ تکلم تک کے پورے عرصہ میں نفی ہوتی ہے جیسے لما یرکب الامیر یعنی امیر کا سوار نہ ہونا عدم رکوب کے زمانہ سے تکلم کے زمانہ تک مسلسل ہے۔

(۲) لما کے ذریعہ ایسے فعل کی نفی کی جاتی ہے جس کی مستقبل میں امید ہے اور لم میں مطلقا چاہے مستقبل میں امید ہو یا نہ ہو۔

(۳) لما کے بعد فعل کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ میم زائد فعل کے قائم مقام بن جاتی ہے اور لم میں حذف جائز نہیں۔

(۴) لما پر حرف شرط داخل نہیں ہوسکتا اور لم پر حرف شرط داخل ہوسکتا ہے۔

وَلَامُ الْاَمْرِ اَلْمَطْلُوْبُ بِهَا الْفِعْلُ، وَهِيَ مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًا

ترجمہ: اور لام امر وہ لام ہے جس کے ذریعہ فعل کو طلب کیا جائے، اور وہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

لام امر کے ذریعہ فعل کو طلب کیا جاتا ہے یعنی وہ مضارع کو امر بنا دیتا ہے اور یہ لام

ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور کبھی واو، فاء اور ثم کے بعد ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے ولتات طائفة، فلیصلوا، ثم لیقضوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جازمہ میں سے لام امر کے عمل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: لام امر کا استعمال اور اس کا اعراب کیا ہے؟

جواب: لام امر سے فعل طلب کیا جاتا ہے۔ اور وہ مکسور ہوتا ہے۔

سوال: لام امر مکسور کیوں ہوتا ہے؟

جواب: لام امر اور لام تاکید کے درمیان فرق کرنے کے لئے۔ کیونکہ لام تاکید مفتوح ہوتا ہے۔

فائدہ: کبھی لام امر کو واؤ اور فاء اور ثم کے بعد ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے ولتات طائفة، فلیصلوا، ثم لیقضوا۔

لام امر معروف میں صرف غائب اور متکلم کے لئے ہی مستعمل ہے اور لام امر، امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا ہے۔

وَلَا النَّهْيُ الْمَطْلُوْبُ بِهَا التَّرْكُ

ترجمہ: اور لائے نہی وہ لا ہے جس کے ذریعہ ترک فعل کو طلب کیا جائے۔

مختصر تشریح

(۴) لائے نہی سے کام نہ کرنا مطلوب ہوتا ہے (لائے نہی مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے، اور لام امر امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جازمہ میں سے لائے نہی کو بیان کرنا ہے۔

لائے نہی سے ترک فعل مطلوب ہوتا ہے یہ حاضر اور غائب سب کے لئے یکساں اور برابر استعمال ہوتا ہے اور لام امر کی طرح صرف غائب اور متکلم کے لئے ہی مستعمل نہیں ہوتا جیسے لاتلعب، ولایسرق زید، اور لائے نہی مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے اور لام امر ،امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا ہے۔

قاعدہ

وَكَلِمُ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ عَلَى الْفِعْلَيْنِ لِسَبَبِيَّةِ الْأَوَّلِ، وَمُسَبَّبِيَّةِ الثَّانِيْ، وَيُسَمَّيَانِ شَرْطًا وَجَزَاءً

ترجمہ: اور کلم مجازاۃ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے فعل کے سبب اور دوسرے فعل کے مسبب ہونے (کو بتانے کے) لئے، اور نام رکھا جاتا ہے ان دونوں کا شرط اور جزاء۔

مختصر تشریح

قاعدہ: کلمات شرط دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور پہلے فعل کے سبب ہونے پر اور دوسرے فعل کے مسبب ہونے پر دلالت کرتے ہیں، پہلا فعل شرط اور دوسرا فعل جزا کہلاتا ہے جیسے اِنْ تکرمنی اکرمک اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا، اس میں پہلا فعل شرط ہے اور سبب ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور دوسرا فعل جزا ہے اور مسبب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قانون کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ کلمات شرط دوفعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور پہلے فعل کے سبب ہونے پر اور دوسرے فعل کے مسبب ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور پہلے فعل کو شرط اور دوسرے فعل کو جزا کہتے ہیں جیسے اِنْ تشتمنی اکرمک۔

سوال: فعل اول کو شرط اور فعل ثانی کو جزا کیوں کہتے ہیں؟

جواب: شرط وجزا میں جزا کا وجود شرط پر موقوف ہے اسی طرح اس جگہ فعل ثانی کا وجود فعل اول پر مبنی ہے اس لئے فعل اول کو شرط قرار دیا اور جزا کی بنا شرط پر ہوتی ہے اسی طرح اس جگہ فعل ثانی کی بنا فعل اول پر ہے اس لئے اس کو جزا کہا گیا۔

سوال: کلم مجازاۃ کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: کلم مجازاۃ کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

(۱) مَن ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۲) ما غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۳) ای ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۴) متی زمانہ کے لئے ہے۔(۵) اینما مکان کے لئے ہے۔(۶) انی بھی مکان کے لئے ہے۔(۷) مھما بھی زمان کے لئے ہے۔(۸) حیثما بھی مکان کے لئے ہے۔(۹) اذ ما غیر ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے۔

سوال: کلم مجازاۃ میں سے مھما اصل میں کیا تھا؟

جواب: مھما میں اختلاف ہے (۱) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لفظ مھما یہ بسیط ہے مرکب نہیں ہے یہ قول ابو حیان اندلسی کا ہے۔

(۲) حضرات بصریین اور امام خلیل کا کہنا ہے کہ اس کی اصل ما ما تھا پہلا ما شرط اور دوسرا کافہ جب دو ما آ گئے تو ما اول کے الف کو ھ سے بدل دیا تو مھما ہو گیا۔

(۳) حضرات کوفیین فرماتے ہیں کہ مھما اصل میں مہ اور ما تھا مہ یہ اسم فعل ہے اف، اف کے معنی میں اس پر ما زائدہ داخل کیا گیا ہے تو مھما ہو گیا۔

(۴) زجاج نحوی فرماتے ہیں کہ مھما، ما شرطیہ سے مرکب ہے اور مھما شرطیہ غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

فائدہ: کلم مجازاۃ میں انی، این کے معنی میں ہوتو ایسی صورت میں اس کے لئے شرط یہ ہے کہ مِنْ ہو چاہے وہ مِنْ لفظ میں ہو یا تقدیراً۔

انی ترکیب میں مفعول فیہ بنے گا ظرف مکان ہونے کی بنا پر اور اگر انی، کیف کے معنی میں ہوتو ترکیب میں ظرف نہیں بنے گا بلکہ فعل کے فاعل سے حال ہے۔

فَإِنْ كَانَ مُضَارِعَيْنِ، أَوِ الْأَوَّلُ فَالْجَزْمُ

ترجمہ: پس اگر شرط اور جزا دونوں یا اول (شرط) فعل مضارع ہوتو جزم لانا واجب ہے۔

مختصر تشریح

پھر اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا صرف پہلا فعل، مضارع ہو اور دوسرا ماضی ہوتو فعل مضارع پر جزم واجب ہے، جیسے ان تزرنی ازرک اور ان تزرنی فقد زرتک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بتانا ہے۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) شرط و جزا جب دونوں مضارع ہوں جیسے ان تزرنی ازرک۔ (۲) صرف شرط مضارع ہو جیسے ان تزرنی زرتک۔

سوال: اول صورت میں فعل مضارع کو جزم دینا واجب کیوں ہے؟

جواب: کیونکہ دونوں معرب ہیں اور جازم بھی موجود ہے، کوئی مانع نہیں ہے۔

سوال: دوسری صورت میں جزم کیوں واجب ہے؟

جواب: کیونکہ وہ معرب ہے اور جازم پایا جا رہا ہے۔

وَإِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَالْوَجْهَانِ

ترجمہ: اور اگر دوسرا (جزا فعل مضارع) ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔

مختصر تشریح

اور اگر جزا فعل مضارع ہو اور شرط فعل ماضی ہو تو مضارع پر جزم اور رفع دونوں جائز ہیں جیسے ان اتانی زید آتِہِ / آتیہ اگر زید میرے پاس آئے گا تو میں بھی اس کے پاس آؤں گا، اس صورت میں جزم تو حرف جازم کی وجہ سے ہے اور رفع اس لئے ہے کہ جازم کا تعلق مضارع سے فعل ماضی کے توسط سے ہوا ہے اس لئے اس کا عمل ضعیف ہو گیا، اس لئے رفع بھی جائز ہے، اور پہلی دونوں صورتوں میں جازم کا تعلق جزا سے قوی ہے اس لئے جزم واجب ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر شرط تو ماضی ہو اور جزا مضارع ہو جیسے ان خرجت لم اخرج تو رفع و جزم دونوں درست ہے۔

سوال: رفع کیوں جائز ہے؟

جواب: رفع جائز اس وجہ سے ہے کہ حرف شرط نے جب شرط میں عمل نہیں کیا قریب ہونے کے باوجود تو جزا میں دور ہونے کی وجہ سے کیسے عمل کرے گا۔

سوال: جزم کیوں جائز ہے؟

جواب: جزم پڑھنا اس وجہ سے جائز ہے کہ فعل مضارع معرب ہے اور عامل جازم موجود ہے اس لئے جزم پڑھنا بھی جائز ہے۔

قاعدہ

وَإِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ

ترجمہ: جب جزا فعل ماضی بغیر قد کے ہو، خواہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً تو فا کا لانا جائز نہیں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب جزا فعل ماضی بغیر قد کے ہو، خواہ وہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً۔ لفظاً ماضی کی مثال: ان ضربتَ ضربتُ۔ معنیً فعل ماضی کی مثال ان ضربت لم اضرب۔ تو اس صورت میں فا لانا جائز نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جزا میں فا کالانا کب ممتنع ہے۔

سوال: جزا میں فا کالانا ممتنع کب ہوگا؟

جواب: جس جگہ حرف شرط، شرط و جزا دونوں میں مؤثر ہو، جب دونوں میں مؤثر ہوگا تو دونوں کے درمیان تعلق برقرار رہے گا لہذا فا کالانا ممتنع ہوگا۔

سوال: اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اگر جزا فعل ماضی ہو بغیر قد کے چاہے لفظاً ماضی ہو جیسے ان ضربتَ ضربتُ خواہ معنیً ماضی ہو اس طریقے پر کہ فعل مضارع پر لم داخل ہو جیسے ان تلعب لم تفز (اگر تو کھیلے گا تو کامیاب نہیں ہوگا) تو جزا پر فا کالانا درست نہیں ہے بلکہ ممتنع ہے مذکورہ مثالوں میں یعنی ضربت اور لم تفز پر فا کالانا ممتنع ہوگا۔

سوال: فا کالانا ممتنع کیوں؟

جواب: جزا کے معنی میں حرف شرط کی تاثیر پائی جاتی ہے اس طور پر کہ اِنْ حرف

شرط ماضی کو مضارع مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے تو دونوں میں ربط ہے تو فا نہیں لائیں گے جیسے اللہ کا قول ومن دخله کان آمنا (جو شخص داخل ہوگا وہ اس میں امن والا ہوگا)۔

وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا أَوْ مَنْفِيًّا بِلاَ فَالْوَجْهَانِ

ترجمہ: اور اگر جزا فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی بلا ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔

مختصر تشریح

جب جزا فعل مضارع مثبت یا لا کے ذریعہ منفی ہو تو اس وقت فا کا لانا اور نہ لانا دونوں درست ہیں۔ مضارع مثبت بغیر فاء کی مثال: ان یکن منکم الف یغلبو الفین۔ مضارع مثبت مع فاء کی مثال: ومن عاد فینتقم اللہ منه۔ مضارع منفی بلا بغیر فاء کی مثال: ان لم یکن منکم الف لا یغلبو االفین۔ مضارع منفی بلا مع فاء کی مثال: ومن لم یعد فلا ینتقم اللہ منه۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: جزا میں فا کا لانے اور نہ لانے میں اختیار کب ہوگا اس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: جزا میں فا کا لانے اور نہ لانے میں اختیار کیوں؟

جواب: جس جگہ دونوں پہلو پائے جاتے ہوں جزا میں فا کے لانے اور نہ لانے میں اختیار ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس میں دو صورتیں ہیں: (۱) اگر جزاء مضارع مثبت ہو جیسے انْ صلیت فیصلی (اگر تو نماز پڑھے گا تو وہ نماز پڑھے گا)۔

(۲) مضارع منفی بلا ہو جیسے انْ تضرب لا یقرأ (اگر تو مارے گا تو وہ نہیں پڑھے گا) تو جزا میں دونوں وجہیں درست ہیں فا کا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہے۔

سوال: جزا مضارع مثبت ہوتو فا کا لانا کیوں جائز ہے؟

جواب: حرف شرط ماضی میں جس طرح اثر کرتا ہے مضارع میں ایسا اثر نہیں کرے گا اس لئے کہ ماضی میں گذشتہ کے معنی پائے جاتے ہےاور شرط میں مستقبل کے معنی ہوتے ہے اس لئے اس کو ماضی (گذشتہ) سے مستقبل میں لانا پڑے گا اور اس کے لئے خارجی طاقت کی ضرورت پڑے گی اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس میں فا آئے مضارع مثبت مع فا کی مثال: و من عاد فینتقم اللہ منہ۔

سوال: جزا مضارع مثبت ہوتو فا کا نہ لانا کیوں جائز ہے؟

جواب: حرف شرط معنی میں مؤثر ہے اس طور پر کہ وہ مضارع جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانہ پائے جاتے ہیں حرف شرط کی وجہ سے مضارع استقبال کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے لہذا حرف شرط کا من وجہٍ اثر پایا گیا اس لئے خارجی طاقت کی ضرورت نہیں پس فا جزائیہ کا ترک درست ہے مضارع مثبت بغیر فا کی مثال جیسے ان یکن منکم الف یغلبوا الفین۔

سوال: جزا مضارع بلا منفی ہوتو فا کا لانا کیوں جائز ہے؟

جواب: اگر لا کو نفی استقبال کے لئے مانا جاتا ہے تو حرف شرط کی تاثیر ختم ہوجائے گی کیونکہ ایک معمول پر دو عامل کا اجتماع ناپسندیدہ ہے جب تاثیر نہیں تو ربط کے لئے فا لائیں گے جیسے مضارع بلا منفی مع فا کی مثال: فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا و لا رھقا۔

سوال: جزا مضارع بلا منفی ہوتو فا کا نہ لانا کیوں جائز ہے؟

جواب: اگر لا کا استعمال محض نفی کے لئے ہوا استقبال کے لئے نہ ہوتو حرف شرط کی اس میں تاثیر پیدا ہوجائے گی؛ کیونکہ حرف شرط مضارع کو استقبال کے معنی میں کردیتا ہے۔ مضارع بلا منفی بغیر فا کی مثال: ان تجلس لا تصل الی المنزل۔

وَإِلَّا فَالْفَاءُ

ترجمہ: ورنہ تو فا لانا ضروری ہے۔

مختصر تشریح

ورنہ جزا فعل ماضی قد کے ساتھ ہو خواہ قد ملفوظ ہو یا مقدر یا فعل مضارع کی مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہو تو فا کا لانا ضروری ہے جیسے ان اکرمتنی الیوم فقد اکرمتک امس۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جزا میں فا کا لانا کب واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فا کا لانا اس وقت واجب ہوگا جبکہ جزا ماضی بغیر قد کے لفظاً یا معنیً نہ ہو اور نہ ہی مضارع مثبت بغیر سین اور سوف ہو نیز وہ مضارع منفی بلا بھی نہ ہو۔

سوال: فاء کا لانا واجب کیوں؟

جواب: اس لئے کہ جب حرف شرط صرف شرط میں مؤثر ہو جزا تک اس کا اثر نہ پہونچتا ہو تو اثر وہاں تک پہونچانے کے لئے فا لانا واجب ہے۔

سوال: اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: جزا پر فا کے وجوب کی متعدد صورتیں ہیں۔

(۱) جزاء ماضی ہو اور قد لفظی کے ساتھ ہو جیسے ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل، یا قد معنی کے ساتھ ہو جیسے ان کان قمیصه قد من قبل فصدقت و هو من الکاذبین پس تقدیری عبارت ہوگی فقد صدقت۔

(۲) یا جزا مضارع سین اور سوف کے ساتھ ہو۔ سین کی مثال: اِنْ تعاسرتم فسترضع له اخریٰ۔ سوف کی مثال: ان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله ان شاء۔

(۳) یا مضارع منفی بِلَنْ یا ما ہو۔ و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔ اِنْ

جاءزیدفمااضربہ۔

(۴) یا جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالی کا ارشاد من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جو شخص ایک نیکی کے ساتھ آئے گا اس کے لئے اس کے مثل دس ہے)۔

(۵) یا نہی ہو جیسے اللہ تعالی کا قول: فان علمتموهن مؤمنت فلا ترجعوهن الى الكفار (پس اگر آپ لوگ جان لیں کہ وہ مومن عورتیں ہیں تو ان کو آپ کفار کے پاس مت بھیجئے)۔

(۶) یا امر ہو جیسے اللہ تعالی کا قول ان كنتم تحبون الله فاتبعونى (اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو)۔

(۷) یا دعا ہو جیسے انْ اكرمتني فيرحمك الله۔

ان تمام صورتوں میں فاجزائیہ لانا واجب ہے۔

سوال: ان تمام صورتوں میں فا کا لانا واجب کیوں؟

جواب: حرف شرط جزا میں نہ معنی مؤثر ہے کہ اس کو مستقبل کے معنی میں کردے اور نہ ہی لفظاً مؤثر ہے کہ جزاء کو مجزوم کردے لہذا ربط کے لئے فا کا لانا واجب ہے۔

قاعدہ

وَيَجِيءُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ

ترجمہ: اور اذا آتا ہے جملہ اسمیہ کے ساتھ فا کی جگہ۔

مختصر تشریح

قاعدہ: کبھی فا کے بجائے جزا پر اذا مفاجاتیہ آتا ہے؛ بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے ان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم، اذا هم يقنطون اى فهم يقنطون۔

وضاحت

سوال: مصنفؒ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنفؒ کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہوتو ربط کے لئے فا کی جگہ اذا لا سکتے ہیں۔

سوال: فا کی جگہ اذا کیوں لا سکتے ہیں؟

جواب: جملہ فعلیہ کی مناسبت فا سے ہے اور جملہ اسمیہ کی مناسب اذا سے ہے اس لئے اذا لا سکتے ہیں جیسے و ان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا ھم یقنطون ای فھم یقنطون (اگر ان کو کوئی برائی پہونچی ہے اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو وہ مایوس ہوجاتے ہیں)۔

قاعدہ

وَاِنْ مُقَدَّرَۃٌ بَعْدَ الْاَمْرِ وَالنَّھْیِ وَالْاِسْتِفْھَامِ وَالتَّمَنِّیْ وَالْعَرْضِ اِذَا قُصِدَ السَّبَبِیَّۃُ نَحْوُ اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّۃَ وَلَا تَکْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّۃَ

ترجمہ: اور اِنْ مقدر ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد، جبکہ سببیت کا ارادہ کیا جائے؛ جیسے اسلم تدخل الجنۃ (اسلام لے آؤ، جنت میں داخل ہوجاؤ گے) لا تکفر تدخل الجنۃ (کفر اختیار نہ کرو، جنت میں داخل ہوجاؤ گے)۔

مختصر تشریح

اِنْ شرطیہ کی تقدیر کے مواقع: اِنْ شرطیہ، امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد مقدر مانا جاتا ہے جبکہ ان امور سے سببیت مقصود ہو جیسے اسلم تدخل الجنۃ ای ان تُسْلِمْ اور لا تکفر تدخل الجنۃ ای ان لم تکفر اور ھل عندک ماء اشربہ ای ان یکن عندک ماء اور لیت لی مال انفقہ ای ان یکن لی مال اور الا تنزل بنا تصیب خیراً ای ان تنزل بنا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ کبھی امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے۔

سوال: ان پانچ کے بعد اَنْ کا مقدر ہونا کسی شرط کے ساتھ ہے یا مطلقاً؟

جواب: ان پانچ کے بعد اَنْ کا مقدر ہونا شرط کے ساتھ ہے، مطلقاً نہیں ہے۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے بعد اَنْ مقدر ہوگا جبکہ متکلم اس بات کا قصد کرے کہ ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے۔

سوال: ان پانچ چیزوں کے بعد اَنْ مقدر کیوں ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ اشیاء امر، نہی، استفہام وغیرہ سب طلب پر داخل ہوتے ہیں اور طلب کا تعلق ایسے مطلوب سے ہوتا ہے جس پر کوئی فائدہ مرتب ہوسکے تا کہ وہ مطلوب فائدے کے لئے سبب بن سکے اور وہ فائدہ اس مطلوب کے لئے مسبب بنے، اور سبب ومسبب پر دلالت کرنے والی چیز حرف شرط ہے اگر حرف شرط لفظوں میں مذکور نہ ہو تو مقدر مانا جائے گا۔

امر کی مثال: جیسے اسلم تدخل الجنة ای ان تسلم۔ اس لئے کہ اسلام لانا یہ دخول جنت کا سبب ہے۔

نہی کی مثال: جیسے لاتکفر تدخل الجنة ای ان لم تکفر۔ یعنی عدم کفر جنت کا سبب ہے۔

استفہام کی مثال: جیسے هل عندک ماء اشربه ای ان یکن عندک ماء۔

تمنی کی مثال: جیسے لیت لی مال انفقه ای ان یکن لی مال۔

ترجی کی مثال: جیسے الا تنزل بنا تصیب خیرا ای ان تنزل بنا۔

بقیہ امثلہ کو قیاس کر لیجئے۔

فائدہ

وَامْتَنَعَ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ خِلَافًا لِلْكِسَائِيْ
لِأَنَّ التَّقْدِيْرَ إِنْ لَّا تَكْفُرْ

ترجمہ: اور ممتنع ہے لا تکفر تدخل النار، برخلاف امام کسائی کے؛ اس لئے اس کی اصل ان لا تکفر ہے۔

مختصر تشریح

فائدہ: لا تکفر تدخل النار صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تقدیر عبارت ہوگی ان لا تکفر تدخل النار اور کفر نہ کرنا دخول نار کا موجب نہیں، پس سببیت کی شرط فوت ہوگئی، اور کسائی اس ترکیب کو جائز کہتے ہیں، ان کے نزدیک تقدیری عبارت اس طرح ہے لا تکفر ان تکفر تدخل النار اور یہ بات صحیح ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جمہور کے نزدیک لا تکفر تدخل النار یہ ترکیب درست نہیں ہے برخلاف امام کسائی کے ان کے نزدیک یہ ترکیب جائز ہے۔

سوال: جمہور کے نزدیک یہ ترکیب کیوں صحیح نہیں؟

جواب: جمہور کے نزدیک یہ ترکیب اس لئے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی تقدیری عبارت ہے لا تکفر ان لا تکفر تدخل النار اور کفر نہ کرنا دخول نار کا موجب نہیں پس سببیت کی شرط فوت ہوگئی۔

امام کسائیؒ کے نزدیک یہ ترکیب صحیح ہے وہ عرف کے اعتبار سے صحیح قرار دیتے ہیں۔

جمہور کی طرف سے جواب میں کہا گیا کہ اعتبار قانون کا ہوتا ہے عرف کا نہیں۔

سوال: بہت سے مقامات پر مضارع امر کے بعد واقع ہے لیکن وہ اِنْ مقدر کی وجہ سے مجزوم نہیں ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد فهب لی من لدنک ولیا یرثنی اس مثال میں یرثنی امر کے بعد واقع ہے۔

(۲) ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون اس میں یلعبون امر کے بعد واقع ہے۔

(۳) اسی طرح شاعر کا شعر

وقال رائدهم ارسوا ننزلها فکل حتف امری یجری بمقدار

ان کے رہنما نے کہا کہ ٹھہرو ہم مقابلہ کریں گے کیونکہ ہر آدمی کی موت وقت مقررہ پر ہی آتی ہے۔

اس مثال میں ارسوا امر کے بعد مضارع ننزلها واقع ہے؟

جواب: اِنْ مقدر ہوتا ہے امر کے بعد اس وقت جبکہ متکلم سبب کا ارادہ کرے اور یہاں سبب کا ارادہ نہیں کیا پہلی مثال میں مضارع ولیا کی صفت ہے اور دوسری مثال میں یلعبون حال ہے اور تیسری مثال میں برائے استیناف (مستقل جملہ) ہے لہذا جب سبب کا معنی مفقود ہے تو مضارع اِن مقدر کی وجہ سے مجزوم بھی نہیں ہوگا۔



فعل امر کا بیان

اَلْاَمْرُ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَحُكْمُ آخِرِهٖ حُكْمُ الْمَجْزُوْمِ

ترجمہ: ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے علامت مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ۔ اور اس کے آخری حرف کا حکم فعل مجزوم کا حکم ہے۔

مختصر تشریح

فعل امر کا اطلاق اگر چہ امر حاضر معروف ومجہول اور امر غائب ومتکلم معروف و مجہول سب پر ہوتا ہے، مگر اصل امر صرف امر حاضر معروف ہے اس لئے مصنفؒ اسی کی تعریف کرتے ہیں۔

فعل امر: وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعلِ حاضر سے کوئی کام طلب کیا جائے، علامت مضارع حذف کر کے، یہ آخری بات امر حاضر بنانے کے طریقے کی طرف اشارہ ہے امر حاضر معروف کا آخر، مضارع مجزوم کی طرح ہوتا ہے یعنی کبھی جزم حرکت کرنے کے ذریعہ ہوتا ہے، کبھی نونِ اعرابی گرنے کے ذریعہ اور کبھی حرف علت گرنے کے ذریعہ جیسے اُقْتُلْ، اُقْتُلاَ، اُغْزُ، ارمِ، اخشَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امر حاضر معروف کو بیان کرنا ہے۔

سوال: امر حاضر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: امر حاضر معروف ایسے صیغہ کو کہتے ہیں جس میں علامت مضارع کے حذف کے ساتھ جس کے واسطے سے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے۔

فوائد قیود: یطلب بھا الفعل بمنزلہ جنس ہے جو ہر طرح کے امر کو چاہے غائب ہو یا مخاطب اور متکلم معروف ومجہول سب کو شامل ہے۔ من الفاعل: فصل اول ہے اس سے مجہول نکل گیا چاہے غائب ہو یا حاضر یا متکلم اس لئے کہ مجہول کا فاعل نہیں ہوتا۔ یحذف حرف المضارع: فصل ثانی ہے فبذلک فلیفرحوا جیسی مثال کو خارج کر دیا اس لئے کہ اس جگہ حرف مضارع کا حذف نہیں ہے۔ المخاطب: فصل ثالث ہے اس سے غائب ومتکلم کو خارج کر دیا۔

سوال: امر حاضر کے آخر کا حکم اور اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: امر حاضر کے آخر کا حکم مجزوم ہونا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے: امر حاضر معروف کے آخر کا حکم بصریین کے نزدیک وقف ہے اور سکون پر مبنی ہوتا ہے اور کوفیین کے نزدیک معرب ہے جو حقیقۃً مجزوم ہے۔

حاصل کلام صورۃً امر کے آخر کا حکم مجزوم کے حکم کی طرح ہے جس طرح مجزوم کا آخر صحیح ہونے کی صورت میں ساکن ہوتا ہے اور نون اعرابی اور حرف علت ساقط ہوجاتا ہے اسی طرح امر کے آخر میں بھی ہوگا اس لئے کہ وہ امر جس کے شروع میں لام امر ہوتا ہے جب وہ مجزوم سے مشابہ ہے تو مجزوم کا حکم مطلق امر کو دے دیا گیا جیسے اقتلُ، اغزُ، ارمِ، اخشَ۔

سوال: جزم معرب کا خاصہ ہے لہٰذا مصنفؒ کا قول وحکم آخرہ حکم المجزوم صحیح نہیں ہے؟

جواب: اس جگہ مثل محذوف ہے اصل میں عبارت وحکم آخرہ مثل حکم المجزوم ہے۔

فَإِنْ كَانَ بَعْدَهُ سَاكِنٌ وَلَيْسَ بِرُبَاعِيٍّ زِدتَّ هَمْزَةَ وَصْلٍ مَضْمُومَةً إِنْ كَانَ بَعْدَهُ ضَمَّةٌ وَمَكْسُورَةً فِيمَا سِوَاهُ مِثْلُ اُقْتُلْ وَاِضْرِبْ وَاِعْلَمْ

ترجمہ: پس اگر اس (علامت مضارع کو حذف کرنے) کے بعد ساکن حرف ہو، اور فعل رباعی نہ ہو، تو آپ زیادہ کردیں ہمزۂ وصل مضموم اگر اس کے بعد ضمہ ہو، اور ہمزۂ وصل مکسور اس کے علاوہ میں جیسے اقتل، اضرب اور اعلم۔

مختصر تشریح

امر حاضر معروف بنانے کا قاعدہ: امر حاضر معروف فعل مضارع حاضر معروف سے بنتا ہے اس طرح کہ علامت مضارع کو حذف کرو، پھر دیکھو کہ پہلا حرف ساکن ہے یا متحرک؟

اگر متحرک ہوتو کچھ نہ کروصرف آخر کو ساکن کردو فعل امر بن جائے گا جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُضَارِبُ سے ضَارِبْ اور اگر پہلا حرف ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہوتو ہمزۂ وصل بڑھاؤ، یہ ہمزہ اگر پہلے حرف کا مابعد مضموم ہوتو مضموم ہوگا ورنہ مکسور ہوگا۔ساکن کے بعد ضمہ ہونے کی مثال: أُقْتُلْ۔ساکن کے بعد کسرہ ہونے کی مثال: اِضْرِبْ۔ساکن کے بعد فتحہ ہونے کی مثال: اِعْلَمْ۔اور اگر فعل مضارع رباعی ہو یعنی اس کی ماضی کے پہلے صیغے میں چار حروف ہوں تو ہمزہ قطعی بڑھاؤ (ایسا رباعی فعل صرف باب افعال ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امر حاضر معروف بنانے کا قاعدہ بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: امر حاضر معروف فعل مضارع حاضر معروف سے بنتا ہے اس طرح کہ علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد پہلا حرف متحرک ہوتو کچھ نہ کروصرف آخر حرف کو ساکن کردو فعل امر بن جائے گا جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُضَارِبُ سے ضَارِبْ وغیرہ۔

اور اگر پہلا حرف ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہوتو ہمزہ وصل بڑھاؤ یہ ہمزہ اگر پہلے حرف کا مابعد مضموم ہوتو مضموم ہوگا اور اگر پہلا حرف کا مابعد مفتوح یا مکسور ہوتو ہمزہ مکسور ہوگا ساکن کے بعد ضمہ ہونے کی مثال: أُقْتُلْ۔ساکن کے بعد کسرہ ہونے کی مثال: اِضْرِبْ۔ ساکن کے بعد فتحہ ہونے کی مثال: اِعْلَمْ۔

سوال: اگر عین کلمہ مفتوح ہوتو ہمزہ مضموم کیوں، مفتوح کیوں نہیں؟

جواب: فعل مضارع کے واحد متکلم کے ساتھ وقف کی حالت میں امر حاضر کا اشتباہ لازم آئے گا۔

سوال: عین کلمہ مضموم ہوتو ہمزۂ وصل مضموم کیوں؟

جواب: تاکہ عین کلمہ کی موافقت ہوجائے اور اسی طرح عین کلمہ کے مکسور ہونے

کی صورت میں مناسبت کی وجہ سے مکسور لایا جاتا ہے۔

سوال: اگر عین کلمہ مفتوح ہو تو ہمزۂ وصل بھی مفتوح ہونا چاہیے حالانکہ مکسور ہوتا ہے؟

جواب: اگر ہمزۂ وصل مفتوح لایا جاتا تو باب افعال کے امر سے اشتباہ ہوتا کیونکہ اس کا ہمزہ مفتوح ہوتا ہے اور مفتوح العین کی صورت میں فتحہ کی تقدیر پر باب افعال کے فعل ماضی مجہول کے ساتھ اشتباہ پیدا ہوجاتا اس لئے فرق کرنے کے لئے کسرہ دیا جاتا ہے۔

وَاِنْ كَانَ رُبَاعِيًّا فَمَفْتُوحَةٌ مَقْطُوعَةٌ

ترجمہ: اور اگر فعل رباعی ہو، تو ہمزہ قطعی مفتوحہ (زیادہ کیا جائے گا)۔

مختصر تشریح

اور اگر فعل مضارع رباعی ہو یعنی اس کی ماضی کے پہلے صیغے میں چار حروف ہوں تو ہمزہ قطعی بڑھاؤ (ایسا رباعی فعل صرف باب افعال ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قانون کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر فعل مضارع رباعی ہو اس کا مطلب اس کی ماضی کے پہلے صیغے میں چار حروف ہوں تو ہمزہ قطعی بڑھاؤ (ایسا رباعی فعل صرف باب افعال ہے) جیسے اَکْرِمْ، اس میں ہمزہ قطعی بڑھایا گیا ہے۔

سوال: ہمزہ قطعی کیوں بڑھایا؟

جواب: اس لئے کہ ہمزہ وصلی نہیں ہے بلکہ قطعی ہے جو مانع کے دور ہوجانے کی وجہ سے لوٹ آیا کیونکہ مضارع کے واحد متکلم میں تین ہمزہ کے اجتماع کی وجہ سے ایک ہمزہ کو حذف کردیا گیا تھا لیکن جب امر بن گیا تو وہ مانع دور ہوگیا جیسے اَکْرِمْ۔

فعل مالم یسم فاعلہ کا بیان

فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ مَا حُذِفَ فَاعِلُهُ

ترجمہ: وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو۔

مختصر تشریح

فعل مجہول کو فعل مالم یسم فاعلہ کہتے ہیں یعنی وہ فعل جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا، اور یہی اس کی تعریف ہے یعنی جس فعل کا فاعل حذف کیا گیا ہو وہ فعل مجہول ہے جیسے ضُرِبَ مارا گیا اس میں مارنے والے کا کوئی ذکر نہیں۔

فعل مجہول بنانے کا قاعدہ: فعل دو حال سے خالی نہیں ہے ماضی ہوگا یا مضارع (امر حاضر معروف کا مجہول نہیں آتا اس کا مجہول مضارع مجہول ہی ہوتا ہے) اگر ماضی ہو تو (۱) اس کہ پہلے حرف کو پیش اور آخر کے ماقبل کو زیر دو جیسے ضرب سے ضُرِبَ۔

(۲) اور اگر ماضی کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو تو اس کو اور تیسرے حرف کو ضمہ دو، تاکہ اس باب کے امر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو جیسے اِجْتَنَبَ سے اُجْتُنِبَ۔

(۳) اور اگر ماضی کے شروع میں تا ہو تو اس کو اور دوسرے حرف کو ضمہ دو، تاکہ اس کا باب تفعل کے صیغہ مضارع کے ساتھ اشتباہ نہ ہو جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل مالم یسم فاعلہ کو بیان کرنا ہے۔ اور فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے جس کا فاعل محذوف ہو اور مفعول اس کے قائم مقام ہو فعل مالم یسم فاعلہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ فعل مجہول ہو۔ اور اس کا دوسرا نام نائب فاعل ہے۔

قاعدہ

فَإِنْ كَانَ مَاضِياً (۱) ضُمَّ اَوَّلُهُ، وَ كُسِّرَ مَاقَبْلُ آخِرِهٖ

ترجمہ: پس اگر وہ ماضی ہو، تو ضمہ دیا جائے گا اس کے پہلے حرف کو، اور کسرہ دیا جائے گا اس کے آخری حرف کے ماقبل کو۔

مختصر تشریح

اگر ماضی ہو تو اس کے پہلے حرف کو پیش اور آخر کے ماقبل کو زیر دو جیسے ضرب سے ضُرِبَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فعل ماضی کے شروع حرف کو مضموم کر دو اور آخر سے پہلے حرف کو کسرہ دے دو جیسے نُصِرَ، اُکْرِمَ۔

سوال: فعل ماضی مجہول میں پہلے حرف کو مضموم اور اخیر سے پہلے کسرہ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: پہلے حرف کو ضمہ اور اخیر سے پہلے کسرہ اس لئے دیا جاتا ہے تا کہ فعل ماضی معروف و مجہول کے درمیان خلط ملط نہ ہو۔

(۲) وَيُضَمُّ الثَّالِثُ مَعَ هَمْزَةِ الْوَصْلِ

ترجمہ: (۲) اور ضمہ دیا جائے گا تیسرے حرف کو ہمزۂ وصل کے ساتھ۔

مختصر تشریح

(۲) اور اگر ماضی کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو تو اس کو اور تیسرے حرف کو ضمہ دو، تا کہ اس باب کے امر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو جیسے اِجْتَنَبَ سے اُجْتُنِبَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ وصل ہو تو ماضی مجہول بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر ماضی ہمزۂ وصل کے ساتھ ہو اس کا مطلب فعل ماضی کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو تو ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہمزۂ وصل کو ضمہ اور تیسرے حرف کو ضمہ اور اخیر سے پہلے والے کو کسرہ دیں گے جیسے اُجْتُنِب، اُسْتُنْصِرَ۔

سوال: ایسا کیوں ہوگا؟

جواب: ایسا اس لئے ہے کہ اسی باب کے امر کے ساتھ کلام کے درمیان اور وقف کے درمیان اشتباہ نہ ہو اگر وقف کریں اور ضمہ نہ دیں اُجتُنب، اُسْتُنْصِر تو امر ہو جائے گا۔

سوال: کافیہ کی عبارت فان کان میں ضمیر مستتر کا مرجع فعل مجہول ہے لہذا یہ معنی ہوا کہ فعل مجہول اگر ماضی ہو تو اس کے اول ضمہ اور اخیر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ فعل مجہول جو ماضی ہوگا اس کے اول ضمہ اور اخیر کے ماقبل کو کسرہ لازم ہے؟

جواب: کافیہ میں کان کی ضمیر کا مرجع فعل مجہول نہیں ہے بلکہ وہ فعل ہے جس کو مجہول بنانے کا ارادہ ہے یا اس کا مرجع فعل مجہول ہی ہے اس سے مجازاً وہ مراد ہے کہ جس کو مجہول بنانے کا ارادہ ہے جس طرح آیت کریمہ اِنی اَرانی اعصر خمرا میں خمر سے شیرہ مراد ہے۔

وَالثَّانِيْ مَعَ التَّاءِ خَوْفَ اللَّبْسِ

ترجمہ: اور دوسرے حرف کو تا کے ساتھ التباس کی خوف کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

اور اگر ماضی کے شروع میں تا ہو تو اس کو اور دوسرے حرف کو ضمہ دو، تا کہ اس کا باب تفعل کے صیغہ مضارع کے ساتھ اشتباہ نہ ہو جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل ماضی کے شروع میں تا زائدہ ہو تو ماضی مجہول بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر فعل ماضی کے شروع میں تا زائدہ ہو جب ماضی مجہول بنائیں گے تو تا کو اور تا کے بعد متصلاً تا کو ضمہ دیں گے اور اخیر سے پہلے کو کسرہ دیں گے جیسے تقبل سے تُقُبِّلَ، تَسَرْبَلَ سے تُسُرْبِلَ۔

سوال: ایسا کیوں ہوگا؟

جواب: ایسا اس لئے ہے تا کہ باب تفعل میں باب تفعیل کے مضارع معروف کے ساتھ اور باب تفاعل میں باب فعللۃ کے مضارع معروف کے ساتھ اور باب تفعلل کی صورت میں باب فعللۃ کے مضارع معروف کے ساتھ اشتباہ نہ پیدا ہو۔

سوال: مجہول کے لئے پہلے ضمہ اور ما قبل آخر کو کسرہ کیوں؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ فعل مالم یسم فاعلہ کے معنی غریب اور انوکھے ہیں؛ کیونکہ اس میں فعل کی نسبت بجائے فاعل کے مفعول کی طرف ہوتی ہے حالانکہ فاعل کی طرف ہونی چاہیئے؛ لہذا اس کے لئے انوکھے وزن کا انتخاب ہو جو دیگر اوزان میں موجود نہیں ہے ضمہ سے کسرہ کی طرف ہو جائے تا کہ وزن کی غرابت معنی کی غرابت پر دلالت کرے۔

❁ ❁ ❁

(۳)وَمُعْتَلُ الْعَيْنِ اَلْاَفْصَحُ قِيْلَ،وَبِيْعَ،وَجَاءَ الْإِشْمَامُ،وَالْوَاوُ۔

ترجمہ: اور معتل عین زیادہ فصیح: قیل اور بیع ہے اور(اس میں)اشمام اور واؤ بھی آیا ہے۔

مختصر تشریح

اور اگر فعل ماضی معتل ہو،خواہ واوی ہو یا یائی تو ثلاثی مجرد سے فصیح ترین لغت کے مطابق قیل اور بیع آئے گا اور اس میں اشمام بھی جائز ہے(اشمام یہ ہے کہ فا کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کریں اور عین کلمہ کو جو یا ہے تھوڑا سا واو کی طرف مائل کر کے پڑھیں) تا کہ معلوم ہو کہ فا کلمہ میں اصل ضمہ ہے اور اس میں قُوْل اور بُوْع بھی آیا ہے یعنی بجائے یا کے واو بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد یہ ہے کہ جب ماضی معتل العین ہو تو اس سے فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔اور اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) جب ماضی معتل العین واوی یا یائی ہو(عین کلمہ میں حرف علت واو ہو) جب ماضی مجہول بنائیں گے تو قاعدہ کے مطابق فا کلمہ مضموم اور عین کلمہ مکسور ہو گا جیسے قُوِلَ اور بُيِعَ۔

(۲) دوسری صورت کی دو شکلیں ہیں۔

(الف) جب ماضی معتل العین واوی ہو(عین کلمہ میں حرف علت واو ہو) جب ماضی مجہول بنائیں گے تو قاعدہ کے مطابق فا کلمہ مضموم اور عین کلمہ مکسور ہو گا تو ثقل کی بناء پر فا کلمہ کی حرکت ختم کرنے کے بعد عین کلمہ کا کسرہ ماقبل کو دیدیں گے پس کسرہ کی مناسبت سے عین کلمہ کا واؤ،یا سے بدل جائے گا جیسے قیل۔

فائدہ: عین کلمہ کے ساتھ لام کلمہ میں بھی حرف علت ہوتو مذکور تعلیل نہ ہوگی جیسے طوی تا کہ دو حرف علت کا اجتماع نہ ہو سکے۔

(ب) جب ماضی معتل العین یائی ہو (عین کلمہ میں حرف علت یاء ہو) جب ماضی مجہول بنائیں گے تو قاعدہ کے مطابق فاکلمہ مضموم اور عین کلمہ مکسور ہوگا اور ثقل کی بناء پر فاکلمہ کی حرکت ختم کرنے کے بعد عین کلمہ کا کسرہ ماقبل کو دیدیں گے اور بس کیونکہ وہ پہلے سے یا ہے فا کلمہ کے ضمہ کو حذف کردیں گے اور عین کی حرکت کو نقل کر کے ماقبل کو دے دیں گے جیسے بِیعَ۔

پس قیل اور بیع اصل میں قُوِل بُیِع تھے تعلیل کے بعد قیل اور بیع ہو گئے یہی لغت فصیح ہے۔

(۳) فا کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کر کے اشمام کیا جائے جیسے قیل اور بیع میں یا کو ہلکا سا واؤ کی طرف مائل کرنا اشمام کہلاتا ہے۔ اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ فاکلمہ مضموم ہے۔

(۴) اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (الف) جب ماضی معتل العین واوی ہو (عین کلمہ میں حرف علت واو ہو) اور اس کا ماضی مجہول بنائیں گے تو قاعدہ کے مطابق فاکلمہ مضموم اور عین کلمہ مکسور ہوگا جیسے قُوْل۔

(ب) جب ماضی معتل العین یائی ہو (عین کلمہ میں حرف علت یاء ہو) جب ماضی مجہول بنائیں گے تو قاعدہ کے مطابق فاکلمہ مضموم اور عین کلمہ مکسور ہوگا تو بُیِعَ ہوا اب یا ماقبل مضموم یا کو واو سے بدلا جائے گا جیسے بُوِعَ۔ گویا چار صورتیں ہیں:

(۱) قُوِلَ اور بُیِعَ (۲) قِیلَ اور بِیعَ (۳) قِیلَ اور بِیعَ مع الاشمام (۴) قُوْلَ اور بُوْعَ۔

سوال: قِیلَ اور بِیعَ میں مختلف وجوہات کی وجہ کیا ہے؟

جواب: قِیلَ اور بِیعَ میں مختلف وجوہات کی وجہ اصل میں ثقل کو دور کر کے تخفیف کو پیدا کرنا ہے۔

وَمِثْلُهُ بَابُ اُخْتِيْرَ، وَاُنْقِيْدَ

ترجمہ: اور اسی کے مانند ہے باب اختیر اور انقید۔

مختصر تشریح

اسی طرح کی وجوہات باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول میں بھی جاری ہوتی ہیں جبکہ وہ معتل العین ہوں جیسے اختیر اور انقید ان کو بھی تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ ان میں خِيْرَ اور قِيْدَ بغیر کسی فرق کے قِيْلَ اور بِيْعَ کی طرح ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ جس طرح ثلاثی مجرد کے معتل عین ماضی مجہول میں مختلف وجوہات درست ہیں اسی طرح باب افتعال وانفعال کے معتل عین ماضی مجہول میں بھی مختلف وجوہات درست ہیں۔ وہ مختلف وجوہات یہ ہیں:

(۱) اس کی دو صورتیں ہیں۔ (الف) باب افتعال وانفعال کے معتل میں عین کلمہ واوی ہو تو عین کلمہ سے پہلے والے حرف کی حرکت حذف کر کے عین کی حرکت اس کو دے کر واو کو یا سے بدل دیا جائے گا جیسے اُنْقِيْدَ اصل اُنْقُوِدَ تھا، پس قاف کی حرکت کو زائل کرنے کے بعد واو کی حرکت ماقبل کو نقل کر کے واؤ کسرہ کے مناسبت سے یا سے بدل گیا انقید ہو گیا۔

(ب) باب افتعال وانفعال کے معتل میں عین کلمہ یائی ہو تو عین کلمہ سے پہلے والے حرف کی حرکت حذف کر کے عین کی حرکت اس کو دے دی جائے گی اور بس چونکہ عین کلمہ یائی ہے لہذا صرف یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدیں گے جیسے اُخْتِيْرَ اصل میں اُخْتُيِرَ تھا پس تا کی حرکت کو زائل کرنے کے بعد یا کی حرکت ماقبل کو دیدیں گے تو اُخْتِيْرَ ہو جائے گا۔

(۲) ماقبل والی بعینہ صورت ہو اور اس میں اشمام کیا جائے۔

سوال: اشمام کی تعریف کیا ہے؟

جواب: کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کر دینا۔

(۳) اس میں دو صورتیں ہیں۔

(الف) باب افتعال وانفعال کے معتل میں عین کلمہ واوی ہو تو عین کلمہ کی حرکت کو حذف کیا جائے گا اور بس جیسے اُنْقُوْدَ اصل میں اُنْقُوِدَ تھا، عین کلمہ واو کو ساکن کیا جائے گا تو اُنْقُوْدَ ہو گیا۔

(ب) باب افتعال وانفعال کے معتل میں عین کلمہ یائی ہو تو عین کلمہ کی حرکت کو حذف کیا جائے گا اور یا کو ماقبل کی حرکت ضمہ کی وجہ سے واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے اُخْتُوِرَ اصل میں اُخْتُیِرَ تھا، عین کلمہ کی یا کا کسرہ حذف کیا جائے گا اور بس۔

سوال: مذکورہ بالا صورتیں کیوں جائز ہیں؟

جواب: باب اختیر اور باب انقید میں خِيْرَ اور قِيْدَ بغیر کسی فرق کے قیل اور بیع کے مانند ہیں اور قیل اور بیع میں یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔

(۴) اصلی حالت پر برقرار رکھا جائے گا اور اُنْقُوِدَ اور اُخْتُيِرَ پڑھا جائے لیکن یہ غیر فصیح ہے۔

دُوْنَ اُسْتُخِيْرَ، وَاُقِيْمَ،

ترجمہ: نہ کہ باب استخیر اور اقیم۔

مختصر تشریح

اور باب استفعال اور باب افعال کی ماضی میں جب کہ وہ معتل العین ہوں یہ تین طریقے جائز نہیں ہوں گے، کیونکہ ان میں حرفِ علت کا ماقبل باعتبار اصل کے ساکن ہے، پس وہ قیل اور بیع کی طرح نہیں ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے باب استفعال اور باب افعال کے معتل عین ماضی مجہول میں یہ مختلف وجوہات جائز نہیں ہے صرف ایک وجہ جائز ہوگی۔

سوال: وہ ایک وجہ کیا ہے؟

جواب: وہ ایک وجہ جس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینا اور واو کو کسرہ کی مناسبت سے یا سے بدل دینا اگر واو ہو۔ جیسے اُقِیمَ اصل میں اُقْوِمَ تھا واو کا کسرہ نقل کر کے قاف کو دیا اب واو ساکن ماقبل مکسور واو کو یا سے بدل دیا۔

(ب) عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینا اور بس جبکہ عین کلمہ یا ہو جیسے اُسْتُخِیْرَ اصل میں اُسْتُخْیِرَ ہے یا کی حرکت کسرہ نقل کر کے ماقبل خا کو دے دی اور بس۔

سوال: دوسری صورت اشمام کے ساتھ اور تیسری صورت واؤ کے ساتھ جائز کیوں نہیں؟

جواب: یہاں باب افعال واستفعال میں حرف علت کا ماقبل ساکن ہے اور باب افتعال اور باب انفعال میں حرف علت کا ماقبل متحرک ہے۔

وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا (۱) ضُمَّ أَوَّلُهُ، وَفُتِحَ مَاقَبْلَ آخِرِهِ

ترجمہ: اور اگر وہ مضارع ہو تو ضمہ دیا جائے گا اس کے پہلے حرف کو اور فتحہ دیا جائے گا اس کے آخری حرف کے ماقبل کو۔

مختصر تشریح

اگر وہ فعل مضارع ہو تو حرف اول کو جو علامتِ مضارع ہے ضمہ دو اور آخر سے پہلے والے حرف کو فتحہ دو جیسے یَقْتُلُ سے یُقْتَلُ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مضارع مجہول بنانے کا اصول بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ مضارع مجہول بنانا ہو تو علامت مضارع کو ضمہ دو اور اخیر سے پہلے والے حرف کو کسرہ کے بجائے فتحہ دو جیسے یُضرَب،یُکرَم،یُستَخرَج۔

سوال: ماضی مجہول میں اخیر سے پہلے والے حرف کو کسرہ اور مضارع مجہول میں فتحہ کیوں؟

جواب: (۱) مضارع مجہول میں فتحہ اس لئے ہے تا کہ ماضی اور مضارع کے درمیان فرق ہو جائے۔

(۲) مضارع کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس لئے اس کو فتحہ دیا اور ماضی کثرت سے استعمال نہیں ہوتا اس لئے ماقبل سے اخیر کو کسرہ دیا۔

(۲) وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ فِيْهِ الْعَيْنُ اَلِفًا

ترجمہ: اور مضارع معتل عین میں بدل جائے گا عین کلمہ الف سے۔

مختصر تشریح

اگر فعل مضارع معتل العین ہو تو عین کلمہ بقاعدہ صرف الف سے بدل جائے گا جیسے یقولُ سے یُقَالُ اور یبیع سے یُباعُ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد معتل عین سے مضارع مجہول بنانے کا اصول بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اگر معتل عین سے مضارع مجہول بنانا ہے تو عین کلمہ کو الف سے بدلا

جائے گا جیسے یقول اصل میں یقْوَل تھا واؤ متحرک ہے اور ماقبل ساکن ہے واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی، واو پہلے متحرک تھا اب واو متحرک ماقبل مفتوح، اس کو الف سے بدل دیا تو یقال ہو گیا اور اسی طرح یبْیَعُ سے یبا عُ ہے۔

سوال: یہ تعلیل وغیرہ کیوں؟

جواب: کلمہ میں ثقل کو دور کرنے کے لئے تعلیل کی جاتی ہے۔

متعدی وغیر متعدی کا بیان

اَلْمُتَعَدِّیُ وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیِ فَالْمُتَعَدِّیُ مَا یُتَوَقَّفُ فَهْمُهُ عَلٰی مُتَعَلِّقٍ کَضَرَبَ وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیِ بِخِلَافِهٖ کَقَعَدَ

ترجمہ: پس متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا کسی متعلق پر موقوف ہو جیسے ضرب۔ اور غیر متعدی وہ فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو؛ جیسے قعد۔

مختصر تشریح

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا متعلق پر یعنی غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف ہو اور متعلق سے مراد مفعول بہ ہے جیسے ضرب (مارا اس نے) اس کا سمجھنا جس طرح ضارب پر موقوف ہے مضروب پر بھی موقوف ہے۔

فعل غیر متعدی (فعل لازم) وہ فعل ہے جو فعل متعدی کے برخلاف ہو یعنی اس کا سمجھنا غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف نہیں جیسے قعد بیٹھا اور فعل غیر متعدی (فعل لازم) تین طرح سے متعدی ہوتا ہے (۱) باب افعال میں لے جانے سے جیسے ذَهَبَ سے أذهب (۲) باب تفعیل میں لے جانے سے فَرِحَ (خوش ہوا) سے فَرَّحَ (خوش کیا) (۳) حرف جر کے ذریعہ جیسے ذهب (گیا) سے ذهب به لے گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تعدی اور عدم تعدی کے اعتبار سے فعل کی دو قسموں کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہیں: (۱) فعل متعدی (۲) فعل غیر متعدی۔

سوال: فعل متعدی کی تعریف کیا ہے؟

جواب: فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا متعلق پر یعنی فاعل کے علاوہ پر موقوف ہو جیسے ضرب (مارا اس ایک مرد نے) اس کا سمجھنا اس پر موقوف ہے جس سے ضارب کا ضرب متعلق ہوتا ہے۔

سوال: فعل غیر متعدی کی تعریف کیا ہے؟

جواب: فعل غیر متعدی: (فعل لازم) وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ پر موقوف نہ ہو جیسے قعد (وہ بیٹھا) اس میں قعود کا تعلق قاعد کے ساتھ ہے کسی دوسرے پر موقوف نہیں۔

سوال: فعل غیر متعدی کو فعل متعدی بنانے کی صورتیں کیا ہیں؟

جواب: غیر متعدی کو متعدی بنانے کی مختلف صورتیں ہیں:

(۱) باب افعال میں لے جانے سے جیسے ذهب سے اذهب۔

(۲) باب تفعیل میں لے جانے سے جیسے فرِح سے فرّح (خوش کیا)

(۳) باب استفعال میں لے جانے سے جیسے خرج سے استخرج۔

(۴) باب مفاعلہ میں لے جانے سے جیسے مشی سے ماشی۔

(۵) حرف جر زیادہ کرنے سے جیسے ذهب سے ذهب به (لے گیا)۔



قاعدہ

وَالْمُتَعَدِّیْ یَكُوْنُ اِلٰی وَاحِدٍ، كَضَرَبَ وَاِلَی اثْنَیْنِ، كَاَعْطٰی وَعَلِمَ وَاِلٰی ثَلٰثَةٍ، كَاَعْلَمَ، وَاَرٰی، وَاَنْبَأَ، نَبَّأَ وَاَخْبَرَ، وَخَبَّرَ، وَحَدَّثَ،

ترجمہ: اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے؛ جیسے ضرب ۔اور (کبھی) دو مفعولوں کی طرف؛ جیسے اعطی اور علم۔اور تین مفعولوں کی طرف جیسے اعلم۔الخ

مختصر تشریح

قاعدہ: فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمرا۔ اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعطیت زیداً درھماً اور علمت زیدا فاضلاً پہلی مثال میں مفعول اول اور مفعول ثانی کے مصداق الگ الگ ہیں اور دوسری مثال میں ایک ہیں۔اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے أعلم اللہ زیداًعمر أفاضلاً اللہ نے زید کو عمرو کا فاضل ہونا بتلایا اس طرح أری، أنبأَ، نَبَّأَ، أَخْبَرَ، خَبَّرَ اور حَدَّث کا حال ہے، جب وہ بمعنی اعلام (بتلانا) ہوتے ہیں تو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل متعدی کی تین صورتوں کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہیں: (۱) متعدی بیک مفعول (۲) متعدی بدو مفعول (۳) متعدی بسہ مفعول۔

سوال: متعدی بیک مفعول کی تعریف کیا ہے؟

جواب: متعدی بیک مفعول کہا جاتا ہے جو ایک مفعول پر پورا ہو جائے۔جیسے ضرب زید عمرواً۔

سوال: متعدی بدو مفعول کی تعریف کیا ہے؟

جواب: متعدی بدومفعول جو دومفعول کو چاہتا ہو جیسے اعطیت زیدا درھما، علمت زیدا قائما۔

سوال: متعدی بدومفعول کی دومثالیں کیوں بیان کی؟

جواب: متعدی بدومفعول کی دومثالیں اس لئے بیان کی کہ باب اعطیت اور باب علمت میں فرق ہے۔

سوال: وہ فرق کیا ہے؟

جواب: وہ فرق یہ ہے کہ باب اعطیت سے مراد مفعول اول اور مفعول ثانی دونوں کے درمیان مغائرت ہوایک نہ ہو جیسے اعطیت زیدا درھما اس میں زیداور درھم دونوں کا عین الگ الگ ہے دونوں ایک نہیں ہے اور باب علمت سے مراد مفعول اول اور مفعول ثانی دونوں ایک ہوالگ الگ نہ ہو جیسے علمت زیدا عالما، اس میں زیداور عالم الگ الگ نہیں بلکہ دونوں سے ایک ہی ذات مراد ہے، اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے مصنفؒ نے دومثالیں بیان کی۔

سوال: متعدی بسہ مفعول کی تعریف کیا ہے؟

جواب: متعدی بسہ مفعول کہا جاتا ہے جو تین مفعول کا تقاضہ کرے جیسے اعلمت زیدا درھما فاضلا، اخبرت ھاشما و قاسما کاتباً وغیرہ۔

فائدہ: متعدی بسہ مفعول میں اصل اعلم اورارٰی ہیں جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں اس لئے کہ اعلم اورارٰی حقیقت میں دومفعولوں کی طرف متعدی ہوتے تھے لیکن جب ان پر ہمزہ زیادہ کردیا تو ایک مفعول کا اوراضافہ ہوگیا، اوربقیہ انبأ، نبّأَ، اخبر، خبّر، حدّث وغیرہ بالواسطہ متعدی بسہ مفعول ہیں یعنی یہ افعال خمسہ اعلم اورارٰی کے معنی پر مشتمل ہیں اس لئے یہ بھی متعدی بسہ مفعول ہو گئے۔

قاعدہ

وَهٰذِهٖ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ كَمَفْعُوْلِ اَعْطَيْتُ

ترجمہ: اوران (اعلم اوراس کے نظائر) کا پہلا مفعول باب اعطیت کے مفعول کی طرح ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جاننا چاہئے کے اعطیتُ کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے کہہ سکتے ہیں اعطیت زیدا (میں نے زید کو دیا) کیا دیا؟ اس کا تذکرہ ضروری نہیں، اور علمت کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں، علمت زیدا کہنا درست نہیں، بات ادھوری رہے گی، بلکہ علمت زیداًفاضلاً کہنا ضروری ہے، اب قاعدہ سمجھنا چاہئے کہ یہ افعال جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں ان کا پہلا مفعول تو اعطیت کے دوسرے مفعول کی طرح ہے پس جائز ہے کہ اسکوذکر کریں اور جائز ہے کہ اس کوذکر نہ کریں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ جوافعال متعدی بسہ مفعول ہوتے ہیں ان کا مفعول اول، باب اعطیت کے مفعول ثانی کی طرح ہے۔

سوال: تشبیہ کس بات میں ہے؟

جواب: جس طرح اعطیت کے مفعول ثانی کا حذف درست ہے اسی طرح متعدی بسہ مفعول کے مفعول اول کو بھی حذف کیا جاسکتا ہے۔

سوال: متعدی بسہ مفعول کے مفعول اول کو حذف کیوں کیا جاسکتا ہے؟

جواب: کیونکہ باب اعطیت کا مفعول ثانی فقط مفعولیت کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ غیر مقصود ہوتا ہے اور باب اعلمت کا مفعول بطور تمہید کے ہوتا ہے وہ بھی گویا غیر مقصود ہے۔

وَالثَّانِيْ وَالثَّالِثُ كَمَفْعُوْلَیْ عَلِمْتُ

ترجمہ: اور دوسرا اور تیسرا مفعول باب علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہے۔

مختصر تشریح

متعدی بسہ مفعول کا دوسرا اور تیسرا مفعول علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں، پس یا تو دونوں کو حذف کریں یا دونوں کو ذکر کریں ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد جو افعال متعدی بسہ مفعول ہوتے ہیں ان کا مفعول ثانی وثالث باب علمت کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے یا تو دونوں کو ذکر کیا جائے یا دونوں کو حذف کر دیا جائے ایک کو حذف اور دوسرے کو ذکر کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ ان کا مفعول ثانی اور مفعول ثالث درحقیقت علمت کے دونوں مفعول ہیں اور علمت کے دونوں میں سے ایک کا حذف اور دوسرے پر اکتفا صحیح نہیں ہے۔

سوال: ایک کو حذف اور دوسرے کا ذکر کیوں نہیں کر سکتے؟

جواب: اس لئے کہ علمت کے دونوں مفعول بمنزلۂ شئ واحد کے ہیں لہذا ایک کا ذکر اور دوسرے کا حذف جزء کلمہ کے ذکر کی طرح ہوگا جو کہ مناسب نہیں ہے۔



افعال قلوب کا بیان □

اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ

ظَنَنْتُ، وَحَسِبْتُ، وَخِلْتُ، وَزَعَمْتُ، وَعَلِمْتُ، وَرَأَيْتُ، وَوَجَدْتُّ
تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِبَيَانِ مَّا هِيَ عَنْهُ فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ

ترجمہ: افعال قلوب جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اس (یقین یا شک) کو بیان کرنے کے لئے جس سے وہ جملہ (پیدا ہوا) ہے پس یہ (اس جملے کے) دونوں جزؤں کو نصب دیتے ہیں۔ افعال قلوب: ظننت، وحسبت، وخلت، وزعمت، وعلمت، ورایت، اور وجدت ہیں۔

مختصر تشریح

یہ تمام افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں پہلی مثال میں علمت، زید کاتب پر داخل ہوا ہے، اور اس چیز کو بیان کرتا ہے جس سے یہ خود ماخوذ ہوتے ہیں یعنی ظننتُ ظَنّ (گمان) کو بیان کرتا ہے اور علمت علم کو بیان کرتا ہے، یہ افعال جملہ اسمیہ کے دونوں جزؤں کو بر بنائے مفعولیت نصب دیتے ہیں۔

فعل قلب وہ فعل ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے، ہاتھ پاؤں کو اس کے صادر ہونے میں کچھ دخل نہ ہو جیسے علمت زیدا عالما میں نے زید کو عالم جانا، افعال قلوب سات ہیں عَلِمَ (جانا) رَأی (دیکھا) وَجَدَ (پایا) حَسِبَ (گمان کیا) ظَنَّ (گمان کیا) خَالَ (گمان کیا) زَعَمَ (گمان کیا) اول تین یقین کے لئے ہیں، بعد کے تین شک کے لئے ہیں اور آخری فعل شک ویقین دونوں میں مشترک ہے جیسے علمت زیدا کاتبا میں نے زید کو کاتب (لکھنے والا) جانا رأیت سعیدا فاضلا دل سے دیکھا میں نے سعید کو فاضل یعنی اس کو بڑا آدمی سمجھا وجدت قاسما امینا میں نے قاسم کو امانت دار پایا حسبت محمداً نائماً میں

نے محمد کو سونے والا گمان کیا ظننت حسنا قارئاً میں نے حسن کو عمدہ قرآن پڑھنے والا گمان کیا زعمت الصدیق وَفِیًا میں نے دوست کو وفادار گمان کیا زعمت اللہ غفورا میں نے اللہ کو بالیقین بخشنے والا جانا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال قلوب اور اس کے عمل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: افعال قلوب کی تعریف کیا ہے؟

جواب: افعال قلوب ان افعال کو کہا جاتا ہے جن کا تعلق دل اور باطن سے ہو اس میں اعضا اور جوارح کا کوئی دخل نہ ہو یہ کل سات ہیں جن کو شاعر نے فارسی شعر میں جمع کر دیا ہے۔ شعر

دیگر افعال یقین وشک بود کاں بر دو اسم ۔۔۔ چوں در آید ہر یکے منصوب سازد ہر دو را

خلت باشد باعلمت بس حسبت باز عمت ۔۔۔ بس ظننت بارأیت بس وجدت بے خطا

سوال: افعال قلوب کتنے ہیں؟

جواب: افعال قلوب سات ہیں (۱) ظننت (۲) حسبت (۳) خلت (۴) زعمت (۵) علمت (۶) رایت (۷) وجدت۔

سوال: افعال قلوب کی وجہ تسمیہ؟

جواب: افعال قلوب جو سات ہیں ان میں سے بعض شک کے لئے ہیں اور بعض یقین کے لئے ہیں اور یقین اور شک کا تعلق قلب اور دل کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے ان کو افعال قلوب کہا جاتا ہے۔

سوال: افعال قلوب کا عمل کیا ہے؟

جواب: افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں جز کو نصب دیتے ہیں۔ چاہے یقین کے قبیل سے ہو یا شک کے قبیل سے ہو۔

سوال: افعال قلوب جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟

جواب: افعال قلوب اگر جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے تو عامل و معمول دونوں فعل ہوتے تو فعل کا فعل پر دخول لازم آتا اس لئے صحیح نہیں لہذا افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔

سوال: دو جزؤں کو نصب کیوں دیتے ہیں؟

جواب: دونوں جزؤں کو مفعول ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں۔

نوٹ: افعال قلوب کی تفصیل مختصر تشریح میں ملاحظہ فرمالیں۔

وَمِنْ خَصَائِصِهَا اَنَّهُ اِذَا ذُكِرَ اَحَدُهُمَا ذُكِرَ الْآخَرُ بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ

ترجمہ: اور ان کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان دونوں مفعولوں میں سے ایک ذکر کیا جائے گا، تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے گا۔ برخلاف باب اعطیت کے۔

مختصر تشریح

افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو ذکر نہ کرنا جائز نہیں، یا تو دونوں کو ذکر کیا جائے یا دونوں کو حذف کیا جائے کیونکہ ان کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول کے ہوتے ہیں برخلاف اعطیت کے اس کے صرف مفعول اول کو ذکر کر سکتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال قلوب کی چار خصوصیات میں سے پہلی خصوصیت کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو ذکر نہ کرنا جائز نہیں افعال قلوب کے ایک مفعول کا ذکر کریں تو دوسرے مفعول کا ذکر کرنا بھی

ضروری ہوگا کسی ایک پر اکتفا درست نہیں جبکہ کوئی قرینہ نہ ہو۔ یا تو دونوں کو ذکر کیا جائے یا دونوں کوحذف کیا جائے۔

سوال: دونوں کوذکر کرنا یا دونوں کوحذف کرنا ضروری کیوں ہے؟

جواب: کیونکہ افعال قلوب کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول کے ہوتے ہیں برخلاف باب اعطیت کے صرف مفعول اول کوذکر کر سکتے ہیں۔

سوال: افعال قلوب کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول کے کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: (۱) افعال قلوب کے دونوں مفعول مبتدا اور خبر کے درجہ میں ہیں اور مبتدا اور خبر میں محل ایک ہوتا ہے جیسے ظننت زیداً قائماً میں اگر ظننت کو ہٹا لیا جائے تو زیداً قائماً مبتدا اور خبر ہوگا اور زید کا اطلاق جس ذات پر ہوتا ہے قائم کا اطلاق اسی ذات پر ہوتا ہے۔

(۲) افعال قلوب کے مفعول درحقیقت جملہ کا مضمون ہوتا ہے اگر ایک کو ذکر کریں اور دوسرے کوحذف کر دیں تو جملہ کا مضمون سمجھ میں نہیں آئے گا گویا جز کا ذکر کرنا لازم آئے گا

لطیفہ: افعال قلوب کے دو مفعولوں کے حذف اور عدم حذف کا مسئلہ "ای چہ بُردنی؟ گر بُردنی ہمہ را بُردنی، گر نہ بُردنی کسے را نہ بُردنی، یکے را بُردنی یکے را نہ بُردنی، ایں چہ بُردنی؟ کے مانند ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی شخص کا ایک نوکر تھا، سیٹھ کی دو جوان لڑکیاں تھیں، نوکر کی ایک لڑکی سے آنکھ لڑ گئی وہ اسے بھگا کر لے گیا تو سیٹھ نے کہا: ایں چہ بُردنی؟ یہ کیا لے جانا ہوا؟ "گر بُردنی ہمہ بُردنی" اگر لے جانا تھا تو دونوں کو لے جاتا۔ "گر نہ بُردنی کسے را نہ بُردنی" اگر نہ لے جاتا تو کسی کو نہ لے جاتا۔ "یکے را بُردنی یکے را نہ بُردنی، ایں چہ بُردنی؟ ایک کو لے جانا اور ایک کو نہ لے جانا یہ کیا لے جانا ہوا؟ گویا افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کوحذف کرو اگر حذف کرنا ہو ورنہ دونوں کو برقرار رکھو۔ یہ کیا؟ ایک مفعول کوحذف کیا، ایک کو چھوڑ دیا؟

نوٹ: اگر حذف پر قرینہ ہو تو ایک مفعول پر اکتفا کرنا درست ہے جیسے اللہ تعالی کا قول و لایحسبن الذین یبخلون بما اٰتـھم اللہ من فضلہ ھو خیر لھم اس میں بخلھم

مفعول اول محذوف ہے۔

برخلاف باب اعطیت کے دونوں مفعولوں میں سے ایک کا حذف درست ہے کیونکہ اس کے مفاعیل مستقل مفعول ہیں اور مفعول فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے یا یوں کہا جائے کہ یہاں حذف کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے لہذا اعطیت زیدا کہنا درست ہے بغیر دی ہوئی چیز کا تذکرہ کئے ہوئے اسی طرح اعطیت درھما بھی کہنا درست ہے بغیر اس شخص کا تذکرہ کئے ہوئے جس کو دیا گیا ہے۔

وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ اَوْ تَاَخَّرَتْ لِاِسْتِقْلَالِ الْجُزْئَيْنِ كَلَامًا

ترجمہ: اور ان میں سے (دوسری خصوصیت) الغاء کا جائز ہونا ہے جبکہ افعال قلوب درمیان میں واقع ہوں یا مؤخر ہوں، دونوں جزؤں کے مستقل کلام ہونے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

جب افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان آئیں یا بعد میں آئیں تو ان کا الغاء جائز ہے۔ الغاء کے معنی ان کا لفظاً اور معنیً عمل باطل کرنا۔ کیونکہ ان کے دونوں مفعولوں میں مبتدا وخبر بننے کی صلاحیت ہے اس لئے وہ مستقل کلام ہیں اور افعال قلوب کا عمل ضعیف ہے پس ان کا عمل ختم کر دینا درست ہے جیسے زید علمتُ کاتبٌ یا زید کاتب علمت کہنا صحیح ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال قلوب کی چار خصوصیات میں سے دوسری خصوصیت کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان آئے یا بعد میں آئے تو ان کا الغاء جائز ہے۔

سوال: الغاء کسے کہتے ہیں؟

جواب: الغاء کے معنی ہے ان کا لفظاً اور معنیً عمل باطل کرنا۔

سوال: الغاء کیوں جائز ہے؟

جواب: جائز اس لئے ہے کہ دونوں مفعول کلام تام ہیں اس لئے کہ دونوں مفعولوں میں پہلا مبتدا اور دوسرا خبر ہے لہذا اعامل ضعیف کے ساتھ ان دونوں کا معمول ہونا منع ہو جائے گا کیونکہ فعل دونوں سے یا کسی ایک سے مؤخر ہو جاتا ہے بلفظ دیگر افعال قلوب یہ ضعیف ہیں ترتیب کی صورت میں تو عمل کرے گا غیر ترتیب میں عمل نہیں کرے گا۔

نوٹ: البتہ جب افعال قلوب، فعل اور اس کے مرفوع کے درمیان یا اسم فاعل اور اس کے مفعول کے درمیان اور ان کے دونوں معمولوں کے درمیان اسی طرح معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان واقع ہو تو الغائے عمل واجب ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ ،وَالنَّفْيِ ،وَاللَّامِ ، مِثْلُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو ۔

ترجمہ: اور ان میں سے (تیسری خصوصیت) یہ ہے کہ ان کو معلق کر دیا جاتا ہے استفہام، نفی اور لام ابتدا سے پہلے جیسے علمت ازید عندک ام عمرو ؟ (میں نے یقین کر لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو؟)۔

مختصر تشریح

جب افعال قلوب استفہام، نفی، یا لام ابتدا سے پہلے واقع ہو تو وہ معلق (اَدھر لٹکائے ہوئے) کر دئے جاتے ہیں یعنی لفظاً ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور معنیً باقی رہتا ہے جیسے علمت أزید عندک أم عمرو ؟ علمت ما زید قائم، علمت لزید قائم۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال قلوب کی چار خصوصیات میں سے تیسری خصوصیت کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب افعال قلوب، استفہام اور نفی اور لام میں سے کسی سے بھی پہلے واقع ہو تو اس کا عمل معلق ہو جاتا ہے، گویا لفظاً عمل باطل ہو جاتا ہے معنیً عمل باقی رہتا ہے۔

سوال: لفظاً عمل باطل اور معنیً باقی کیوں؟

جواب: لفظاً عمل اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ یہ تینوں کے تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اگر لفظاً عمل دے دیا جائے تو ان کی صدارت ختم ہو جائے گی اور دونوں نصب کی جگہ واقع ہیں گویا معنیً عمل باقی ہے کیونکہ مثلاً علمت ازید عندک ام عمرو میں علم ان دونوں پر حقیقتاً واقع ہے اس لئے تینوں حروف کی لفظ کے اعتبار سے اور افعال کی معنی کے اعتبار سے رعایت کردی گئی۔نفی کی مثال علمت ما زید فی الدار اور لام کی مثال علمت لزید منطلق

سوال: الغاء اور معلق دونوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: الغاء میں لفظاً و معناً عمل باطل ہو جاتا ہے اور معلق میں لفظاً عمل باطل ہو جاتا ہے لیکن معنیً عمل باطل نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔

> وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ مِثْلُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا۔

ترجمہ: اور ان میں سے (چوتھی خصوصیت) یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول کسی ایک چیز کی دو ضمیریں ہوں جیسے علمتنی منطلقا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا یقین کیا)۔

مختصر تشریح

افعال قلوب کا فاعل اور مفعول ایسی دو ضمیریں (متصل) ہوسکتی ہیں جن کا مرجع ایک ہوں جیسے علمتُنِی منطلقاً میں نے خود کو چلنے والا جانا اس میں تُ اور ی کا مرجع خود متکلم ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال قلوب کی چار خصوصیات میں سے چوتھی اور آخری خصوصیت کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان افعال کے فاعل اور مفعول کی ضمیریں شئ واحد کے لئے ہوسکتی ہیں یعنی دونوں کا مصداق ایک ہوسکتا ہے جیسے علمتنی منطلقا (میں نے خود کو چلنے والا جانا) اس مثال میں فاعل کی ضمیر تُ ہے اور مفعول کی ضمیر ی متکلم اور دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔

سوال: دیگر افعال میں فاعل اور مفعول کی ضمیریں شئ واحد نہیں ہوسکتی اور افعال قلوب کی ضمیریں شئ واحد ہوسکتی ہے ایسا کیوں؟

جواب: افعال قلوب میں دو مفعول ہوتے ہیں، اول دوسرے کے لئے تمہید ہوتا ہے اور مفعول ثانی اصل ہوتا ہے؛ لہذا دو چیزوں کا ایک ضمیر میں متحد ہونا لازم نہیں آتا برخلاف دیگر افعال کے وہاں ایسا نہیں ہوتا لہذا ضربتنی نہیں کہا جائے گا کیونکہ فاعل مؤثر ہوتا ہے اور مفعول متاثر اور مؤثر دونوں لفظاً و معنی مغائر ہوتے ہیں اس حال میں کہ ضربتنی میں دونوں معنی متحد ہیں لہذا فاعل اور مفعول میں مغائرت کے حصول کے لئے امکان کے بقدر ان کا لفظاً متغائر ہونا ضروری ہے لہذا ضربت نفسی بولا جائے گا نہ کہ ضربتنی۔

❁ ❁ ❁

فائدہ

وَلِبَعْضِهَا مَعْنًى آخَرُ يَتَعَدّٰى بِهٖ إِلٰى وَاحِدٍ فَظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ
وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى أَبْصَرْتُ
وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى أَصَبْتُ

ترجمہ: اوران میں سے بعض افعال کے ایک دوسرے معنی ہیں جس کی وجہ سے یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں، چنانچہ ظننت، اتھمت کے، علمت، عرفت کے رأیت، أبصرت کے اور وجدت، أصبت کے معنی میں آتے ہیں۔

مختصر تشریح

(۲) فائدہ: افعال قلوب میں سے بعض کے مذکورہ معانی کے علاوہ بھی معانی ہیں، اوراس وقت وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں، ظننت: ظِنَّةٌ سے مشتق ہو کر تہمت لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے، اس وقت وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے، ایسے ہی علمت بمعنی عَرَفْتُ اور رأیت بمعنی أبصرتُ (آنکھ سے دیکھنا) اور وجدت بمعنی أَصَبْتُ (پانا) آتے ہیں، جب ان افعال کے یہ معنی ہوں تو وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوں گے

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک فائدہ کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ افعال قلوب میں سے بعض افعال ایسے ہیں جن کے دوسرے معنی ہیں جب وہ دوسرے معنی میں ہو تو یہ متعدی بیک مفعول ہوجائیں گے اب وہ افعال قلوب نہیں رہیں گے جیسے ظننت، ظن سے مشتق ہوکر تہمت لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے ای اتھمت، اور علمت، عرفت کے معنی

میں اور رأیت یہ أبصرت (آنکھ سے دیکھنا) کے معنی میں ہے اور وجدت أصبت کے معنی میں (پانا)۔

سوال: قرآن مجید میں ہے انی أرانی أعصر خمرا اس میں رویت قلب کا فعل نہیں ہے کیونکہ یہ خواب کی رویت ہے نہ کہ قلب کی؟

جواب: ان مثالوں میں آنکھ کی رویت اور خواب کی رویت کو قلب کی رویت پر محمول کردیا گیا ہے

سوال: افعال قلوب میں سے ہر فعل کے معنی مختلف ہیں لہذا مصنفؒ کا یہ قول ولبعضھا معنی آخر صحیح نہیں ہے؟

جواب: ہاں ہر فعل قلب کے مختلف معانی ہیں لیکن فعل قلب سے ملتا جلتا معنی ہر فعل قلب کا نہیں ہے بلکہ بعض افعال قلوب کا دوسرا معنی فعل قلب سے ملتا جلتا ہے اور مصنفؒ کی مراد یہی ہے کہ فعل قلب سے ملتا جلتا معنی بعض افعال قلوب کے لئے ہے۔



افعال ناقصہ کا بیان

اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ مَا وُضِعَ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ وَهِيَ كَانَ ،وَصَارَ، وَاَصْبَحَ، وَاَمْسٰى، وَاَضْحٰى، وَظَلَّ، وَبَاتَ، وَآضَ، وَعَادَ، وَغَدَا، وَرَاحَ، وَمَازَالَ، وَمَا انْفَكَّ، وَمَافَتِئَ، وَمَابَرِحَ، وَمَادَامَ، وَلَيْسَ،

ترجمہ: وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی (مخصوص) صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ اور وہ کان، صار، اصبح، امسی، اضحی، ظلّ، بات، آض، عاد، غدا، راح، مازال،ماانفک، مافتی، مابرح، مادام، اور لیس ہیں۔

مختصر تشریح

افعال ناقصہ سترہ ہیں جو کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں، ان کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صرف فاعل (اسم) پر تام نہیں ہوتے، بلکہ اسم کے ساتھ خبر کو ملانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، یہ افعال: فاعل (اسم) کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسے کان زید نائما اس میں زید کے لئے صفت نوم ثابت کی گئی ہے۔

کان (تھا، ہے) صار (ہوا) اصبح (صبح میں ہوا) امسی (شام کو ہوا) اضحی (چاشت کے وقت ہوا) ظل (دن بھر ہوا) بات (رات بھر ہوا) آض (ہوا) عاد (صار کے معنی میں ہوا) غدا (صبح کے وقت ہوا) راح (شام کے وقت ہوا) مازال (برابر رہا) ما انفک (جدا نہیں ہوا) مافتی (نہیں رکا، نہیں بھولا، ہمیشہ کرتا رہا) مابرح (نہیں ہٹا) مادام (جب تک رہا) لیس (نہیں ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ کی تعریف وتعداد کو بیان کرنا ہے۔ افعال ناقصہ: وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی خاص صفت پر مقرر کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

سوال: افعال ناقصہ میں تقریر الفاعل علی الصفة کے علاوہ دوسرے معنی جیسے دوام واستمرار بھی تو پائے جاتے ہیں؟

جواب: (۱) دوام واستمرار اور انتقال کا معنی پائے جاتے ہیں لیکن چونکہ ان تمام میں عمدہ تقریر الفاعل علی الصفة کا معنی ہے اس کے علاوہ دوام واستمرار عمدہ نہیں ہے اس لئے عمدہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو بیان کیا۔

(۲) تقریر الفاعل علی الصفہ یہ اصل ہے اور دوام واستمرار ضمناً ہے اس لئے افعال ناقصہ کی تعریف میں اصل کا اعتبار کیا ضمنا کا اعتبار نہیں کیا۔

سوال: آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف افعال تامہ پر بھی صادق آتی ہے؛ کیونکہ افعال تامہ میں بھی تو تقریر الفاعل علی الصفۃ ہوتا ہے؟

جواب: افعال تامہ کی وضع تقریر الفاعل علی الصفۃ کے لئے ہوتی ہے لیکن وہ عین مصدر کے لئے ہے لیکن افعال ناقصہ کی وضع تقریر الفاعل علی الصفۃ کے لئے ہے جو صفت مصدر کے علاوہ کے لئے ہے۔

سوال: افعال ناقصہ کی تعداد کتنی ہیں؟

جواب: افعال ناقصہ مشہور قول کے مطابق سترہ ہیں۔

کان (تھا، ہے) صار (ہوا) اصبح (صبح میں ہوا) امسی (شام کو ہوا) اضحی (چاشت کے وقت ہوا) ظل (دن بھر ہوا) بات (رات بھر ہوا) آض (ہوا) عاد (صار کے معنی میں ہوا) غدا (صبح کے وقت ہوا) راح (شام کے وقت ہوا) مازال (برابر رہا) ما انفک (جدا نہیں ہوا) مافتی (نہیں رکا، نہیں بھولا، ہمیشہ کرتا رہا) مابرح (نہیں ہٹا) مادام (جب تک رہا) لیس (نہیں ہے)۔

البتہ بعض کے نزدیک تیرہ ہیں جن کو کسی شاعر نے شعر میں جمع کیا ہے وہ یہ ہے:

اے عاقل! سیزدہ فعلند کایشاں ناقصند رافع اسمند روناصب درخبر چوما ولا

کان، صار، اصبح، امسی، واضحیٰ ظل، بات، مافتی، مادام، ماانفک، لیس باشد ازقفا

مابرح، مازال، وافعالے کزینہا مستقند ہرکجابینی ہمیں حکم ست درجملہ روا

(۱) اے عقلمند تیرہ فعل ہیں کہ وہ افعال ناقصہ ہیں، وہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دینے والے ہیں ما اور لا مشابہ بلیس کی طرح۔

(۲) مابرح (نہیں ہٹا، برابر رہا) اور وہ افعال جو کہ ان سے مشتق ہوں (مضارع، امر وغیرہ) جہاں بھی دیکھے تو یہی حکم سب میں جائز ہے (مشتقات کا بھی یہی عمل ہے)۔

فائدہ

وَقَدْ جَاءَ "مَا جَاءَتْ حَاجَتُكَ" وَ"قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ"

ترجمہ: اورآیا ہے ما جاءت حاجتک (وہ ناتجربہ کاری تمہاری ضرورت نہیں ہوئی) اور قعدت کانھا حربة (وہ چھری ایسی ہوگئی کہ گویا کہ وہ چھوٹا نیزہ ہے)۔

(۱) فائدہ: افعال ناقصہ صرف یہی سترہ نہیں ہیں اور بھی افعال ناقصہ آئے ہیں جیسے (۱) حضرت ابن عباسؓ خوارج کو سمجھانے گئے تو بہت سے سمجھ گئے اور اطاعت کی طرف لوٹ آئے، مگر چار ہزار نہیں سمجھے، انہوں نے کہا ما جاءت حاجتک ہماری غفلت نے آپ کی حاجت برآری نہ کی! اس میں جاءت بمعنی صارت ہے، ضمیر محذوف جو غفلت کی طرف راجع ہے اسم ہے اور حاجتک خبر ہے (۲) اور ایک بدو نے کہا "اَرْهَفَ شَفْرَته حتی قَعَدَتْ کانها حَرْبَةٌ" اس نے اپنی چھری تیز کی یہاں تک کہ وہ چھوٹے نیزے کی طرح ہوگئی، اس میں قعدت بمعنی صارت ہے اور ضمیر جو شفرة کی طرف عائد ہے قعدت کا اسم ہے اور جملہ کانها حربة خبر ہے (مگر یہ افعال سماع پر موقوف ہیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ماقبل میں مذکورہ افعال ناقصہ کے علاوہ بھی کچھ افعال ناقصہ آئے ہیں جیسے ماجاءت اور قعدت۔

سوال: ماجاءت حاجتک کس کا مقولہ ہے؟

جواب: ماجاءت حاجتک ابن عباسؓ کا مقولہ ہے۔

سوال: ابن عباسؓ نے کس موقعہ پر کہا تھا؟

جواب: حضرت ابن عباسؓ خوارج کو سمجھانے گئے تو اکثر سمجھ گئے اور اطاعت

کی طرف لوٹ آئے مگر چار ہزار نہیں سمجھے تو انہوں نے کہا ماجاء ت حاجتک (ہماری غفلت نے آپ کی حاجت برآری نہ کی) اس مقولہ میں جاءت، صارت کے معنی میں ہے۔

سوال: اس مقولہ میں جاءت کا مرجع کیا ہے؟

جواب: ضمیر کے مرجع کے سلسلے میں دو احتمال ہیں۔

(۱) ما استفہامیہ مبتدا ہو اور جاءت کی ضمیر جو اس کا اسم ہے ما کی طرف راجع ہو اور حاجتک اس کی خبر ہو اور ضمیر کا مرجع مؤنث ہونا باعتبار خبر کے ہو کیونکہ مشہور قاعدہ ہے اذا دار الضمیر بین المرجع و الخبر فرعایۃ الخبر اولی۔

(۲) جاءت کی ضمیر مؤنث کا مرجع ما استفہامیہ معنی کے اعتبار سے ہو کیونکہ ما، حاجۃ کے معنی میں ہے (ای حاجۃ) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جاءت کی ضمیر کا مرجع عزات ہو جو خوارج کے قول میں اس مقولہ سے پہلے مذکور ہے۔

سوال: وقعدت کانھا حربۃ کیا ہے؟

جواب: وقعدت کانھا حربۃ ایک بدوی کا مقولہ ہے۔

سوال: بدوی نے اس کو کس موقعہ پر کہا تھا؟

جواب: وہ بدوی اپنی چھری تیز کر رہا تھا اور وہ باریک ہوگئی تو اس نے کہا ارھف شفرتہ حتی قعدت کانھا حربۃ (اس نے اپنی چھری تیز کی یہاں تک کہ وہ چھوٹے نیزے کی طرح ہوگئی)۔

اس میں قعدت، صارت کے معنی میں ہے اور ضمیر جو شفرۃ کی طرف عائد ہے قعدت کا اسم ہے اور جملہ کانھا حربۃ خبر ہے (مگر یہ افعال سماع پر موقوف ہیں)۔

نوٹ: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو اہل عرب سے سنے گئے ہیں ان کو افعال ناقصہ میں شمار کریں گے اور جو اہل عرب سے نہیں سنے گئے مگر افعال ناقصہ کے معنی میں ہیں تو اس کو شمار نہیں کریں گے اور امام فراء فرماتے ہیں کہ جو اہل عرب سے سنے گئے ہوں یا جو افعال ناقصہ کے معنی میں ہوں وہ سب کے سب افعال ناقصہ میں ہی شمار کئے جائیں گے۔

قاعدہ

تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِعْطَاءِ الْخَبَرِ حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ، وَتَنْصِبُ الثَّانِيْ، مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

ترجمہ: یہ (افعال ناقصہ) داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر خبر کو اپنے حکم معنی کے حکم کا فائدہ دینے کے لئے۔

پس پہلے جز کو رفع دیتے ہیں اور دوسرے جز کو نصب دیتے ہیں جیسے کان زید قائماً

مختصر تشریح

قاعدہ: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اپنے معنی خبر کو دیتے ہیں اور جملہ اسمیہ کے جزء اول کو رفع اور جزء ثانی کو نصب دیتے ہیں جیسے کان زید قائمازید کھڑا تھا، کان نے اپنے معنی کا حکم یعنی ثبوت قائما کو دیا یعنی قیام کو زید کے لئے ثابت کیا یہی افعال کا کام ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ کے استعمال کو بیان کرنا ہے۔

سوال: افعال ناقصہ کا استعمال کیا ہے؟

جواب: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور جزء اول کو رفع اور جزء ثانی کو نصب دیتے ہیں۔

سوال: اول جزء کو رفع کیوں؟

جواب: افعال ناقصہ اول جزء کو رفع فاعل ہونے کی وجہ سے دیتے ہیں۔

سوال: دوسرے جزء کو نصب کیوں؟

جواب: افعال ناقصہ ثانی جزء کومفعول سے مشابہت کی وجہ سے نصب دیتے ہیں۔

سوال: مشابہت کس چیز میں؟

جواب: جس طرح فعل متعدی کا سمجھنا مفعول پر موقوف ہوتا ہے اسی طرح افعال ناقصہ کا سمجھنا خبر پر موقوف ہوتا ہے جیسے کان زید عالما۔

سوال: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر کیا فائدہ دیتے ہیں؟

جواب: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر خبر کو اپنے حکم میں کردیتے ہیں، حکم سے مراد اثر ہے جو ان معانی پر مرتب ہوتا ہے جیسے صار زید غنیا (زید مالدار ہوگیا) تو صار نے غنی کو انتقال کا اثر دے دیا، دولت مندی زید کی طرف منتقل ہوگئی، فقر سے غناء کی طرف منتقل ہونا پایا گیا۔

سوال: افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: افعال ناقصہ کو افعال ناقصہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر فعل، فاعل پر پورا ہو جاتا ہے لیکن یہ افعال تنہا فاعل پر پورے نہیں ہوتے بلکہ ان کے فاعل کی خبر (صفت) بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

فَكَانَ (١) تَكُونُ نَاقِصَةً لِثُبُوتِ خَبَرِهَا

مَاضِيًا دَائِمًا أَوْ مُنْقَطِعًا، وَبِمَعْنٰى صَارَ

ترجمہ: پس کان ناقصہ ہوتا ہے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے (کو بتانے) کے لئے دوام انقطاع کے ساتھ، اور صار کے معنی میں ہوتا ہے،

مختصر تشریح

افعال ناقصہ کی تفصیل: افعال ناقصہ میں سے کان تین طرح استعمال ہوتا ہے ناقصہ، تامہ اور زائدہ، پھر ناقصہ کی دو قسمیں ہیں ایک: وہ جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ

ماضی میں ثابت کرتا ہے، خواہ زمانۂ ماضی میں ثبوت دائمی ہو جیسے کان اللہ یا منقطع ہو جیسے کان زید قائما دوسرے بمعنی صار جیسے کان زید غنیا زید مالدار ہو گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے کان کی تفصیل بیان کرنا ہے۔ اور کان تین طرح استعمال ہوتا ہے: (۱) ناقصہ (۲) تامہ (۳) زائدہ۔

کان ناقصہ کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کان، صارت کے معنی میں ہو جیسے و کان من الکافرین (ابلیس نے تکبر کیا تو وہ کافروں میں سے ہو گیا) تو اس آیت میں کان، صار کے معنی میں ہے۔

(۲) کان کبھی ماضی میں ثبوت خبر کے لئے آتا ہے۔

ثبوت خبر فی الماضی کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) دائمی جیسے کان اللہ غفورا رحیما، اللہ تعالی ماضی، حال، مستقبل ہر زمانے میں معاف کرنے والے اور رحمت والے ہیں۔ (۲) منقطعی جیسے کان زید قائماً اس میں قیام کا ثبوت زید کے لئے دائماً نہیں۔

وَيَكُونُ فِيهَا ضَمِيرُ الشَّانِ

ترجمہ: اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

فائدہ: مصنفؒ نے دوران کلام ضمناً ایک فائدہ بیان کیا ہے کہ کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان ہوتی ہے جو اس کا اسم ہوتی ہے، اور جو جملہ اس کے بعد آتا ہے وہ خبر ہوتا ہے اور وہ ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے جیسے

اذا مت کان الناس صنفان شامتٌ و الآخرُ مُثْنٍ بالذی کنت اصنع

(جب میں مرجاؤں گا تو لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے کچھ برا بھلا کہنے والے اور دوسرے تعریف کرنے والے اس کی جس کو میں کیا کرتا تھا)

اس میں کان میں ضمیر شان ہے جو اس کا اسم ہے اور الناس صنفان: مبتدا خبر مل کر کان کی خبر ہیں اور ضمیر شان کی تفسیر کرتے ہیں (اس فائدہ کا تعلق کان ناقصہ سے ہے، تامہ اور زائدہ سے نہیں یعنی کان ناقصہ ہی میں ضمیر شان ہوتی ہے اس لئے مصنفؒ نے کان ناقصہ کے بیان کے آخر میں یہ فائدہ بیان کیا ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان بھی ہوتی ہے جیسے شاعر کا قول شعر

اذامت کان الناس صنفان شامت　　　و الآخر مثن بالذی کنت اصنع

(جب میں مرجاؤں گا تو لوگ دو طرح کے ہوں گے کچھ برا بھلا کہنے والے اور دوسرے کچھ مدح سرائی کرنے والے اس کی جس کو میں کیا کرتا تھا) محل استدلال کان الناس صنفان ہے کہ کان میں ضمیر ھو شان کی ہے اور الناس صنفان اس کا مفسر ہے۔

(۲) وَتَكُونُ تَامَّةً بِمَعْنٰى ثَبَتَ

ترجمہ: اور تامہ ہوتا ہے ثبت کے معنی میں۔

مختصر تشریح

اور کان کی دوسری قسم: کان تامہ بمعنی ثبت ہے اس صورت میں کان اسم پر تام ہو جاتا ہے، اس کو خبر کی حاجت نہیں ہوتی جیسے کن فیکون یعنی ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ای فیکون ھو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کان کبھی تامہ ہوتا ہے۔

سوال: ان جب تامہ ہوگا تو کس معنیٰ میں ہوگا؟

جواب: جب کان تامہ ہوتا ہے تو وہ وجد اور ثبت کے معنی میں ہوتا ہے اور خبر کی کوئی ضرورت نہیں جیسے اللہ تعالی کا ارشاد وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ میں کان وجد اور ثبت کے معنی میں ہے اور جیسے کن فیکون (پس ہو جا وہ ہو جاتی ہے)۔

(۳)وَزَائِدَةً

ترجمہ: (۳) اور زائدہ ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

کان کی تیسری قسم کان زائدہ ہے یعنی اس کے ہونے اور نہ ہونے سے معنی اصلی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان کیف نکلم من کان فی المھد صبیا (ہم کیسے بات کریں اس سے جو ابھی گہوارے میں ہے) اس میں کان تحسین کلام کے لئے ہے جو زائدہ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کان کبھی زائدہ ہوتا ہے۔

سوال: کان زائدہ کا کیا مطلب؟

جواب: کان زائدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہونے نہ ہونے سے اصلی معنیٰ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال: کان زائدہ کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: کان زائدہ کا فائدہ کلام میں حسن کو پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان کیف نکلم من کان فی المھد صبیا (ہم کیسے بات کریں اس سے جو ابھی گہوارے میں ہے) میں کان زائدہ ہے۔اسی طرح کا شاعر کا شعر

جیاد ابنی ابی بکر تسامی علی کان المسومة العراب

(میرے بیٹے ابوبکر کے عمدہ عمدہ گھوڑے بلند ہیں عربی نشان زدہ گھوڑوں پر)۔

اس میں کان زائدہ ہے اصل علی المسومة العراب ہے لیکن کان تحسین کلام کے لئے لایا گیا ہے۔

وَصَارَ لِلْانْتِقَالِ

ترجمہ: اور صار انتقال کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

(۱) افعال ناقصہ میں سے صار حالت کی تبدیل کے لئے آتا ہے جیسے صار الدقیق خبزاً آٹا روٹی بن گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے صار کی تفصیل بیان کرنا ہے

سوال: صار کس لئے آتا ہے؟

جواب: صار انتقال کے لئے آتا ہے۔اور اس کی دو صورتیں ہیں (۱) من صفة الی صفة: ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جیسے صار زید عالما، عالم صفت ہے گویا زید کا جہل کی صفت سے علم کی صفت کی طرف منتقل ہونا پایا گیا۔

(۲) من ذات الی ذات: ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال ہو جیسے صار الطین خذفا (مٹی ٹھکری ہوگئی) مٹی ایک ذات وحقیقت ہے اس کا دوسری ذات کی طرف منتقل ہونا پایا گیا۔

سوال: صار تامہ بھی ہوتا ہے مصنف نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب: قلیل الوجود ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے ذکر نہیں کیا۔

سوال: صار تامہ کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: صار تامہ کی دو صورتیں ہیں (۱) ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صار زید من بلد الی بلد۔ (۲) ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صار زید من بکر الی عمرو۔

فائدہ: جب صار تامہ ہوگا تو اس کو من یا الی کے ذریعہ متعدی بنایا جائے گا۔ صار کے لئے مترادف الفاظ ہیں (۱) آل جیسے آل زید غنیا۔ (۲) رجع جیسے رجع زید مقیما۔ (۳) ارتد جیسے فارتد بصیرا۔ (۴) استحال جیسے شاعر کا شعر

ان العداوة لتحیل مودة فبالک من نعمی تحولن ابوسا

یہ سب الفاظ صار کے معنی میں ہیں۔

وَاَصْبَحَ، وَاَمْسٰی، وَاَضْحٰی، (۱) لِاقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِاَوْقَاتِهَا

ترجمہ: اور اصبح، امسی اور اضحی مضمون جملہ کے ان اوقات کے ساتھ ملنے (کو بتانے) کے لئے آتے ہیں۔

مختصر تشریح

افعال ناقصہ میں سے اصبح، امسی اور اضحی: تین مقاصد کے لئے آتے ہیں

(۱) جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے جیسے اصبح / امسی / اضحی زید قائما: زید صبح کے وقت / شام کے وقت / چاشت کے وقت کھڑا ہوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے اصبح ،امسی اور اضحی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ان کا استعمال کیا ہیں؟

جواب: یہ تینوں اپنے اپنے ان اوقات کے ساتھ مضمون جملہ کے ملانے کے لئے آتے ہیں جن اوقات پر وہ اپنے مواد کے ساتھ دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اصبح زید کاتبا (زید کو کتابت صبح کے وقت حاصل ہوئی)۔جیسے امسی شام کے وقت کے ساتھ مضمون جملہ کو ملانے کے لئے آتا ہے امسی زید عارفا۔جیسے اضحی یہ چاشت کے وقت پر دلالت کرتا ہے اضحی زید امیرا (زید چاشت کے وقت امیر بنا)۔

(۲)وَبِمَعْنٰی صَارَ

ترجمہ:اور صار کے معنی میں ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح

اصبح /امسی /اضحی یہ تمام صار کے معنی میں ہیں جیسے اصبح /امسی /اضحی زید غنیا۔ زید مالدار ہوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اصبح، امسی اور اضحی یہ تینوں کبھی صار کے معنی میں آتے ہیں جیسے اصبح زید غنیا ، امسی، اضحی غنیا (زید مالدار ہوا)۔

(۳)وَتَکُوْنُ تَامَّۃً

ترجمہ: اور تامہ ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح

اصبح / امسی / اضحی کبھی تامہ ہوتے ہیں، جب ان کے اوقات میں داخل ہونے کے معنی ہوں، اس وقت ان کو خبر کی حاجت نہیں ہوتی جیسے اصبح زید، زید نے صبح کی ،یعنی صبح کے وقت میں داخل ہوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اصبح، امسیٰ اور اضحیٰ یہ تینوں کبھی تامہ ہوتے ہیں اور جب یہ تامہ ہوتو ان میں خبر کی ضرورت نہیں ہوتی اور فاعل کے اوقات مدلولہ میں داخل ہونے کے معنی میں ہوجاتے ہیں جیسے اصبح زید (زید صبح کے وقت میں داخل ہوا)۔

سوال: ہر فعل اپنے اوقات کے ساتھ اقتران کے لئے ہے تو مصنفؒ نے تین فعل کو کیوں خاص کیا؟

جواب: (۱) ہر فعل تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ تینوں فعل تینوں زمانہ کے علاوہ مخصوص زمانہ پر بھی دلالت کرتے ہیں مثلاً صبح پر شام پر اس لئے مصنفؒ نے خاص کیا۔

(۲) ہر فعل میں شکل زمانہ پر دلالت کرتی ہے اور ان تینوں فعل میں مادہ زمانہ پر دلالت کرتا ہے اس لئے مصنفؒ نے ان تینوں فعل کو خاص کیا۔

وَظَلَّ، وَبَاتَ (۱) لِاقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا (۲) وَبِمَعْنٰى صَارَ

ترجمہ: اور ظل اور بات مضمون جملہ کے ان دونوں کے وقتوں کے ساتھ ملنے (کو بتانے) کے لئے آتے ہیں۔ اور صار کے معنی ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح

افعال ناقصہ میں سے ظل اور بات دو مقاصد کے لئے آتے ہیں (۱) جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے جیسے ظل زید کاتباً زید دن بھر لکھنے والا رہا، بات زید مضطرباً زید رات بھر بے قرار رہا۔ (۲) بمعنی صار جیسے ظل زید غنیاً زید مالدار ہوگیا بات زید فقیراً زید فقیر ہوگیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے ظل اور بات کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ان کا استعمال کیا ہیں؟

جواب: ان کا استعمال دو مقاصد میں ہوتا ہے: (۱) جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں ظل دن اور بات رات کے وقت کے ساتھ مضمون جملہ کے اقتران کو بتلاتا ہے جیسے ظل زید مسافرا (زید کا سفر تمام دن میں حاصل ہوا) اور بات زید نائما (زید نے ساری رات سو کر گزاری)۔

(۲) ظل اور بات کبھی صار کے معنی میں آتے ہیں۔ جیسے ظل زید بالغا (زید بالغ ہوا)۔ مثال میں ظل صار کے معنی میں ہے بات الشباب شیخا (جوان بوڑھا ہوگیا)۔ مثال میں بات صار کے معنی میں ہے اب یہ اپنے اوقات میں جملہ کے مضمون کو ملانے کے لئے نہیں ہوں گے جیسے ظل وجهه مسودا۔

سوال: آض، عاد، غدا، راح کو اجمالاً بیان کیا تفصیلاً کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب: یہ چاروں من وجہ ناقصہ ہیں اور من وجہ ناقصہ نہیں ہے، من وجہ ناقصہ نہ ہونے کی رعایت کرتے ہوئے تفصیل میں بیان نہیں کیا۔

(۲) یہ چاروں افعال بعض نحاۃ کے نزدیک افعال ناقصہ نہیں ہیں بلکہ افعال ناقصہ کے ملحقات ہیں اس لئے مصنفؒ نے ان کو اہمیت نہیں دی۔

وَمَازَالَ، وَمَابَرِحَ، وَمَافَتِيَ، وَمَاانْفَكَّ لِاسْتِمْرَارِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهُ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ

ترجمہ: اور مازال، مابرح، مافتی اور ماانفک اپنے فاعل کے لئے خبر (کے ثبوت) کی ہمیشگی (کو بتانے) کے لئے آتے ہیں جس وقت سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے، اوران کے لئے نفی لازم ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

(۴) افعال ناقصہ میں مازال، مابرح، مافتیٔ اور ماانفک: اپنی خبروں کو اپنے فاعل (اسم) کے لئے مستمراً ثابت کرنے کے لئے ہیں، لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ جب سے ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال زید غنیاً زید جب سے مالدار ہوا ہے برابر مالدار ہے، اوران افعال کے معنی میں جو نفی کے معنی پائے جاتے ہیں وہ ما نافیہ داخل ہونے سے باطل ہوجاتے ہیں تاہم ان کے لئے نفی لازم ہے خواہ لفظا ہو یا معنیً، لفظاً یہ ہے کہ ان میں ما نافیہ موجود ہے اور معنی کی مثال تاللہ تفتؤ تذکر یوسف ہے اس کی اصل لاتفتؤا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے مازال و مابرح و مافتی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ان کا استعمال کیا ہیں؟

جواب: مازال، مابرح، مافتی، ماانفک یہ چاروں افعال اپنے فاعل کے

لئے اپنی اپنی خبروں کے ساتھ دوام واستمرار بتانے کے لئے اس وقت سے جب سے ان کے افعال نے ان کی خبروں کو قبول کیا ہے (آتے ہیں) اور یہ چاروں دوام واستمرار کے لئے آتے ہیں

سوال: دوام واستمرار کا مطلب کیا ہے؟

دوام اور استمرار کا مطلب یہ ہے کہ جب سے ان کا تعلق خبر سے ہوا تب سے دوام واستمرار کو بتارہے ہیں اور ان کے لئے نفی کا ہونا ضروری ہے۔

سوال: نفی کا ہونا ضروری کیوں؟

جواب: نفی کا ہونا ضروری اس لئے ہے تا کہ دوام واستمرار پر دلالت کرے چاہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔لفظاً کی مثال: مازال زيدأميرا (زید جب سے مالدار ہوا تب سے برابر مالدار رہا) اس میں استمرار ودوام ہے۔تقدیراً کی مثال: تاالله تفتؤ تذكر يوسف اس مثال میں تاء قسم اور تفتؤ جواب قسم ہے۔

ضابطہ ہے کہ جب تاء قسم ہو تو جواب قسم میں مضارع منفی ہونا چاہئے یہاں تاء قسم ہے لیکن جواب قسم مضارع مثبت ہے اس لئے یہاں لا کو مقدر مانا جائے گا ای لا تفتؤ ہے۔

وَمَادَامَ لِتَوْقِيتِ أَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا

ترجمہ: اور مادام کسی امر کا وقت مقرر کرنے کے لئے ہے اس کے خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ اس کے فاعل کے لئے۔

مختصر تشریح

(۵) افعال ناقصہ میں سے مادام کسی چیز کو اس مدت تک موقت کرنے کے لئے ہے جب تک اس کی خبر اس کے فاعل (اسم) کے لئے ثابت ہے جیسے **اجلس ما دام زيد جالسا** جب تک زید بیٹھا ہے بیٹھا رہ، اس میں مخاطب کے بیٹھنے کی مدت کو زید کے بیٹھنے کی مدت کے ساتھ موقت کر دیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے مادام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اس کا استعمال کیا ہے؟

جواب: مادام: دوامِ خبر کو فاعل کے ساتھ موقت کرنے کے لئے آتا ہے یہ موقت کرنا مدت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے اجلس ما دام زید جالسا (جب تک زید بیٹھا ہے بیٹھا رہ) اس میں مخاطب کے بیٹھنے کی مدت کو زید کے بیٹھنے کی مدت کے ساتھ موقت کر دیا ہے

وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ اِلٰی کَلَامٍ لِاَنَّہٗ ظَرْفٌ

ترجمہ: اور اسی جگہ سے وہ محتاج ہے کلام کی طرف اس لئے کہ وہ ظرف ہے۔

مختصر تشریح

چنانچہ مادام سے پہلے ایک مستقل فائدہ رکھنے والا کلام ہو جیسے مثال مذکورہ میں اجلس ہے، کیونکہ مادام ظرف ہے اور ظرف افادہ میں مستقل نہیں ہوتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ مادام اپنے ماقبل کلام کا محتاج ہوتا ہے۔

سوال: مادام اپنے ماقبل کلام کا محتاج کیوں؟

جواب: محتاج اس لئے ہے کہ مادام خبر کو فاعل کے ساتھ مؤقت کرنے کے لئے آتا ہے لہذا مادام اپنے اسم وخبر سے مل کر ظرف ہوگا اور ظرف فضلہ ہوتا ہے لہذا اس سے پہلے

کلام تام کا ہونا ضروری ہے جس کا یہ معمول ہوجائے گا جیسے جلست مادام زید جالسا (میں بیٹھا رہا جب تک کہ زید بیٹھا رہا) اس کی تقدیری عبارت جلست مادام جلوسہ ہے۔

وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ حَالًا ، وَقِيْلَ مُطْلَقًا

ترجمہ: اور لیس مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے زمانہ حال میں، اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً (ہر زمانے میں)۔

مختصر تشریح

افعال ناقصہ میں سے لیس زمانۂ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لیس زید ضاربا یعنی زید فی الحال مارنے والا نہیں، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مطلقاً جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے یعنی تینوں زمانوں میں نفی کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ میں سے لیس کو بیان کرنا ہے۔

سوال: لیس کا استعمال کیا ہے؟

جواب: اس میں اختلاف ہے: جمہور کے نزدیک لیس زمانہ حال میں جملہ کے مضمون کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لیس زید قائما (زید زمانہ موجودہ میں کھڑا نہیں ہے یہ مذہب جمہور کا ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک لیس مطلقاً (کسی زمانہ کی قید کا لحاظ کئے بغیر) مضمون جملہ کی نفی کے لئے ہوتا ہے۔

سوال: ان بعض کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل یہ ہے کہ کبھی لیس زمانہ حال کی قید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے لیس زیدقائما الآن اور کبھی زمانہ ماضی کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے جیسے لیس خلق اللہ

مثلہ میں خلق فعل ماضی ہے اور کبھی زمانہ استقبال کی قید کے ساتھ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد

الایوم یاتیھم لیس مصرو فا عنھم۔

پہلی مثال میں زمانہ حال کی نفی مقصود تھی تو الآن لائے اور دوسری مثال میں زمانہ ماضی کی نفی مقصود تھی تو فعل ماضی خلق لائے اور تیسری مثال میں زمانہ استقبال کی نفی مقصود تھی تو فعل مستقبل یاتیھم لائے تو معلوم ہوا کہ لیس مطلقاً ہر زمانہ میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے۔

سوال: اس دلیل کا جمہور کی طرف سے کیا جواب ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ گفتگو وضع میں ہے اور مثالیں استعمال کی بیان کی، آپ جانتے ہیں کہ وضع اور استعمال میں فرق ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا لیس کی وضع حال کی نفی کے لئے ہے اب اس کا استعمال چاہے جس کی نفی کے لئے ہو۔

قاعدہ

وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا

ترجمہ: اور جائز ہے تمام افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا۔

مختصر تشریح

قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبروں کا ان کے اسماء پر مقدم ہونا جائز ہے، اس لئے کہ یہ منصوب کی مرفوع پر تقدیم ہے اور افعال میں یہ تقدیم جائز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ افعال ناقصہ کی خبروں کو افعال ناقصہ کے اسما پر مقدم کرنا جائز ہے۔

سوال: افعال ناقصہ کے اخبار کی تقدیم ان کے اسما پر کیوں جائز ہے؟

جواب: افعال ناقصہ کی خبر بمنزلہ مفعول کے ہوتی ہے اور مفعول کو فاعل پر مقدم کیا جاسکتا ہے لہذا یہاں بھی اس کی گنجائش ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ اعراب لفظی ہو یا قرینہ موجود ہو جیسے کان عالما زیدا ای کان زید عالما۔

قاعدہ

وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْمِهَا عَلَيْهَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ

ترجمہ: اور خود ان پر ان کی خبروں کو مقدم کرنے کے سلسلے میں تین قسمیں ہیں۔

مختصر تشریح

(۸) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبریں خود افعال ناقصہ پر مقدم ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں افعال ناقصہ تین طرح کے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اصول کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر کو نفس افعال ناقصہ پر مقدم کر سکتے ہیں؛ البتہ عقلی طور پر افعال ناقصہ کی باعتبار تقدیم تین قسمیں ہیں جن کا ذکر آرہا ہے۔

(۱) قِسْمٌ يَجُوْزُ وَهُوَ مِنْ كَانَ اِلٰى رَاحَ

ترجمہ: (۱) ایک قسم (میں یہ) جائز ہے، اور وہ کان سے راح تک ہیں۔

مختصر تشریح

(۱) بعض افعال ایسے ہیں جن میں تقدیم جائز ہے، یہ کان سے راح تک گیارہ افعال ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ کی باعتبار تقسیم تین قسموں میں سے قسم اول کو بیان کرنا ہے۔اور وہ کان سے راح تک ہے اس میں ان کی خبروں کو ان پر مقدم کرنا جائز ہے۔

سوال: خبروں کو مقدم کرنا کیوں جائز ہے؟

جواب: جائز اس لئے ہے کہ فعل، عامل قوی ہے نیز اس میں تقدیم سے کوئی چیز مانع نہیں۔

(۲)وَقِسْمٌ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ مَافِيْ اَوَّلِهٖ "مَا"۔

ترجمہ:(۲)اور ایک قسم (میں) جائز نہیں ہے،اور وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے۔

مختصر تشریح

(۲)اور بعض افعال ایسے ہیں جن میں جمہور کے نزدیک تقدیم جائز نہیں ،یہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ کی باعتبار تقدیم تین قسموں میں سے قسم ثانی کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ افعال ناقصہ جن کے شروع میں ما مصدر یہ یا ما نافیہ ہے جیسے مادام، مابرح، مافتیٔ،ماانفک۔ان میں ان کی خبروں کی تقدیم جائز نہیں۔

سوال: ان کی خبروں کو مقدم کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب: جائز اس لئے نہیں کہ اگر ما مصدریہ ہے تو مصدر یہ عامل ضعیف ہے ترتیب کی صورت میں تو عمل کرے گا لیکن غیر ترتیب کی صورت میں عمل نہیں کرے گا اور اگر ما نافیہ ہے تو ما نافیہ صدارت کلام کو مقتضی ہے، تقدیم کی صورت میں صدارت باقی نہیں رہے گی، پس صدارت کو باقی رکھنے کے لئے اس پر مقدم نہیں کر سکتے۔

خِلَافًا لِابْنِ كَيْسَانَ فِيْ غَيْرِ مَادَامَ۔

ترجمہ: برخلاف ابن کیسان کے مادام کے علاوہ میں۔

مختصر تشریح

البتہ ابن کیسان ما دام کے علاوہ میں اختلاف کرتے ہیں، ان کے نزدیک تقدیم جائز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ابن کیسان کے اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جن کے شروع میں ما نافیہ ہے ان کی خبروں کا ان پر مقدم کرنا درست ہے۔

سوال: ابن کیسان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ابن کیسان کی دلیل: افعال ناقصہ میں ما نافیہ جن پر داخل ہوتا ہے وہ بھی نفی ہے اور ما بھی نفی اور نفی نفی اثبات ہوتا ہے گویا یہ افعال کان کے درجے میں ہو گئے اور جس طرح کان کی خبر کو کان پر مقدم کر سکتے ہیں ان میں بھی مقدم کر سکتے ہیں۔

سوال: جمہور کی طرف سے جواب کیا ہے؟

جواب: وہ کہتے ہیں اعتبار ظاہر کا ہوتا ہے نہ کہ باطن کا اور بس۔

(۳)وَقِسْمٌ مُخْتَلَفٌ فِيهِ وَهُوَ لَيْسَ

ترجمہ: اور ایک قسم مختلف فیہ ہے، اور وہ لیس ہے۔

مختصر تشریح

لیس میں خود جمہور نحات کا اختلاف ہے، بعض تقدیم کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ فعلیت کی وجہ سے ہے، پس فعل میں جس طرح منصوب کی فعل پر تقدیم جائز ہے لیس میں بھی جائز ہے، اور بعض ناجائز کہتے ہیں، اس لئے کہ لیس نفی کے لئے ہے اور نفی صدارت کلام کو چاہتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال ناقصہ کی باعتبار تقدیم قسم ثالث میں اختلاف کو بیان کرنا ہے۔

سوال: قسم ثالث کیا ہے؟ اور اس میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: وہ لیس ہے۔ (۱) امام سیبویہ کا کہنا ہے لیس کے خبر کی تقدیم لیس پر درست نہیں ہے۔

سوال: امام سیبویہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب: امام سیبویہ کی دلیل: لیس ان افعال کے درجہ میں ہے جن کے شروع میں ما نافیہ ہے جس طرح ما نافیہ کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں اسی طرح لیس کی خبر کو نفس فعل پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: لیس کی خبر کو فعل پر مقدم کرنا کیوں جائز نہیں ہے؟

جواب: کیونکہ لیس بھی نفی کے معنی میں ہے اور نفی کے معمول کی تقدیم اس پر منع

ہوتی ہے لہذا لیس پر بھی اس کے خبر کی تقدیم منع ہوگی۔

(۲) بصریین کا کہنا ہے کہ لیس کے خبر کی تقدیم لیس پر درست ہے۔ **سوال:** بصریین کی دلیل کیا ہے؟

جواب: لیس صورۃً فعل ہے، لہذا لیس کا حکم کان کی طرح ہے جس طرح کان پر مقدم کرنا درست ہے اس پر بھی درست ہے۔

سوال: مصنفؒ نے افعال ناقصہ کی تین قسمیں بتائی؛ لیکن یہ صحیح نہیں؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) جس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے (۲) جس میں اختلاف ہے اور وہ لیس، مازال، مابرح وغیرہ ہیں؟

جواب: جس فعل ناقص کے شروع میں ما ہے اس میں اختلاف کرنے والے چونکہ صرف ابن کیسان ہیں اور ان کا اختلاف دلیل قوی پر مبنی نہیں اس لئے مصنفؒ نے ان کے اختلاف کی پرواہ نہیں کی اور ایسے افعال ناقصہ کی دوسری قسم بنادی البتہ ان کا اختلاف ذکر کردیا اور لیس میں اختلاف کرنے والے دونوں طرف کثیر نحاۃ ہیں اور ان کا اختلاف دلیل قوی پر مبنی ہے اس لئے مصنفؒ نے لیس کو مختلف فیہ قرار دے کر تیسری قسم بنائی۔

سوال: تو اس صورت میں مصنفؒ کو قسم متخالف فیہ لکھنا چاہئے تھا؟

جواب: افتعال بمعنی تفاعل بھی آتا ہے۔



افعال مقاربہ کا بیان

اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ مَا وُضِعَ لِدُنُوِّ الْخَبَرِ رَجَاءً، اَوْ حُصُوْلًا، اَوْ اَخْذًا فِيْهِ

ترجمہ: وہ افعال ہیں جو امید یا حصول یا شروع کرنے کے اعتبار سے خبر کے قریب ہونے (بتانے) کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

مختصر تشریح

افعال مقاربہ: وہ افعال ہیں جو خبر کو ان کے فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، خواہ یہ قریب کرنا باعتبار امید کے یا باعتبار حصول کے، یا باعتبار اس کام کو شروع کرنے کے ہو جیسے عسی زید ان یخرج ہوسکتا ہے کہ زید نکلے یعنی امید ہے، اور کاد زید یخرج قریب ہے زید کہ نکلے یعنی زید کے لئے خروج کا حصول ہونے والا ہے اور طفق زید یخرج زید نکلنے لگا یعنی نکلنا شروع کر دیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مقاربہ کی تعریف کو بیان کرنا ہے۔ افعال مقاربہ ایسے فعل کو کہتے ہیں جو خبر کے قرب پر دلالت کرے چاہے قرب پر دلالت کرنا امید کے اعتبار سے ہو یا حصول کے اعتبار سے ہو یا خبر میں فاعل کے شروع ہونے کے اعتبار سے ہو۔

فائدہ: افعال مقاربہ کی تعریف سے معلوم ہوا کہ افعال مقاربہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دُنُوِّ رجائی (۲) دُنُوِّ حصولی (۳) دُنُوِّ اخذی۔

سوال: دُنُوِّ رجائی کا کیا مطلب؟

جواب: دُنُوِّ رجائی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کو فاعل کے لئے خبر کے حصول کے قریب کی امید ہو (متکلم امید کرتا ہے کہ فاعل کے ساتھ جو خبر متعلق ہے وہ عنقریب ہونے والی ہے تاخیر نہیں ہوگی جیسے عسی ان یخرج زید (امید ہے کہ زید نکلے)۔

سوال: دُنُوِّ حصولی کا کیا مطلب؟

جواب: دُنُوِّ حصولی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ فاعل کے لئے خبر کا حصول بالکل قریب ہے جیسے کاد زید ان یخرج (قریب ہے کہ زید نکلے)۔

سوال: دُنُوِّ رجائی اور دُنُوِّ حصولی کے مابین فرق کیا ہے؟

جواب: دُنُور جائی میں خبر کے حصول کی توقع وامید ہوتی ہے، اور دُنُوِّ حصولی میں خبر کے حصول کا یقین ہوتا ہے۔

سوال: دُنُوِّ اخذی کا کیا مطلب؟

جواب: دُنُوِّ اخذی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے قریب ہے۔

سوال: دُنُوِّ حصولی اور دُنُوِّ اخذی میں فرق کیا ہے؟

جواب: دُنُو اخذی میں اسباب اختیار کرنے کے بعد متکلم کو فاعل کے لئے اس بات کا یقین ہے کہ خبر کا حصول قریب ہے اور دُنُوِّ حصولی میں اسباب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

فَالْاَوَّلُ عَسٰی وَهُوَ غَيْرُ مُتَصَرِّفٍ تَقُوْلُ
عَسٰی زَيْدٌ اَنْ يَّخْرُجَ وَعَسٰی اَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ

ترجمہ: پس پہلی قسم عسی ہے، اور وہ غیر متصرف ہے، آپ کہیں گے عسی زید ان یخرج، عسی ان یخرج زید (امید ہے کہ زید نکلے)۔

مختصر تشریح

پہلا فعل مقارب عسی ہے، وہ باعتبار امید کے خبر کو فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے ہے، اور یہ کلمہ غیر متصرف ہے، ماضی کے سوا اس کا اور کوئی صیغہ نہیں آتا، اور اس کا استعمال دو طرح ہے (۱) اسم وخبر کے ساتھ جیسے عسی زید ان یخرج اس میں زید اسم ہے اور اَنْ یخرج خبر ہونے کی وجہ سے محل نصب ہے (۲) صرف فاعل ذکر کیا جائے جیسے عسی ان یخرج زید اس میں جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر عسی کا فاعل ہے اور خبر کی ضرورت نہیں کیونکہ فاعل ہی میں منسوب اور منسوب الیہ دونوں آ گئے ہیں، اس صورت میں عسی تامہ ہوتا ہے

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مقاربہ کے اقسام کو بیان کرنا ہے چنانچہ قسم اول دُنُوِّ رجائی ہے۔

سوال: دُنُوِّ رجائی کے لئے کونسا لفظ آتا ہے؟

جواب: دُنُوّ رجائی کے لئے عسیٰ آتا ہے جس کی وضع قربِ خبر بطور حصول امید وخوف کے لئے ہوتی ہے اور اس کی خبر اَنْ مصدریہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

سوال: عسیٰ متصرف ہے کہ غیر متصرف؟

جواب: عسیٰ غیر متصرف ہے جس کی گردان (ماضی،مضارع،امرونہی) نہیں ہوتی۔

سوال: عسیٰ کی گردان کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: عسیٰ انشاء کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے لعل کے درجہ میں ہے اور لعل کی گردان نہیں ہوتی تو اس کی بھی گردان نہیں آئے گی۔

فائدہ: (۱) عسیٰ کا استعمال امید اور خوف دونوں جگہ ہوتا ہے۔

امید کی مثال جیسے عسیٰ زید ان یخرج (امید ہے کہ زید نکلنے والا ہے)۔

خوف کی مثال جیسے عسیٰ خالد ان یموت (خوف ہے ابھی خالد مر جائے)۔

فائدہ: (۲) عسیٰ تامہ اور ناقصہ دونوں طرح ہوتا ہے۔

سوال: عسیٰ ناقصہ کب ہوگا؟

جواب: عسیٰ ناقصہ اس وقت ہوگا جبکہ عسیٰ کے بعد کوئی اسم مذکور ہو اور اس کے بعد فعل مضارع ان مصدریہ کے ساتھ ہو جو محلاً خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

سوال: عسیٰ کو ناقصہ شمار کرنے کے لئے خبر فعل مضارع اَن کے ساتھ ہو وغیرہ کی شرط کیوں؟

جواب: مضارع تو اس لئے کہ عسیٰ کا معنی ہے کسی آدمی کے فعل کو مستقبل میں کسی فعل سے قریب کرنا اور زمانہ مستقبل مضارع میں پایا جاتا ہے اور ان مصدریہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ اَن مصدریہ کبھی طمع اور رجاء کے لئے آتا ہے اور عسیٰ میں بھی طمع اور رجاء کے معنی پائے جاتے ہیں۔

وَقَدْ يُحْذَفُ أَنْ۔

ترجمہ: اور کبھی اَنْ کو حذف کردیا جاتا ہے۔

مختصر تشریح

اور کبھی اَن مصدریہ کو حذف کر دیتے ہیں اور عسیٰ زید یخرج کہتے ہیں، کیونکہ عسیٰ مقاربت میں کاد کے مشابہ ہے، اور کاد کی خبر بغیر ان کے آتی ہے اس لئے عسی کی خبر سے بھی اَنْ کو حذف کردیتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کبھی عسیٰ کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف بھی کردیا جاتا ہے۔

سوال: عسیٰ کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: عسیٰ کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف اس لئے کیا جاتا ہے کہ عسیٰ کاد کے مشابہ ہے اور کاد کی خبر مضارع بغیر ان مصدریہ کے ہوتی ہے پس عسیٰ کی بھی خبر اسی طرح بغیر ان مصدریہ کے ہوگی جیسے شاعر کا قول شعر

عسی الهم الذی امسیت فيه یکون ورائه فرج قريب

(امید ہے کہ وہ غم جس میں میں نے شام کی اس کے بعد کوئی قریبی کشادگی ہو)

اس میں یکون عسی کی خبر بغیر اَنْ کے ہے۔

فائدہ: افعال مقاربہ دراصل افعال ناقصہ ہیں اس لئے یہ بھی ثبوت خبر للفاعل کے لئے آتے ہیں البتہ چند باتوں میں فرق ہیں۔

(۱) افعال مقاربہ کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے بخلاف ناقصہ کے مطلقاً۔

(۲) افعال مقاربہ میں نفس افعال پر مقدم کرنا صحیح نہیں بخلاف ناقصہ کے۔

(۳) افعال مقاربہ میں مقصود بالذات تقریر نیز خبر کو فاعل کے قریب کرنا باعتبار امید کے یا یقین محضہ کے یا متصف بالشروع کے ہوتے ہیں بخلاف ناقصہ۔

وَالثَّانِيْ كَادَ، تَقُوْلُ كَادَ زَيْدٌ يَجِيْءُ

ترجمہ: دوسری قسم کاد ہے؛ آپ کہیں گے کاد زید یجیٔ (قریب ہے کہ زید آئے)

مختصر تشریح

دوسرا فعل مقارب کاد ہے، یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقیناً ہونے والا ہے جیسے کاد زید یخرج زید نکلنے کے قریب ہے یعنی خروج کا حصول یقینا ہونے والا ہے اور کاد کی خبر پر اَنْ مصدریہ عام طور پر نہیں آتا، آپ کہیں گے کاد زید یجیئ زید آنے والا ہی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مقاربہ کی قسم ثانی دُنُوِّ حصولی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: دُنُوِّ حصولی کے لئے کونسا لفظ آتا ہے؟

جواب: دُنُوِّ حصولی کے لئے کاد آتا ہے جس کی وضع قریب خبر بطور حصول کے لئے ہوتی ہے اور کاد کی خبر بغیر اَنْ مصدریہ کے ہوتی ہے۔

سوال: کاد کی خبر بغیر اَنْ مصدریہ کے کیوں آتی ہے؟

جواب: کاد کی خبر بغیر اَنْ مصدریہ کے اس لئے آتی ہے تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ خبر اسم کے لئے فی الحال ثابت ہو جبکہ اَنْ مضارع کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے پس اَن کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کاد زید یجیئی، اس میں یجیئی بغیر اَن کے ہے۔

فائدہ: شارح کی رائے یہ ہے کہ کاد کلام مثبت میں فعل کی نفی کرتا ہے اور کلام منفی میں فعل کا اثبات کرتا ہے جیسے ایک شخص واضح راستہ پر چل رہا ہو پھسلنے کا کوئی امکان نہ ہو مگر پھسل پڑے تو کہے گا کنت امشی فی الطریق الواضح ولم اکد ان ازل (میں صاف راستہ پر چل رہا تھا کہ پھسلوں پھر بھی پھسل گیا) اور دوسرا شخص تنگ پھسلن والے راستہ پر چل رہا تھا اور ہر لحہ پھسلنے کا احتمال تھا مگر بچ گیا تو کہے گا کنت امشی فی المکان الزلق و کدت ان ازل (میں چکنے راستہ پر چل رہا تھا اور قریب تھا کہ پھسل جاؤں یعنی اللہ نے بچا لیا اور نہیں پھسلا

وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ

ترجمہ: اور کبھی (اس کی خبر پر) اَنْ داخل ہو جاتا ہے۔

مختصر تشریح

کبھی عسیٰ کی مشابہت کی وجہ سے کاد کی خبر پر اَنْ لے بھی آتے ہیں، پس کہیں گے کاد زید ان یجیئ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کاد کی خبر پر کبھی اَنْ داخل ہوتا ہے۔

سوال: کاد کی خبر پر کبھی اَنْ داخل کیوں ہوتا ہے؟

جواب: کاد کی خبر پر اَنْ مصدریہ اس لئے داخل ہوتا ہے کہ کاد کی عسیٰ کے

ساتھ مشابہت ہے اور عسی کی خبر اَنْ مصدریہ کے ساتھ ہوتی ہے تو کاد کی خبر بھی اَنْ مصدریہ کے ساتھ ہوگی جیسے شاعر کا قول: قد کاد من طول لیلی ان یمصحا۔

(محبوب کا مکان زیادہ پرانا ہونے کی وجہ سے قریب ہے کہ ختم ہی ہوجائے)۔

اس میں کاد کی خبر مضارع اَنْ کے ساتھ ہے۔

فائدہ

وَإِذَا دَخَلَ النَّفْيُ عَلَى كَادَ فَهُوَ كَالْأَفْعَالِ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور جب کاد پر نفی داخل ہوجائے، تو وہ صحیح ترین قول کے مطابق دیگر افعال کی طرح ہوگا۔

فائدہ: اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کاد پر نفی داخل ہو تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ مصنفؒ کے نزدیک اصح مذہب یہ ہے کہ وہ دیگر افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے، خواہ کاد ماضی ہو یا مضارع، جیسے وما کادوا یفعلون اور قریب نہیں تھے کہ گائے ذبح کریں، اس میں فعل ذبح کی نفی ہے، اور لم یکد یراھا قریب نہیں تھے کہ دیکھے وہ ہاتھ کو، اس میں بھی دیکھنے کی نفی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر کاد پر حرف نفی داخل ہو تو جس طرح دیگر افعال حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد نفی کا فائدہ دیتے ہیں اسی طرح کاد میں بھی نفی کا فائدہ دے گا۔

وَقِيلَ يَكُونُ لِلْإِثْبَاتِ

ترجمہ: اور کہا گیا کہ اثبات کے لئے ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ بعض کے نزدیک کاد پر حرف نفی داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دے گا چاہے کاد فعل مضارع ہو یا فعل ماضی ہو۔

دوسری رائے یہ ہے کہ کاد کی نفی مطلقاً اثبات کے لئے ہوتی ہے یعنی خواہ نفی ماضی پر داخل ہو خواہ مضارع پر فعل کا اثبات کرتی ہے، پس پہلی مثال کا مطلب یہ ہے کہ وہ گائے ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے مگر کی، چنانچہ اس سے پہلے آیا ہے فذبحوھا اور دوسری مثال کا مطلب یہ ہے کہ تاریکی اتنی سخت تھی کہ وہ قریب نہیں تھا کہ ہاتھ دیکھے مگر دیکھا۔

وَقِيلَ يَكُونُ فِي الْمَاضِيْ لِلْاِثْبَاتِ وَفِي الْمُسْتَقْبِلِ كَالْاَفْعَالِ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ وَبِقَوْلِ ذِي الرُّمَّةِ إِذَا غَيَّرَ الْهِجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ماضی میں اثبات کے لئے ہوگا اور مستقبل میں دیگر افعال کے مانند استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالی کے ارشاد وما کادوا یفعلون سے (قریب نہیں تھا کہ وہ (گائے کو ذبح) کرتے) اور ذوالرمہ شاعر کے اس قول سے:

اذا غیر الھجر المحبین لم یکد رسیس الھوی من حب میة یبرح

(جب جدائی عاشقوں کو بدل دے تو قریب نہیں کہ میۃ کی محبت کا جما ہوا عشق مائل ہو جائے)

مختصر تشریح

تیسری رائے یہ ہے کہ ماضی میں تو نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے جیسے پہلی مثال میں ذبح کا اثبات ہے اور فعل مضارع میں نفی عام افعال کی طرح ہوتی ہے یعنی وہ مضمون جملہ کی نفی

کرتا ہے، پس دوسری مثال کا مطلب یہ ہے کہ تاریکی کی وجہ سے اس کو ہاتھ نظر نہیں آیا، اور دلیل ذوالرُّمۃ کا یہ شعر ہے:

اذا غَیّرَ الْھِجرُ الْمُحِبِّینَ لَمْ یَکَدْ رَسِیْسُ الْھَوٰی من حُبِّ مَیَّۃَ یَبْرَح

اگر مضارع میں بھی نفی فعل کا اثبات کرے گی تو مطلب ہوگا کہ میۃ کی محبت کافور ہو گئی، حالانکہ یہ شاعر کے مقصود کے خلاف ہے، وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں بھی میہ کی راسخ محبت زائل نہیں ہوئی، معلوم ہوا کہ فعل مضارع میں نفی دیگر افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے، اثبات نہیں کرتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کے نزدیک اس بات کو بیان کرنا ہے کہ بعض کے نزدیک کاد فعل ماضی پر حرف نفی داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دے گا اور کاد فعل مضارع پر حرف نفی داخل ہو تو نفی کا فائدہ دے گا۔

سوال: کاد ماضی پر حرف نفی داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دے گا اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل اللہ تعالی کا ارشاد و ما کادو ا یفعلون ہے۔

آیت مبارکہ میں کاد فعل ماضی ہے، اس پر ما داخل ہے اس میں اثبات کا معنی ہے اگر نفی کا معنی لیں تو تناقض لازم آئے گا۔

سوال: تناقض کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: فذبحوھا سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور ما کادو ا یفعلون سے ماضی منفی مراد لیں تو مطلب ہوگا قریب تھا کہ وہ ذبح نہ کریں گو یا ذبح کرنا اور ذبح نہ کرنا کلام میں پایا گیا اور یہ تناقض ہے لہذا اگر اثبات کا معنی مراد لیں گے تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

سوال: جمہور کی طرف سے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے جواب: تناقض کے لئے دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ زمانہ میں اتحاد ہو اور اس جگہ اتحاد زمانہ کی شرط مفقود ہے اس لئے کہ وما کادوا یفعلون کا زمانہ الگ ہے اور فذبحوھا کا زمانہ دوسرا ہے پس تناقض نہیں ہوگا۔

سوال: کاد مضارع پر حرف نفی داخل ہو تو نفی کا فائدہ دے گا اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل ذوالرمہ کا شعر ہے:

اذا غیر الھجر المحبین لم یکد رسیس الھوی من حب میۃ یبرح

شعر مذکورہ میں لم یکد میں نفی کا معنی مراد لیا اگر اس جگہ مثبت کا معنی مراد لیں تو اس صورت میں ذوالرمہ شاعر کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے نفی کا معنی مراد لیا جائے گا۔ یہ اس جماعت کے خلاف ہے جو کاد فعل مضارع پر حرف نفی داخل ہو تو اثبات کے قائل ہیں۔ اس لئے جمہور کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ جمہور کا کہنا ہے کہ ہر حال میں کاد فعل ماضی ہو یا مضارع دونوں صورتوں میں نفی کا معنی مراد ہے۔

وَالثَّالِثُ طَفِقَ وَ كَرُبَ وَجَعَلَ، وَاَخَذَ، وَهِيَ مِثْلُ كَادَ، وَاَوْشَكَ، مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ فِي الْاِسْتِعْمَالِ

ترجمہ: اور تیسری قسم طفق، کرب، جعل اور اخذ ہیں، اور یہ کاد کے مانند ہیں، اور اوشک استعمال میں عسیٰ اور کاد کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

(۳) تیسری قسم کے افعال مقاربہ پانچ ہیں ان میں سے طفق، کرب، جعل اور اخذ فاعل سے خبر کے نزدیک ہونے کو باعتبار اخذ (شروع کرنے) کے بتاتے ہیں، اور یہ کاد کی طرح مستعمل ہیں یعنی خبر پر اَنْ مصدریہ نہیں آتا، طفق زید یخرج زید نکلنے لگا یعنی

نکلنا شروع کر دیا، اور کرب کے معنی بھی نزدیک ہونے کے ہیں اور پانچواں فعل اوشک ہے، یہ عسی اور کاد کی طرح مستعمل ہے یعنی اس کی خبر عسی کی طرح اَنْ کے ساتھ بھی آتی ہے، اور اس کا صرف فاعل بھی ذکر کیا جاتا ہے جیسے اوشک زید ان یجییٔ اور اوشک ان یجییٔ زید اور کاد کی طرح بغیر اَنْ کے بھی اس کی خبر آسکتی ہے جیسے اوشک زید یجییٔ زید آنے کے قریب ہوا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مقاربہ کی قسم ثالث دُنُوِّ اخذی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: دُنُوِّ اَخذی کے لئے کونسے الفاظ آتے ہیں؟

جواب: دُنُوِّ اَخذی کے لئے طفق کرب جعل اخذ اور اوشک آتے ہیں۔

سوال: ہر ایک کا استعمال کیا ہے؟

جواب: طفق کا استعمال اخذ فی العمل کے لئے ہوتا ہے۔

کرب کا استعمال قرب کے لئے۔ جعل کا استعمال طفق کے لئے۔ اخذ کا استعمال شروع کے لئے۔ اوشک کا استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح ہوتا ہے۔

ان کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے جیسے طفق زید یفعل، اخذ زید یاکل الطعام، قرب زید یقرأ، جعل زید یصلی۔

جس کا استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح (خبر کبھی مضارع اَنْ کے ساتھ ہوگی جیسا کہ عسیٰ میں ہوتا ہے اور کبھی بغیر اَنْ کے ہوگی جیسا کہ کاد میں ہوتا ہے۔ جیسے اوشک زید ان یجییٔ، ریجییُ بغیر اَنْ کے۔

افعال مقاربہ اشعار میں:

دیگر افعال مقارب در عمل چوں ناقص داں هست آں کاد، کرب، یا اوشک دیگر عسی۔

فائدہ: فعل تحویل وتصییر وہ فعل ہے جو حالت کی تبدیلی کو بتائے یہ سات ہیں ۔ یہ ساتوں مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعول بنا کر نصب دیتے ہیں۔

(۱) صیر: جیسے صیرت الدقیق خبزاً (میں نے آٹے کی روٹی بنائی)۔

(۲) جعل: جعل اللہ الارض فراشا (اللہ نے زمین کو بچھونا بنایا)۔

(۳) وھب: وھبنی اللہ فداک (اللہ مجھ کو آپ پر فدا کریں)۔

(۴) اتخذ: اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (اللہ نے ابراہیم کو دوست بنایا)۔

(۵) ترک: ترکت الرجل حیرانا (میں نے آدمی کو حیران کردیا)۔

(۶) رد: رد شعورہ البیض سودا (اس کے سفید بالوں کو سیاہ بنادیا)

(۷) خلق: خلق اللہ الانسان ھلوعا (اللہ نے انسان کو کچے دل کا بنایا)۔

فعل تعجب کا بیان

فِعْلُ التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ

ترجمہ: فعل تعجب وہ فعل ہے جو تعجب کو ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

مختصر تشریح

فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو یعنی اس کے ذریعہ کسی پر حیرت ظاہر کی جاتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد فعل تعجب کی تعریف بیان کرنا ہے اور فعل تعجب وہ فعل

ہے جو تعجب کو ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال: تعجب کسے کہتے ہیں؟

جواب: نفس کی اس کیفیت کو کہا جاتا ہے جو کسی ایسی چیز کے ساتھ مشاہد ہوتی ہے جس کا سبب مخفی ہو جیسے دس گھنٹہ کا سفر ایک گھنٹہ میں۔

فوائد قیود: ماوضع بمنزلہ جنس کے ہے، اس میں سب داخل ہیں۔ انشاء فصل اول ہے تعجبت اور عجبت کو خارج کر دیا اس لئے کہ یہ دونوں انشائے تعجب کے لئے نہیں ہیں بلکہ اخبار من التعجب کے لئے ہے۔ بعض نسخوں میں فعل التعجب اور بعض میں فعلا التعجب اور بعض نسخوں میں افعال التعجب ہے۔

ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر صحیح ہے۔ (۱) فعل التعجب: مفرد اس لئے صحیح ہے کہ تعریف جنس کی ہوتی ہے اور مفرد جنس کے لئے ہے (۲) فعلا التعجب: تثنیہ اس لئے صحیح ہے کہ تعجب کے دو صیغے آتے ہیں (۱) مَا اَفْعَلَهُ (۲) اَفْعِلْ بِہ۔ (۳) افعال التعجب: جمع اس لئے صحیح ہے کہ اس کے افراد کثیر ہیں اس لئے جمع بھی صحیح ہے۔

وَلَهُ صِيْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهُ، وَاَفْعِلْ بِهِ، وَهُمَا غَيْرُ مُتَصَرِّفَيْنِ مِثْلُ مَا اَحْسَنَ زَيْدًا، وَاَحْسِنْ بِزَيْدٍ

ترجمہ: اور اس کے دو صیغے آتے ہیں مااَفعلہ، افعل بہ اور یہ دونوں صیغے غیر متصرف ہیں جیسے مااحسن زیدا (کیا ہی اچھا ہے زید) احسن بزید (کس قدر حسین ہے زید)۔

مختصر تشریح

فعل تعجب کے دو وزن ہیں ما افعلہ اور افعِل بہ اور یہ دونوں صیغے متصرف نہیں ہیں یعنی ان کا مضارع اور مجہول نہیں آتا، اور ضمیر کی جگہ اس چیز کو لاتے ہیں جس پر حیرت ظاہر کرنی ہوتی ہے جیسے مااحسن زیدا اور احسِن بزید زید کتنا اچھا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال تعجب کے اوزان کو بیان کرنا ہے۔اور وہ دو ہیں:

(۱)ما افعله (۲)افعل به یہ دونوں غیر متصرفہ ہیں ان کی گردان ماضی مضارع اور امر و نہی اور تثنیہ و جمع کچھ نہیں آتا۔

سوال: ان کی گردان ماضی مضارع اور امر و نہی اور تثنیہ و جمع کیوں نہیں؟

جواب: (۱) یہ دونوں حروف کے مشابہ ہیں انشاء کے لئے ہونے میں اور حروف کی گردان نہیں آتی تو ان کی بھی گردان نہیں آئے گی۔

(۲) جب ان دو صیغوں کو خاص طور پر تعجب کے لئے متعین کر دیا اب یہ بمنزلہ کہاوت اور امثال کے ہوگئے اور امثال میں تصرف نہیں ہوتا تو اس میں بھی نہیں ہوگا۔جیسے ما افعله کی مثال ما احسن زیدا افعل به کی مثال جیسے احسن بزید۔

قاعدہ

وَلَا يُبْنَيَانِ اِلَّا مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ

ترجمہ: اور یہ دونوں صیغے نہیں بنائے جاتے ہیں مگر اس فعل سے جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: فعل تعجب کے دونوں وزن اسی باب سے بنائے جاتے ہیں جس باب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے یعنی صرف اس ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں جو لون اور عیب کے معنی سے خالی ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ افعال تعجب کے دو صیغے ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں کہا جائے افعال تعجب بمنزلہ اسم تفضیل کے ہیں اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں لون وعیب سے نہیں بنائے جاتے اسی طرح افعال تعجب بھی ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں ثلاثی مزید رباعی مجرد، رباعی مزید فیہ اور لون وعیب سے نہیں آئیں گے گویا افعال التعجب اسم تفضیل کے مشابہ ہے۔

سوال: افعال التعجب اور افعل التفضیل میں مشابہت کس اعتبار سے؟

جواب: افعل التفضیل مبالغہ اور تاکید کے لئے آتا ہے اسی طرح افعال التعجب بھی تاکید اور مبالغہ کے لئے آتے ہیں اور کبھی مفعول میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن وہ شاذ ہے۔

قاعدہ

وَيُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ "مَا أَشَدَّ اِسْتِخْرَاجُهُ وَأَشْدُدْ بِاسْتِخْرَاجِهِ"

ترجمہ: اور وسیلہ پکڑا جائے گا ان افعال میں جن سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے ما اشد استخراجه اور اشدد باستخراجه جیسی مثالوں سے۔

مختصر تشریح

ثلاثی مجرد کے علاوہ دیگر ابواب سے فعل تعجب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ما اشد یا اشدِد به کے بعد اس فعل کا مصدر لایا جائے جس سے فعل تعجب بنانا مقصود ہے، پھر وہ چیز لائی جائے جس پر تعجب ظاہر کرنا ہے جیسے استخراج (باب استفعال) سے فعل تعجب بنانا ہو تو کہیں

گے ما اشد استخراجه اور اشدِد باستخراجه اس کا استخراج حیرت انگیز ہے (ضمیر کی جگہ مرجع رکھیں گے مثلاً ما اشد استخراجَ زیدٍ)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ثلاثی مجرد کے علاوہ دیگر ابواب سے فعل تعجب بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

سوال: وہ طریقہ کیا ہے؟

جواب: وہ فعل جس سے فعل تعجب بنایا جانا ممکن نہ ہو چاہے تو ثلاثی مزید فیہ یا رباعی مزید فیہ یا لون یا عیب پر دلالت کی وجہ سے ہو تو اس سے افعل التعجب بنانے کا قاعدہ یہ ہے مَا اَشَدَّ یا اَشْدِدْبه کے بعد اس فعل کا مصدر لایا جائے جس سے فعل تعجب بنانا مقصود ہے پھر وہ چیز لائی جائے جس پر تعجب ظاہر کرنا ہے جیسے استخراج (باب استفعال) سے فعل تعجب بنانا ہو تو کہیں گے مااشد استخراجه اور اشدد باستخراجه، مااکثر حمرته، اکثر بحمرته، اور اقبح بعوده۔

قاعدہ

وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِمَا بِتَقْدِيمٍ وَتَاخِيرٍ، وَلَا فَصْلٍ

ترجمہ: اور تصرف نہیں کیا جائے گا ان دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ اور نہ فصل کرنے کے ذریعہ۔

مختصر تشریح

قاعدہ: فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تصرف نہیں کیا جا سکتا یعنی مفعول بہ اور جار مجرور کو فعل سے مقدم نہیں لا سکتے نیز فصل بھی جائز نہیں۔ ما زیداً احسن کہنا یا بزیدٍ احسِن کہنا درست نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر نیز فصل بھی درست نہیں۔ تقدیم کی مثال جیسے ما زید احسن، یا بزید احسن کہنا درست نہیں ہے۔ فصل کی مثال: مااحسن الیوم زیدا کہنا درست نہیں ہے۔

سوال: تقدیم وتاخیر اور فصل کیوں درست نہیں ہے؟

جواب: (۱) افعال تعجب ضعیف ہے ترتیب کی صورت میں عمل کریں گے اور خلاف ترتیب کی صورت میں عمل نہیں کریں گے۔ (۲) صیغہ تعجب بعد النقل الی التعجب امثال کے درجے میں ہو گئے اور امثال میں تغیر نہیں ہوتا لہذا اس میں بھی نہیں ہوگا۔

وَاَجَازَ الْمَازِنِيُّ اَلْفَصْلَ بِالظُّرُوْفِ

ترجمہ: اور امام مازنی نے جائز قرار دیا ہے ظروف کے ذریعہ فصل کرنے کو۔

مختصر تشریح

اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کو لانا جائز ہے، کیونکہ ظرف میں گنجائش ہے، پس امام مازنی کے نزدیک ما احسن فی الدار زیداً کہنا یا احسِن الیوم بزید کہنا درست ہے، اور جمہور کے نزدیک ایسا کہنا درست نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امام مازنی کے اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک فصل جائز ہے بشرطیکہ وہ ظرف، فعل تعجب سے متعلق ہو۔ لہذا القیته فما

احسن امس زیدا کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا متعلق لقیتہ ہے نہ کہ احسن ہے۔

سوال: امام مازنی کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل یہ ہے کہ ظرف میں اس چیز کی گنجائش ہوتی ہے جو غیر ظرف میں نہیں ہوتی جیسے مایوم الجمعة احسن زیدا اور احسن الیوم بزید۔

افعال تعجب کی ترکیب

وَمَا اِبْتِدَاءٌ نَكِرَةٌ عِنْدَ سيبويه وَمَا بَعْدَهَا اَلْخَبَرُ وَمَوْصُولَةٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْخَبَرُ مَحْذُوفٌ

ترجمہ: (اعرابہ) اور مامبتدا نکرہ ہے امام سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے، اور موصولہ ہے امام اخفش کے نزدیک اور خبر محذوف ہے۔

مختصر تشریح

ما افعلہ کی ترکیب سیبویہ کے نزدیک مامبتدا نکرہ بمعنی شیئ ہے اور اس کا مابعد خبر ہے، اور اخفش کے نزدیک: ما موصولہ اور اس کا مابعد اس کا صلہ ہے، موصول صلہ مل کر مبتدا ہیں اور خبر شیئ عظیم محذوف ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال تعجب کے پہلے صیغہ کی ترکیب بیان کرنا ہے۔

ماافعلہ کی ترکیب امام سیبویہ کے نزدیک: ما مبتدا نکرہ، شی کے معنی میں، افعلہ فعل، فاعل اور مفعول ہو کر ما مبتدا کی خبر تقدیری عبارت ہوگی شی افعلہ۔

ماافعله کی ترکیب امام اخفش کے نزدیک ماموصولہ ہے افعلہ صلہ ہے اور موصول صلہ سے مل کر مبتدا، خبر شئی محذوف ہے اور تقدیری عبارت الذی افعله شی اس میں الذی موصول افعله صلہ اور شی خبر ہے۔

ماافعله کی ترکیب بعض کے نزدیک ما استفہامیہ مبتدا اور مابعد خبر ہے تقدیری عبارت ہوگی ای شیٔ احسن زیدا۔

وَبِهِ فَاعِلٌ عِنْدَ سِيبَوَيْهِ فَلَا ضَمِيرَ فِي أَفْعِلْ وَمَفْعُولٌ عِنْدَ الْأَخْفَشِ وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِيَةِ أَوْ زَائِدَةٌ فَفِيهِ ضَمِيرٌ

ترجمہ: اور بہ امام سیبویہ کے نزدیک فاعل ہے، پس (ان کے نزدیک) افعل میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی، اور امام اخفش کے نزدیک مفعول بہ ہے، اور باء یا تو متعدی بنانے کے لئے ہے، یا زائد ہے، پس (ان کے نزدیک) افعل میں ضمیر ہوگی۔

مختصر تشریح

افعل به کی ترکیب: سیبویہ کے نزدیک بہ فاعل ہے، پس ان کے نزدیک اَفعِل میں فاعل کی ضمیر نہیں، اور اخفش کے نزدیک احسِن (فعل امر) میں ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے اور بہ مفعول ہے اور با یا تو متعدی بنانے کے لئے ہے یا زائدہ ہے، بصورت اول تقدیر عبارت احسِن انت بزید ہے اور با زائدہ کی صورت میں احسن انت زیداً ہے سب کا ترجمہ ہے زید کیا ہی حسین ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال تعجب کے پہلے صیغہ کی ترکیب بیان کرنا ہے۔

افعل به کی ترکیب امام سیبویہ کے نزدیک اَفْعِلْ فعل ،بِهِ اس کا فاعل فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوگا۔

افعل به کی ترکیب امام اخفش کے نزدیک اَفْعِلْ فعل با فاعل، به میں (ہ) ضمیر مفعول کے لئے اور باز ائدہ ہے یا تعدیہ کے لئے، اگر زائدہ ہوتو افعل انت زیداً، اگر تعدیہ کا ہوتو افعل انت بزیدٍ۔

افعال مدح وذم کا بیان

اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَاوُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْذَمٍّ

ترجمہ: وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

مختصر تشریح

افعال مدح وذم: وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، یہ چار افعال ہیں۔ نعم اور حبذا دو تعریف کے لئے ہیں اور بئس اور ساء دو برائی کے لئے ہیں۔ یہ چاروں افعال اپنے فاعل کو رفع دیتے ہیں جیسے نعم الرجل زید، حبذا زید زید اچھا آدمی ہے اور بئس الرجل عمرو، ساء الرجل عمرو: عمرو برا آدمی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح وذم کو بیان کرنا ہے۔ اور افعال مدح وذم وہ فعل ہے جو مدح وذم پیدا کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ اگر مدح پیدا کرنے کے لئے ہوتو افعال مدح اور اگر ذم کرنے کے لئے ہوتو افعال ذم کہا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو افعال، مدح وذم کے لئے وضع نہیں کئے گئے وہ افعال مدح

وذم میں سے نہیں ہے جیسے مدحته، ذمته، شرف، کرم، عود، قبح، کیونکہ ان کی وضع اس مقصد کے تحت نہیں ہوئی۔

سوال: افعال مدح وذم کو افعال میں شمار کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ مدح وذم میں جو کلمات ہیں نعم، بئس، وغیرہ ان کا وزن افعال کے مانند نہیں اس لئے کہ فاء کلمہ میں کسرہ ہے اور فعل میں فاء کلمہ پر کسرہ نہیں آتا؟

جواب: افعال مدح وذم دراصل فُعِل بضم الفاء، اور بکسر العین کے وزن پر ہیں پھر تخفیفا عین کلمہ کے کسرہ کو کلمہ فاء کی طرف منتقل کر دیا اور یہی لغت مشہور ہے اور بھی دوسری لغات ہیں۔

فَمِنْهَا نِعْمَ وَبِئْسَ وَشَرْطُهُمَا (۱) اَنْ يَكُوْنَ الْفَاعِلُ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ

ترجمہ: پس ان میں سے نعم اور بئس ہیں۔ اور ان کی شرط یہ ہے کہ ان کا فاعل معرف باللام ہو۔

مختصر تشریح

افعال مدح میں سے نعم اور افعال ذم میں سے بئس ہے۔ نعم اور بئس دونوں کے عمل کے لئے چار امور میں سے پہلا امر دونوں کا فاعل معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل زید، بئس الرجل عمرو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح میں سے نعم اور افعال ذم میں سے بئس کو اور افعال مدح وذم کے فاعل کی شرطوں میں سے پہلی شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کے فاعل کے ساتھ چار امور میں سے کوئی ایک امر ضروری ہے۔

سوال: امر اول کیا ہے؟

جواب: افعال مدح وذم کا فاعل معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل زید، بئس الرجل زید۔

(۲) اَوْ مُضَافًا اِلَى الْمُعَرَّفِ بِهَا

ترجمہ: یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو۔

مختصر تشریح

نعم اور بئس دونوں کے عمل کے لئے چار امور میں سے دوسرا امر فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحب الرجل زید، بئس صاحب الرجل زید۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح وذم کے فاعل کے ساتھ چار امور میں سے امر ثانی کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ فاعل معرف بالام تو نہ ہو لیکن معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحب الرجل زید، بئس صاحب الرجل زید۔ان میں صاحب معرف باللام نہیں بلکہ اس کی اضافت معرف باللام الرجل کی طرف ہو رہی ہے۔

(۳)(۴) اَوْ مُضْمَرًا مُمَيَّزًا بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ

ترجمہ: یا ایسی ضمیر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ۔

مختصر تشریح

نعم اور بئس دونوں کے عمل کے لئے چار امور میں سے تیسرا امر فاعل اسم ضمیر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ واقع ہو۔جیسے نعم رجلا زید، بئس رجلا زید۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح وذم کے فاعل کے ساتھ چار امور میں سے امر ثالث کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ فاعل اسم ضمیر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ واقع ہو۔جیسے نعم رجلا زید، بئس رجلا زید۔

(۴) اَوْبِمَا مِثْلُ "فَنِعِمَّاهِيَ"

ترجمہ: یا ما کے ذریعہ لائی گئی ہو، جیسے فنعماهي۔

مختصر تشریح

نعم اور بئس دونوں کے عمل کے لئے چار امور میں سے چوتھا امر فاعل اسم ضمیر ہو جس کی تمیز ما واقع ہو، جیسے فنعماهي۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح وذم کے فاعل کے ساتھ چار امور میں سے امر رابع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ فاعل اسم ضمیر ہو جس کی تمیز ما واقع ہو جیسے فنعما، ما شي کے معنی میں ہے اصل میں عبارت ہے نعم شَيأً هي صدقات از روئے شئی ہونے کے اچھے ہیں۔اور بئسما هي وہ چیز بہت بری ہے۔

سوال: ان چار امور میں سے کسی ایک کا ہونا شرط کیوں قرار دیا؟

جواب: افعال مدح وذم سے مقصود تعریف اور مذمت ہوتی ہے اور تعریف اور مذمت کا تعلق وجود ذہنی سے ہے اس لئے فاعل میں ان چار امور میں سے کسی ایک کا ہونا مناسب ہوا تا کہ مقصود کے مطابق ہو جائے۔

وَبَعْدَ ذٰلِكَ الْمَخْصُوْصُ

ترجمہ: اور ان کے بعد (مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم) آتا ہے۔

مختصر تشریح

فعل مدح وذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم آتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم ہونے کو بتلانا ہے۔

سوال: فاعل کے بعد مخصوص بالذم ومخصوص بالمدح کیوں؟

جواب: فاعل کے بعد مخصوص بالذم ومدح اس وجہ سے لاتے ہیں کہ جب اولاً کسی چیز کو مبہم بیان کر کے پھر اس کی تفسیر کرنا اوقع فی النفس ہوتا ہے پس فاعل کو مبہم ذکر کرنے کے بعد مخصوص کے ذریعہ تفسیر ذکر کر دی جاتی ہے۔

وَهُوَ مُبْتَدَأٌ، مَاقَبْلَهُ خَبَرُهُ، أَوْ خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مَحْذُوفٍ، مِثْلُ "نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ"

ترجمہ: اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر، یا وہ مبتدا محذوف کی خبر ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید (اچھا مرد ہے زید)۔

مختصر تشریح

نعم الرجل زید میں ترکیب کو بیان کرنا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نعم الرجل زید کی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔

سوال: :نعم الرجل زید میں کتنی ترکیبیں ہیں؟

جواب: نعم الرجل زید میں دو ترکیبیں ہیں۔

(۱)نعم الرجل زید: میں نعم الرجل فعل فاعل ملکر خبر مقدم، زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر اور الرجل میں الف لام عائد کا اس ترکیب میں ایک جملہ ہے۔

(۲)نعم الرجل زید: میں نعم فعل اور الرجل فاعل، فعل اور فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا اور ھو ضمیر محذوف مبتدا زید اس کی خبر، مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اس ترکیب میں نعم الرجل زید دو جملے ہوں گے۔ بئس الرجل عمرو میں بھی یہی ترکیب جاری ہوگی۔

وَشَرْطُهُ مُطَابَقَةُ الْفَاعِلِ

ترجمہ: اور اس کی شرط فاعل کے مطابق ہونا ہے۔

مختصر تشریح

مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ تذکیر و تانیث، افراد، تثنیہ اور جمع میں مطابق ہو جیسے نعم الرجل زید، نعم المرأۃ ھند، نعم الرجلان الزیدان، نعم الرجال الزیدون۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مخصوص بالمدح وذم کی شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ

ہے کہ مخصوص بالمدح یا ذم فاعل کے مطابق ہو جنس، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث میں جیسے نعم الرجل زید، نعم الرجلان زیدان، نعم الرجال زیدون، نعم المرأ ۃ ھند، نعم المرأتان ھندان، نعم النساء ھندات۔

سوال: مخصوص بالمدح وذم کا فاعل کے مطابق ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: مخصوص چاہے مدح ہو یا ذم حکماً فاعل ہی ہوتا ہے اس لئے کہ نعم الرجل زید میں زید اور رجل دونوں ایک ہی مراد ہے گویا حقیقت میں فاعل ہی ہے۔

سوال: جنس میں مطابقت خاص ہے یا عام؟

جواب: عام ہے چاہے حقیقۃً ہو جیسے نعم الرجل زید اس میں حقیقۃً جنس میں مطابقت ہے یا تاویلاً ہو جیسے نعم الرجل اسد ای نعم الشجاع زید اس مثال میں حقیقۃً نہیں ہے بلکہ تاویلاً ہے۔

فائدہ

وَ "بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا" وَشِبْهُهُ مُتَاَوَّلٌ

ترجمہ: اور بئس مثل القوم الذین کذبوا اور اس کے نظائر میں تاویل کی گئی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کا جواب دینا ہے، اور وہ یہ کہ قاعدہ ہے: مخصوص فاعل کے مطابق ہوگا چاہے مخصوص بالمدح ہو یا ذم حالانکہ اس آیت بئس مثل القوم الذین سے قاعدہ ٹوٹ گیا اس لئے کہ مثل القوم فاعل ہے اور مفرد ہے اور الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے اور جمع ہے پس مخصوص اور فاعل میں مطابقت کہاں رہی؟ اس کے دو جواب ہیں: (۱) آیت مبارکہ میں الذین کذبوا مخصوص نہیں بلکہ مخصوص لفظ مثل محذوف ہے

اصل آیت بئس مثل القوم مثل الذین کذبوا ہے پس دونوں مفرد ہو گئے۔

(۲) الذین کذبوا مخصوص بالذم نہیں ہے بلکہ القوم کی صفت ہے اور مخصوص بالذم مثلھم محذوف ہے۔

قاعدہ

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ إِذَا عُلِمَ مِثْلُ "نِعْمَ الْعَبْدُ" وَ"فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ"

ترجمہ: اور کبھی مخصوص (بالمدح اور مخصوص بالذم) کو حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ معلوم ہو؛ جیسے (نعم العبد) (اچھا بندہ ایوب) اور (فنعم الماھدون) پس اچھے بچھانے والے ہیں)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب مخصوص کا پتہ چل جائے تو اس کو حذف کرنا جائز ہے جیسے نعم العبد ای ایوب اور فنعم الماھدون ای نحن۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب مخصوص کا علم ہو جائے تو اس کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے نعم العبد میں نعم فعل مدح العبد فاعل اور ایوب مخصوص محذوف ہے اور قرینہ حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے۔ جیسے نعم الماھدون میں نعم فعل مدح الماھدون فاعل نحن مخصوص محذوف ہے اس پر قرینہ ہے والارض فرشنا ھافنعم الماھدون (کیا ہی فرش اور دسترخوان بچھانے والے ہیں ہم)۔

قاعدہ

وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ۔

ترجمہ: اور ساء، بئس کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

افعال ذم میں سے ساء کا حکم جملہ امور میں بئس کی طرح ہے جیسے ساء الرجل زید۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ساء ذم کا فائدہ دینے میں نیز احکام وشرائط میں بئس کے مانند ہے۔

سوال: ساء کو الگ کیوں بیان کیا؟

جواب: بئس اصل ہے اور ساء فرع ہے اس لئے اصل اور فرع کو الگ بیان کیا

وَمِنْهَا حَبَّذَا۔

ترجمہ: اور ان میں سے حبذا ہے۔

مختصر تشریح

افعال مدح میں سے حبذا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد افعال مدح میں سے حبذا کو بیان کرنا ہے۔

سوال: نعم اور حبذا کو الگ الگ کیوں بیان کیا؟

جواب: نعم اور حبذاکو الگ الگ اس لئے بیان کیا کہ ان دونوں کے احکام الگ ہیں۔

وَفَاعِلُهُ "ذَا" وَلَا يَتَغَيَّرُ وَبَعْدَهُ الْمَخْصُوصُ

ترجمہ: اور اس کا فاعل ذا ہے اور اس میں تغیر نہیں ہوتا اور اس کے بعد مخصوص بالمدح آتا ہے۔

مختصر تشریح

یہ لفظ حَب اور ذا سے مرکب ہے۔

ترکیب میں حبَّ، فعل اور ذا اس کا فاعل ہے اور یہ فعل مدح ہمیشہ ایک حالت پر (تثنیہ، جمع اور تانیث میں اپنے مخصوص کے مطابق نہیں ہوتا) رہتا ہے جیسے حبذا زیدٌ، حبذا الزیدان، حبذا الزیدون۔ حبذاھند، حبذا الھندان، حبذا الھندات پھر ذا کے بعد جو اسم مذکور ہوگا وہ مخصوص بالمدح ہوگا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حبذا کے چند احکام کو بیان کرنا ہے۔

چنانچہ پہلا حکم: حبذا کا فاعل اس میں موجود ذا ہے۔

دوسرا حکم: حبذا میں تثنیہ وجمع نیز تانیث کے اعتبار سے تبدیلی نہیں ہوتی۔

سوال: حبذا میں تثنیہ وجمع نیز تانیث کے اعتبار سے تبدیلی کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: اس لئے نہیں ہوتی کیونکہ حبذا بمنزلہ امثال کے ہے اور امثال میں تغیر نہیں ہوتا۔

تیسرا حکم: مخصوص ذا کے بعد ہوگا۔

وَإِعْرَابُهُ كَإِعْرَابِ مَخْصُوصِ نِعْمَ

ترجمہ: اوراس کا اعراب نعم کے مخصوص کے اعراب کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

مخصوص بالمدح کا اعراب نعم کے مخصوص کے اعراب کی طرح ہوگا۔ اوراس میں عقلی طور پر چار ترکیبیں ہوگی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حبذا زید کی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔ اوراس میں چار ترکیبیں ہیں: (۱) حب فعل ذا فاعل، فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ اور زید، ھو متبدا محذوف کی خبر مبتدا اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ گویا اس ترکیب میں دو جملے ہوئے۔

(۲) حب اور ذا فعل فاعل سے مل کر زید مبتدا کی خبر مقدم اور زید، مبتدا مؤخر، مبتدا اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا گویا اس ترکیب میں ایک جملہ ہوا۔

(۳) حب فعل ذا معطوف اور زید عطف بیان، عطف بیان، مبین سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۴) حب فعل ذا زائدہ اور زید فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

قاعدہ

وَيَجُوْزُ اَنْ يَقَعَ قَبْلَ الْمَخْصُوْصِ وَبَعْدَهُ تَمْيِيْزٌ اَوْحَالٌ عَلٰى وَفْقِ مَخْصُوْصِهٖ

ترجمہ: اور جائز ہے کہ واقع ہو مخصوص بالمدح سے پہلے اوراس کے بعد تمیز یا حال حبذا کے مخصوص بالمدح کے مطابق۔

مختصر تشریح

قاعدہ: حبذا کے مخصوص کے بعد یا پہلے تمیز یا حال آسکتے ہیں جو تذکیر، تانیث، افراد تثنیہ اور جمع میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہوں گے۔ جیسے حبذا رجلا زید، حبذا زید رجلا، حبذا راکبا زید اور حبذا رجلین الزیدان، حبذا الزیدان رجلین، حبذا الزیدان راکبین اور حبذا امرأۃ ھند، حبذا ھند امرأۃ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ حبذا کے مخصوص سے پہلے اور بعد میں بھی حال یا تمیز ذکر کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا اس کے لئے کوئی شرط ہے؟

جواب: ہاں! شرط ہے کہ وہ تمیز وحال مخصوص کے مطابق ہو مفرد، تثنیہ، جمع، تذکیر وتانیث میں۔

تمیز مفرد تقدیم کی مثال: جیسے حبذا رجلا زید۔ تمیز مفرد مؤخر کی مثال: جیسے حبذا زید رجلاً۔ تمیز تثنیہ تقدیم کی مثال جیسے حبذا رجلین الزیدان۔ تمیز تثنیہ مؤخر کی مثال: حبذا الزیدان رجلین۔ تمیز مؤنث تقدیم کی مثال: حبذا امرأۃ ھند۔ تمیز مؤنث مؤخر کی مثال: حبذا ھند امرأۃ۔ حال مفرد تقدیم کی مثال: حبذا راکباً رجل۔ حال مفرد مؤخر کی مثال: حبذا رجل راکباً۔ حال تثنیہ تقدیم کی مثال: حبذا راکبین رجلین۔ حال تثنیہ مؤخر کی مثال: حبذا رجلین راکبین۔ ان کا عامل حبذا میں جو حب ہے، وہ ہوگا۔

سوال: مطابقت کیوں ضروری ہے؟

جواب: (۲) مطابقت اس لئے ضروری ہے کہ تمیز یا حال مخصوص بالمدح کے جنس

سے ہوگا اس لئے دونوں ایک ہوئے جب دونوں ایک ہوئے تو مطابقت بھی ضروری ہوئی۔

(۲) تمامیت ممیز اور تمیز سے ہوتی ہے یا ذوالحال اور حال سے مل کر ہوتی ہے جب تمامیت دو چیزوں سے مل کر ہوتی ہے تو دونوں میں مطابقت بھی ضروری ہے۔

سوال: تمیز اور حال واقع ہوتا ہے فاعل سے اور مطابقت مخصوص بالمدح کی بات نہیں سمجھ میں آ رہی ہے؟

جواب: دراصل تمیز اور حال کا واقع ہونا حبذا سے ہوتا ہے اور ذا چونکہ تغیر کو قبول نہیں کرتا لہذا مخصوص کو اس کے قائم مقام کر دیا تا کہ اس کے مطابق ہو جیسے حبذا راکبا زید، حبذا رجلا زید، پہلی مثال حال کی اور دوسری مثال تمیز کی ہے، اس کی مزید مثالیں یہ ہیں حبذا رجلا زید، حبذا زید رجلا، حبذا راکبا زید، حبذا زید راکبا، حبذا رجلین، راکبین الزیدان، حبذا الزیدان رجلین، راکبین، اور حبذا امرأۃ ھند، حبذا ھند امرأۃ

شاعر نے افعال مدح وذم کو شعر میں جمع کر دیا ہے۔

رافع اسمائے جنس افعال مدح وذم بود چار باشد نعم، بئس، ساء آنکہ حبذا۔

❁ ❁ ❁

حرف کا بیان

اَلْحَرْفُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ غَیْرِہٖ۔

ترجمہ: حرف وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے معنی پر دوسرے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

فعل کی بحث سے فارغ ہو کر اب حرف کی بحث شروع فرما رہے ہیں۔ حرف وہ کلمہ

ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں پایا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے معنی مستقل نہ ہو، دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئے جیسے مِنْ (سے) الی (تک)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد کلمہ کے اقسام میں سے تیسری قسم حرف کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حرف کے لغوی معنیٰ کیا ہے؟

جواب: حرف کے لغوی معنیٰ کنارے کے آتے ہیں اور چونکہ حرف اسم اور فعل کے بعد کنارے پر واقع ہوتا ہے اس لئے اس کو حرف کہا جاتا ہے۔

سوال: کیا قرآن میں حرف کا لفظ آیا ہے؟

جواب: ہاں! پارہ نمبر ۱۷ سورۃ الحج (ومن الناس من یعبداللہ علی حرف) میں آیا ہے۔

سوال: حرف کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: حرف وہ کلمہ ہے جو مستقل معنیٰ پر دلالت نہ کرے اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔

فائدہ: حرف مستقل معنیٰ پر دلالت نہیں کرتا اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا، اس لئے نہ مسند الیہ بنتا ہے نہ مسند۔

سوال: حرف کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: حرف کا فائدہ یہ ہے کہ دو اسموں کے درمیان ربط کے لئے آتا ہے جیسے زید فی المسجد میں حرف فی نے زید اور مسجد جو کہ دونوں اسم ہے ان دونوں کے درمیان ربط پیدا کیا۔ کبھی اسم اور فعل کے مابین ربط پیدا کرتا ہے، جیسے کتبت بالقلم میں کتبت فعل ہے اور قلم اسم ہے دونوں کو حرف ب نے ملایا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ فِيْ جُزْئِيَّتِهٖ اِلٰى اِسْمٍ، اَوْفِعْلٍ

ترجمہ: اور اسی وجہ وہ محتاج ہوتا ہے جز بننے میں کسی اسم یا فعل کا۔

حرف کے معنی کے عدم استقلال کی وجہ سے حرف کلام کا جز اس وقت بنتا ہے جب وہ کسی اسم یا فعل سے ملے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ حرف بنفس نفیس مدلول پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اپنے مدلول کو ادا کرنے میں اسم یا فعل کا محتاج ہوتا ہے۔

حروف جر کا بیان

حُرُوْفُ الْجَرِّ مَا وُضِعَ لِلْاِفْضَاءِ بِفِعْلٍ، اَوْ مَعْنَاهُ اِلٰى مَا يَلِيْهِ

ترجمہ: حروف جر وہ حروف ہیں جو وضع کئے گئے ہوں فعل یا معنی فعل کو پہنچانے کے لئے اس اسم تک جس سے یہ حروف متصل ہوں۔

مختصر تشریح

حروف جارہ کو بیان کر رہے ہیں۔ جر کے معنی ہیں کھینچنا، گھسیٹنا۔ حروف جر: (۱) وہ حروف ہیں جو فعل یا معنیٔ فعل کو ان کے مابعد تک پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ (۲) وہ حروف ہیں جو فعل یا معنیٔ فعل کا اپنے مابعد سے تعلق جوڑتے ہیں۔

معنیٔ فعل سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے فعل مستنبط کیا جا سکے جیسے اسمائے عاملہ، ظروف، اسمائے اشارہ اور حروف نداوغیرہ جیسے کتبت بالقلم میں کتابت کا تعلق قلم کے ساتھ

با نے جوڑا ہے پس وہ حرف جر ہے۔حروف جر اپنے مدخول (اسم) کو زیر دیتے ہیں اور وہ مدخول مجرور ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جر کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف الجر کو سب سے پہلے کیوں بیان کیا؟

جواب: حروف الجر کا استعمال دیگر حروف کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔

سوال: حروف جر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: جر کے معنی لغۃً کھینچنا، گھسیٹنا۔حروف جر ان حروف کو کہا جاتا ہے جو فعل یا معنیٔ فعل کو اس اسم تک پہونچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جس پر یہ حروف داخل ہوئے ہیں۔جیسے (ضربت بالعصا) میں فعل ضرب کو حرف ب نے عصا تک پہونچایا اس میں با حرف جر ہے اور عصا مجرور ہے۔

سوال: معنیٔ فعل سے کیا مراد ہے؟

جواب: معنیٔ فعل سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے فعل مستنبط کیا جا سکے جیسے ھذا سے أُشِیْرُ۔

سوال: حروف جارہ کس پر داخل ہوتے ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں؟

جواب: حروف جارہ اسم پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو جر دیتے ہیں۔

سوال: حروف جارہ اسم پر داخل کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: جر یہ اسم کا خاصہ ہے جو حروف جارہ کا اثر ہے، اگر یہ حروف فعل پر داخل ہو تو اثر اور مؤثر کے مابین تخلف لازم آئے گا۔

وَهِيَ مِنْ، وَاِلٰى، وَحَتّٰى، وَفِيْ، وَالْبَاءِ، وَاللَّامِ، وَرُبَّ، وَوَاوُهَا وَوَاوُ الْقَسَمِ، وَبَاءُهُ، وَتَاءُهُ، وَعَنْ، وَعَلٰى، وَالْكَافِ وَمُذْ، وَمُنْذُ وَخَلَا، وَعَدَا، وَحَاشَا.

ترجمہ: اوروہ من، والی، وحتی، وفی، والباء، واللام، ورب، وواوها وواو القسم، وباءہ، وتاءہ، وعن، وعلی، والکاف، مذ، ومنذو خلا، وعدا، وحاشا ہیں۔

مختصر تشریح

حروف جارہ سترہ ہیں:

باؤ تاؤ کاف ولام وواؤ منذ مذ خلا

رُبَّ، حاشا، مِنْ، عَدَا، فِیْ، عَنْ، علٰی، حتّٰی، الٰی

مصنف نے اٹھارہ بیان کئے ہیں اور اٹھارواں واوِ رُبَّ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جر کی تعداد اور تعین کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف الجر کتنے ہیں؟ اور کونسے؟

جواب: حروف الجر ۱۸ ہیں (۱) من (۲) الی (۳) حتی (۴) فی (۵) با (٦) لام (۷) رب (۸) واو رب (۹) واو قسم (۱۰) تاء قسم (۱۱) عن (۱۲) علی (۱۳) کاف (۱۴) مذ (۱۵) منذ (۱٦) خلا (۱۷) عدا (۱۸) حاشا۔

سوال: صاحب کافیہ نے دیگر مصنفین سے ہٹ کر یہ ترتیب کیوں اختیار کی؟

جواب: اس لئے اختیار کی تا کہ پتہ چلے کہ من سے لے کر تا تک دس حروف حرف جر ہوتے ہیں، اور تا سے لے کر منذ تک کے پانچ حروف کبھی حرف اور کبھی اسم ہوتے ہیں۔ اور خلا سے لے کر حاشا تک کے تین حروف کبھی حرف اور کبھی فعل ہوتے ہیں۔

(۱) فَمِنْ لِلْاِبْتِدَاءِ

ترجمہ: پس من ابتدا کے لئے آتا ہے۔ برخلاف کوفیین اور امام اخفش کے ۔ اور قد کان من مطر (بارش ہوئی) اور اس کے نظائر میں تاویل کی گئی ہے۔

(۱) من چار معانی کے لئے آتا ہے ان میں سے ایک ابتدائے غایت کے لئے۔ جس کا مطلب مسافت کی ابتدا بتانے کے لئے جیسے سرتُ مِنْ علیفور الی نوساری۔ میں نے عالی پور سے نوساری کا سفر کیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے من کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

سوال: من کتنے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: من چار معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) ابتدائے غایت کے لئے (مسافت کی ابتدا بتانے کے لئے)۔

سوال: ابتدائے غایت کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟

جواب: ابتدائے غایت کو پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ اس کی انتہا صحیح ہو، جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ۔

سوال: آپ نے کہا کہ من ابتدائے غایت کے لئے آتا ہے یہ تو صریح تناقض ہے اس لئے کہ غایت کے معنیٰ انتہا کے ہیں تو ابتدا اور انتہا کا اجتماع لازم آیا؟

جواب: ابتدائے غایت میں غایت سے مراد مجازاً مسافت ہے۔

سوال: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم میں من ابتدا کے لئے ہے؛ لیکن اس کے مقابل انتہا صحیح نہیں؟

جواب: اس کے مقابل الیٰ کا ذکر صحیح ہے، اس لئے کہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کا معنیٰ ألتجئ الیہ کے آتے ہیں۔

(۲) وَالتَّبْيِيْنِ

ترجمہ: من بیان کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

من تبیین کے لئے: جس کا مطلب کسی مبہم چیز کی وضاحت کرنے کے لئے، جیسے سأعطیک مالاً من الدراھم (میں آپ کو دراہم میں سے مال دوں گا)۔ اس میں من الدراھم نے مال کی وضاحت کی ہے کہ وہ دراھم کے قبیل سے ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد من کے چار معانی میں سے دوسرے معنیٰ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ من تبیین کے لئے آتا ہے۔

سوال: اس کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟

جواب: جس جملہ میں من آیا ہے اس کو دور کر کے الذی لانا صحیح ہو۔ جیسے قرآن میں ہے فاجتنبوا الرجس من الأوثان میں من بیان کے لئے ہے اس لئے کہ اس کو حذف کر کے الذی لانا درست ہے۔

(۳) وَالتَّبْعِيْضِ

ترجمہ: اور من تبعیض کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

مِنْ تبعیض کے لئے: جس کا مطلب کسی چیز کا کچھ حصہ ہونا بتانے کے لئے جیسے

أخذتُ من الدراھم میں نے کچھ دراہم لئے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد من کے چار معانی میں سے تیسرے معنی کو بیان کرنا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ من تبعیض کے لئے آتا ہے۔

سوال: اس کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟

جواب: جس کلام میں من آیا ہے اس کو ہٹا کر لفظ بعض کو رکھنا صحیح ہو جیسے اخذت من الدراھم میں من کو حذف کر کے لفظ بعض لا کر کہا جائے اخذت بعض الدراھم

(۴)وَزَائِدَةً فِيْ غَيْرِ الْمُوْجِبِ، خِلَافاً لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَالْاَخْفَشِ؛ (وَقَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ) وَشِبْهُهُ مُتَأَوَّلٌ۔

ترجمہ: اور من زائد ہوتا ہے کلام غیر موجب میں برخلاف کوفیین کے۔

مختصر تشریح

من زائدہ: اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دیں تو مقصود میں خلل نہ پڑے جیسے ما جاءنی من احد۔ میرے پاس کوئی نہیں آیا۔

بصرین کے نزدیک مِن زائدہ صرف کلام غیر موجب (وہ کلام جس میں نفی، نہی یا استفہام ہو) میں ہوتا ہے۔ کوفیین اور اخفش کے نزدیک کلام موجب میں بھی مِن زائدہ آتا ہے جیسے عرب کہتے ہیں (قد کان من مطر) بارش ہوئی، اس میں من زائدہ ہے۔

مصنف فرماتے ہیں یہ استدلال صحیح نہیں اس محاورہ میں من تبعیضیہ یا تبیینیہ ہے أی: (قد کان بعض مطر یا قد کان شئی من مطر)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد من کے چار معانی میں سے چوتھے معنی کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ من کا زائدہ ہونا ہے۔

سوال: اس کی علامت کیا ہے؟

جواب: اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو حذف کیا جائے تو مفہوم میں کوئی فرق نہ آئے

سوال: من زائدہ عام ہے یا خاص؟

جواب: کوفیین کے نزدیک عام ہے کلام موجب میں ہو یا کلام غیر موجب میں، اور بصریین کے نزدیک خاص ہے فقط کلام غیر موجب میں من زائدہ آئے گا۔

سوال: کوفیین کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ایک شعر کا مصرع قد کان من مطر میں من زائدہ ہے اور یہ کلام موجب میں ہے۔

سوال: بصریین کی طرف سے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: قد کان من مطر جیسی مثالوں میں تاویل کی جائے گی اور وہ یہ کہ من یا تو تبعیض کا ہے یا بیانیہ ہے، اور عبارت ہوگی (قد کان بعض مطر یا قد کان شی من مطر)۔

(۲)وَاِلٰی لِلْاِنْتِهَاءِ ۔وَبِمَعْنٰی "مَعَ" قَلِيْلاً

ترجمہ: اور الی انتہائے غایت کے لئے آتا ہے۔ اور مع کے معنی میں آتا ہے قلت کے ساتھ۔

مختصر تشریح

الی انتہائے غایت کے لئے ہے، یعنی مسافت کی آخری حد بتانے کے لئے ہے۔ پھر مسافت زمانہ بھی ہوسکتی ہے اور جگہ بھی اور ان کے علاوہ بھی ۔الی: کبھی مع کے معنی میں آتا ہے جیسے لاتأکلو أموالهم الی أموالکم ای مع أموالکم۔

زمانہ کی مثال: (أتموا الصیام الی اللیل)۔مکان کی مثال: (ذھبت الی

دهلي)۔زمان ومکان کےعلاوہ کی مثال:(قلبي اليكم)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے الی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: الی کا استعمال کتنے معانی کے لئے ہوتا ہے۔

جواب: الی کا استعمال دومعانی کے لئے ہوتا ہے۔اور وہ یہ ہیں:(۱)انتہا کے لئے۔(۲)کبھی مع کے معنی میں۔جیسے قرآن میں و لاتأكلوا أموالهم الى أموالكم میں الی مع کے معنی میں ہےای مع أموالكم۔

سوال: انتہا کے معنی میں ہونے کی علامت کیا ہے؟

جواب: اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی ابتدا صحیح ہو جیسے سرت من مكة الى المدينة۔

فائدہ: الی مع کے معنی میں بہت کم آتا ہے۔الی کا مابعد ماقبل میں داخل ہوتا ہے جبکہ الی کا مابعد ماقبل کی جنس سے ہو جیسے (فاغسلوا وجوهكم وأيديكم الى المرافق) میں مرافق جو الی کا مابعد ہے الی کے ماقبل میں داخل ہے۔اگر الی کا مابعد ماقبل کی جنس سے نہ ہو تو مابعد ماقبل میں داخل نہیں ہوگا جیسے ثم اتموا الصيام الى الليل میں الليل الی کے ماقبل میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ الی کا مابعد ماقبل کی جنس سے نہیں ہے۔

(۳)وَحَتّٰى كَذٰلِكَ۔

ترجمہ: اور حتی اس (الی) کی طرح ہے۔

مختصر تشریح

حتیٰ بھی الی کی طرح انتہائے غایت کے لئے ہے جیسے سرتُ حتیّٰ السوقِ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے حتیٰ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حتیٰ کتنے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: حتیٰ، الیٰ کی طرح دو معنوں کے لئے آتا ہے۔

سوال: حتیٰ کے دو معانی میں سے پہلا کیا ہے؟

جواب: حتیٰ کے دو معانی میں سے پہلا یہ ہے کہ وہ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے، جیسے (سرت حتیٰ السوق)۔

وَبِمَعْنٰی "مَعَ" كَثِيْرًا۔

ترجمہ: اور یہ مع کے معنیٰ میں آتا ہے کثرت کے ساتھ۔

مختصر تشریح

حتیٰ بمعنیٰ مع کثرت سے آتا ہے جیسے اکلت السمکۃ حتی رأسِھا میں نے مچھلی مع سر کھائی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: حتیٰ کے دو معانی میں سے دوسرے معنیٰ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: وہ دوسرا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: حتیٰ کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ وہ مع کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے (اکلت السمک حتیٰ راسہ) أي: مع راسہ۔

وَيُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ۔

ترجمہ: اور خاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ۔

مختصر تشریح

حتیٰ اور الی میں فرق یہ ہے کہ حتیٰ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا اور الی اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے الی البیت اور الیہ اور حتی الصباح۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حتیٰ اور الی کے مابین فرق بیان کرنا ہے۔

سوال: حتیٰ اور الی کے مابین فرق کیا ہے؟

جواب: حتیٰ اور الی کے مابین دو فرق ہیں: (۱) الی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے اور حتیٰ فقط اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے۔

سوال: حتیٰ فقط اسم ظاہر پر کیوں داخل ہوتا ہے؟

جواب: اگر حتیٰ اسم ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر چونکہ مرفوع، منصوب اور مجرور بھی ہوتی ہے تو پتہ نہیں چلے گا کہ کس حال میں ہے گویا التباس لازم آئے گا۔

(۲) حتیٰ کا استعمال مع کے معنیٰ میں الی کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔

خِلَافًا لِلْمُبَرَّدِ۔

ترجمہ: برخلاف امام مبرد کے۔

مختصر تشریح

امام مبرد: حتیٰ اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے حتاہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امام مبرد کے اختلاف کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک حتیٰ جس طرح اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے۔

سوال: ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل ایک عرب شاعر کا شعر ہے۔

فلا و اللہ لا یبقی أناس فتیً حتاک یا ابن أبی زیاد

خدا کی قسم نہیں باقی رہیں گے لوگ جوان ہوکر حتیٰ کہ تو بھی اے ابن زیاد

سوال: شعر میں محل استشہاد کیا ہے؟

جواب: مذکورہ شعر میں حتاک محل استشہاد ہے حتیٰ ضمیر ک پر داخل ہوا ہے یہ دلیل ہے کہ حتی اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے۔

سوال: جمہور نحاۃ کی طرف سے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: امام مبرد کا یہ استدلال چند وجوہ سے ضعیف ہے۔

(۱) امام مبرد نے نثر کو نظم پر قیاس کیا ہے حالانکہ شعرو سخن میں ان چیزوں کی بھی گنجائش ہوتی ہے جو عمومی حالات میں ممنوع ہوتی ہیں۔(۲) حتی کا دخول اسم ضمیر پر قلیل الاستعمال ہے جو مانند عدم کے ہے۔

فائدہ: حتی کا مابعد کبھی ماقبل میں داخل ہوتا ہے جیسے اکلت السمکۃ حتیٰ راسھا اور کبھی حتی کا مابعد کبھی ماقبل میں داخل نہیں ہوتا ہے جیسے نمتُ البارحۃ حتیٰ الصباح صبح رات میں داخل نہیں ہے۔

(۴) وفِيْ لِلظَّرْفِيَّةِ۔

ترجمہ: اور فی ظرفیت کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

فی ظرفیت کے لئے ہے اس کا مطلب اس کے مابعد کا ماقبل کے لئے زمانہ یا جگہ کا ہونا بتانے کے لئے ہے جیسے (زیدفی الدار) اور (صمت فی رمضان)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے فی کو بیان کرنا ہے۔

سوال: فی کتنے معانی کے لئے آتا ہے؟

جواب: فی دو معانی کے لئے آتا ہے۔ ان میں سے پہلا معنی یہ ہے کہ فی ظرفیت کے لئے آتا ہے۔

سوال: ظرفیت کسے کہتے ہیں؟

جواب: ظرفیت کہتے ہیں کہ فی کا مابعد اس کے ماقبل کے لئے زمانہ یا جگہ بتائے۔ ظرفیت کے یہ معنی کبھی حقیقۃً ہوتا ہے جیسے الماء فی الکوز اور کبھی مجازا ہوتے ہیں جیسے الصدق فی النجاۃ۔

وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلاً۔

ترجمہ: اور علی کے معنی میں آتا ہے قلت کے ساتھ۔

مختصر تشریح

کبھی علی کے معنی میں آتا ہے جیسے (لأصلبنکم فی جزوع النخل) أی علی جزوع النخل۔ میں تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد في کے دو معانی میں سے دوسرے معنی کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ في علیٰ کے معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں ہے ولأصلبنكم في جزوع النخل (میں تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا) میں في علیٰ کے معنی میں ہے۔

(۵) وَالْبَاءُ (۱) لِلْإِلْصَاقِ-

ترجمہ: اور باالصاق کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

با سات معانی کے لئے آتا ہے ان میں سے پہلا الصاق ہے۔ اور وہ ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانے کے لئے آتا ہے۔ خواہ وہ حقیقۃً ملنا ہو جیسے (به داء) (اس کے ساتھ بیماری ہے) یا حکماً ملنا ہو جیسے (مررت بزيد)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے حرف با کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حرف با کتنے معانی کے لئے آتا ہے؟

جواب: حرف با سات معانی کے لئے آتا ہے۔ اور پہلا معنی با الصاق کے لئے آتا ہے۔

سوال: الصاق کا کیا مطلب ہے؟

جواب: الصاق کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا۔

سوال: الصاق کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: الصاق کی دوقسمیں ہیں: (۱)الصاق حقیقی: ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ متصف ہوجیسے(بہ داء)اس کے ساتھ بیماری ہے۔

(۲)الصاق حکمی:ایک چیزدوسری چیز کے ساتھ متصف نہ ہوبلکہ قربت ہوجیسے (مررت بزید)میں زید کےقریب سے گزرا۔

(۲)وَالْاِسْتِعَانَۃِ۔

ترجمہ:با استعانت کے لئےآتا ہے۔

مختصرتشریح

با استعانت کے لئے، مدد چاہنے کے لئےآتا ہے۔جیسے کتبت بالقلم۔میں نے قلم کی مددسےلکھا۔

وضاحت

سوال: مصنف کامقصدکیاہے؟

جواب: با کے سات معانی میں سے دوسرے معنٰی کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ استعانت ہے۔

سوال: استعانت کسے کہتے ہیں؟

جواب: استعانت کہاجاتاہےمددطلب کرنےکو۔

سوال: استعانت کتنے معانی کے لئےمستعمل ہے؟

جواب: استعانت کے دومعنٰی آتے ہیں: (۱) مدد چاہنے کے لئے جیسے کتبت بالقلم۔(۲)با کامدخول فعل کاآلہ اورذریعہ ہوضربت الکفار بالسیف۔

(۳)وَالْمُصَاحَبَۃِ

ترجمہ:با مصاحبت کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

با مصاحبت کے لئے، ساتھ ہونا بتانے کے لئے آتا ہے۔جیسے خرج زید بأُسرته زید اپنے خاندان کے ساتھ نکلا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: با کے سات معانی میں سے میں سے تیسرے معنی کو بیان کرنا ہے۔اور وہ مصاحبت ہے۔

سوال: مصاحبت کسے کہتے ہیں؟

جواب: مصاحبت کا مطلب کسی چیز کا کسی کے ساتھ ہونے کو بتانا جیسے دخل عليَّ بثياب السفر (وہ مجھ پر سفر کے کپڑوں کے ساتھ داخل ہوا)۔اور جیسے قدجاء کم الرسول بالحق من ربکم۔

(۴)وَالْمُقَابَلَۃِ۔

ترجمہ:با مقابلہ کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

مقابلہ کے لئے، بدلہ ہونا بتانے کے لئے آتا ہے۔جیسے بعتُ الثوب بدرهم۔ میں نے ایک درہم کے مقابلہ (بدلہ) میں کپڑا بیچا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: با کے سات معانی میں سے چوتھے معنیٰ کو بیان کرنا ہے۔اور وہ عوض ہے۔

سوال: عوض کسے کہتے ہیں؟

جواب: عوض ایک چیز کا دوسری چیز سے مقابلہ کرنا جیسے اخذت ھذاالثوب بدرھم (میں نے یہ کپڑاایک درہم کے عوض لیا)،ادخلواالجنة بما کنتم تعملون۔

(۵)وَالتَّعْدِيَةِ ۔

ترجمہ:با تعدیہ کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

تعدیہ کے لئے،لازم کو متعدی بنانے کے لئے آتا ہے۔جیسے ذھبت بزید۔ میں زید کو لے گیا۔ذھب (گیا)لازم تھا،با کی وجہ سے متعدی ہو گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: با کے سات معانی میں سے میں سے پانچویں معنیٰ کو بیان کرنا ہے۔اور وہ تعدیہ ہے۔

سوال: تعدیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: تعدیہ کہتے ہیں فعل لازم کو متعدی بنانا جیسے ذھبت بزید(میں زید کو لے گیا)اس مثال میں ذھب لازم ہے حرف با سے متعدی بنایا گیا۔

(٦)والظرفية ۔

ترجمہ:اور با ظرفیت کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

(٦) ظرفیت کے لئے، جگہ ہونا بتانے کے لئے آتا ہے جیسے **جلستُ بالمسجد** میں مسجد میں بیٹھا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟
جواب: با کے سات معانی میں سے چھٹے معنیٰ کو بیان کرنا ہے۔اور وہ ظرفیت ہے۔
سوال: ظرفیت کسے کہتے ہیں؟
جواب: ظرفیت کہتے ہیں کسی چیز کا کسی شئی میں ہونا جیسے **اطلبوا العلم ولو کان بالصین** (تم علم کو طلب کرو اگر چہ چین میں ہو)۔

(٧) وَزَائِدَةً ۔

ترجمہ: اور با زائدہ ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

زائدہ: اس کے کچھ معنیٰ نہیں ہوتے جیسے **کفی باللہ شهيدا ای کفی اللہ شهيدا** اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟
جواب: با کے سات معانی میں سے ساتویں معنیٰ کو بیان کرنا ہے اور وہ زائدہ ہے۔
سوال: زائدہ کا کیا مطلب؟
جواب: زائدہ: جس کے کلام میں کوئی معنیٰ نہیں ہوتے البتہ کلام میں حسن ضرور پیدا ہوتا ہے۔

فِي الْخَبَرِ فِي الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ قِيَاسًا وَفِي غَيْرِهٖ سِمَاعًا نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَيْدٌ، وَاَلْقٰى بِيَدِهٖ۔

ترجمہ: خبر میں استفہام اور نفی کے وقت قیاس کے مطابق اور اس کے علاوہ میں سماع کے طور پر؛ جیسے بحسبک زید (تجھ کو زید کافی ہے) اور القی بیدہ (اس نے اپنے ہاتھ کو ڈال دیا)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: با مبتدا کی خبر میں زائد ہوتی ہے خواہ وہ فی الحال خبر ہو یا دراصل خبر ہو اور جب ھل کے ذریعہ سوال کیا جائے یا لیس اور ما کے ذریعہ کلام منفی ہو تو قاعدہ کے مطابق با زائد ہوتی ہے اور ان کے علاوہ جگہوں میں سماع پر موقوف ہے جیسے ھل زید بقائم؟ لیس زید بقائم، ما زید براکبٍ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ با زائدہ کا محل کیا ہے۔

سوال: با زائدہ کہاں ہوتی ہے؟

جواب: (۱) استفہام کی خبر پر با زائدہ ہوتی ہے جیسے ھل زید بقائم؟۔

(۲) نفی کی خبر پر با زائدہ ہوتی ہے جیسے ما زید بقائم۔

فائدہ: ان دو مواقع میں با کی زیادتی قیاسی ہے۔ ان کے علاوہ با کی زیادتی سماعی ہے جیسے بحسبک زید میں با زیادہ ہے۔ حسبک مبتدا اور زید اس کی خبر۔ اسی طرح و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ میں با زائدہ ہے۔ اور القیٰ بیدہ ای القیٰ یدہ اس میں با زائدہ ہے۔

فائدہ: با کے دو مشہور معنیٰ اور بھی ہیں: (۱) قسم کے لئے جیسے باللہ لافعلن کذا۔

(۲) تعلیل (علت بیان کرنے کے لئے) جیسے انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔

(٦) وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ۔

ترجمہ: اور لام اختصاص کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

لام کے پانچ معنی ہیں: (۱) اختصاص کے لئے، ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا بتلانے کے لئے جیسے الجل للفرس۔ جھول گھوڑے کے لئے ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے لام کو بیان کرنا ہے۔

سوال: لام کا استعمال کتنے معنوں میں ہوتا ہے؟

جواب: لام کا استعمال پانچ معنوں میں ہوتا ہے۔ ان پانچ میں سے پہلا اختصاص ہے۔ اور اختصاص کے معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا۔

سوال: اختصاص کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: اختصاص کی تین صورتیں ہیں: (۱) اختصاصِ ملک جیسے المال لزید۔ (۲) اختصاصِ استحقاق جیسے الجل للفرس۔ (۳) اختصاص نسبت جیسے حامد ابن لزید۔

(۲) وَالتَّعْلِيْلِ۔

ترجمہ: لام کبھی تعلیل کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

تعلیل کے لئے، علت بیان کرنے کے لئے جیسے ضربته للتادیب۔ میں نے اس کو

سلیقہ سکھانے کے لئے مارا اس میں ضرب کی علت تادیب ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد لام کے پانچ معانی میں سے دوسرے معنی کو بیان کرنا ہے۔اور وہ تعلیل ہے۔

سوال: تعلیل کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تعلیل کا مطلب کسی چیز کی علت بیان کرنا۔اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علت غائی: جس کی وجہ سے کوئی فعل کیا جائے جیسے ضربت للتادیب۔(۲) علت سبب باعث ہو (کسی فعل پر ابھارنا) جیسے خرجت لمخافتک۔

(۳) وَبِمَعْنٰی "عَنْ" مَعَ الْقَوْلِ۔

ترجمہ: اور عن کے معنی میں آتا ہے قول کے ساتھ۔

مختصر تشریح

بمعنی عَنْ: یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں جب لام کا استعمال قول کے ساتھ ہو جیسے قلت لزید انہ لم یفعل الشر ای عن زید میں نے زید کے بارے میں کہا کہ اس نے برا کام نہیں کیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد لام کے پانچ معانی میں سے تیسرے معنی کو بیان کرنا ہے۔

اور وہ بمعنی عن ہے۔

سوال: لام، عن کے معنیٰ میں کب ہوگا؟

جواب: لام، عن کے معنیٰ میں اس وقت ہوگا جبکہ لام کا استعمال قول کے ساتھ ہو جیسے قلت لذید انہ لم یفعل الشر ای عن زید۔

(۴)وَزَائِدَةً

ترجمہ:اورزائد ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

زائدہ:اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے جیسے ردف لکم تمہارا ردیف سواری پر تمہارے پیچھے بیٹھنے والا۔اس میں لام زائد ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد لام کے پانچ معانی میں سے چوتھے معنی کو بیان کرنا ہے، اور وہ زائدہ ہے۔

سوال: زائدہ کا مطلب کیا ہے؟

جواب: زائدہ کا مطلب کلام میں جس کے معنی مراد نہ ہو بلکہ حسن کے لئے لایا جائے جیسے ردف لکم میں لام زائدہ ہے اس لئے کہ ردف براہ راست مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

(۵)وَبِمَعْنَى "الْوَاوِ" فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ

ترجمہ:اور واو کے معنی میں آتا ہے قسم میں اظہار تعجب کے لئے۔

مختصر تشریح

لام بمعنی واو:یہ معنی اس قسم میں ہوتے ہیں جو تعجب کے لئے ہو اور قسم سے مراد اس جگہ مقسم بہ(جس کی قسم کھائی جائے)ہے جیسے لله لا یؤخر الاجل ای و الله بخدا موت ٹلتی نہیں!۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد لام کے پانچ معانی میں سے آخری معنی کو بیان کرنا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ لام برائے تعجب و او قسمیہ کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے قال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرا ماسبقونا الیہ۔

(۷)وَرُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ

ترجمہ: اور رب تقلیل کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

رب تقلیل کے لئے آتا ہے، کسی چیز کی کمی بیان کرنے کے لئے ہے جیسے رُبَّ رجلٍ کریمٍ لقیتہ۔ چند ہی سخی آدمیوں سے میں نے ملاقات کی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے رب کو بیان کرنا ہے۔

سوال: رب کس معنیٰ کے لئے آتا ہے؟

جواب: رب تقلیل کے لئے آتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ رب اپنے مدخول کے افراد کو کم ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔

قاعدہ

(۱)وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ

ترجمہ: اور اس کے لئے صدارت کلام ہے، رب کے لئے صدارتِ کلام ضروری ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: رب صدارت کلام کو چاہتا ہے، کلام کے شروع میں آتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: رب کے چند قواعد بیان کرنا ہے چنانچہ قاعدہ (۱) رب صدارت کے لئے آتا ہے۔

سوال: رب کے لئے صدارتِ کلام کیوں ضروری ہے؟

جواب: رب کے لئے صدارتِ کلام اس لئے ضروری ہے کہ رب کم خبریہ کی نقیض ہے اس لئے کہ کم خبریہ، تکثیر کے لئے آتا ہے اور تقلیل، تکثیر کی نقیض ہے اور ایک نقیض کو دوسری نقیض پر محمول کرتے ہیں، ایک کا حکم دوسرے پر لگایا جا سکتا ہے چونکہ کم خبریہ صدارتِ کلام کا تقاضہ کرتی ہے تو رب جو تقلیل کے معنیٰ میں ہے وہ بھی صدارتِ کلام کا تقاضہ کرتا ہے۔

قاعدہ

(۲) مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ، عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: (اور) وہ خاص ہے نکرہ موصوفہ کے ساتھ اصح قول کے مطابق۔

مختصر تشریح

اصح مذہب کے مطابق رب کے بعد نکرہ موصوفہ آتا ہے، گویا ایسا نکرہ آتا ہے جو موصوف ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کی صفت آتی ہے جیسے رب کے بعد رجل کریم آیا ہے اور بعض کے نزدیک نکرہ غیر موصوفہ بھی آسکتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: رب کا دوسرا قاعدہ بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: (۲) رب نکرہ موصوفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔جیسے رب رجل کریم لقیتہ۔

سوال: رب نکرہ موصوفہ کے ساتھ مخصوص کیوں ہے؟

جواب: رب نکرہ موصوفہ کے ساتھ مخصوص اس لئے ہے کہ تقلیل جو رب کا مدلول ہے ثابت ہوسکے اس لئے کہ نکرہ مجہول ہوتا ہے جس میں تکثیر و تقلیل دونوں کا احتمال ہوتا ہے جبکہ معرفہ مفرد اور تثنیہ کی صورت میں اس کی تقلیل متعین ہے اور جمع ہونے کی صورت میں تکثیر متعین ہے۔

سوال: نکرہ کے ساتھ موصوفہ کی قید کیوں؟

جواب: نکرہ تعمیم کے لئے آتا ہے اور موصوفہ غیر موصوفہ کے مقابلہ میں اخص ہوتا ہے اور اخص، اعم کے مقابلہ میں اقل ہوتا ہے۔

نوٹ: بعض حضرات رب کے لئے نکرہ موصوفہ کو ضروری نہیں مانتے۔

(۳) وَفِعْلُهَا مَاضٍ مَحْذُوفًا غَالِبًا

ترجمہ: رب کا مدخول فعل ماضی آتا ہے اکثر محذوف ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

رب جس فعل کے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے جیسے مذکورہ مثال میں لقیتہ فعل ماضی ہے اور اکثر استعمالات میں قرائن کی موجودگی میں یہ فعل محذوف ہوتا ہے جیسے شریف لوگوں کا تذکرہ چل رہا ہو تو صرف رب رجل کریم بھی کہہ سکتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: رب کا تیسرا قاعدہ بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: (۳) اور اس کا فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے۔

سوال: رب کا مدخول فعل ماضی کیوں آتا ہے؟

جواب: رب کا مدخول فعل ماضی اس لئے آتا ہے کہ رب اس تقلیل کے لئے آتا ہے جو محقق اور واقعی ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ صرف ماضی میں متصور ہے۔

سوال: اکثر محذوف کیوں ہوتا ہے؟

جواب: فعل ماضی کا اکثر محذوف ہونا قرینہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔اور وہ قرینہ سوال محققہ ہے۔جیسے رب رجل اکرمنی اس آدمی کے سوال کے جواب میں جو کہتا ہے هل لقيت من اكرمک؟ سوال میں لقيت فعل مذکور ہے تو جواب میں سے لقيت کو حذف کردیا اصل میں عبارت رب رجل اکرمنی لقيته تو لقيته جو رب کا فعل ہے اس کو حذف کردیا یہ قرینہ سوالیہ محققہ ہے۔

وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰى مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ، وَالضَّمِيْرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكُوفِيِّيْنَ فِيْ مُطَابَقَةِ التَّمْيِيْزِ -

ترجمہ: اور کبھی رب داخل ہوتا ہے ایسی ضمیر مبہم پر جس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ذریعہ لائی گئی ہو، اور وہ ضمیر مفرد مذکر ہوتی ہے، برخلاف کوفیین کے (اس ضمیر کے) تمیز کے مطابق ہونے میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: رب: کبھی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے جس کا کوئی مرجع نہیں ہوتا اور اس کی تمیز

نکرہ آتی ہے جو بربنائے تمیز منصوب ہوتی ہے اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز تثنیہ، جمع اور مؤنث ہو جیسے ربہ رجلاً، ربہ رجلین، ربہ رجالاً، ربہ امرأۃ، ربہ نساءً۔
کوفی نحات کہتے ہیں ضمیر، تمیز کے مطابق ہوتی ہے جیسے ربہ رجلاً، ربھما رجلین، ربھم رجالاً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: رب کا چوتھا قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے: (۴) رب کبھی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے اور اس ضمیر مبہم کی تمیز نکرہ منصوبہ آتی ہے۔

سوال: ضمیر مبہم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ضمیر مبہم کہتے ہیں ایسی ضمیر کو جس کا مرجع متعین نہ ہو۔

سوال: ضمیر مبہم کی تمیز نکرہ منصوبہ کیوں آتی ہے؟

جواب: ضمیر مبہم کی تمیز نکرہ منصوبہ اس لئے آتی ہے تاکہ ضمیر مبہم میں جو ابہام پایا جاتا ہے وہ ختم ہو جائے۔

سوال: رب کا مدخول جب ضمیر ہوگی تو ضمیر کیسی ہوگی؟

جواب: رب کا مدخول جب ضمیر ہوگی تو ضمیر مفرد مذکر ہوگی۔

سوال: ضمیر مفرد مذکر کیوں ہوگی؟

جواب: ضمیر مفرد مذکر اس لئے ہوگی کہ ضمیر سے مقصود ابہام ہے اور ابہام میں مفرد مذکر کو زیادہ دخل ہے۔

سوال: ضمیر مبہم کی تمیز کیسی ہوگی؟

جواب: ضمیر مبہم کی تمیز کی مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) کبھی تمیز مفرد مذکر ہوگی جیسے ربہ رجلا۔ (۲) کبھی تمیز تثنیہ مذکر ہوگی جیسے ربہ

رجلین (۳) کبھی تمیز کبھی جمع مذکر ہوگی ربہ رجالا۔ (۴) کبھی تمیز مفرد مونث ہوگی ربہ امراۃ۔ (۵) کبھی تمیز جمع مونث ہوگی ربہ نساء۔

فائدہ: بصریین کے نزدیک ضمیر اور تمیز میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔

البتہ کوفیین کے نزدیک ضمیر اور تمیز کے مابین مطابقت ضروری ہے جیسے ربہ رجلا ربهما رجلین، ربهم رجالا، ربها امراۃ، ربهما امراتین، ربهن نسوۃ۔

قاعدہ

(۵) وَتَلْحَقُهَا "مَا" فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ۔

ترجمہ: اور لاحق ہو جاتا ہے اس کے آخر میں ما کافہ پس اس صورت میں وہ داخل ہوتا ہے جملوں پر۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب رب کے ساتھ ما کافہ ملے تو وہ رب کو عمل سے روک دیتا ہے اور اس صورت میں ربما جملوں پر داخل ہو سکتا ہے جیسے ربما یود الذین کفروا۔

رب: با کی تشدید و تخفیف کے ساتھ ایک ہی لفظ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: رب کا پانچواں قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتا ہے۔

سوال: رب کے ساتھ ما کافہ لاحق کرنے سے کیا ہوگا؟

جواب: جب رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوگا تو رب کو عمل سے روک دے گا اور سارے شرائط معدوم ہو جائیں گے، اب رب جس کے ساتھ ما ہوگا تو اب وہ جملہ پر داخل ہوگا خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے ربما یود الذین کفروا۔ خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو ربما زید قائم۔

قاعدہ

(٦) وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ۔

ترجمہ: واو رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

واو کبھی بمعنی رب ہوتا ہے اور کبھی قسمیہ۔ جب وہ بمعنی رب ہو تو نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ رب کے معنی میں ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق فعل ماضی سے ہوگا جو اکثر محذوف ہوگا البتہ واو بمعنی رب ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتا جیسے وبلدةٍ لیس بھا أنیس: کچھ شہر جہاں کوئی دوست نہیں!۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد رب کا چھٹا قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ واو رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے۔

سوال: واو رب نکرہ موصوفہ پر کیوں داخل ہوتا ہے؟

جواب: واو رب نکرہ موصوفہ پر اس لیے داخل ہوتا ہے کہ واو رب فرع ہے رب کی اور رب جو کہ اصل ہے جب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے تو واو رب جو فرع ہے وہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوگا۔ جیسے وبلدة لیس بھا انیس۔ الا الیعافیر و الا العیس میں بلدة پر واو رب داخل ہے۔

سوال: واو رب سے کیا مراد ہے؟

جواب: واو رب سے مراد وہ واو جو رب کے معنیٰ اور حکم میں ہے اور وہ حروفِ جارہ میں سے ہے۔

وَوَاوُ الْقَسَمِ اِنَّمَا تَكُوْنُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَيْرِ السُّوَالِ، مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ۔

ترجمہ: اور واوِ قسم صرف فعل کو حذف کرنے کے وقت استعمال ہوتا ہے غیر سوال کے لئے۔ (اور) وہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے۔

مختصر تشریح

واو قسمیہ: حذف فعل کے وقت مستعمل ہے اور سوال کے ساتھ نہیں لایا جاتا اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا جیسے و اللہ لافعلن کذا ای اقسم باللہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد واو قسم کو بیان کرنا ہے۔

سوال: واو قسم کے لئے آنا کیا مطلقاً ہے؟

جواب: واو قسم کے لئے آنا مطلقاً نہیں بلکہ تین شرطوں کے ساتھ داخل ہوگا:

(۱) فعل محذوف ہو لہٰذا اقسمت باللہ صحیح نہ ہوگا۔ (۲) سوال کے لئے نہ ہو و اللہ اخبرنی یہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ (۳) اسم ظاہر ہو، اسم ضمیر نہ ہو وک لافعلن کذا یہ بھی درست نہیں ہے۔

سوال: واو قسمیہ کا دخول فقط اسم ظاہر پر کیوں؟

جواب: واو کا درجہ باء سے کم ہے اس لئے فقط اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تاکہ اصل اور فرع کے مابین برابری لازم نہ آئے۔

(۹) وَالتَّاءُ مِثْلُهَا، مُخْتَصَّةٌ بِاِسْمِ اللهِ

ترجمہ: اور تائے قسم اس (واو قسم) کے مانند ہے؛ (مگر) یہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ خاص ہے۔

مختصر تشریح

تا بھی قسم کے لئے ہے مگر اللہ کے ساتھ خاص ہے باقی اسمائے حسنیٰ پر داخل نہیں ہوتا جیسے تااللہ لا کیدن اصنامکم۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے تاکو بیان کرنا ہے۔

سوال: تا کا استعمال کس معنی میں ہوتا ہے؟

جواب: تا کا استعمال قسم کے لئے ہوتا ہے۔

سوال: واو قسم اور تائے قسم کے استعمال میں کیا فرق ہے؟

جواب: تا قسمیہ واو قسمیہ کے مانند ہے جو شرائط واو قسمیہ کے ہے وہ ہی شرائط تاء قسمیہ کے لئے ہے البتہ ایک فرق ہے کہ تا لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ اسم ظاہر پر نہیں آئے گا جیسے قرآن میں تااللہ لا کیدن اصنامکم میں تا قسمیہ ہے برخلاف واو کے تمام اسم ظاہر پر دخول ہوگا۔

فائدہ: امام اخفشؒ کے نزدیک تا قسمیہ لفظ اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتا ہے۔

سوال: امام اخفشؒ کی دلیل کیا ہے؟

جواب: امام اخفشؒ کی دلیل اہل عرب کا قول تَرَبِّ الکعبۃ (کعبہ کے رب کی قسم) ہے۔

سوال: جمہور نحاۃ کی طرف سے کیا جواب ہے؟

جواب: جمہور نحاۃ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اہل عرب کا یہ قول تَرَبِّ الکعبۃ یہ شاذ ہے اور شاذ معدوم کے مانند ہوتا ہے۔

وَالْبَاءُ اَعَمُّ مِنْهُمَا فِي الْجَمِيْعِ-

ترجمہ: اور با قسم ان دونوں سے عام ہے (مذکورہ) تمام احکام میں۔

مختصر تشریح

باء قسمیہ: واو قسمیہ اور تاء قسمیہ سے عام ہے اس میں فعل مذکور بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی، سوال کے ساتھ بھی آتا ہے اور بغیر سوال کے بھی۔ اور اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتا ہے اور ضمیر پر بھی جیسے اقسم باللہ۔ بک لافعلن کذا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ با کا استعمال قسم کے لئے ہوتا ہے البتہ وہ عام ہے، اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوسکتا ہے۔

سوال: اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل کیوں ہوتا ہے؟

جواب: کیونکہ باب قسم میں با اصل ہے اور واو اور تا فرع ہے اور اصل میں قوت ہوتی ہے اس لئے عام ہے، اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوسکتا ہے۔

وَيُتَلَقَّى الْقَسَمُ بِاللَّامِ، وَاِنَّ، وَحَرْفِ النَّفْيِ

ترجمہ: اور قسم کا جواب لایا جائے گا لام، اِنَّ اور حرف نفی کے ساتھ۔

مختصر تشریح

قسم کے لئے جوابِ قسم کا ہونا ضروری ہے اور جوابِ قسم پر لام، ان اور کبھی حرف نفی پر داخل ہوتا ہے جیسے واللہ لزید قائم، واللہ ان زیدا قائم، واللہ ما زید بقائم، واللہ لا یقوم زید۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد یہ بتانا ہے کہ قسم کے لئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے۔اور جواب قسم کہا جاتا ہے جس پر قسم کھائی جائے۔

سوال: جواب قسم پر کیا داخل ہوگا؟ اور کب داخل ہوگا؟

جواب: جواب قسم پر کبھی تو لام داخل ہوگا جیسے تاللہ لاکیدن اصنامکم۔اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ جملہ جواب قسم واقع ہو اور وہ جملہ موجبہ،مثبتہ ہے،تو لام تاکید کا داخل ہونا واجب ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو جیسے و اللہ لزیدقائم یہ جملہ اسمیہ مثبتہ کی مثال ہے اور و اللہ لافعلن کذا یہ جملہ فعلیہ مثبتہ کی مثال ہے۔کبھی جواب قسم پر انَّ داخل ہوگا جیسے و اللیل اذایغشیٰ کے جواب میں انَّ سعیکم لشتی۔

سوال: جواب قسم پر انَّ کب داخل ہوگا؟

جواب: جواب قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہو تو جواب قسم پر ان کا داخل ہونا ضروری ہے نہ کہ جملہ فعلیہ مثبتہ پر جیسے و اللہ ان زیدالقائم۔کبھی جواب قسم پر حرف نفی داخل ہوگا جیسے و الضحیٰ و اللیل اذاسجیٰ کے جواب میں ماودعک ربک وماقلیٰ۔

سوال: جوابِ قسم پر حرف نفی (ما۔لا) کب داخل ہوگا؟

جواب: اگر جواب قسم منفی ہو تو ما۔لا کا داخل کرنا واجب ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے و اللہ مازیدبقائم خواہ جملہ فعلیہ ہو جیسے و اللہ لایقوم زید۔

سوال: جوابِ قسم میں لام،ان اور حرفِ نفی (ما۔لا) کیوں داخل ہوتا ہے؟

جواب: (۱) حروف قسم تاکید کے لئے آتے ہیں اور یہ تینوں حروف بھی تاکید کے لئے آتے ہیں۔(۲) جوابِ قسم میں لام،ان اور حرفِ نفی داخل ہوتا ہے تاکہ دونوں جملوں (قسم،جواب قسم) میں ربط پیدا ہوجائے اس لئے کہ یہ دونوں مستقل جملے ہیں،تو گویا یہ چاروں چیزیں (لام۔انَّ۔ما۔لا) دونوں جملوں کے لئے رابطہ کا کام دیتی ہیں۔

وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهُ إِذَا اُعْتُرِضَ۔ اَوْتَقَدَّمَهُ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور کبھی جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے جب جملہ کے اجزاء کے درمیان قسم آئے جیسے زیدو اللہ قائم اس وقت جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے۔ یا جملہ قسم پر مقدم ہو جو جملہ جواب قسم پر دلالت کرتا ہو قام و اللہ زیدتو جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے۔

مختصر تشریح

(۱) جواب قسم کو اس وقت حذف کرتے ہیں جب جملہ کے درمیان میں کوئی قرینہ ہو جو جواب پر دلالت کرتا ہو جیسے زید و اللہ قائم۔ یہ جملہ اگرچہ حقیقت میں جواب قسم ہے مگر لفظاً جواب قسم نہیں ہے، جواب قسم محذوف ہے۔

(۲) جواب قسم کو اس وقت حذف کرتے ہیں جب جملہ کے بعد کوئی قرینہ ہو جو جواب پر دلالت کرتا ہو جیسے زید قائم و اللہ! یہ جملہ اگرچہ حقیقت میں جواب قسم ہے مگر لفظاً جواب قسم نہیں ہے، جواب قسم محذوف ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد یہ بتانا ہے کہ کبھی جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے۔

سوال: جواب قسم کو حذف کرنے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: جواب قسم کو حذف کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

سوال: وہ دو صورتیں کونسی ہیں؟

جواب: ان دو صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے۔ (۱) قسم ایسے جملہ کے درمیان آئے جو جملہ جواب قسم پر دلالت کرتا ہو جیسے زید و اللہ قائم اور قام و اللہ زید دونوں مثالوں میں قسم ایسے جملہ کے مابین واقع ہے جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: جب جملہ کے اجزاء کے درمیان قسم آئے تو جواب قسم کو حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: جب جملہ کے اجزاء کے درمیان قسم آئے تو جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے اس لئے کہ جب قسم جملہ کے درمیان آئی ہے جو باعتبار معنی جواب قسم ہے اور باعتبار لفظ جواب قسم پر دلالت کرتی ہے تو دوبارہ جواب قسم کو لانے کی ضرورت نہیں۔

سوال: جواب قسم کو حذف کرنے کی دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: دوسری صورت یہ ہے: قسم پر وہ چیز مقدم ہو، جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زید قائم و اللہ اور قام زید و اللہ دونوں مثالوں میں قسم سے ماقبل والا جملہ جواب قسم پر دلالت کرتا ہے اس لئے جواب قسم کو حذف کر دیا۔

سوال: دونوں مثالوں کی اصل کیا ہوگی؟

جواب: دونوں مثالوں کی اصل یہ ہے (۱) زید قائم و اللہ لزید قائم۔ (۲) قام زید و اللہ لقام زید۔

سوال: دوسری صورت میں جواب قسم کو حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: جواب قسم کو حذف اس لئے کیا جاتا ہے کہ قسم پر وہ چیز مقدم ہوگی جو باعتبار معنی جواب قسم ہے اور باعتبار لفظ جواب قسم پر دلالت کرتی ہے تو دوبارہ جواب قسم لانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

(۱۰) وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ۔

ترجمہ: اور عن مجاوزت کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

عن: مجاوزت، آگے بڑھ جانا بتانے کے لئے آتا ہے جیسے رمیت السھم عن القوس (میں نے کمان سے تیر پھینکا)۔ تیر کمان سے دور ہوا اور آگے بڑھ گیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے عن کو بیان کرنا ہے۔اور وہ مجاوزت کے لئے آتا ہے۔اور اس کا مطلب انتقال ہے۔

سوال: مجاوزت کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: مجاوزت کی تین صورتیں ہیں:(۱)اول سے ثانی کی طرف منتقل ہو اور اول کے پاس سے زائل ہو جیسے رمیت السهم عن القوس الی الصید میں نے تیر کمان سے شکار کی طرف پھینکا،اس مثال میں تیر رامی کی طرف سے زائل ہو کر شکار کی طرف منتقل ہوا۔

(۲)اول سے ثانی کی طرف منتقل ہو اور اول کے پاس سے زائل نہ ہو جیسے اخذت العلم عن زید اس مثال میں اول سے ثانی کی طرف علم منتقل ہوا لیکن اول سے زائل نہیں ہوا۔

(۳)اول سے وصول ہوئے بغیر ثانی سے ثالث کی طرف انتقال ہو جیسے ادیت الدین عن زید الی خالد۔

(۱۱)وَعَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ

ترجمہ:علی حرف جارہ استعلاء کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

علی استعلاء،بلندی بتانے کے لئے آتا ہے خواہ بلندی حقیقی ہو جیسے زید علی السطح یا مجازی جیسے علیه دین۔اس پر قرض ہے۔

فائدہ:علی کبھی بمعنی باء بھی آتا ہے جیسے مررت علیه ای به اور کبھی بمعنی فی بھی آتا ہے جیسے ان کنت علی سفر ای فی سفرٍ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے علی کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ استعلاء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اس کا مطلب ہے ایک چیز کا دوسری چیز پر ہونا۔

سوال: استعلاء کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: استعلاء کی دوصورتیں ہیں۔(۱)استعلائے حقیقی جیسے زید علی السطح (زید چھت پر ہے)۔(۲)استعلائے حکمی جیسے علیه دین (اس پر قرضہ ہے)۔

قاعدہ

وَقَدْ يَكُوْنَانِ اِسْمَيْنِ بِدُخُوْلِ "مِنْ" عَلَيْهِمَا-

ترجمہ: اور کبھی یہ دونوں اسم ہوتے ہیں (ان پر) من داخل ہونے کی صورت میں۔

مختصر تشریح

کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں، اس وقت ان پر مِنْ داخل ہوتا ہے جیسے مِنْ عَنْ یمینی۔ میری دائیں جانب سے اور مِنْ علیه۔اس کے اوپر سے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ عن اور علی دونوں بطور اسم بھی استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: عن اور علی اسم ہے اس کی علامت کیا ہے؟

جواب: جب عن اور علی پر من آئے گا تو عن اور علی اسم ہوں گے۔

سوال: جب من عن پر داخل ہوگا تو عن اسم ہوگا لیکن اس کا معنی کیا ہوگا؟

جواب: جب من عن پر داخل ہوگا تو عن اسم ہوگا لیکن اس کا معنی جانب ہوگا جیسے جلست من عن یمینه ای من جانبه (میں اس کی داہنی جانب سے بیٹھا)۔

سوال: جب من علی پر داخل ہوگا تو علی اسم ہوگا لیکن اس کا معنی کیا ہوگا؟

جواب: جب من علی پر داخل ہوگا تو علی اسم ہوگا لیکن اس کا معنی فوق کے ہوں گے جیسے نزلت من علی الفرس ای من فوق الفرس (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)۔

(۱۲) وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ۔

ترجمہ: اور کاف تشبیہ کے لئے آتا ہے

مختصر تشریح

کاف تین معنی کے لئے ہے (۱) تشبیہ کے لئے جیسے زید کالاسد۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے کاف کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کا استعمال تین معانی میں ہوتا ہے۔

سوال: وہ تین معانی میں سے پہلا کیا ہے؟

جواب: وہ تین معانی میں سے پہلا تشبیہ ہے۔ اور تشبیہ کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے مشابہ قرار دینا جیسے زید کعمرو (زید عمرو کی طرح ہے)۔

وَزَائِدَةً۔

ترجمہ: اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

(۲) کاف کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے لیس کمثله شئی۔ ای لیس مثله شئی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد کاف کے تین معانی میں سے دوسرے معنی کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ زائدہ ہے۔

سوال: زائدہ کا کیا مطلب؟

جواب: زائدہ کا مطلب کلام میں جس کے کوئی معنی نہ ہو لیکن کلام میں حسن پیدا کرے جیسے لیس کمثلہ شئی میں کاف زائدہ ہے۔

وَقَدْ تَکُوْنُ اِسْمًا ۔

ترجمہ: اور کبھی اسم ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

کاف اسمیہ بمعنی مثل جیسے یَضْحَکْنَ عَنْ کَالبَرْدِ ای عن اسنان مثل البرد اولے جیسے دانتوں سے ہنستی ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تین معانی میں سے آخری معنی کو بیان کرنا ہے کہ کاف کبھی اسم ہوتا ہے۔

سوال: کاف اسم کب ہوگا؟

جواب: کاف اسم اس وقت ہوگا جبکہ اس پر حرف جر آئے جیسے یضحکن عن کالبرد ای نعن الاسنان مثل البرد (وہ عورتیں ایسے دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت میں پگھلے ہوئے اولے کے مثل ہیں) میں کاف اسمی ہے جو مثل کے معنی میں ہے۔

وَتُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ

ترجمہ: اور خاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ۔

مختصر تشریح

کاف اسمیہ، اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کاف کا مدخول اسم ظاہر ہوگا، اسم ضمیر نہ ہوگا۔

سوال: کاف کا مدخول اسم ظاہر ہوگا، اسم ضمیر کیوں نہ ہوگا؟

جواب: اگر ک اسم ضمیر پر داخل ہوتو ک ضمیر کی صورت میں دو ک کا اجتماع لازم آئے گا جو ثقیل ہے اس لئے طرد اللباب مطلقاً منع کیا گیا۔

(۱۳ و ۱۴) وَمُذْ وَمُنْذُ لِلزَّمَانِ لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ وَالظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ, نَحْوُ مَارَاَيْتُهُ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ يَوْمِنَا

ترجمہ: اور مذ اور منذ زمانے کے لئے آتے ہیں زمانہ ماضی میں ابتدا کے لئے۔ اور زمانہ حال میں ظرفیت کے لئے؛ جیسے: ما رایته مذ شهرنا / و منذ یومنا (میں نے اس کو نہیں دیکھا اس مہینے میں / اور اس دن میں)۔

مختصر تشریح

مذ اور منذ دو معنی کے لئے ہیں (۱) زمانہ ماضی میں ابتدائے غایت بتانے کے لئے جیسے ما رأیته مذ یوم الجمعة۔ ما رأیته منذ یوم الجمعة۔ میں نے اس کو جمعہ کے دن سے

نہیں دیکھا۔(۲) زمانہ حاضر میں ظرفیت کے لئے: اس کا مطلب کسی کام کی پوری مدت بتانے کے لئے جیسے مار أیتہ مذیو مین۔ مار أیتہ منذ یومین: میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا (میرے نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے مذ۔منذ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: مذ۔منذ کس معنیٰ میں ہوتے ہیں؟ اور وہ کتنے ہیں؟

جواب: مذ۔منذ زمانہ کے معنیٰ میں ہوتے ہیں۔ اور وہ دو ہیں:

(۱) زمانہ ماضی میں فعل کی ابتداء کے لئے ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل کی ابتدا زمانہ ماضی سے ہوتی ہے جیسے مار أیتہ مذ رجب میں نے اس کو رجب کے مہینہ سے نہیں دیکھا (میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتدا رجب کا مہینہ ہے اواب تک میرا اس کو نہ دیکھنا جاری ہے)۔

(۲) زمانہ حاضر میں ظرفیت کے لئے ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل کا تمام زمانہ یہی زمانہ حاضر ہے جیسے مار أیتہ مذ شهرنا و منذیومنا، ای فی شهرنا و فی یومنا میں نے اس کو اس مہینہ میں یا آج کے دن نہیں دیکھا (میرا اس کو نہ دیکھنے کا پورا زمانہ یہ موجودہ مہینہ یا یہ موجودہ دن ہے)۔

(۱۵و۱۶) وَحَاشَا، وَعَدَا، وَخَلَا، لِلْاِسْتِثْنَاءِ

ترجمہ: اور حاشا، عدا اور خلا استثناء کے لئے آتے ہیں۔

مختصر تشریح

حاشا، خلا، عدا: استثناء کے لئے ہیں جیسے حاشا زید، جاء القوم، خلا زید، جاء القوم

عدا زید۔ زید کے علاوہ قوم آئی۔ جب یہ تینوں لفظ فعل ہوتے ہیں تو مابعد کو نصب دیتے ہیں اور اس وقت بھی وہ استثناء کے معنی دیتے ہیں جیسے قام القوم حاشا زیدا، قام القوم خلا زیدا، قام القوم عدا زیدا، زید کے علاوہ قوم آئی۔ جب خلا، عدا پر ماداخل ہوتو اس وقت وہ صرف فعل ہوتے ہیں حرف جرنہیں ہوتے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف جارہ میں سے حاشا، عدا، خلاکو بیان کرنا ہے۔

سوال: حاشا، عدا، خلا کا استعمال کس معنی میں ہوتا ہے؟

جواب: حاشا، عدا، خلا یہ تینوں استثناء کے لئے آتے ہیں جیسے جاءنی القوم خلا زید (میرے پاس زید کے علاوہ پوری قوم آئی) اور جاءنی القوم حاشا زید (میرے پاس عمرو کے علاوہ پوری قوم آئی) اور جاء نی القوم عدابکر (میرے پاس بکر کے علاوہ پوری قوم آئی)۔

فائدہ: خلا، حاشا اور عدا یہ تینوں حروف جارہ ہیں البتہ اگر یہ تینوں حروف اپنے مدخول کو نصب دیں گے تو یہ فعل ہوں گے۔

حروف جارہ میں سے کچھ فقط حرف ہیں، اور کچھ حروف جارہ اور اسم ہیں، جیسے عن، علی، کاف، مذ اور منذ اور حاشا، خلا، عدا حروف جارہ کے ساتھ فعل ہیں۔

حروف مشبہ بالفعل کا بیان

اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَهِیَ اِنَّ، واَنَّ، وَکَاَنَّ، وَلٰکِنَّ، وَلَیْتَ وَلَعَلَّ

ترجمہ: حروف عاملہ میں حروف مشبہ بالفعل بھی ہے۔ اور وہ اِنَّ، اَنّ، کأن، لکنّ، لیت، اور لعل ہیں۔

مختصر تشریح

یہ چھ حروف ہیں، ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ لفظاً اور معنیً فعل کے مشابہ ہیں۔ لفظاً دو طرح سے ہے: (۱) جس طرح فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں۔ (۲) جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے یہ بھی تین حرفی، چار حرفی اور پانچ حرفی ہیں۔ معنیً مشابہت یہ ہے کہ سب فعل کے معنی دیتے ہیں۔

اول دو حققتُ کے معنی میں، کاَنَّ شبهتُ کے معنی میں، لکن استدرکتُ کے معنی میں، لیتَ تمنیت کے معنی میں اور لعل ترجیتُ کے معنی میں ہے۔

یہ حروف جملہ اسمیہ خبریہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بناتے ہیں اور اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مشبہ بالفعل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل کتنے ہیں اور کونسے؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں (۱) اِنَّ (۲) أَنَّ (۳) كَأَنَ (۴) لَيتَ (۵) لٰكِنَّ (۶) لَعَلَّ

سوال: ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ پانچ اعتبار سے پائی جاتی ہے۔

(۱) ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ لفظاً ہے۔

سوال: لفظاً کا کیا مطلب؟

جواب: لفظاً کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے، اسی طرح ان حروف میں بھی اِنَّ، أَنَّ اور لَيتَ ثلاثی ہیں اور كَأَنَ، لٰكِنَّ اور لَعَل رباعی ہیں۔

(۲) ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ معنیً ہے۔

سوال: معنیً کا کیا مطلب؟

جواب: معنیً کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف فعل کے معنی اداء کرنے میں فعل کے قائم مقام قرار دیے گئے ہیں، جیسے اِنَّ اور اَنَّ (تَحقّق) کے معنی میں اور کَأنَّ (تَشَبَّهَ) کے معنی میں لٰکِنَّ اِستَدرَکَ کے معنی میں، لیت اَتَمَنّیٰ کے معنی میں اور لَعَلَّ اَترَجّی کے معنی میں۔

(۳) ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ صورۃً ہے۔

سوال: صورۃً کا کیا مطلب؟

جواب: صورۃً کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّ فِرَّ (فعل امر) کے مشابہ ہے، اَنَّ فَرَّ (فعل ماضی) کے مشابہ ہے، کَأنَّ اور لَعَلَّ قَطَعنَ (فعل ماضی جمع مونث غائب) کے مشابہ ہیں، لٰکِنَّ ضَارِبنَ (باب مفاعلہ سے امر جمع مونث حاضر) کے مشابہ ہے اور لَیتَ لَیسَ (فعل ناقص) کے مشابہ ہے۔

(۴) یہ حروف فعل ماضی کے مشابہ ہے۔

سوال: یہ حروف فعل ماضی کے مشابہ کس طرح ہے؟

جواب: یہ حروف مبنی علی الفتح ہونے میں فعل ماضی کے مشابہ ہیں۔

سوال: اس کا کیا مطلب؟

جواب: جس طرح فعلِ ماضی کا آخری مبنی علی الفتح ہوتا ہے، اسی طرح ان حروف کے آخر بھی مبنی علی الفتح ہوتے ہیں۔

(۴) یہ حروف عمل کے اعتبار سے فعل متعدی کے مشابہ ہیں۔

سوال: یہ حروف عمل کے اعتبار سے فعل متعدی کے مشابہ کس طرح ہیں؟

جواب: یہ حروف عمل کے اعتبار سے فعل متعدی کے مشابہ اس طرح ہیں کہ جس طرح فعل متعدی اپنے مابعد کو رفع اور نصب دیتا ہے، اسی طرح یہ حروف بھی اپنے مابعد کو رفع اور نصب دیتے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ فعل متعدی کے بعد اسم مرفوع اور دوسرا اسم منصوب

ہوتا ہے اور ان حروف کے بعد پہلا اسم منصوب اور دوسرا اسم مرفوع ہوتا ہے۔اس لئے کہ اصل اور فرع کے درمیان فرق کرنے کے لئے کیونکہ فعل اصل ہے اور یہ حروف فرع ہے۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل کا عمل کیا ہے؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل کے عمل کو یاد رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل کے عمل کو یاد رکھنے کا طریقہ اِنَّ اللہ غفور رحیم ہے۔

قاعدہ

وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ ،سِوٰى "اَنَّ" فَهِيَ بِعَكْسِهَا

ترجمہ: اور ان اور اس کے اخوات کے لئے صدارت کلام ہے، سوائے اَنَّ کے، اس لئے کہ وہ ان کے برعکس ہے۔

یہ سب حروف شروع کلام میں آتے ہیں سوائے اَنَّ مفتوحہ کے، وہ درمیان کلام میں آتا ہے، کیونکہ وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر کلام کا جز بنتا ہے جیسے علمت اَنَّک قائمٌ۔ جملہ انک قائم مفعول بہ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ حروف مشبہ بالفعل اَنَّ کے سوا تمام کے تمام صدارت کلام کا تقاضہ کرتے ہیں۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل (اَن کے علاوہ) صدارت کلام کا تقاضہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ ان حروف میں سے ہر حرف کلام کی خاص نوع پر دلالت

کرتے ہیں جیسے تحقیق، استدراک، تشبیہ، تمنی اور ترجی وغیرہ وغیرہ اور صدارت کی صورت میں اول وہلہ میں پتہ چل جائے گا کہ آنے والا جملہ کس نوعیت کا ہے۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل میں سے اَن صدارت کلام کا تقاضہ کیوں نہیں کرتا؟

جواب: اس لئے کہ اَنَّ مفتوحہ اپنے اسم وخبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہوجاتا ہے جس میں کسی چیز کا سہارا ضروری ہوتا ہے اس لئے اَن صدارت کلام کا تقاضہ نہیں کرتا۔

قاعدہ

وَتَلْحَقُهَا "مَا" فَتُلْغَى عَلَى الأَفْصَحِ

ترجمہ: اور لاحق ہوجاتا ہے ان کے آخر میں، مائے کافہ، پس اس صورت میں یہ ملغی ہوجاتے ہیں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آئے تو فصیح ترین استعمال کے مطابق اس کا استعمال ختم ہوجاتا ہے انما انا بشر جملہ اسمیہ کی مثال ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حروف مشبہ بالفعل میں کبھی ما کافہ (روکنے والا) داخل ہوتا ہے جو ان کے عمل کو روک دیتا ہے، جیسے انما الھکم الہ واحد، انما انا بشر۔

سوال: ان حروف کے اخیر میں ما کافہ داخل ہونے سے عمل کو کیوں روک دیتا ہے؟

جواب: (۱) ان حروف کے اخیر میں مالاحق ہونے کی وجہ سے فعل کے ساتھ مشابہت کمزور ہوجاتی ہے۔

(۲) جب ما داخل ہوا تو ان حروف اور جملہ اسمیہ کے مابین فصل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے عمل سے یہ حروف بے بس ہوجاتے ہیں۔

وَتَدْخُلُ حِيْنَئِذٍ عَلَى الْاَفْعَالِ

ترجمہ: اور اس وقت یہ افعال پر بھی داخل ہوجاتے ہیں۔

مختصر تشریح

اور اس وقت وہ فعل پر بھی داخل ہوسکتے ہیں جیسے انما حرم علیکم المیتۃ۔ جملہ فعلیہ کی مثال ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب ما کافہ داخل ہوگا تو اب یہ حروف جس طرح جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوں گے۔ اس لئے کہ جب ما کافہ ان حروف میں داخل ہوتا ہے تو ان کا عمل ما کی وجہ سے باطل ہوجاتا ہے لہذا اب یہ حروف اسم پر داخل ہونے کے پابند نہیں اور فعل پر داخل ہوسکتے ہیں جیسے انما حرم علیکم المیتۃ میں اِنَّ پر ما کافہ ہے۔

(او ۲) فَاِنَّ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ وَ"اَنَّ" مَعَ جُمْلَتِهَا فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ

ترجمہ: پس اِنّ جملے کے معنی کو نہیں بدلتا ہے، اور اَنّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل: اِنّ (مکسورہ) جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا؛ بلکہ اس میں تحقیق وتاکید کے معنی میں اضافہ کرتا ہے۔

اور اَنَّ (مفتوحہ) جملہ کے معنی کو بدل دیتا ہے اس کو بتاویل مفرد کر دیتا ہے (اور تاکید وتحقیق کے معنی بھی اس میں باقی رہتے ہیں ختم نہیں ہوتے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اِنَّ اور اَنَّ کے مابین فرق کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اِنَّ جملہ کے معنی میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں کرتا بلکہ حکم میں پختگی کرتا ہے جیسے اِنَّ زیدا قائم، اِنَّ نے حکم میں قیام زید کو زید کے ساتھ مزید پختہ کیا اور اَنَّ جملہ کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے۔

اِن جب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے تو جملہ میں تغیر نہیں کرتا ہے بلکہ حکم میں مزید پختگی کرتا ہے برخلاف اَنَّ یہ معنی میں تبدیلی کرتا ہے اور جملہ کو مفرد کے معنی میں کر دیتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ وَجَبَ الْكَسْرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجُمَلِ، وَالْفَتْحِ فِيْ مَوْضِعِ الْمُفْرَدِ

ترجمہ: اسی وجہ سے واجب ہے اِن مکسورہ کو لانا جملوں کے مواقع میں اور اَن مفتوحہ کو لانا مفرد کے مواقع میں۔

مختصر تشریح

چنانچہ جملوں کے شروع میں اِنّ مکسورہ لانا ضروری ہے اور جب کسی جملہ کو بتاویل مفرد کرنا ہو تو اَن مفتوحہ لانا ضروری ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے جب اِن مکسور جملہ کے معنی میں تغیر نہیں کرتا اور اَنّ مفتوحہ جملہ میں تغیر کرتا ہے تو دونوں کے استعمال میں فرق ہوگا۔

سوال: دونوں کے استعمال میں کیا فرق ہوگا؟

جواب: دونوں کے استعمال میں فرق یہ ہوگا کہ اِنّ مکسورہ کا استعمال ہر اس جگہ ہوگا جہاں جملہ اپنی حالت پر باقی رہتا ہے اور اَن مفتوحہ ایسی جگہ میں استعمال ہوگا جہاں اس کا مابعد مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً ،وَبَعْدَ الْقَوْلِ ،وَالْمَوْصُوْلِ-

ترجمہ: پس اِنّ مکسورہ لایا جائے گا شروع کلام، اور قول اور اسم موصول کے بعد۔

مختصر تشریح

پس تین جگہ اِنَّ آئے گا: (۱) شروع کلام میں جیسے اِنَّ رَبّک یَعلَمُ۔ (۲) قول اور اس کے مشتقات کے بعد جیسے قلتُ اِنّه قائم کیونکہ مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے۔ (۳) اسم موصول کے بعد جیسے جاءنی الذی اِنَّ اباہ قائمٌ کیونکہ اسم موصول کے بعد صلہ آتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان مواقع کو بیان کرنا ہے جہاں اِن مکسورہ آتا ہے۔ اور وہ مواقع یہ ہیں: (۱) ابتداءِ کلام میں اِنَّ استعمال ہوگا جیسے اِنَّ اللہ غفور رحیم۔ (۲) قول کے بعد اِنَّ مکسور کا استعمال ہوگا جیسے یقول اِنّھا بقرۃ۔ (۳) اسم موصول کے بعد جیسے مارأیت الذی اِنّه فی المساجد۔ (۴) اِنَّ کی خبر میں لام ہو جیسے اِنَّ زیدا لقائم۔

وَفُتِحَتْ فَاعِلَةً ،وَمَفْعُوْلَةً ،وَمُبْتَدَأً ،وَمُضَافًا اِلَيْهَا-

ترجمہ: اور ان مفتوحہ لایا جائے گا فاعل، مفعول بہ، مبتدا اور مضاف الیہ ہونے کی حالت میں۔

مختصر تشریح

چار جگہ اَنَّ مفتوحہ آتا ہے:(۱) جب جملہ بتاویل مفرد ہوکر فاعل بنے جیسے بلغنی اَنَّک منطلقٌ۔(۲) جب جملہ بتاویل مفرد ہوکر مفعول بنے جیسے سمعت اَنَّک ذاھبٌ۔ (۳) جب جملہ بتاویل مفرد ہوکر مبتدا بنے جیسے عندی اَنَّک قادرٌ۔(۴) جب جملہ بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ بنے جیسے اعجبنی ضرب اَنَّک قائم۔

یہ چاروں مفرد کی جگہیں ہیں اس لئے ان صورتوں میں ان مفتوحہ لائیں گے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ان مواقع کو بیان کرنا ہے جہاں ان آتا ہے۔اور وہ مواقع یہ ہیں:(۱)اَنَ ترکیب میں فاعل واقع ہو جیسے بلغنی انک قتلت یھو دیامیں اَنَّک قتلت یھو دیا فاعل ہے۔

(۲)انَّ ترکیب میں مفعول واقع ہو جیسے کرھت اَنَّک قائم میں اَنَّک قائم مفعول ہے۔

(۳)اَنَّ اور مابعد مبتداء بنے جیسے عندی اَنَّک قائم میں اَنَّک قائم مبتداء موخر اور عندی خبر مقدم ہے۔

(۴)اَنَّ مضاف الیہ واقع ہو جیسے عجبت من طول اَنَّ بکرا قائم میں اَنَّ بکرا قائم مضاف الیہ ہے۔

(۵)اَنَّ مجرور واقع ہو جیسے عجبت من اَنَّ بکر اقائم میں اَنَّ بکر اقائم مجرور ہے۔

(۶)اَنّ،لو کے بعد واقع ہو جیسے لو اَنَّک عندنا لاکرمتک۔

(۷)اَنّ،لو لا کے بعد واقع ہو جیسے لو لا اَنَّہ حاضر لغاب زید۔

نوٹ: اَنَّ مفتوحہ کے یہ مواقع اس لئے ہیں کہ فاعل،مفعول،ابتدا اور مضاف الیہ سب مفرد ہوتے ہیں اور اَنَّ مفتوحہ بھی اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

فائدہ

وَقَالُوْا "لَوْلَا اَنَّكَ" لِاَنَّهٗ مُبْتَدَأٌ -

ترجمہ: اور اہل عرب کہتے ہیں لو لا انک اس لئے کہ یہ مبتدا ہے لو لا کے بعد اَنَّ مفتوحہ ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

لو لا کے بعد مبتدا آتا ہے اور لو شرطیہ کے بعد فعل آتا ہے اس لئے ان دونوں کے بعد اَنّ آئے تو اس کو مفتوح پڑھا جائے گا تاکہ جملہ بتاویل مفرد ہو کر مبتدا بنے جیسے لو اَنّک منطلق انطلقتُ، لو اَنّک منطلق ماانطلقت۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لو لا کے بعد اَنّ آتا ہے۔ لو لا کی دو قسمیں ہیں (۱) امتناعیہ (۲) تحضیضہ

سوال: لو لا امتناعیہ کے بعد اَنَّ مفتوحہ کیوں؟

جواب: کیونکہ وہ لو لا کے بعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا مفرد ہوتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ مفرد میں ہوتا ہے۔

سوال: لو لا تحضیضہ کے بعد اَنَّ مفتوحہ کیوں؟

جواب: کیونکہ لو لا کے بعد یا تو فاعل ہوگا یا مفعول اور دونوں مفرد ہوتے ہیں۔

لو لا ابتدائیہ کی مثال: لو لا انک منطلق انطلقت۔

لو لا تحضیضہ کی مثال: لو لا ان زیدا ضربته۔

وَ"لَوْ اَنَّكَ"، لِاَنَّهُ فَاعِلٌ۔

ترجمہ: اور لو انک؛ اس لئے کہ یہ فاعل ہے۔

مختصر تشریح

لو شرطیہ کے بعد فعل آتا ہے اس لئے اس کے بعد اَن آئے تو وہ مفتوح ہوگا، تا کہ جملہ بتاویل مفرد ہو کر فعل محذوف کا فاعل بنے، جیسے لو اَنّک قائم ای لو وقع قیامک۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ لو شرطیہ کے بعد اَن مفتوحہ ہوتا ہے۔

سوال: لو شرطیہ کے بعد اَنَّ مفتوحہ کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ لو شرطیہ کے بعد فعل مقدر ہوتا ہے اور اس کے بعد اَن مفتوحہ فاعل ہوگا اور فاعل مفرد ہوتا ہے اور اَن یہ بھی موقعِ مفرد میں استعمال ہوتا ہے جیسے لو انک قائم ای لو وقع قیامک۔

قاعدہ

وَاِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَانِ جَازَ الْاَمْرَانِ نَحْوُ مَنْ يُّكْرِمُنِيْ فَاِنِّيْ اُكْرِمُهُ ع
اِذَا اَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ۔

ترجمہ: اور کہیں دو صورتیں جائز ہوں، تو وہاں دونوں امر جائز ہوں گے؛ جیسے من یکرمنی فانی اکرمہ (جو شخص میرا اکرام کرے گا، تو میں اس کا اکرام کروں گا)، اور مصرعہ: اذا انہ عبد القفا واللھازم (تو اچانک کیا دیکھا کہ وہ گدّی اور جبڑوں کا غلام ہے)۔

مختصر تشریح

اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں مفرد اور جملہ دونوں پڑھنا صحیح ہو تو اِن مکسورہ اور اَن مفتوحہ دونوں آسکتے ہیں جیسے من یکرمنی فانی اکرمہ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جہاں بھی جملہ اور مفرد دونوں کا احتمال ہو تو اِن اور اَن دونوں پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: من یکرمنی فانی اکرمہ سے کونسی ترکیب مراد ہے؟

جواب: ایسی ترکیب مراد ہے کہ جہاں ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط کی جزا واقع ہو تو ایسی ترکیب میں اِنَّ مکسورہ اور اَن مفتوحہ تو دونوں پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: اِن مکسورہ کیوں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اِنَّ مکسورہ اس لئے پڑھ سکتے ہیں کہ اِنَّ اپنے مابعد اسم وخبر سے مل کر جملہ بنتا ہے جو جزا واقع ہوتا ہے اور جزا جملہ ہوتی ہے اور جملہ کے شروع میں اِنَّ آتا ہے۔

سوال: اَنَّ مفتوحہ کیوں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اَنَّ مفتوحہ اس لئے پڑھ سکتے ہیں کہ مثال مذکورہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ عبارت من یکرمنی فجزاءہ انی اکرمہ ہو، ظاہر بات ہے اس صورت میں انی اکرمہ جزاءہ بتاویل مفرد ہو کر مبتدا کی خبر ہوگی اور خبر مفرد ہوتی ہے اور مفرد کے شروع میں اَنَّ آتا ہے۔

و اذاانہ عبدالقفاو اللھازم۔

سوال: و اذاانہ عبدالقفاو اللھازم سے کونسی ترکیب مراد ہے؟

جواب: ہر ایسی ترکیب جہاں ان کا اسم وخبر اذا فجائیہ کے بعد ہو۔

سوال: اِنَّ مکسورہ کیوں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ اذا فجائیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور جملہ کے شروع میں اِنَّ آتا ہے۔

سوال: اَنَّ مفتوحہ کیوں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ اَنَّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مفرد کی تاویل میں مل کر مبتدا اور مبتدا مفرد ہوتا ہے اور مفرد کی شروع میں اَنَّ آتا ہے اور خبر محذوف ہوگی۔

سوال: اذاانہ عبدالقفاو اللھازم کیا ہے؟

جواب: یہ ایک شعر کا مصرعہ ہے، پورا شعر یہ ہے۔

کنت اریٰ زیدا کماقیل سیدا اذاانہ عبدالقفاو اللھازم

وَشِبْهِهٖ۔

ترجمہ: مذکورہ ترکیب کے مشابہ کوئی ترکیب ہو۔

مختصر تشریح

مذکورہ ترکیب کے مشابہ کوئی ترکیب ہو جیسے ہر ایسی ترکیب جس میں اِن مبتداء کے بعد واقع ہو اور وہ مبتدا قول کے معنی میں ہو اور اِن کی خبر مقولہ ہو تو وہاں اِن مکسورہ اور اَنَّ مفتوحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مذکورہ مصرعہ کی ترکیب کے مشابہ کوئی ترکیب ہو جیسے ہر ایسی ترکیب جس میں اِن مبتدا کے بعد واقع ہو اور وہ مبتدا قول کے معنی میں ہو اور اِن کی خبر مقولہ ہو تو وہاں اِن مکسورہ اور اَنَّ مفتوحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: اِنَّ مکسورہ ومفتوحہ کی مثال کیا ہے؟

جواب: اِنَّ مکسورہ کی مثال یہ ہے، خیر القول انی احمدالله میں خیر القول مبتدا ہے اور اِنَّ مبتدا کے بعد واقع ہے اور مبتدا (خیر القول) قول کے معنی میں ہے اور اِنَّ کی خبر (احمدالله) مقولہ ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ مقولہ کے شروع میں اِنَّ آتا ہے۔

اور اسی مثال میں اَن بھی پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ اَنَّا اپنے مابعد سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہو کر خبر بنتا ہے پس خیر القول حمدالله بنے گا۔

وَلِذٰلِكَ جَازَ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ الْمَكْسُوْرَةِ لَفْظاً اَوْحُكْماً بِالرَّفْعِ،دُوْنَ الْمَفْتُوْحَةِ،

ترجمہ: اسی وجہ سے اِنَّ مکسورہ کے اسم پر لفظاً یا محلاً رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے نہ کہ مفتوحہ کے اسم پر۔

مختصر تشریح

اِنَّ مکسورہ کے اسم کے محل پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے کیونکہ وہ در اصل مبتدا ہوتا ہے اور محلاً مرفوع ہوتا ہے اور اِنَّ جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اور اَنَّ مفتوحہ کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ جملہ میں تبدیلی کر دیتا ہے اور اس کو بحکم مفرد کر دیتا ہے اس لئے اس کا اسم محلاً مرفوع نہیں رہتا۔ پس اِنَّ زیداً ظریف وعمرو کہنا درست ہے اس میں عمرو کا عطف زیداً کے محل پر کیا گیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس قاعدہ (اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اَنَّ جملہ کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے) پر تفریع کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اِنَّ

مکسورہ کے اسم کے محل پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے اور اَنَّ مفتوحہ کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں۔

سوال: اِنَّ میں عطف کرنا کیوں جائز ہے؟

جواب: جائز اس لئے ہے کہ وہ دراصل مبتدا ہوتا ہے اور محلاً مرفوع ہوتا ہے اور اِنَّ جملہ کے معنی میں کوئی تغیر نہیں کرتا۔

سوال: اَنَّ میں عطف کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب: عدم جواز اس لئے ہے کہ اَنَّ جملہ میں تبدیلی کر دیتا ہے اور اس کو بحکم مفرد کر دیتا ہے، اس لئے اس کا اسم محلاً مرفوع نہیں رہتا پس اِنَّ زیداً ظریفٌ وعمروٌ کہنا درست ہے اس میں عمروٌ کا عطف زیداً کے محل پر کیا گیا ہے۔

وَيَشْتَرِطُ مُضِيُّ الْخَبَرِ لَفْظاً أَوْ تَقْدِيراً خِلَافاً لِلْكُوفِيِّيْنَ.

ترجمہ: اور خبر کا لفظاً یا تقدیراً گزرنا شرط ہے۔ برخلاف کوفیوں کے۔

مختصر تشریح

اِنَّ مکسورہ کے اسم پر عطف اس وقت جائز ہوگا جبکہ معطوف سے پہلے اِنَّ کی خبر آ چکی ہو خواہ لفظاً آئی ہو جیسے اِنَّ زیداًقائم وعمرو قائم یا تقدیراً آئی ہو جیسے اِنَّ زیداً وعمرو قاعد اس جگہ معطوف کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر اِنَّ کی خبر نہ پہلے لفظاً آئی ہو نہ تقدیراً تو رفع کے ساتھ عطف جائز نہیں ہوگا جیسے اِنَّ زیدا وعمرو ذاهبان کہنا جائز نہیں کیونکہ دونوں کی خبر بعد میں ایک ساتھ آ رہی ہے اسی طرح اِنَّک وزید ذاهبان کہنا بھی درست نہیں اس لئے کہ ان مثالوں میں اگر عطف کو جائز رکھا جائے تو ایک معمول پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آئے گا جو درست نہیں۔ اِنَّ مکسورہ کے اسم پر محل کے اعتبار سے کسی اسم کا عطف درست ہے، اس میں کوفیین کے نزدیک کسی شرط کا لحاظ نہیں کیا جائے گا، مطلقاً اِنَّ کے اسم پر دوسرے اسم کا رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اِنَّ مکسورہ کے اسم پر محل کے اعتبار سے کسی اسم کا عطف درست ہے، کیا اس میں کسی شرط کا لحاظ کیا جائے گا؟ اس میں اختلاف ہے۔ بصریین کے نزدیک شرط کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور وہ شرط یہ ہے:

اِنَّ مکسورہ کے اسم کے محل پر عطف کرنا اس وقت جائز ہوگا جبکہ معطوف سے پہلے اِنَّ کی خبر آچکی ہو خواہ لفظاً آئی ہو جیسے اِنَّ زید قائم و عمرو ذاھب (بے شک زید کھڑا ہے اور عمرو جانے والا ہے) یا تقدیراً جیسے اِنَّ زیدا و عمرو ا قائم اس جگہ معطوف علیہ کی خبر ضمناً آ چکی ہے کیونکہ معطوف کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر اِن کی خبر نہ پہلے لفظاً آئی ہو نہ تقدیراً تو رفع کے ساتھ عطف جائز نہیں ہوگا جیسے اِنَّ زیدا و عمرو ذاھبان۔ یہاں پہلے میں محذوف نہیں مان سکتے اس لئے کہ اس کے بعد تثنیہ ہے۔

سوال: بصریین نے یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: بصریین نے یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ دو معمولوں کا ایک معمول پر اجتماع لازم نہ آئے۔

سوال: اس سلسلہ میں کوفیین کا کیا مذہب ہے؟

جواب: کوفیین کے نزدیک کسی شرط کا لحاظ نہیں کیا جائے گا بلکہ مطلقاً اِنَّ کے اسم پر دوسرے اسم کا رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے۔

سوال: کوفیین کی دلیل کیا ہے؟

جواب: کوفیین اس شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

و الا فاعلموا انا و انتم بغاة مابقینا فی شقاق۔

(ورنہ پس تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اور تم سب مجرم قرار پاؤ گے جب تک ہم آپس میں لڑتے رہیں گے)۔

مذکورہ مثال میں انتم کا عطف اِنَّ مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ اس کے محل پر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ شرط ضروری نہیں ہے۔ بصریین کی طرف سے جواب دیا کہ اس شعر سے استدلال شاذ ہے۔

وَلاَ اَثَرَ لِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّا، خِلاَفًا لِلْمُبَرَّدِ وَالْكِسَائِيْ، فِيْ مِثْلِ اِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ،

ترجمہ: اور کوئی اثر نہیں ہے اسم کے مبنی ہونے کے لئے، برخلاف مبرد اور کسائی کے (اِنک و زید ذاھبان) جیسی مثال میں۔

مختصر تشریح

جمہور کے نزدیک عطف مذکور کے جواز کے لئے جو شرط ہے کہ معطوف سے پہلے خبر آچکی ہو یہ حکم بہرحال ہے خواہ ان کا اسم معرب ہو یا مبنی۔ مبنی ہونے میں کچھ دخل نہیں اور امام مبرد اور امام کسائی کہتے ہیں کہ خبر کا پس ان کے نزدیک اِنک و زید ذاھبان کہنا صحیح ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام مبرد اور امام کسائی کہتے ہیں کہ خبر کا پہلے آنا صرف اس صورت میں شرط ہے کہ اِنَّ کا اسم معرب ہو اگر وہ مبنی ہے تو پھر یہ شرط نہیں۔

جمہور کے نزدیک عطف مذکور کے جواز کے لئے جو شرط ہے کہ معطوف سے پہلے خبر آچکی ہو یہ حکم بہرحال ہے خواہ ان کا اسم معرب ہو یا مبنی۔ مبنی ہونے میں کچھ دخل نہیں۔

سوال: امام مبرد وکسائی کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل یہ ہے کہ اِنَّ مکسورہ کا اثر مبنی ہونے کی وجہ سے اسم میں ظاہر نہیں ہوتا لہذا دو عامل کا ایک معمول پر داخل ہونا لازم نہیں آئے گا پس اِنک و زید ذاھبان تو اس اسم ضمیر پر محل کے اعتبار سے رفع کے ساتھ عطف کرنا بلاشرط جائز ہے۔

وَلٰكِنَّ كَذٰلِكَ۔

ترجمہ: اور لکن اس (مکسورہ) کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

حروف مشبہ بالفعل میں سے لکنّ اِنّ مکسورہ کی طرح ہے۔

لکن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے جبکہ معطوف سے پہلے خبر آچکی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لکن بھی جملہ کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا جیسے لم یر کب زید لکنَّ عمراً خارج و بکر: بکر کا عطف عمراً کے محل پر ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ لٰکِنَّ، اِنَّ کی طرح ہے۔

سوال: تشبیہ کس بات میں ہے؟

جواب: تشبیہ حسب ذیل باتوں میں ہیں۔

(۱) جس طرح اِن مکسورہ جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا اسی طرح لٰکِن بھی جملہ کے معنی میں کوئی تغیر نہیں کرتا۔

(۲) اِن کے اسم پر رفع کے ساتھ دوسرے اسم کا عطف کرنا محل کے اعتبار سے جائز ہے اسی طرح لٰکِن میں بھی جائز ہے۔

(۳)انّ میں مضیَّ خبر کی شرط ہے اسی طرح لکن میں بھی مضیَّ خبر کی شرط ہے جیسے ماخرج زیدلکن بکرا خارج وعمرو۔

وَلِذٰلِكَ دَخَلَتِ اللَّامُ مَعَ الْمَكْسُوْرَةِ،دُوْنَهَا عَلَى الْخَبَرِ؛

ترجمہ: اوراسی وجہ سے داخل ہوجاتا ہے لام تاکید اِنَّ مکسورہ کے ساتھ، نہ کہ اَنَّ مفتوحہ کے ساتھ،خبر پر۔

مختصر تشریح

اِنَّ (مکسورہ) کی خبر پر لام تاکید لانا درست ہے جیسے اِنَّ زیدا القائم اور اَنَّ (مفتوحہ) کی خبر پر لام تاکید لانا درست نہیں کیونکہ لام تاکید جملہ کے معنی کی تاکید کے لئے ہوتا ہے، پس وہ اس اِنَّ کی خبر پر آسکتا ہے جو جملہ کی حیثیت کو برقرار رکھے،اور اس اَنَّ کی خبر پر نہیں آسکتا جو جملہ کو بتاویل مفرد کردے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اور تفریع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا ہے اس لئے اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام داخل کرسکتے ہیں،اسی طرح لٰکِنَّ کی خبر پر لام داخل کرسکتے ہیں۔ برخلاف اَنّ کی خبر پر لام کا دخول صحیح نہیں۔

سوال: اَن مفتوحہ کی خبر پر لام کیوں داخل نہیں کرسکتے؟

جواب: لام جملہ کے معنی کی تاکید کے لئے آتا ہے پس وہ اس اِن کی خبر پر آسکتا ہے جو جملہ کی حیثیت کو برقرار رکھے اور اس أَنَّ کی خبر پر لام نہیں آسکتا جو جملہ کو بتاویل مفرد کردے۔

اَوِالْاِسْمِ اِذَا فُصِّلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اَوْعَلٰى مَا بَيْنَهُمَا وَفِي لٰكِنْ ضَعِيْفٌ

ترجمہ: یا اسم پر جبکہ اسم اور اِنَّ کے درمیان کسی چیز کا فصل کر دیا گیا ہو، یا اس کلمہ پر جو اسم اور خبر کے درمیان میں ہو۔ اور لکن میں ایسا کرنا ضعیف ہے۔

مختصر تشریح

لام تاکید اِنَّ (مکسورہ) کے اسم پر بھی آتا ہے جبکہ اِنَّ اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہو جائے، اور اَنَّ (مفتوحہ) کے اسم پر داخل نہیں ہوتا۔ اسی طرح لام تاکید اس چیز پر بھی داخل ہوتا ہے جو اِنَّ (مکسورہ) کے اسم وخبر کے درمیان متعلقات جملہ میں سے آتی ہے۔
مثالیں: اِنَّ فی الدار لزیدا، اِنَّ زیدا لطعامک اکل: زید یقینا تیرا کھانا کھانے والا ہے
اور لٰکِنَّ میں ان تینوں جگہوں میں لام تاکید کا لانا ضعیف ہے، کیونکہ اس کی لام تاکید کے ساتھ وہ مشابہت نہیں جو اِنَّ کی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ لام تاکید اِنّ مکسورہ کے اسم پر بھی آتا ہے جبکہ اِنَّ اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہو جائے یا اسی طرح لام تاکید اس چیز پر بھی داخل ہوتا ہے جو اِنَّ کے اسم وخبر کے درمیان متعلقات جملہ سے آتی ہے جیسے اِنَّ فی الدار لَزیداً، اِنَّ زیداً لَطعامک اکلٌ اور لٰکِنَّ میں ان تینوں جگہوں میں لام تاکید لانا ضعیف ہے۔

سوال: لٰکِنَّ میں ان تینوں جگہوں میں لام تاکید لانا کیوں ضعیف ہے؟

جواب: لٰکِنَّ میں ان تینوں جگہوں میں لام تاکید لانا ضعیف ہے اس لئے کہ لٰکِنَّ کی مشابھت لام تاکید کے ساتھ وہ نہیں جو اِنَّ کی ہے۔

قاعدہ

وَ تُخَفَّفُ الْمَكْسُوْرَةُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ

ترجمہ: اور انّ مکسورہ میں تخفیف کر لی جاتی ہے، پس اس صورت میں اس کے لئے لام تاکید لازم ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب اِنَّ (مکسورہ) کو مخفف کر دیں یعنی نون کی تشدید ہٹا دیں تو اس وقت لام تاکید لانا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ اِن مخففہ اور اِنْ نافیہ کے درمیان امتیاز ہو جائے، جیسے اِنْ زید قائم میں اِنْ نافیہ ہے یعنی زید کھڑا نہیں اور اِنْ زید لقائم میں اِنْ مخففہ ہے۔ نیز تخفیف کی صورت میں عامل کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اِنْ مکسورہ جب مخففہ ہو جاتا ہے تو لام کا داخل ہونا ضروری ہے۔

سوال: اِنَّ مکسورہ جب مخففہ ہو جاتا ہے تو لام کا داخل ہونا ضروری کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اِنَّ مکسورہ جب مخففہ ہو جاتا ہے تو لام کا داخل ہونا ضروری ہوتا ہے اس لئے کہ ان نافیہ کے ساتھ اشتباہ ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں چلے گا کہ اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے یا اِنْ نافیہ ہے جیسے اِنْ زید لقائم، اِنْ زید قائم، پہلے میں اِنْ مخففہ ہے اور دوسرے میں اِنْ ہے جو ما نافیہ کے معنی میں ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک: اِنْ مخففہ کو مثقلہ قرار دیا جائے تو اس کے عمل کو لغو کرنا

بھی جائز ہے اس لئے کہ جب اِنْ مخففہ کو مثقلہ بنایا جائے گا تو فعل کے ساتھ مشابہت کمزور ہو جائے گی کیونکہ فعل میں کم از کم تین حرف ہونے چاہئے مخففہ کے بعد اِنْ دو حرف ہو جاتے ہیں اس لئے عمل کو لغو کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔

سوال: عمل دینا کیوں جائز ہے؟

جواب: عمل دینا جائز اس لئے ہے کہ جب افعال سے کچھ حذف ہو جاتا ہے تو باوجود حذف کے وہ عمل کرتے ہیں جیسے لم یک زیدقائما تو اسی طرح اِنَّ سے کچھ حروف حذف ہو جانے کے باوجود وہ عمل کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوتے۔

وَيَجُوْزُ اِلْغَاءُهَا وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلٰى فِعْلٍ مِنْ اَفْعَالِ الْمُبْتَدَأْ

ترجمہ: اور جائز ہے اس کو ملغی کرنا، اور جائز ہے اس کا داخل ہونا مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر۔

مختصر تشریح

اِن مخففہ من المثقلہ ان افعال پر بھی داخل ہوسکتا ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب وغیرہ جیسے (واِنْ کانت لکبیرۃ) اور (واِنْ نظنک لمن الکاذبین)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اِنْ مکسورہ مخففہ من المثقلہ کا باب کان (یعنی افعال ناقصہ) اور باب علمت (یعنی افعال قلوب) پر دخول درست ہے۔

سوال: جباب کان اور باب علمت پر دخول کیوں درست ہے؟

جواب: اِن مکسورہ مخففہ من المثقلہ کا دخول اصل تو مبتدا خبر پر تھا لیکن جب مبتدا وخبر پر داخل نہیں ہوسکا فعل کے ساتھ مشابہت کی کمزوری کی وجہ سے تو بقدر امکان اصل کی

رعایت ہوجائے تو باب کان اور باب علمت پر داخل ہوتا تاکہ بقدر امکان مشابہت ہو جائے اس لئے کہ باب کان اور باب علمت کا مدخول مبتدا اور خبر ہوتا ہے۔

جیسے وان کانت لکبیرۃ میں اِن مکسورہ مخففہ من المثقلہ کان پر داخل ہے۔وان وجدنا اکثرھم لفاسقین میں اِنّ مکسورہ مخففہ من المثقلہ وجدت افعال قلوب پر داخل ہے۔

وان نظنک لمن الکاذبین میں ظننت افعال قلوب پر داخل ہے۔

اور تینوں کی خبر میں لام داخل ہے تاکہ ان مخففہ اور نافیہ کے درمیان فرق ہوجائے۔

نوٹ: جب فعل دعا ہوتو لام کا دخول لازم نہیں رہتا کیونکہ ان مخففہ اور اِنْ نافیہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے لام آتا ہے اور دعا میں کبھی بھی اِنْ نافیہ داخل نہیں ہوتا تو اشتباہ لازم نہیں آئے گا۔

خِلَافًا لِلْكُوفِيِّينَ فِي التَّعْمِيمِ

ترجمہ: البتہ کوفیین کا اختلاف ہے تعمیم میں۔

مختصر تشریح

کوفی نحوی کہتے ہیں کہ ہر قسم کے افعال پر داخل ہوسکتا ہے، ان افعال کی کچھ تخصیص نہیں جو مبتدا وخبر پر داخل ہوتے ہیں۔ان قتلت لمسلما کہہ سکتے ہیں۔بصریوں کے نزدیک یہ استعمال ضعیف ہے۔

وضاحت

سوال: صنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اختلاف کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ حضرات کوفیین کے نزدیک اِنْ مخففہ من المثقلہ عام ہے، ان کے نزدیک اِنْ مخففہ من المثقلہ تمام افعال پر داخل ہوسکتا ہے خواہ وہ افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے باب کان اور باب

علمت یا داخل نہ ہوتے ہوں۔

سوال: کوفیین کی دلیل کیا ہے؟

جواب: کوفیین اس شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

باللہ ربک اِنْ قتلتَ نفسا　　　وجبت علیک عقوبۃ المتعمد

(خدا کی قسم اگر آپ نے کسی کو قتل کیا تو آپ پر عمداً قتل کرنے والے کی سزا لازم ہو جائے گی)۔

سوال: محل استدلال کیا ہے؟

جواب: محل استدلال اِنْ قتلتَ نفسا ہے اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے جو نہ باب کان اور نہ باب علمت پر داخل ہے معلوم ہوا کہ ہر طرح کے افعال پر داخل ہو سکتا ہے۔

سوال: جمہور کی طرف سے کیا جواب ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس شعر میں اِنْ مخففہ کا قتلت پر دخول خلاف قیاس اور استعمال فصحا کے خلاف ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں ہے۔

قاعدہ

وَتُخَفَّفُ الْمَفْتُوحَةُ فَتَعْمَلُ فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ

ترجمہ: اور اَنَّ مفتوحہ میں (بھی) تخفیف کر لی جاتی ہے، پس اس صورت میں وہ عمل کرتا ہے ضمیر شان مقدر میں۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب اَنَّ (مفتوحہ) کو مخفف کر دیں تو اس وقت اس کا اسم ضمیر شان ہوتا ہے جو مان لی جاتی ہے۔ اور اَنَّ مفتوحہ) کا عمل تخفیف کے بعد ضمیر شان کے علاوہ میں شاذ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اَنَّ مفتوحہ کبھی مخففہ ہوتا ہے۔اور وہ ضمیر شان میں عمل کرتا ہے جو مقدر ہوتا ہے۔

سوال: صاأنَّ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ ضمیر شان میں عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اَنَّ مفتوحہ،اِنَّ مکسورہ کے مقابلے میں فعل کے زیادہ مشابہ ہے اس لئے کہ فعل کا فاءکلمہ مفتوح ہوتا ہے نہ کہ مکسور اور اِنْ مکسورہ مخففہ من المثقلہ فعل کے ساتھ مشابہت کے کمزور ہونے کے باوجود عمل کرتا ہے جیسے وان کلالما لیو فینھم۔اب اگر اَنْ مخففہ من المثقلہ کو عمل نہ دیا جائے تو اقویٰ مفتوحہ مخففہ کا ادنی مکسورہ مخففہ سے کمتر ہونا لازم آئے گا اور اَنَّ مفتوحہ مخففہ اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا پس اس کے عمل کو ضمیر شان میں مقدر مانا گیا جیسے وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین تاکہ فرع اور ادنیٰ کی اصل اور اقویٰ پر زیادتی لازم نہ آوے۔

فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ مُطْلَقًا

ترجمہ:اور داخل ہوتا ہے جملوں پر مطلقاً۔

مختصر تشریح

اَنَّ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ ہر قسم کے جملوں پر داخل ہوسکتا ہے،خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اور فعلیہ بمعنی عام ہے خواہ اس میں ایسا فعل ہو جو کہ جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہوتا ہو یا ایسا فعل نہ ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ماقبل میں بیان کیا کہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ کو عمل دیا جائے گا اور ضمیر شان میں عمل کرے گا تا کہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے حالانکہ زیادتی لازم آتی ہے اس لئے کہ ان مکسورہ مخففہ من المثقلہ ضمیر میں عمل کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ ،اِنْ مکسورہ مخففہ من المثقلہ سے عمل میں اقوی ہے اس لئے کہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ مطلقاً عمل کرتا ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو اور اِنْ مکسورہ صرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اَنْ مفتوحہ ہر طرح کے جملوں میں داخل ہوتا ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ خواہ ان کا فعل مبتدا خبر پر داخل ہوتا ہو یا نہ ہوتا کہ وہ جملہ ضمیر شان مقدر کی تفسیر بن جائے۔لہذا فرع کی زیادتی کا اعتراض واقع نہ ہوگا۔

وَشُذَّ اِعْمَالُهَا فِيْ غَيْرِهٖ

ترجمہ:اور شاذ ہے اس کو عمل دلانا ضمیر شان مقدر کے علاوہ میں۔

مختصر تشریح

اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ کو ضمیر شان کے علاوہ میں عمل دینا شاذ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک اعتراض کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ماقبل میں آپ نے قانون بیان کیا کہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ ضمیر شان میں عمل کرتا ہے حالانکہ ہم ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں جس میں ضمیر شان کے علاوہ میں عمل کیا ہے جیسے شاعر کا شعر

فلو انک فی یوم الرخاء سالتنی فراقک لم ابخل و انت صدیقی

(اگر تم مجھ سے وصال کے دن فراق کی درخواست کرتی ہو تو میں اس کو قبول کرنے میں بخل نہیں کر سکتا بشرطیکہ تم میرے دوست بنے رہو)۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ کو ضمیر شان کے علاوہ میں عمل دینا شاذ ہے اور شاذ لا اعتبار ہوتا ہے۔

وَيَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ السِّيْنُ، اَوْسَوْفُ، اَوْقَدْ، اَوْحَرْفُ النَّفْيِ

ترجمہ: اور لازم ہے اس کے لئے فعل کے ساتھ سین، سوف، قد یا حرف نفی۔

مختصر تشریح

اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ جب فعل پر داخل ہو تو اس وقت فعل پر سین، سوف، قد یا حرف نفی کا آنا ضروری ہے۔ مثالیں: (علم اَنْ سیکون منکم مرضی) اَنْ سوف یاتی کل ماقدر (اَنْ قد ابلغوا رسالات ربھم) (او لا یرون اَنْ لا یرجع الیھم)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ جب فعل پر داخل ہو تو سین یا سوف یا قد یا حرف نفی ہونا ضروری ہے۔

سوال: اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ جب فعل پر داخل ہو تو سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا دخول کیوں ضروری ہے؟

جواب: سین، سوف، قد یا حرف نفی ہونا ضروری اس لئے ہے تاکہ مفتوحہ مخففہ کا اَنْ مصدریہ کے ساتھ اشتباہ نہ لازم آئے۔ سین کی مثال: علم اَنْ سیکون منکم مرضی سوف کی مثال: و اعلم فعلم المرء ینفعه۔ اَنْ سوف یاتی کل ماقدر۔ قد کی مثال: لیعلم اَنْ قد ابلغوا رسالات ربھم۔ اور حرف نفی کی مثال: افلا یرون اَنْ لا یرجع الیھم۔

ان تمام امثلہ میں اَنْ ناصبہ نہیں ہے، بلکہ اَنْ مفتوحہ مخففہ من المثقلہ ہے۔

سوال: مصنفؒ کا یہ قول ویلزمھا مع الفعل السین او سوف او قد او حرف

النفی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے اَنْ لیس للانسان الا ما سعی میں اور وَاَنْ عسی ان یکون قد اقترب اجلھم میں لیس اور عسیٰ پر سین، سوف، قد اور حرف نفی میں سے کچھ داخل نہیں ہے؟

جواب: فعل سے فعل متصرف مراد ہے اور لیس اور عسیٰ فعل متصرف میں سے نہیں اس کی گردان نہیں آتی۔

(۳) وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ

ترجمہ: اور کَاَنَّ تشبیہ کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

تیسرا حرف مشبہ بالفعل کَاَنَّ ہے۔ کَاَنَّ کی خبر اگر اسم جامد ہو تو وہ تشبیہ کے لئے ہوتا ہے، جیسے کَاَنَّ زیدا اسد۔ زید گویا شیر ہے یعنی شیر جیسا بہادر ہے اور جب اس کی خبر فعل، اسم مشتق، ظرف یا جار مجرور ہو تو شک وگمان کے لئے ہوتا ہے، جیسے کَاَنَّ زیدا یقوم قائم عندک فی البیت یعنی ایسا گمان ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مشبہ میں سے کَاَنَّ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے کَاَنَّ زیدا اسد (گویا زید شیر ہے) زید کی شیر کے ساتھ بہادری میں تشبیہ دی۔

اور جب اس کی خبر فعل، اسم مشتق، ظرف یا جار مجرور ہو تو شک وگمان کے لئے ہوتا ہے جیسے کَاَنَّ زیدا یقوم عندک فی البیت، کَاَنَّ زیدا قائم عندک فی البیت (ایسا گمان ہے کہ زید تیرے پاس زید گھر میں کھڑا ہے۔

وَ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰی عَلَی الْأَفْصَحِ

ترجمہ: اور (کبھی) اس میں تخفیف کرلی جاتی ہے، تو اس صورت میں وہ ملغی ہوجاتا ہے فصیح ترین استعمال کے مطابق۔

مختصر تشریح

کبھی کَاَنَّ میں تخفیف کرلی جاتی ہے، اس وقت فصیح ترین استعمال کے مطابق اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کیونکہ اب فعل کے ساتھ اس کی مشابہت باقی نہیں رہتی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: کَاَنَّ مثقلہ کو جب مخففہ بنایا جائے تو عمل باطل ہوجاتا ہے۔

سوال: کَاَنَّ مثقلہ کو جب مخففہ بنایا جائے تو عمل باطل کیوں ہوجاتا ہے؟

جواب: جب کَاَنَّ کو مخففہ بنائیں مثقلہ سے تو فعل کے ساتھ مشابہت بعض وجوہ کے اعتبار سے ختم ہوجاتی ہے جیسے لام کلمہ میں فتحہ فوت ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے رباعی مجرد کے ساتھ مشابہت کمزور ہوجاتی ہے وغیرہ اور یہ قول صحیح ترین قول ہے جیسے شاعر کا قول

و نحر مشرق اللون　　　　کَاَنْ ثدیاہ حقان

(بہت سے سینے چمک دار رنگ والے ہیں گویا اس کی دونوں چھاتیاں دو ڈبیہ ہیں)

(۴) وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ تَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ مَعْنًى

ترجمہ: اور لٰکِنَّ استدراک کے لئے آتا ہے (اور) وہ ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہوں۔

مختصر تشریح

چوتھا حرف مشبہ بالفعل لٰکِنَّ ہے ۔لٰکِنَّ استدراک کے لئے ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے ہے، جیسے غاب القوم لٰکِنَّ عمرو حاضر اور لٰکِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے متغائر ہوں ۔ایک منفی ہوتو دوسرا مثبت، خواہ لفظاً تغایر ہو یا معنیً ۔جیسے جاء زید لٰکِنَّ عمرو الم یجییٔ (تغائر لفظی) زید حاضر لٰکِنَّ عمروا غائب (معنوی تغایر کیونکہ لفظاً دونوں مثبت ہیں، البتہ معنیً تغایر ہے ایک حاضر ہے دوسرا غیر حاضر)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مشبہ میں سے لٰکِنَّ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ استدراک کے لئے آتا ہے۔

سوال: استدراک کا کیا مطلب ہے؟

جواب: استدراک کا مطلب لٰکِنَّ سے پہلے والے جملہ میں جو شبہ پیدا ہوتا ہے لٰکِنَّ کے ذریعہ دور کیا جاتا ہے لہذا لٰکِنَّ کے ماقبل و مابعد جملے مفہوم کے اعتبار سے متغائر ہوں گے جیسے عالیفور جمیلة لٰکِنَّ شوارعها ضیقة، استدراک کی مثال ولو اراکهم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولٰکِنَّ اللہ سلم۔

وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰی

ترجمہ: اور (کبھی) اس میں تخفیف کر لی جاتی ہے، تو اس صورت میں وہ ملغی ہوجاتا ہے۔

مختصر تشریح

کبھی لٰکِنَّ میں تخفیف کی جاتی ہے یعنی نون کی تشدید ہٹا دی جاتی ہے اس وقت اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی فعل سے مشابہت کمزور پڑ جاتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: لٰکِنَّ مثقلہ کو جب مخففہ بنایا جائے تو عمل باطل ہوجاتا ہے۔

سوال: لٰکِنَّ مثقلہ کو جب مخففہ بنایا جائے تو عمل باطل کیوں ہوجاتا ہے؟

جواب: عمل باطل اس لئے ہوجاتا ہے کہ فعل کے ساتھ مشابہت ختم ہوجانے کی وجہ سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔

البتہ اخفش اور یونس نحوی مخففہ ہونے کی صورت میں عمل دینے کے قائل ہیں لیکن پہلے اور بعد میں نفی و ایجاب میں مختلف ہونا ضروری ہے چاہے لفظا ہو جیسے جاء نی زید لٰکِنَّ عمر الم یجیٔ یا معنیٰ ہو جیسے زید حاضر لٰکِنَّ عمروا مسافر۔

وَيَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ

ترجمہ: اور جائز ہے اس کے ساتھ واؤ کو لانا۔

مختصر تشریح

لٰکِنَّ کے ساتھ واو کو بھی ذکر کرتے ہیں خواہ لٰکِنَّ مشددہ ہو یا مخففہ جیسے جاء زید ولٰکِنَّ ولٰکِنْ عمرو الم یجیئ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ لٰکِنَّ مشددہ اور مخففہ کے ساتھ واؤ لانا بھی جائز ہے۔بعض کے نزدیک وہ واؤ عاطفہ ہے اور بعض کے نزدیک واؤ اعتراضیہ ہے۔اور یہی دوسرا قول صحیح ہے۔اس لئے کہ اگر واؤ عاطفہ مانے تو مخففہ من المثقلہ ہونے کی صورت میں لکنْ پر واؤ کا داخل ہونا صحیح نہ ہوگا؛ کیونکہ اس صورت میں حرف عطف کا حرف عطف پر داخل ہونا لازم آئے گا۔

سوال: لٰکِنْ تخفیف کے بعد بے عمل ہوجاتا ہے تو اِنَّ تخفیف کے بعد بے عمل کیوں نہیں ہوتا جبکہ اِنْ مخففہ اِنْ نافیہ سے مشابہ ہے؟

جواب: لٰکِنَّ تخفیف کے بعد لکنْ عاطفہ سے لفظاً ومعنیً دونوں طرح مشابہ ہوتا ہے لیکن اِنْ مخففہ اِنْ نافیہ سے لفظاً مشابہ ہوتا ہے نہ کہ معنیً ،اس لئے وہ بے عمل نہیں ہوتا۔

(۵)وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ

ترجمہ:(۵)اور لیت تمنی کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

پانچواں حرف مشبہ بالفعل لیت ہے۔لیت ناممکن بات کی تمنا کرنے کے لئے ہے جیسے لیت الشباب یعود۔کاش کہ جوانی لوٹ آتی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مشبہ میں سے لیت کو بیان کرنا ہے۔اور وہ تمنی کے لئے آتا ہے۔

سوال: تمنی کی تعریف کیا ہے؟

جواب: تمنی کہا جاتا ہے محبت کے طریقے پر کسی شئ کے حصول کو طلب کرنا چاہے

حصول ممکن ہو یا ممتنع ہو۔ جیسے ممکن کی مثال: لیت زید اقائم۔ ممتنع کی مثال: لیت الشباب یعود (کاش کہ جوانی لوٹ آتی)۔

وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا۔

ترجمہ: اور جائز قرار دیا ہے امام فراء نے لیت زیدا قائما۔

مختصر تشریح

امام فراء کہتے ہیں کہ لیت کے بعد دونوں جزوں کو نصب دینا جائز ہے اس لئے کہ لیت بمعنی اتمنی ہے پس اس کے بعد دونوں جز مفعولیت کی بنیاد پر منصوب ہوں گے جیسے لیت زیداًقائماً۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ امام فراء لیت کے جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر دونوں اسموں کو نصب دینا درست قرار دیا ہے جیسے لیت زیدا قائما۔

سوال: دونوں اسموں کو نصب دینا درست کیوں؟

جواب: اس لئے کہ لیت اَتَمَنّیٰ کے معنی میں ہے جو افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب کے دونوں مفعول منصوب ہوتے ہیں۔

سوال: امام فراء کی دلیل کیا ہے؟

جواب: امام فراء اس مصرعہ سے استدلال کرتے ہیں: یالیت ایام الصبی رواجعا (اے کاش بچپن کا گزرا زمانہ واپس آجاتا) اس مثال میں ایام الصبی اور رواجعا دونوں منصوب ہیں معلوم ہوا کہ لیت اَتَمَنّیٰ کے معنی میں ہوسکتا ہے۔

سوال: جمہور کی طرف سے جواب کیا ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے جواب دیا گیا کہ رو اجعلحال ہے خبر محذوف کائنة کی ضمیر سے جب یہ بات ہے تو اس کا منصوب ہونا مفعول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حال ہونے کی بنا پر اس لئے استدلال صحیح نہیں۔

(٦) وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ۔

ترجمہ: (٦) اور لعل ترجی کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

چھٹا حرف مشبہ بالفعل لعل ہے۔ **لعل:** ایسے کام کی امید کرنے کے لئے آتا ہے جو ہوسکتا ہو جیسے **لعل المسافر قادم**۔ شاید مسافر آنے والا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف مشبہ میں سے **لعل** کو بیان کرنا ہے۔

سوال: **لعل** میں کتنی لغتیں ہیں؟

جواب: **لعل** میں چند لغتیں ہیں: (۱) عَلّ: لام اول کو حذف کر دیا۔ (۲) عن: لام اول کو حذف کر دیا اور دوسرے لام کو نون سے بدل دیا۔ (۳) اَنَّ: لام اول کو حذف کر دیا اور عین کو ہمزہ سے اور لام کلمے کو نون سے بدل دیا۔ (۴) لاَنَّ: عین کلمہ کو ہمزہ سے اور لام کلمہ کو نون سے بدل دیا۔ (۵) لَعَنَّ: لام مشدد کو نون مشدد سے تبدیل کر دیا۔

البتہ رضی کا کہنا ہے کہ **لعل** میں گیارہ لغتیں ہیں۔ (ھدایت النحوص: ۱۱۱ حاشیہ: ۱)

سوال: **لعل** کس لئے آتا ہے؟

جواب: **لعل** ترجی کے لئے آتا ہے۔

سوال: ترجی کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ترجی کہا جاتا ہے کسی امر کے وجود کی امید کرنا اس شرط کے ساتھ کہ اس کا حصول ممکن ہو چاہے تو وہ محبوب ہو یا ناپسندیدہ ومکروہ ہو۔ جیسے حصول ممکن ہو اور محبوب ہو اس کی مثال: لعلکم تفلحون۔ حصول ممکن ہو اور مکروہ ہو اس کی مثال: لعل الساعۃ قریب۔

سوال: تمنی اور ترجی کے درمیان فرق کیا ہے؟

جواب: تمنی ممکن الوجود اور ممتنع الوجود دونوں کے لئے آتا ہے، اور ترجی صرف ممکن الوجود کے لئے آتا ہے جیسے شعر

احب الصالحین ولست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

(میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالی نیکی کی توفیق دے دے)۔

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا

ترجمہ: اور شاذ ہے اس کے ذریعہ جر دینا۔

مختصر تشریح

اور لعل کے ذریعہ مابعد کو جر دینا شاذ ہے جیسے شاعر نے کہا ہے لعل ابی المغواء منک قریب۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ اعراب حکائی ہو گویا ابو المغواء ابی المغواء سے ہی مشہور ہو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد بعض حضرات کے قول کا جواب دینا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض کے نزدیک لعل حروف جارہ میں سے ہے، اس لئے جر دینا جائز ہوگا۔

سوال: ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: ان کی دلیل لعل ابی المغواء منک قریب (امید کہ ابی المغواء تم سے قریب ہو) ہے اس لئے کہ اس مثال میں ابی، لعل کی وجہ سے مجرور ہے معلوم ہوا کہ **لعل** حرف جارہ میں سے ہے۔

سوال: جمہور کی طرف سے جواب کیا ہے؟

جواب: (۱) جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ **لعل** کا جر دینا شاذ ہے اور شاذ لا اعتبار ہوتا ہے۔ (۲) ابی کا جر علی سبیل الحکایۃ ہے۔ (۳) شاعر اسی نام سے مشہور ہو۔

حروف عاطفہ کا بیان

> اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَةُ وَهِيَ الْوَاوُ ،وَالْفَاءُ ،وَثُمَّ ،وَحَتّٰى ،وَاَوْ وَاِمَّا ،وَاَمْ ،وَلَا ،وَبَلْ ،وَلٰكِنْ ۔

ترجمہ: اور وہ: واو، فاء، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، بل اور لکن ہیں۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں حروف عاطفہ دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف عاطفہ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: عطف کے لغوی معنی اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: عطف کا لغوی معنی ہے مائل کرنا۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے: چونکہ یہ حروف معطوف کو معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں اس لئے عاطفہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال: حروف عاطفہ کتنے ہیں؟

جواب: حروف عاطفہ دس ہیں: (۱) واؤ (۲) فاء (۳) ثم (۴) حتی (۵) او (۶) اما (۷) ام (۸) لا (۹) بل (۱۰) لکن۔

فَالْاَرْبَعَةُ الْاَوَّلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا لَا تَرْتِيْبَ فِيْهَا

ترجمہ: پس پہلے چار جمع کے لئے ہیں۔ پس واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے، لا ترتیب فیھا اس میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔

مختصر تشریح

حروف عاطفہ میں سے شروع کے چار معطوف اور معطوف علیہ کے حکم واحد میں جمع کرنے کے لئے ہے۔ واو مطلق جمع کے لئے ہے جیسے جاءنی زید و عمروٌ زید اور عمرو دونوں آئے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ ساتھ آئے یا آگے پیچھے، مہلت کے ساتھ آئے یا بغیر مہلت کے اور نہ یہ بتایا کہ پہلے کون آیا اور فاو ثم میں ترتیب ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ حروف عاطفہ میں سے اول چار جمع کے لئے آتے ہیں۔ اور جمع کا مطلب یہ ہے کہ معطوف، معطوف علیہ اس فعل میں مشترک ہیں جو ان دونوں سے متعلق ہے چاہے تو وہ ترتیب کے ساتھ ہو یا بغیر ترتیب کے۔

چنانچہ واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس میں ترتیب و تاخیر کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاءنی زید و عمرو۔ زید اور عمرو دونوں ساتھ میں آئے یا بعد میں، یہ نہیں بتایا گیا، بلکہ صرف یہی بتایا کہ مجیئت کا تعلق جیسے زید کے ساتھ ہے اسی طرح عمرو کے ساتھ بھی ہے۔

وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ

ترجمہ: اور فاء ترتیب کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

فاء میں صرف ترتیب ہوتی ہے جیسے جاءنی زید فعمرو، زید کے بعد فوراً عمرو آیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف عاطفہ میں سے فاء کو بیان کرنا ہے۔ جو ترتیب مع الوصل کے لئے آتی ہے۔

سوال: ترتیب مع الوصل کا کیا مطلب؟

جواب: ترتیب مع الوصل کا مطلب: معطوف علیہ کے حکم کے ساتھ متعلق ہونے کے بعد معطوف سے بغیر وقفہ کے متصف ہو جیسے صلیت الظھر فاکلت الطعام (میں نے ظہر کی نماز پڑھی فورا کھانا کھایا) یہاں پہلے نماز پڑھی پھر فوراً اس نے کھانا کھایا۔

وَثُمَّ مِثْلُهَا بِمُهْلَةٍ

ترجمہ: اور ثم فاء کے مانند ہے تراخی کے ساتھ۔

مختصر تشریح

ثم: میں ترتیب ہوتی ہے اور مہلت بھی ہوتی ہے جیسے جاءنی زید ثم عمروٌ۔ زید کے کچھ دیر کے بعد عمرو آیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف عاطفہ میں سے ثم کو بیان کرنا ہے۔ جو ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے۔

سوال: ترتیب مع التراخی کا کیا مطلب؟

جواب: ترتیب مع التراخی کا مطلب: معطوف علیہ کے حکم ساتھ متعلق ہونے کے بعد معطوف سے تھوڑے وقفہ کے بعد متصف ہو جیسے حفظت الدرس ثم نمت (میں نے سبق یاد کیا اور تھوڑی دیر کے بعد سو گیا۔

وَحَتّٰى مِثْلُهَا

ترجمہ: اور حتی، ثم کے مانند ہے۔

مختصر تشریح

ترتیب اور مہلت کا فائدہ دینے میں حتی، ثم کی طرح ہے؛ مگر فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت کم اور ثم میں زیادہ ہوتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف عاطفہ میں سے حتی کو بیان کرنا ہے۔ جو ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے۔

سوال: ر ثم اور حتی میں فرق کیا ہے؟

جواب: (۱) حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں مہلت زیادہ ہوتی ہے حتی میں وقفہ کم اور ثم میں وقفہ زیادہ ہوتا ہے۔ (۲) حتی میں معطوف معطوف علیہ کا جز ہوتا ہے اور ثم میں یہ بات نہیں ہوتی۔ (۳) حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں خارجی۔

نوٹ: حتی۔ فاء اور ثم کے درمیان واسطہ ہے اس لئے کہ فاء میں ترتیب ہوتی

ہے بالکل تاخیر نہیں ہوتی اور ثم میں تاخیر ہوتی ہے بالکل زیادہ اور حتی میں فاء سے زیادہ اور ثم سے کم فصل ہے۔

وَمَعْطُوْفُهَا جُزْءٌ مِّنْ مَتْبُوْعِهِ لِيُفِيْدَ قُوَّةً اَوْ ضُعْفاً

ترجمہ: اور اس کا معطوف اپنے متبوع (معطوف علیہ) کا جز ہوتا ہے، تاکہ قوت یا ضعف کا فائدہ دے۔

مختصر تشریح

حتی میں معطوف، معطوف علیہ کا جز ہوتا ہے اور ثم میں یہ بات نہیں ہوتی، پھر جز خواہ ضعیف ہو یا قوی جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ اور مات الناس حتی الانبیاء۔ اور جز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ معطوف میں قوت یا ضعف کا فائدہ حاصل ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ معطوف معطوف علیہ سے قوی ہے یا ضعیف۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حتی کے لئے شرط کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کا جز ہو جیسے اکلت السمکۃ حتی راسھا۔

سوال: وہ شرط کیوں لگائی؟

جواب: یہ شرط اس لئے ہے تاکہ معطوف میں قوت یا ضعف کا فائدہ دے اس کا مطلب یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ معطوف معطوف علیہ سے قوی ہے یا ضعیف۔ قوت کی مثال جیسے قدم الجیش حتی الامیر، مات الناس حتی الانبیاء۔ ضعف کی مثال جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ (حاجی اور پیدل والے بھی آئے)۔

(۵،۷) وَ اَوْ، وَاِمَّا، وَاَمْ، لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا

ترجمہ: اور او، اما، اورام۔ مبہم طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لئے آتے ہیں۔

مختصر تشریح

او، اما، اورام۔ دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے آتے ہیں گو یا وہ متکلم کے نزدیک متعین نہیں ہوتا۔ جیسے جاء زید او عمرو۔ جاء زید اما عمرو، جاء زید ام عمرو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف عاطفہ میں سے او، اما، اور ام کو بیان کرنا ہے۔
اور یہ تینوں دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے لاعلی التعین مبہم طور پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں۔

سوال: لاعلی التعین مبہم طور پر دلالت کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: لاعلی التعین مبہم طور پر دلالت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مخاطب دو امروں میں سے کسی ایک کو چاہتا ہے متکلم نہیں جانتا متکلم مخاطب سے پوچھ کر دو امروں میں سے جو ایک متعین ہے اس کے بارے میں سوال کرتا ہے جیسے ذھب زیدٌ او عمرو؟۔

قاعدہ

وَاَمْ اَلْمُتَّصِلَةُ لَازِمَةٌ لِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ يَلِيْهَا اَحَدُ الْمُسْتَوِيَيْنِ وَالْاٰخَرُ اَلْهَمْزَةُ بَعْدَ ثُبُوْتِ اَحَدِهِمَا لِطَلَبِ التَّعْيِيْنِ

ترجمہ: اور ام متصلہ، ہمزۂ استفہام کو مستلزم ہے، درآنحالیکہ دو مساوی چیزوں میں سے

ایک اس سے متصل اور دوسری ہمزۂ استفہام سے، ان دونوں میں سے ایک کے ثابت ہونے کے بعد تعیین کو طلب کرنے کے لئے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ام کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصلہ (۲) منقطعہ۔

ام متصلہ کے لئے ھمزہ استفہام لازم ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ ہو اور دوسرے کا ھمزہ استفہام کے ساتھ جیسے ازید عندک ام عمروٌ گویا لاعلی التعیین ایک مخاطب کے پاس ہے، متکلم تعیین چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا عمرو؟۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ام کی دو قسموں میں سے ام متصلہ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ام کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: ام کی دو قسمیں ہیں (۱) ام متصلہ (۲) ام منقطعہ۔

سوال: ام متصلہ کا استعمال مطلقاً ہے یا شرائط کے ساتھ؟

جواب: ام متصلہ کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ ہیں: (۱) ام متصلہ کے لئے ہمزہ کا لازم ہونا۔ (۲) احد المتساویین میں سے کسی ایک امر کے بعد بلا فصل ہونا جیسے ازید اعندک ام عمرو۔

سوال: ام متصلہ کا استعمال کب کیا جائے گا؟

جواب: ام متصلہ کا استعمال اس وقت ہے جب کہ متکلم کے نزدیک دو امروں میں سے کسی ایک امر کے حصول کے علم کا ثبوت ہو چکا ہو لیکن یقین نہ ہو۔

(الف)وَمِنْ ثَمَّ لَمْ یَجُزْ "اَرَاَیْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًوا"

ترجمہ: اوراسی وجہ سے جائزنہیں أرأیت زیدا ام عمرا-

مختصر تشریح

ارأیت زیدا ام عمرا کہنا صحیح نہیں کیونکہ زیداً ہمزہ کے ساتھ متصل نہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ماقبل پر تفریع کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ أرأیت زیدا ام عمرا ترکیب صحیح نہیں ہے۔

سوال: یہ ترکیب کیوں صحیح نہیں؟

جواب: شرائط مفقود ہیں اس لئے کہ ہمزۂ استفہام کا اتصال دو امر میں سے کسی ایک کے ساتھ اتصال ضروری ہے یہاں اتصال نہیں ہے بلکہ رأیت کا ہے جو احد المتساوین میں سے نہیں ہے۔البتہ امام سیبویہ کے نزدیک یہ ترکیب جائز اور حسن ہے۔

سوال: امام سیبویہ کے نزدیک یہ ترکیب کیوں جائز ہے؟

جواب: امام سیبویہ نے معنی کا اعتبار کیا ہے۔اور جمہور لفظ کا اعتبار کرتے ہیں۔

نوٹ: ام متصلہ آتا ہے چاہے فعل ہو یا اسم، چاہے جملہ فعلیہ ہو یا جملہ اسمیہ۔ جیسے ارجل فی الدار ام امراۃ، اضرب زیدا ام اکرم برخلاف او اور اما کے۔

(ب)وَمِنْ ثَمَّ کَانَ جَوَابُهَا بِالتَّعْیِیْنِ، دُوْنَ نَعَمْ، اَوْلَا۔

ترجمہ: اوراسی وجہ سے اس کا جواب تعیین کے ذریعہ ہوتا ہے نہ کہ نعم یا لا کے ذریعہ۔

مختصر تشریح

ام متصلہ میں جواب میں صرف نعم یا لا کہنا کافی نہیں دونوں میں سے ایک کی تعیین ضروری ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ام متصلہ میں جواب نعم اور لا کے ذریعہ نہیں دیا جائے گا بلکہ تعیین کے ساتھ جواب دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں متکلم کا مقصود سوال سے تعیین ہوتی ہے، علم کا ثبوت مقصود نہیں وہ تو متکلم کو لاعلی التعیین حاصل ہے۔

سوال: مصنفؒ کی عبارت میں ثم دو مرتبہ مذکور ہے (۱) و من ثم لم یجز ارایت زیدا ام عمرا (۲) و من ثم کان جوابھا بالتعیین، دون نعم، او لا اور دونوں کا مشار الیہ ایک ہی ہے تو نتیجہ الگ الگ کیوں؟

جواب: ہاں! دونوں جگہ مشار الیہ ایک ہی ہے لیکن پہلا نتیجہ ہمزہ متصل نہ ہونے پر متفرع ہے اور دوسرا نتیجہ ایک کے لئے حکم ثابت ہونے پر متفرع ہے لہذا اگر مصنفؒ اس طرح فرماتے و من ثم لم یجز اریت زیدا ام عمروا او کان جوابھا بالتعین دون نعم او لا تو بہتر ہوتا۔

قاعدہ

وَالْمُنْقَطِعَةُ كَبَلْ وَالْهَمْزَةِ مِثْلُ "اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاةٌ"۔

ترجمہ: اور ام منقطعہ، بل اور ہمزۂ استفہام کے مانند ہے: جیسے انھا لا بل ام شاۃ؟ (بلاشبہ وہ اونٹ ہے، بلکہ کیا وہ بکری ہے؟)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ام کی دوسری قسم ام منقطعہ ہے۔ یہ ام: بل اور ھمزہ کے معنی میں ہوتا ہے اس کا مطلب پہلے والے کلام سے اعراض اور بعد والے کلام میں استفہام ہوتا ہے جیسے کسی نے دور سے جانوروں کا گلہ دیکھا اور کہا: انما لا بل ام شاۃ؟ وہ اونٹ ہیں نہیں بلکہ وہ بکریاں ہیں؟ اونٹ تو بالیقین نہیں پس کیا وہ بکریاں ہیں؟۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ام کی دوقسموں میں سے دوسری قسم ام منقطعہ کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ اول سے اعراض کر کے ثانی میں شک کو بتانے کے لئے آتا ہے بل کی طرح جیسے انھا لا بل ام شاۃ (وہ اونٹ ہیں نہیں بلکہ کیا وہ بکریاں ہیں) اونٹ تو بالیقین نہیں پس کیا وہ بکریاں ہے۔

قاعدہ

وَإِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ لَازِمَةٌ مَعَ إِمَّا. جَائِزَةٌ مَعَ أَوْ.

ترجمہ: اور معطوف علیہ سے پہلے اِمَّا لانا واجب ہے (دوسرے) اِمَّا کے ساتھ اور جائز ہے او کے ساتھ۔

مختصر تشریح

جب کسی چیز پر اِمَّا کے ذریعہ عطف کیا جائے تو ضروری ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اِمَّا ہو، او کے ذریعہ عطف کرنے میں یہ بات ضروری نہیں جیسے جاءنی اما زید و اما عمرو۔ اور یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ سامع کو شروع ہی سے معلوم ہو جائے کہ کلام شک پر مبنی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اِمّاَ کی تفصیل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اِمّا کے استعمال کے لئے کیا لازم ہے؟

جواب: اِمّا کے استعمال کے لئے اِمّا کے معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اِمّا کا ہونا ضروری ہے۔

سوال: اِمّا کے معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اِمّا کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: ایک اور اِمّا کا ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ ابتدائے کلام ہی سے شک پر تنبیہ ہو جائے جیسے جاء نی اما زید و اما عمرو معطوف سے پہلے اور معطوف علیہ سے پہلے اِمّا ہے تا کہ ابتدا ہی میں پتہ چل جائے کہ آنے والا جملہ یہ شک وشبہ والا ہے۔

سوال: کیا دوسرے اِمّا کے ساتھ واو لانا ضروری ہے؟

جواب: دوسرے اِمّا کے ساتھ واو لانا ضروری ہے جیسے (جاء نی اما زید و اما عمرو) تاکید کے لئے اما کمزور ہے (شک کے لئے) مضبوطی پیدا کرنے کے لئے واو لائیں گے۔

سوال: واو بھی عاطفہ اور اِمّا بھی عاطفہ تو ایک جنس کے دو حرف جمع ہو گئے؟

جواب: دونوں کا معطوف اور معطوف علیہ الگ الگ ہیں واو کا معطوف علیہ اِمّا اول ہے اور معطوف اِمّا ثانی ہے اور اِمّا ثانی کا معطوف علیہ ماقبل کا جو اسم ہے وہ ہے اور معطوف اِمّا کے بعد والا اسم ہے، جب دونوں کا معطوف و معطوف علیہ الگ الگ ہیں۔

(۸،۱۰) وَلاَ،وَبَلْ،وَلٰكِنْ لِأَحَدِهِمَا مُعَيَّنًا

ترجمہ: (۸/۱۰) اور لا، بل اور لکن دو چیزوں میں سے متعین طور پر ایک کے لئے آتے ہیں۔

مختصر تشریح

لا، بل اور لکن کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک معین شئی پر حکم لگایا جاتا ہے جیسے جاءنی زید لا عمرو، جاءنی زید بل عمروٌ۔ صرف عمرو آیا، ماقام زید لکن عمرو۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف عاطفہ میں سے لا، بل، اور لکن کو بیان کرنا ہے۔

سوال: لا، بل، اور لکن کس لئے آتا ہے؟

جواب: لا، بل اور لکن یہ تینوں حرف دو امروں میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

سوال: ان تینوں میں کیا فرق ہیں؟

جواب: ان تینوں میں فرق یہ ہیں: (ا) لا: صرف معطوف سے حکم کی نفی کے لئے آتا ہے معطوف علیہ سے حکم کی نفی نہیں کرتا ہے جیسے جاءنی زید لا عمرو۔ (۲) بل: اس میں دو صورتیں ہیں۔

(الف) اگر بل بعد الاثبات ہو تو حکم کو معطوف علیہ سے معطوف کی طرف پھیرتا ہے اور معطوف علیہ کو سکوت عنہ کے حکم میں کر دیتا ہے جیسے جاءنی زید بل عمرو اس میں اثبات کے بعد ہے تو حکم معطوف علیہ سے معطوف کی طرف پھیرا اور معطوف علیہ مسکوت ہے صرف عمرو آیا

(ب) اگر بل نفی کے بعد ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک نفی کے بعد بل ہو تو بل حکم منفی کو معطوف علیہ سے پھیر کر معطوف کی طرف کر دیتا ہے اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے ما جاءنی زید بل عمرو۔

بعض حضرات کے نزدیک اگر نفی کے بعد بل واقع ہو تو معاملہ اس کے برعکس ہے اور وہ بدل الغلط کے درجہ میں ہوگا۔

وَلٰكِنْ لَازِمَةٌ لِلنَّفْيِ۔

ترجمہ: اور لکن نفی کو مستلزم ہے۔

مختصر تشریح

لکن کے لئے نفی لازم ہے خواہ نفی لکن سے پہلے ہو جیسے ماجاء نی زید لکن عمرو یا بعد میں جیسے قام زید لکن عمرو لم یقم۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ لکن میں معطوف علیہ سے پہلے نفی کا ہونا ضروری ہے جیسے ماجاء نی زید لکن عمرو۔ یا بعد میں جیسے قام زید لکن عمرو لم یقم۔

حروف تنبیہ کا بیان

حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ اَلَاوَاَمَاوَهَا

ترجمہ: الا، أما اور ھا قریب کے لئے ہیں۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تنبیہ ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو مخاطب کی غفلت دور کرتے ہیں تا کہ وہ بات اچھی طرح سنے۔

یہ تین حروف ہیں: الا، أما اور ھا۔ اول دو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر آتے ہیں۔
الا جملہ اسمیہ کی مثال: الا انھم ھم المفسدون۔ الا جملہ فعلیہ کی مثال: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔
اما جملہ اسمیہ کی مثال: اما ان زیدا القائم (سن بیشک زید کھڑا ہے) اما جملہ فعلیہ کی مثال: اما لاتفعل الشر (سن برا کام مت کر)۔
ھا: جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور مفرد پر بھی۔ ھا جملہ اسمیہ کی مثال: ھذا الکتاب سھل جدا۔ ھا مفرد کی مثال: ھذا، ھو لاء۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟
جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف تنبیہ کو بیان کرنا ہے۔
سوال: حروف تنبیہ کی تعریف کیا ہے؟
جواب: حروف تنبیہ ان حروف کو کہا جاتا ہے جو مخاطب کی غفلت کو دور کرتے ہیں تاکہ وہ بات اچھی طرح سنے یا غافلین کو متنبہ کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور یہ حروف تین ہیں (۱) الا (۲) اما (۳) ھا۔
سوال: ان تین میں کیا فرق ہے؟
جواب: (۱) الا اور اما مضمون جملہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں تاکہ جملہ سامع کے ذہن میں راسخ ہوجائے یا امر و نہی یا استفہام یا تمنی یا اس کے علاوہ دیگر معنی کے طلب کے لئے آتے ہیں۔ اور ھا مفردات پر داخل ہوتا ہے اور بکثرت اسم اشارہ میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ مذکور ہے۔
(۲) ان تین میں سے پہلے دو الا اور اما عام ہیں، جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں اور ھا جملہ اسمیہ اور مفرد پر داخل ہوتا ہے۔

الا جملہ اسمیہ کی مثال: الا انهم هم المفسدون۔ الا جملہ فعلیہ کی مثال: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سنو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے)۔

اما جملہ اسمیہ کی مثال: اما ان زیدا القائم (سن بیشک زید کھڑا ہے)۔ اما جملہ فعلیہ کی مثال: اما لا تفعل الشر (سن برا کام مت کر)۔

ھا جملہ اسمیہ کی مثال: جیسے ھذا الکتاب سھل جدا (سنو یہ کتاب بہت ہی آسان ہے) اس میں ھا حرف تنبیہ ہے جو جملہ اسمیہ پر آیا ہے۔ ھا مفرد کی مثال: ھذا، ھولاء، اس میں ھا اسم اشارہ ذا پر آیا ہے وہ بھی حرف تنبیہ ہے جو مفرد پر داخل ہے۔

حروف ندا کا بیان

حُرُوْفُ النِّدَاءِ يَا اَعَمُّهَا وَاَيْ۔

ترجمہ: یا ان میں عام ہے، اور ای۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف ندا ہیں۔ یہ حروف مخاطب کو متوجہ کرنے کے لئے ہیں۔ حروف ندا پانچ ہیں: یا، ایا، ھیا، ای اور ھمزہ۔ ان میں سے یا سب سے عام ہے وہ ندائے قریب اور بعید دونوں کے لئے مستعمل ہیں نیز وہ ندبہ اور استغاثہ میں بھی مستعمل ہے۔ اور ای اور ھمزہ ندائے قریب کے لئے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف ندا کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف ندا کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف ندا وہ ہیں جو مخاطب کو متوجہ کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اورحروف ندا پانچ ہیں (۱) یا (۲) ایا (۳) هیا (۴) ای (۵) همزہ مفتوحہ، جیسا کہ شاعر نے سب کو جمع کردیا۔

واو یا ہمزہ والّا ایا وا لے ہیا ناصب اسمند پس این ہفت حرف ای مقتدا

سوال: حروف ندا کے مابین فرق کیا ہے؟

جواب: یا حرف ندا قریب اور بعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لہذا وہ سب سے زیادہ عام ہوا اسی طریقے سے ندبہ استغاثہ کے لئے استعمال ہوتا ہے نیز ای بھی عام ہے۔

وَاَيَا،وَهَيَا لِلْبَعِيدِ-

ترجمہ: ای اور همزہ بعید کے لئے ہیں۔

مختصر تشریح

ایا اور ھیا: ندائے بعید کے لئے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ایا، ھیا بعید کے لئے مستعمل ہیں۔

سوال: یہ دونوں بعید کے لئے کیوں؟

جواب: یہ دونوں بعید کے لئے اس لئے ہیں کہ ان میں زیادہ حروف ہیں اور حروف کی کثرت مسافت پر دلالت کرتی ہے۔

وَاَيْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيبِ

ترجمہ: ای اور همزہ قریب کے لئے ہیں۔

مختصر تشریح

ای اور همزہ ندائے قریب کے لئے ہیں۔

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اَیْ اور ھمزہ منادی قریب کے لئے ہیں۔

سوال: ای اور ھمزہ منادیٰ قریب کے لئے کیوں؟

جواب: ای اور ھمزہ منادیٰ قریب کے لئے اس لئے ہیں کہ ان میں حروف قلیل ہیں اور قلتِ حروف، قلت مسافت پر دال ہے۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ ایا، ھیا کو درمیان کے لئے استعمال کیا جائے۔

حروف ایجاب کا بیان

حُرُوْفُ الْإِيْجَابِ نَعَمْ ،وَبَلٰى ،وَإِيْ ،وَاَجَلْ ،وَجَيْرَ ،وَإِنَّ

ترجمہ: نعم، بلی، ای، اجل، جیر، اور انّ ہیں۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف ایجاب ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ جواب دیا جاتا ہے۔ یہ چھ حروف ہیں (۱) نعم کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے ہے جیسے أجاء زید؟ یاأما جاء زید؟ جواب میں نعم کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہاں! بیشک زید آیا یا نہیں آیا۔

(۲) بلی: کلام منفی کے جواب میں آ کر اس کو مثبت کرتا ہے وہ اس کے ساتھ خاص ہے جیسے اللہ پاک نے دریافت فرمایا: الست بربکم؟ لوگوں نے جواب دیا: بلیٰ۔ کیوں نہیں! (آپ ہی ہمارے رب ہیں)۔

(۳) اِیْ: استفہام کے بعد اثبات کے لئے ہے اور اس کے ساتھ قسم ضروری ہے جیسے احق ھو؟ جواب: ای و ربی انه لحق، کیا عذاب آخرت واقعی امر ہے؟۔ جواب: ہاں قسم میرے پروردگار کی! وہ واقعی امر ہے۔

(۴،۵،۶)أَجل، جیر، اِنَ خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے ہیں جیسے اجاء ک زید؟ جواب میں اجل یا جیر یا اِنَّ کہا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ آپ صحیح کہتے ہیں زید میرے پاس آیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف ایجاب کو بیان کرنا ہے

سوال: حروف ایجاب کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف ایجاب وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ جواب دیا جاتا ہے۔اور یہ چھ حروف ہیں (۱)نعم (۲)بلی (۳)ای (۴)اجل (۵)جیر (۶)ان۔

فَنَعَمْ مُقَرَّرَةٌ لِمَا سَبَقَهَا؛

ترجمہ: پس نعم اس کلام کو ثابت کرتا ہے جو اس سے پہلے آیا ہے۔

مختصر تشریح

(۱)نعم: کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے ہے جیسے أَجاء زید؟ یا أَما جاء زید؟ جواب میں نعم کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہاں! بیشک زید آیا یا نہیں آیا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف ایجاب میں سے نعم کے استعمال کو بیان کرنا ہے

سوال: نعم کا استعمال کیا ہے؟

جواب: نعم کا استعمال اپنے ماقبل کی بیان کی ہوئی بات کو قرار دینے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے چاہے وہ بات ایجاباً ہو یا سلباً، استفہاماً ہو یا خبراً۔اسی وجہ

سے کہا گیا ہے کہ اگر الست بربکم کے جواب میں نعم کہہ دیا جائے تو کفر ثابت ہو جائے گا۔

سوال: مصنفؒ نے مصدق لما سبقھا بجائے مقررۃ لما سبقھا کیوں کہا؟

جواب: اس لئے کہا کہ تصدیق صرف خبر کے لئے ہوتی ہے استفہام کے لئے نہیں ہوتی؛ جبکہ نعم خبر و استفہام دونوں کو عام ہے۔

وَبَلٰی مُخْتَصَّةٌ بِإِيجَابِ النَّفْيِ

ترجمہ: اور بلیٰ نفی کو ثابت کرنے کے ساتھ خاص ہے۔

مختصر تشریح

بلیٰ: کلام منفی کے جواب میں آ کر اس کو مثبت کرتا ہے وہ اس کے ساتھ خاص ہے جیسے اللہ پاک نے دریافت فرمایا: الست بربکم؟ لوگوں نے جواب دیا: بلیٰ۔ کیوں نہیں! (آپ ہی ہمارے رب ہیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف ایجاب میں سے بلیٰ کے استعمال کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کا استعمال کلام منفی کے جواب میں استعمال کر کے منفی کو باطل کر کے مثبت کر دیتا ہے نفی اس کے ساتھ خاص ہے جیسے الست بربکم لوگوں نے جواب دیا بلی (کیوں نہیں یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں کلام منفی ہے الست بربکم تو اس کو مثبت لائے بلی سے۔

وَإِيْ لِلْإِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ، وَيَلْزَمُهَا الْقَسَمُ

ترجمہ: اور ای استفہام کے بعد ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، اور اس کے لئے قسم لازم ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

اِی استفہام کے بعد اثبات کے لئے ہے اور اس کے ساتھ قسم ضروری ہے جیسے اَحقٌّ ھو؟ جوابمیں کہا جائے گا: ای و ربی انه لحق، کیا عذاب آخرت واقعی امر ہے؟ جوابمیں کہا گیا: ہاں! قسم میرے پروردگار کی! وہ واقعی امر ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف ایجاب میں سے ایْ کے استعمال کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے البتہ اَیْ کو قسم لازم ہے گویا قسم ضروری ہوگی اور فعل قسم صراحۃً موجود نہ ہوگا جیسے احق ھو کے جواب ای وربی انه الحق (کیا عذاب آخرت واقعی امر ہے؟ جواب ہاں قسم میرے پروردگار کی وہ واقعی امر ہے)۔

نوٹ: ای کبھی تصدیق کے لئے اور کبھی نعم، ای کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن شاذ ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے تعرض نہیں کیا۔

وَاَجَلْ، وَجَيْرِ، وَاِنَّ تَصْدِيْقٌ لِلْمُخْبِرِ

ترجمہ: اور اجل، جیر اور انّ خبر دینے والے کی تصدیق کرنے کے لئے آتے ہیں

مختصر تشریح

أَجل، جیر، اِنَّ خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے ہیں جیسے اجاءک زید؟ جواب میں اجل یاجیر یااِنَّ کہا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ آپ صحیح کہتے ہیں زید میرے پاس آیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف ایجاب میں سے اجل، جیر اور اِنَّ کے استعمال کو بیان کرنا ہے۔ اور یہ خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے آتے ہیں چاہے وہ خبر موجباً ہو یا منفیاً ہو۔ یہ تینوں حروف استفہام اور ان تمام چیزوں کے بعد کہ جس میں طلب کے معنی ہوتے ہیں واقع نہیں ہوتے چنانچہ لیس اقام زید کے جواب میں اجل یا جیر نہیں کہا جائے گا۔

اِنَّ کبھی دعاء کی تصدیق کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کسی نے حضرت ابن زبیر سے کہا تھا لعن اللہ ناقۃ حملتنی الیک (کہ اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھے لاد کر تمہارے پاس لائی) تو حضرت نے فرمایا اِنَّ و راکبھا (ہاں اور اس کے سوار پر بھی پر لعنت ہو)۔

اور کبھی استفہام کے بعد بھی آتا ہے جیسے شعر

لیت شعری ھل للمحب شفاء   من جوٰی جبھن ان اللقاء

(اے کاش مجھ کو معلوم ہوتا کہ عاشق کو ان کی محبت کی سوزش سے وصل ہی شفا ہے)

تو اس میں اِنَّ، ھل استفہام کے بعد واقع ہے۔

حروف زیادت کا بیان

حُرُوْفُ الزِّیَادَةِ اِنْ، وَاَنْ، وَمَا، وَلَا، وَمِنْ، وَالبَاءُ، وَاللَّامُ.

ترجمہ: اِن، اَن، ما، لا، من، باء اور لام ہیں۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف زیادت ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی کچھ نہیں ہوتے ان کو کلام میں زینت کے لئے لاتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف زیادت کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف زیادت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف زیادت وہ حروف ہیں جن کے معنی کچھ نہیں ہوتے ان کو کلام میں زینت کے لئے لاتے ہیں ان کے ساقط ہو جانے سے اصل معنی میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

ان کے زیادہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کلام عرب میں ان کا کوئی فائدہ نہیں؛ بلکہ بہت سے فوائد ہیں چنانچہ لفظی فائدہ کلام میں حسن پیدا کرتا ہے اور معنوی فائدہ تاکید ہے اگر حروف زیادات بے فائدہ ہو جائیں تو ان کا ذکر عبث ہو جائے حالانکہ یہ قرآن میں بھی موجود ہیں اور کلام الٰہی عبث سے محفوظ ہے۔

سوال: حروف زیادت کتنے ہیں؟

جواب: حروف زیادت آٹھ ہیں (۱) اِنْ (۲) اَن (۳) ما (۴) لا (۵) من (۶) با (۷) لام (۸) کاف۔ مصنفؒ نے کاف کو چھوڑ دیا۔

(۱) فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ، وَقَلَّتْ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةُ، وَلَمَّا

ترجمہ: (۱) پس ان (اکثر) ما نافیہ کے ساتھ آتا ہے، اور ما مصدریہ اور لما کے ساتھ کم آتا ہے۔

مختصر تشریح

یہ آٹھ حروف ہیں (۱) اِنْ (۲) اَنْ (۳) ما (۴) لا (۵) مِنْ (۶) با (۷) لام (۸) کاف۔

(۱) اِن تین جگہ زائد آتا ہے: (الف) ما نافیہ کے بعد جیسے ما انْ زیدا قائم۔ زید

کھڑا نہیں۔ (ب) ما مصدریہ کے بعد: انتظر ما انْ یجلس الامیر۔ امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔ (ج) لما کے بعد: لمااِنْ جلستِ جلست۔ جب تک تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔

ما مصدریہ اور لما کے ساتھ اِن زائدہ کا استعمال قلیل ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف زیادت میں سے اِنْ کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

سوال: اِنْ کی زیادتی کتنے مواقع میں ہوتی ہے؟

جواب: اِنْ کی زیادتی تین مواقع میں ہوتی ہیں: (۱) اِنْ ما نافیہ کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے جیسے ماان رایت زیدا (میں نے زید کو نہیں دیکھا)۔

(۲) ما مصدریہ کے ساتھ لیکن ما مصدریہ کے ساتھ اِنْ کی زیادتی کم ہوتی ہے جیسے انتظر ماان یجلس الامیر (امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر)۔

(۳) لما کے بعد اِنْ کی زیادتی ہے جیسے لما اِنْ جلستَ جلستُ (جب تک تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا)۔

(۲) وَاَنْ مَعَ لَمَّا ،وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ ،وَقَلَّتْ مَعَ الْكَافِ

ترجمہ: (۲) اور اَنْ (اکثر) لماحینیہ کے ساتھ اور لو اور قسم کے درمیان آتا ہے۔ اور کاف حرف جر کے ساتھ کم آتا ہے۔

مختصر تشریح

(۲) اَن تین جگہ زائد آتا ہے: (الف) لما کے بعد: فلما اَنْ جاء البشیر: پس جب خوش خبری دینے والا آیا۔ (ب) لو اور قسم کے درمیان جیسے و اللہ اَنْ لو قام زید قمتُ: بخدا! اگر زید کھڑا ہوگا تو میں کھڑا ہوؤں گا۔ (ج) کاف جارہ کے ساتھ مگر یہ استعمال قلیل ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے: کَاَنَّ ظَبْیَۃٍ تَعْطُوْ الی ناضرِ السَّلَمِ۔ گویا ہرن جو تروتازہ درخت سلم کی طرف مائل ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف زیادت میں سے اَنْ کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

سوال: اَنْ کی زیادتی کتنے مواقع میں ہوتی ہے؟

جواب: اَنْ کی زیادتی تین مواقع میں ہوتی ہیں (۱) ان لما کے بعد اکثر زیادہ ہوتا ہے جیسے فلما اَنْ جاء البشیر (پس جب خوشخبری دینے والا آیا)۔

(۲) واؤ قسم اور لو کے درمیان اَنْ زیادہ ہوتا ہے جیسے و اللہ اَنْ لو قام زید قمت بخدا! اگر زید کھڑا ہوگا تو میں کھڑا ہووں گا۔

(۳) کاف کے بعد کم استعمال ہوتا ہے جیسے شعر

یو ماتوا فینا بوجہ مقسم کَاَنْ ظبیہ تعطو الی وارق السلم

(جس دن محبوب ہمارے پاس حسین چہرے کے ساتھ آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ہرنی ہے جو سلم درخت کی ہری بھری شاخ کی طرف گردن لمبی کئے ہوئے ہے)۔

(۳) وَمَا مَعَ اِذَا، وَمَتیٰ، وَاَیِّ، وَاَیْنَ، وَاِنْ شَرْطًا؛۔

ترجمہ: (۳) اور ما (زائدہ ہوتا ہے) اذا، متی، ای، این اور اِنْ کے ساتھ دراں حالیکہ یہ شرط کے لئے ہوں۔

مختصر تشریح

(۳) ما تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) کلمات شرط اذا، متی، ایٌ، این اور ان شرطیہ کے بعد۔ اذا کی مثال: اذا ماصمتَ صمتُ۔ متی کی مثال: متی ماصمتَ صمتُ۔ ای کی

مثال: ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی۔ این کی مثال: اینما تجلس اجلس۔ اِنْ کی مثال: اِمّاتقمْ اَقُمْ۔ اِمّادراصل اِنْ ماتھانون کا میم میں ادغام کیا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف زیادۃ میں سے ما کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

سوال: ما کی زیادتی کتنے مواقع میں ہوتی ہے؟

جواب: ما پانچ جگہ زائد ہوتا ہے: (۱) ما کی زیادتی اذا کے بعد جیسے اذا ما نخرج اخرج۔ (۲) متی کے بعد جیسے متی ماتذھب اذھب۔ (۳) ای کے بعد جیسے ایاًمّاتدعوا فلہ الاسماء الحسنی۔ (۴) این کے بعد جیسے اینماتجلس اجلس۔ (۵) اِنْ کے بعد جیسے واماترین من البشر۔

سوال: کیا کوئی شرط ملحوظ ہے؟

جواب: ہاں! یہ کلمات خمسہ (اذا، متی، ای، این، اِنْ) شرط کے لئے مستعمل ہوں تو ما کی زیادتی صحیح ہوگی، اگر شرط کے لئے نہ ہو تو صحیح نہ ہوگی۔

وَبَعْضُ حُرُوْفِ الْجَرِّ۔

ترجمہ: اور بعض حروف جر کے ساتھ۔

مختصر تشریح

(۲) حروف جر با، عن، مِن اور کاف کے بعد ما زائد ہوتا ہے۔ با کی مثال: فبما رحمۃ من اللہ۔ عن کی مثال: عما قلیل لیصبحن نادمین۔ من کی مثال: مما خطیئاتھم اغرقوا۔ کاف کی مثال: زید صدیقی کما ان عمرا اخی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ ماکی زیادتی بعض حروف جارہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم پس با کے بعد ما زائد ہے اسی طرح مما خطیئاتھم اغرقوا پس من کے بعد ماکی زیادتی ہے۔

وَقَلَّتْ مَعَ الْمُضَافِ۔

ترجمہ: اور مضاف کے ساتھ کم آتا ہے۔

مختصر تشریح

(۳) مضاف کے بعد ما بہت کم آتا ہے۔ جیسے غضبتَ مِنْ غیر ماجرم۔ آپ بلا وجہ ناراض ہوئے مگر یہ استعمال بہت کم ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ رمضان کے بعد ماکی زیادتی بہت کم ہوتی ہے جیسے غضبت من غیر ماجرم۔

(۴) وَلَا مَعَ الْوَاوِ وَبَعْدَ النَّفْيِ۔ وَاَنْ الْمَصْدَرِيَّةُ وَقَلَّتْ قَبْلَ اُقْسِمُ، وَشُذَّتْ مَعَ الْمُضَافِ

ترجمہ: اور لا (زائدہ ہوتا ہے) اس واو کے ساتھ جو نفی کے بعد واقع ہو، اور اَنْ مصدریہ کے ساتھ۔ اور اقسم سے پہلے کم آتا ہے۔ اور شاذ ہے اس کا زائد ہونا مضاف کے ساتھ۔

مختصر تشریح

(۴) لا چار جگہ زائد آتا ہے: (۱) واو عاطفہ کے بعد جبکہ وہ نفی کے بعد آیا ہو جیسے ماجاءنی زید و لا عمرو۔

(۲) اَنْ مصدریہ کے بعد جیسے مامنعک ان لاتسجد اذ امرتک: تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟۔

(۳) قسم سے پہلے: جیسے لا اقسم بھذا البلد: میں شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ مگر یہ استعمال کم ہے۔

(۴) مضاف کے بعد: جیسے شاعر کہتا ہے: فی بئر لا حور سری و ماشعر! ہلاکت کے کنویں میں گرا اور اس کو احساس بھی نہ ہوا۔ حور: حائر کی جمع ہے: ہلاکت اور لا زائدہ ہے مگر یہ استعمال شاذ ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف زیادت میں سے لا کو بیان کرنا ہے۔

سوال: لا کی زیادتی کے مواقع کیا ہیں؟

جواب: لا کی زیادتی کے چار مواقع ہیں۔

(۱) واؤ عاطفہ کے بعد جبکہ وہ نفی کے بعد آیا ہو جیسے ماجاءنی زید و لا عمرو اور اللہ تعالی کا ارشاد غیر المغضوب علیھم و لا الضالین اس آیت میں غیر لا نافیہ کے معنی میں ہے۔

(۲) نہی کے بعد بھی لا کا واؤ عاطفہ کے ساتھ زیادہ کرنا ہوتا ہے جیسے لا تضرب زیدا و لا عمروا۔

(۳) اَنْ مصدریہ کے بعد بھی لا کی زیادتی ہوتی ہے جیسے مامنعک الا تسجد اذ امرتک (تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا)۔

(۴)اقسم سے پہلے لا کی زیادتی تو ہوتی ہے لیکن کم ہوتی ہے جیسے لا اقسم بیوم القیمہ۔

(۵/۷)وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللاَّمُ تَقَدَّمَ ذِکْرُھَا

ترجمہ: اور من، باء اور لام کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

مختصر تشریح

من، با، لام اور کاف کا بیان حروف جارہ کی بحث میں گزر چکا ہے۔

حروف تفسیر کا بیان

(۸)حَرْفَا التَّفْسِیْرِ اَیْ وَاَنْ فَاَنْ مُخْتَصَّۃٌ بِمَا فِیْ مَعْنَی الْقَوْلِ

ترجمہ: اَیْ اور اَنْ ہیں۔ پس اَنْ خاص اس فعل کے ساتھ جو قول کے معنی میں ہو۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تفسیر بھی ہیں، یہ وہ حروف ہے جو اجمال کی وضاحت کے لئے لائے جاتے ہیں، یہ دو حروف ہیں اَیْ اور اَنْ، اَیْ جملہ اور مفرد دونوں کی تفسیر کے لئے آتا ہے جیسے قتل زید بکراً ای ضربہ ضربا شدیداًاور الغضنفر ای الاسد، اور اَنْ ایسے فعل کی تفسیر کرتا ہے جو بمعنی قول ہو جیسے نادیناہ ان یا ابراھیم اس میں نادینا بمعنی قلنا ہے اور ان یا ابراھیم اس کی تفسیر ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف تفسیر کو بیان کرنا ہے۔اور وہ دو ہیں: (۱) اَیْ (۲) اَنْ۔

سوال: حروف تفسیر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف تفسیر ہر مبہم کی تفسیر کے لئے اور اجمال کی وضاحت کے لئے آتے ہیں نیز جملہ اور مفرد دونوں کی تفسیر کے لئے آتے ہیں جیسے جاء نی رجل ای زید اور قطع رزقه ای مات، البتہ اَنْ ایسے فعل کی تفسیر کرتا ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے نادیناه ان یا ابراهیم اس میں نادینا بمعنی قلنا ہے اور اَنْ یا ابراهیم اس کی تفسیر ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا اختصاص اکثر حالت کے اعتبار سے ہے ورنہ اَنْ کے ذریعہ فعل ظاہر لفظی کے مفعول کی بھی تفسیر کی جاتی ہے جیسے ماقلت بھم الا ماامرتنی به ان اعبدو الله۔

حروف مصدر کا بیان

(۹) حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ مَا، وَاَنْ، وَاَنَّ، فَالْاَوَّلَانِ لِلْفِعْلِيَّةِ، وَاَنَّ لِلْاِسْمِيَّةِ

ترجمہ: ما، اَنْ اور اَنَّ ہیں۔ پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے لئے آتے ہیں۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف مصدریہ بھی ہیں، یہ وہ حروف ہیں جو فعل کو مصدری معنی میں یا جملہ کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں، یہ تین حروف ہیں ما: اَنْ اور اَنَّ اول دو جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں، اور اَنَّ: جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کو بتاویل مصدر کرتا ہے جیسے ضاقت علیھم الارض بمار حبت زمین ان پر

باوجود کشادگی کے تنگ ہوگئی فما کان جواب قومه الا ان قالوا پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب مگر یہ کہ کہا انہوں نے علمت انک قائم میں نے آپ کا کھڑا ہونا جانا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف مصدر کو بیان کرنا ہے۔

اور وہ تین ہیں: (۱) ما (۲) اَنْ (۳) اَن۔

سوال: ان کا استعمال کیا ہیں؟

جواب: یہ وہ حروف ہیں جو فعل کو مصدری معنی میں یا جملہ کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں۔

سوال: ان میں کیا فرق ہیں؟

جواب: ما اور اَنْ جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا قول ضاقت علیهم الارض بما رحبت ای برحبها کے معنی میں ہے (زمین ان پر کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئی)۔

اور شاعر کا قول جیسے شعر

یسر المرء ماذهب اللیالی   وکان ذهابهن له ذهابا

اور اَنْ جیسے اللہ تعالی کا قول فما کان جواب قومه الا ان قالوا (پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب مگر یہ کہ کہا انہوں نے)۔

اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کو مصدر کی تاویل میں کرتا ہے جیسے اعجبنی انک قائم یہ قیامک کے معنی میں ہے۔

❁ ❁ ❁

حروف تحضیض کا بیان

(١٠) حُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ هَلَّا، وَاَلَّا، وَلَوْلَا، وَلَوْمَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَلْزَمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ: ھلا، الا، لولا اور لوما ہیں۔ ان کے لئے صدارت کلام ہے، اور ان کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے، خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تحضیض ہیں، یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ مخاطب کو کسی کام پر ابھارا جاتا ہے یہ چار حروف ہیں ھلا، الا، لولا اور لوما یہ چاروں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں، خواہ فعل لفظا ہو یا تقدیرا اور خواہ فعل مضارع ہو یا فعل ماضی جیسے ھلا / الا / لولا / لوما ضربت / تضرب زیداتو نے زید کو کیوں نہیں مارا / مارتے (مگر جب فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو واقعۃ ابھارنا مقصود ہوتا ہے، اور جب فعل ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو ملامت کرنا اور شرمندہ کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے ھلّاتضرب زیداً زید کو آپ کیوں نہیں مارتے؟ یعنی مارنا چاہئے اور ھلا اکرمت زیداآپ نے زید کا اکرام کیوں نہیں کیا؟ یعنی آپ کا یہ عمل قابل افسوس ہے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف تحضیض کو بیان کرنا ہے؟

سوال: حروف تحضیض کتنے ہیں؟

جواب: حروف تحضیض چار ہیں (١)ھلا (٢)الا (٣)لولا (٤)لوما۔

سوال: حروف تحضیض کی تعریف کیا ہے۔؟

جواب: حروف تحضیض ان حروف کو کہا جاتا ہے جن کے ذریعہ مخاطب کو کسی کام پر ابھارا جائے۔

سوال: ہ چاروں کہاں آتے ہیں؟

جواب: یہ چاروں صدارت کلام میں آتے ہیں۔ تاکہ ابتدائے کلام سے ہی تحضیض پر دلالت کریں۔

سوال: ان چاروں کا مدخول کیا ہیں؟

جواب: ان چاروں کا مدخول فعل ہے۔ کیونکہ تحضیض بغیر افعال کے ممکن التصور نہیں ہے البتہ اتنا ہے کہ مضارع میں تحضیض کے واسطے اور ماضی میں ملامت کے واسطے اور شرمندہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

فعل مضارع کی مثال جیسے ھلا، الا، لولا، لوماتضرب زیدا(تونے زید کو کیوں نہیں مارا)۔

ماضی کی مثال: ھلاضربت زیدا(زید کو آپ کیوں نہیں مارتے یعنی مارنا چاہئے۔

اور ھلا اکرمت زیدا(آپ نے زید کا اکرام کیوں نہیں کیا؟ یعنی آپ کا یہ عمل قابل افسوس ہے)۔

حروف توقع کا بیان

(۱۱) حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيلِ

ترجمہ: قد ہے۔ اوروہ ماضی میں تقریب کے لئے اور مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حرف توقع ہے، یہ وہ حرف ہے جس کے ذریعہ ایسی بات کی خبر دی جاتی ہے جس کی امید ہوتی ہے، یہ صرف ایک حرف قد ہے، جیسے قد یقدَم المسافر الیومَ آج امید ہے کہ مسافر آئے گا، اور فعل مضارع پر قد کبھی تقلیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے قد یصدُق الکذُوب بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے (اور جب قد ماضی پر آتا ہے تو کبھی تقریب کے لئے اور کبھی تحقیق کے لئے ہوتا ہے جیسے قد رکب ابھی سوار ہوا قد افلح المؤمنون مؤمنین یقیناً کامیاب ہوگئے)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف توقع کو بیان کرنا ہے۔
اور وہ فقط ایک حرف ہے، وہ قد ہے۔

سوال: حروف توقع کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف توقع: وہ حرف ہے جس کے ذریعہ ایسی بات کی خبر دی جاتی ہے جس کی امید ہوتی ہے جیسے قد یقدم المسافر الیوم (آج امید ہے کہ مسافر آئے گا۔

سوال: قد مضارع پر داخل ہو تو کیا معنی دیتا ہے؟

جواب: (۱) قد مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس میں تحقیق کے معنی لازما پائے جاتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا قول قد یعلم اللہ المعوقین (تحقیق کہ جانتا ہے اللہ رکاوٹ ڈالنے کو)۔ جیسے قد نری تقلب وجھک فی السماء۔

(۲) قد جب مضارع میں داخل ہوتا ہے تو تقلیل کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے ان الکذب قد یصدق (بڑا چھوٹا کبھی سچ بولتا ہے) اور ان الجواد قد یبخل (بڑا سخی کبھی بخل کرتا ہے)۔ (۳) کبھی مدح کی جگہ پر استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول قد یعلم اللہ الذین۔

سوال: قد ماضی پر داخل ہو تو کیا معنی دیتا ہے؟

جواب: (۱) جب قد ماضی پر داخل ہو تو کبھی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قد افلح المومنون۔ مؤمن یقیناً کامیاب ہو گئے۔ (۲) جب قد ماضی پر داخل ہو تو کبھی تقریب کے لئے آتا ہے جیسے قد رکب ابھی وہ سوار ہوا۔ (۳) جب قد ماضی پر داخل ہو تو کبھی توقع کے لئے آتا ہے جیسے قد قامت الصلوۃ۔ (۴) قد کبھی تاکید کے لئے آتا ہے اس شخص کے جواب میں جس نے کہا ھل قام زید تو کہا جائے گا قد قام زید۔

نوٹ: قد اور فعل کے درمیان فصل بھی جائز ہے قسم کے ذریعہ جیسے قد و اللہ احسنت اور کبھی کبھی قد کے بعد فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کے وقت جیسے شاعر کا قول

ازف الترحل غیر ان رکابنا لماتزل برحالنا و کان قدن

کوچ کا وقت آ گیا ہماری سواری برابر کجاووں کے ساتھ رہی گویا کہ وہ زائل ہو گئی یعنی اصل میں تھا و کان قد زالت۔

حروف استفہام کا بیان

(۱۲) حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ. تَقُوْلُ "اَزَيْدٌ قَائِمٌ؟" وَ"اَقَامَ زَيْدٌ؟" وَ كَذٰلِكَ هَلْ

ترجمہ: ہمزہ اور ھل ہیں۔ ان دونوں کے لئے صدارت کلام ہے، آپ کہیں گے: ازید قائم؟ (کیا زید کھڑا ہے؟) اور اقام زید؟ (کیا زید کھڑا ہے؟)۔ اور اسی طرح ھل ہے۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حروف استفہام ہیں، یہ وہ حروف ہے جن کے ذریعہ کوئی بات دریافت کی جاتی ہے، یہ دس حروف ہے: أ (ہمزۂ مفتوحہ) ھل، ما، مَم، ماذا، ایٌّ، متی،

ایّان، انی اور این، جیسے أ/هل زید قائم؟ اور أ/هل قام زید؟

فائدہ: مصنفؒ نے صرف دو حرف استفہام بیان کئے ہیں، باقی کا بیان درج ذیل ہے:

(٣) ما: غیر ذوا ہل عقول کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے جیسے ما فی یدک؟

(٤) مَن: ذوی العقول کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے جیسے من فی الدار؟

(٥) ماذا: بھی کسی چیز کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے جیسے ماذا ترید؟

(٦) ایّ اور اس کا مؤنث ایة ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے ہیں جیسے ایکم اقرأ؟ ۔تم میں سے کون شاندار قرآن پڑھتا ہے؟ ای البلاد احسن؟ ایتھما افضل منکن؟ بای ارض تموت۔

(٧و٨) متی اور ایان زمانہ دریافت کرنے کے لئے ہیں جیسے متی تذھب؟ ایان یوم الدین؟

(٩و١٠) انّٰی اور این: جگہ دریافت کرنے کے لئے ہیں جیسے انّٰی لک ھذا؟ تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آئے؟ این بیتک تیرا گھر کہاں ہے؟

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف استفہام کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ دس ہیں، یہاں مصنف نے فقط دو کو بیان کیا ہے: (١) همزه (٢) هل۔

سوال: حروف استفہام کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف استفہام وہ حروف جن کے ذریعہ کوئی بات دریافت کی جاتی ہے۔

سوال: یہ دونوں کہاں آتے ہیں؟

جواب: یہ دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں۔تا کہ شروع سے ہی شک پر تنبیہ کا فائدہ دیں۔

قاعدہ

وَالْهَمْزَةُ أَعَمُّ تَصَرُّفًا، تَقُوْلُ "أَزَيْدًا ضَرَبْتَ؟" وَ "أَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوْكَ؟" وَ "أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو؟" وَ (أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ) وَ (أَفَمَنْ كَانَ) و (أَوَمَنْ كَانَ)

ترجمہ: اور ہمزہ تصرف کے اعتبار سے (ھل سے) عام ہے؛ آپ کہیں گے: أزیدا ضربت؟ (کیا زید کو تم نے مارا؟)، أتضرب زیدا وھو اخوک؟ (کیا تم زید کو مارتے ہو، حالانکہ وہ تمہارا بھائی ہے؟)، أزید عندک ام عمرو؟ (تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟) أثم اذا ما وقع؟ أفمن کان؟ اور أومن کان؟۔

مختصر تشریح

قاعدہ: ھمزہ کا استعمال ھل سے زیادہ ہے، یعنی ھمزہ ایسی جگہ بھی آتا ہے جہاں ھل نہیں آسکتا مثلاً (۱) ھمزہ کے بعد فعل آنا ضروری نہیں اور ھل فعل لفظی کو چاہتا ہے پس أزیداً ضربت؟ کہنا صحیح ہے مگر ھل زیداً ضربت کہنا صحیح نہیں۔

(۲) استفہام انکاری کے لئے ھمزہ مستعمل ہے، ھل استعمال نہیں کیا جاتا جیسے أتضرب زیداً وھو اخوک؟ کہنا صحیح ہے، مگر یہاں ھل استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) ام کے ساتھ بھی صرف ھمزہ آتا ہے ھل نہیں آتا، پس أزید عندک ام عمرو؟ کہنا درست ہے، ھل اس جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) حروف عاطفہ پر بھی صرف همزه داخل ہوتا ہے جیسے اثم اذا وقع الخ، افمن کان الخ، او من کان الخ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد همزه اور هل کے استعمال میں فرق کو بیان کرنا ہے۔

سوال: همزه اور هل کے استعمال میں کیا فرق ہے؟

جواب: (۱) استفہام میں همزه اصل ہے۔ (۲) فعل کے ہوتے ہوئے بھی همزه اسم پر داخل ہوسکتا ہے جیسے أزيد ضربت جبکہ هل فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوسکتا لہذا اهل زيدا ضربت کہنا صحیح نہیں۔

سوال: هل فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل کیوں نہیں ہوسکتا ہے؟

جواب: اس کی اصل وجہ یہ ہے هل، قد کے معنی میں ہوتا ہے اور قد فعل کے ساتھ خاص ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد هل اتى على الانسان حين۔ هل قد اتى کے معنی میں ہے لہذا جب کلام میں فعل موجود ہو تو فعل پر ہی داخل ہوگا اسم پر داخل نہیں ہوگا لہذا اهل زيد خرج کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ هل خرج زيد کہا جائے گا۔

(۳) استفہام انکاری کے لئے صرف همزه استعمال ہوتا ہے هل استعمال نہیں کیا جاتا ہے جیسے أتضرب زيدا وهو اخوک کہنا صحیح ہے جبکہ هل تضرب زيدا وهو اخوک کہنا درست نہیں ہے۔

سوال: همزه انکار کے واسطے کیوں درست ہے؟

جواب: همزه انکار کے واسطے اس لئے درست ہے کہ یہ اس چیز کے اثبات کے لئے ہے جس پر انکار کے واسطے داخل ہوتا ہے۔

(۴) همزه، ام متصلہ کے مقابلہ میں آسکتا ہے جبکہ هل نہیں آسکتا جیسے أزيد عندک ام عمرو۔

سوال: ھمزہ، ام متصلہ کے مقابلہ میں کیوں آسکتا ہے؟

جواب: ھمزہ، ام متصلہ کے مقابلہ میں اس لئے آسکتا ہے کہ اس میں مستفھم عنہ متعدد ہیں پس اس کا شایان شان وہ ہوگا جو باب استفہام میں اصل ہے اور ہمزہ استفہام میں اصل ہے۔البتہ ھل ام منقطعہ کے مقابلہ میں آسکتا ہے کیونکہ ام منقطعہ کی ترکیب میں مستفھم عنہ متعدد نہیں ہوتے۔

(۵)ھمزہ حروف عاطفہ ثم، فااور واؤ پر داخل ہوسکتا ہے جبکہ ھل داخل نہیں ہوسکتا۔

سوال: ھمزہ حروف عاطفہ پر کیوں داخل ہوسکتا ہے؟

جواب: ھمزہ حروف عاطفہ ثم، فااور واؤ پر داخل ہوسکتا ہے کیونکہ ھل ھمزہ کی فرع ہے لہذا اس جیسا اس کا تصرف نہیں ہوسکتا ہے۔

ثم کی مثال :أثم اذا وقع۔ فاء کی مثال جیسے أفمن کان۔ واو کی مثال جیسے أومن کان میتا۔

فائدہ: مصنفؒ نے صرف دو حرف استفہام بیان کئے ہیں باقی کا بیان درج ذیل ہے۔

حروف شرط کا بیان

(۱۳)حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ

ترجمہ: حروف شرط ان، لو اور اما ہیں۔ان کے لئے صدارت کلام ہے۔

مختصر تشریح

حروف عاملہ میں سے حروف شرط ہے، یہ وہ حروف ہے جو کسی چیز کا دوسری چیز کے لئے شرط وسبب ہونا بتلاتے ہیں، یہ تین حروف ہیں انْ، لو اور اَمَّا، یہ تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور کلام کے شروع میں آتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حروف شرط کو بیان کرنا ہے۔

سوال: حروف شرط کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف شرط: وہ حروف ہیں جو کسی چیز کا دوسری چیز کے لئے شرط وسبب ہونا بتاتے ہیں۔اور وہ تین ہیں (۱) اِنْ (۲) لَوْ (۳) اِمَّا۔

سوال: ان تینوں کا استعمال کیا ہے؟

جواب: ان، لو، اما، یہ تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں۔تا کہ اول امر سے ہی اس بات پر دلالت کریں کہ اول ثانی کے لئے سبب ہے۔

(۱و۲) فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ، وَاِنْ دَخَلَ عَلَى الْمَاضِيْ، وَلَوْ عَكْسُهُ

ترجمہ: پس اِنْ استقبال کے لئے آتا ہے، اگر چہ ماضی پر داخل ہو۔اور لو اس کے برعکس ہے۔

مختصر تشریح

اِنْ استقبال کے لئے ہے چاہے ماضی پر داخل ہو جیسے اِنْ تُکرمنی اکرمک اور ان اکرمتنی اکرمتک دونوں کا مطلب ہے اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا، اور لو اس کے برعکس ہے اس کا مطلب وہ زمانۂ ماضی کے لئے ہے چاہے مضارع پر داخل ہو جیسے لو ضربت ضربتُ اور لو تضرب اضرب دونوں کا مطلب ہے اگر تو نے مارا ہوتا تو میں مارتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف شرط کی تفصیل بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: اِنْ استقبال کے لئے آتا ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو جیسے ان خرجتَ خرجتُ، ان تخرج اخرج،دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اور لو اس کے برعکس ہے وہ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ فعل مضارع مستقبل پر داخل ہو جیسے لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم۔

وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ:اور یہ دونوں فعل کو مستلزم ہیں،خواہ فعل کو مستلزم ہیں،خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔

مختصر تشریح

دونوں کے لئے فعل لازم ہے اور دونوں کے بعد فعل آنا ضروری ہے،خواہ لفظاً آئے یا تقدیراً،فعل لازم لفظی کی مثالیں اوپر آ گئیں،اور فعل تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ وہاں فعل مقدر مانا جاسکتا ہو جیسے و ان احد من المشرکین استجارک یہاں احد سے پہلے استجارک مقدر ہے اور و لو انتم تملکون یہاں انتم درحقیقت بعد میں ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اِنْ اور لو کے مدخول کو بیان کرنا ہے۔

سوال: ان کا مدخول کیا ہے؟

جواب: ان دونوں کا مدخول فعل ہے البتہ اِنْ کا مدخول فعل مصارع ہے اور لو کا مدخول فعل ماضی ہے،چاہے لفظاً ہو جیسے اِنْ تکرمنی اکرمک اور لو طلعت الشمس فالنہار موجود،یا تقدیراً ہو جیسے و ان اجد من المشرکین استجارک اس جگہ احد سے پہلے استجارک محذوف ہے جس کی تفسیر استجارک ثانی کر رہا ہے اور قل لو انتم تملکون

اصل عبارت قل لو تملکون تملکون جب تملکون اول کوحذف کردیا توضمیر متصل، ضمیر منفصل سے بدل گئی۔

سوال: ان دونوں کا مدخول فعل کیوں؟

جواب: ان دونوں کا مدخول فعل اس لئے ہے کہ اِنْ زمانہ مستقبل میں شرط کے لئے آتا ہے اورزمانہ مستقبل فعل مضارع میں پایا جاتا ہے اورلو زمانہ ماضی میں شرط کے لئے آتا ہے اورزمانہ ماضی فعل ماضی میں پایا جاتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ "لَوْ اَنَّكَ" بِالْفَتْحِ لِاَنَّهُ فَاعِلٌ؛ وَاِنْطَلَقْتَ بِالْفِعْلِ مَوْضِعُ مُنْطَلِقٍ لِيَكُوْنَ كَالْعِوَضِ

ترجمہ: اوراسی وجہ سے کہا جاتا ہے لو انک (ہمزہ کے) فتحہ کے ساتھ؛ اس لئے کہ یہ فاعل ہے، اور انطلقت فعل کے ساتھ منطلق کی جگہ، تا کہ وہ عوض کے مانند ہوجائے۔

مختصر تشریح

(۱) یہ ایک اعتراض کا جواب ہے عرب کہتے ہیں کہ لو انک انطلقتَ: انطلقتُ اگر آپ چلیں گے تو میں چلوں گا، اس پر تین سوال ہیں پہلا سوال یہ ہے کہ لو کے بعد فعل لازم ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا، اوراس مقولہ میں لو کے بعد فعل نہیں ہے، دوسرا سوال اَنَّ (مفتوحہ) کیوں ہے اِن مکسور کیوں نہیں ہے؟ تیسرا سوال :اِن اوراَنّ کی خبر مشتق ہوتی ہے، اصل یہی ہے، پھراس مقولہ میں خبر فعل انطلقت کیوں ہے؟

مصنفؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ لو کے بعد فعل انطلقت مقدر ہے اور جملہ انک انطلقتَ بتاویل مفرد ہوکراس کا فاعل ہے، اس لئے اَنَّک کہتے ہیں، اِنَّک نہیں کہتے ہیں، کیونکہ اِنَّ خود صدارت کلام کو چاہتا ہے، پھر وہ مفرد بن کر فاعل نہیں بن سکتا، اور أنّ کی خبر مشتق منطلق کے بجائے انطلقت اس لئے لاتے ہیں کہ وہ فعل مقدر کا عوض اور یادگار بن جائے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تین اعتراضات کے جواب دینا ہے۔

سوال: وہ تین اعتراضات کیا ہیں؟

جواب: اہل عرب کہتے ہیں لو انک انطلقتَ انطلقتُ (اگر آپ چلیں گے تو میں چلوں گا) اس پر تین سوال ہیں۔

(۱) لو کے بعد فعل لازم ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا اور اس مقولہ میں لو کے بعد فعل نہیں ہے؟

(۲) اَنَّ مفتوحہ کیوں ہے اِن مکسور کیوں نہیں ہے؟

(۳) اِنّ اور اَنّ کی خبر مشتق ہوتی ہے اصل یہی ہے پھر اس مقولہ میں خبر فعل انطلقت کیوں ہے؟

جواب: لو کے بعد فعل انطلقت مقدر ہے اور جملہ اَنّک انطلقت مفرد کی تاویل ہو کر اس کا فاعل ہے اس لئے اَنّک کہتے ہیں اِنک نہیں کہتے کیونکہ خود اِنَّ صدارت کلام کو چاہتا ہے پھر وہ مفرد بن کر فاعل نہیں بن سکتا اور اَن کی خبر مشتق مطلق کے بجائے انطلقت اس لئے لاتے ہیں کہ وہ فعل مقدر کا عوض اور یادگار بن جائے۔

فَإِنْ كَانَ جَامِدًا جَازَ لِتَعَذُّرِهِ

ترجمہ: پس اگر خبر جامد ہو تو وہ (اس اسم جامد کا خبر واقع ہونا) جائز ہے؛ اس (فعل کے خبر کی جگہ واقع ہونے) کے متعذر ہونے کی وجہ سے۔

مختصر تشریح

ہاں! اگر خبر کوئی اسم جامد ہو تو مجبوری ہے جیسے ولو ان ما فی الارض من شجرۃ

اقلام اور وہ اَنّ کی خبر ہے یہ تو مجبوری کی بات ہے، ورنہ اَنّ کی خبر بجائے اسم مشتق کے فعل لاتے ہیں تا کہ وہ فعل مقدر کی یاد تازہ کرے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ فعل کا خبر کی جگہ واقع ہونا اس وقت صحیح ہے جب خبر مشتق ہو جیسے منطلق مشتق ہے ورنہ اگر خبر جامد ہو جیسے ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام خبر جامد ہے تو فعل کا خبر کی جگہ واقع ہونا صحیح نہیں بلکہ خبر کا ذکر کرنا ضروری ہوگا۔

سوال: خبر اسم جامد ہو تو فعل کا خبر کی جگہ واقع ہونا کیوں صحیح نہیں؟

جواب: فعل کا خبر کی جگہ واقع ہونا صحیح اس لئے نہیں ہے کہ خبر کے اسم جامد ہونے کی وجہ سے فعل کا مشتق کرنا ممکن نہیں ہے لہذا اس خبر کی جگہ فعل لانا جو فعل محذوف کا عوض ہو جائے صحیح نہیں بلکہ خبر کا ذکر کرنا ضروری ہوگا چنانچہ مثال مذکور میں اقلام کو اسی وجہ سے ذکر کر دیا گیا۔

قاعدہ

وَاِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ اَوَّلَ الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَهُ الْمَاضِيْ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى، فَيُطَابِقُ وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا مِثْلُ "وَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ، اَوْلَمْ تَأْتِنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ

ترجمہ: اور جب قسم شروع کلام میں شرط پر مقدم ہو، تو اس کے لئے فعل ماضی ضروری ہے، خواہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً پس شرط (جواب کے) مطابق ہو جائے گی اور جواب لفظوں کے اعتبار سے قسم کے لئے ہوگا واللہ ان اتیتنی / اولم تاتنی لاکرمتک (خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

مختصر تشریح

قاعدہ: جب قسم شروع کلام میں حرف شرط سے پہلے آئے تو حرف شرط کے بعد فعل ماضی لانا ضروری ہے خواہ وہ لفظاً ماضی ہو یا معنیً۔ لفظاً ماضی کی مثال: و اللہ ان اتیتنی۔ معنیً ماضی کی مثال: و اللہ ان لم تأتنی لأکرمتک (کیونکہ لم مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف شرط جواب قسم میں عمل نہیں کر رہا اس لئے وہ ماضی میں بھی عمل نہیں کرے گا، پس عدم عمل میں دونوں یکساں ہو جائیں گے اور اب آگے جو جواب آرہا ہے وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہے نہ قسم کا، کیونکہ اگر وہ شرط کا جواب ہوگا تو مجزوم ہوگا اور قسم کا جواب ہوگا تو غیر مجزوم ہوگا اور یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں، البتہ وہ معنیً دونوں کا جواب ہے، قسم کا اس اعتبار سے کہ قسم اس پر واقع ہے اور شرط کا اس اعتبار سے کہ وہ مشروط ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب قسم شروع کلام میں حرف شرط سے پہلے آوے تو حرف شرط کے بعد فعل ماضی لانا ضروری ہے چاہے وہ فعل لفظاً ماضی ہو یا معنیً جیسے لفظاً ماضی کی مثال و اللہ ان اتیتنی اور معنیً ماضی کی مثال و اللہ ان لم تاتینی لاکرمتک۔

سوال: حرف شرط سے پہلے قسم ہو تو حرف شرط کے بعد فعل ماضی لازم کیوں؟

جواب: یہ شرط اس لئے ہے تاکہ وہ حرف شرط کا معمول نہ ہوسکے گویا جس طرح اس کا عمل جواب میں منقطع ہوگیا تو شرط کے ماضی ہونے کی وجہ سے اس میں بھی حرف شرط کا عمل نہ ہوسکے گا۔

(۲) حرف شرط جواب قسم میں عمل نہیں کر رہا اس لئے وہ ماضی میں بھی عمل نہیں

کرے گا پس عدم عمل میں دونوں یکساں ہوجائیں گے اوراب آگے جو جواب آرہا ہے وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہے نہ قسم کا کیونکہ وہ شرط کا جواب ہوگا تو مجزوم ہوگا اور قسم کا جواب ہوگا تو غیر مجزوم ہوگا اور یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں البتہ وہ معنی دونوں کا جواب ہے قسم کا اس اعتبار سے کہ قسم اس پر واقع ہے اور شرط کا اس اعتبار سے کہ وہ مشروط ہے۔

وَإِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيمِ الشَّرْطِ، أَوْ غَيْرِهِ جَازَ أَنْ يُّعْتَبَرَ، وَأَنْ يُّلْغٰى كَقَوْلِكَ "أَنَا وَاللهِ! إِنْ تَأْتِنِيْ آتِكَ" وَإِنْ أَتَيْتَنِيْ وَاللهِ! لَآتِيَنَّكَ

ترجمہ: اور اگر قسم درمیان میں واقع ہو، شرط یا اس کے علاوہ کے (اس پر) مقدم ہوجانے کی وجہ سے تو جائز ہے قسم کا اعتبار کرنا اور اس کو ملغیٰ کرنا؛ جیسے آپ کا قول: انا و اللہ ان تاتنی آتک (خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرے پاس آؤں گا)۔

مختصر تشریح

اگر قسم شروع کلام میں نہ آئے بلکہ حرف شرط پہلے آئے یا کوئی اور چیز پہلے آئے تو ایک کا اعتبار کرنا اور ایک کو ملغیٰ کرنا جائز ہے جیسے انا و اللہ ! ان تأتنی آتکَ میں بخدا! اگر تو میرے پاس آیا تو میں تیرے پاس آؤں گا (اس میں غیر قسم پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور اِن کے بعد فعل مضارع آیا ہے اس لئے شرط کو لغو کردیا) اِن اتیتنی و اللہ ! لآتیَنّک اگر تو میرے پاس آئے گا بخدا! تو میں ضرور تیرے پاس آؤں گا (اس میں حرف شرط مع جملہ شرطیہ پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور ان کے بعد فعل ماضی آیا ہے اس لئے قسم کو لغو کردیا اور حرف شرط کا اعتبار کیا)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر قسم، شرط یا غیر شرط کے مقدم کی وجہ سے وسط کلام میں واقع ہو جائے تو قسم یا شرط کا اعتبار کیا جانا اور قسم یا شرط کا لغو قرار دینا دونوں امر جائز ہیں۔

سوال: دونوں صورتیں کیوں جائز ہیں؟

جواب: دونوں صورتیں جائز ہیں اس لئے کہ قسم واجب الرعایت صدر کلام میں ہوتی ہے اور صدارت فوت ہو چکی ہے لہذا قسم اور شرط دونوں کا معاملہ برابر ہو گیا پس کسی کو کسی پر ترجیح نہیں لہذا قسم اور شرط دونوں میں سے کسی کا بھی اعتبار اور دوسرے کو ملغیٰ اور عمل بطلان قرار دیا جا سکتا ہے۔

جیسے انا و اللہ ان تاتینی اٰتک جزم کے ساتھ اس میں شرط کا اعتبار کیا گیا ہے اور قسم کا ملغیٰ ہوا ہے اور اس میں غیر قسم سے پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور ان کے بعد فعل مضارع آیا ہے اس لئے قسم کو لغو کر دیا۔

اور انْ اتیتنی و اللہ لاٰتینک اس میں قسم کا اعتبار ہے اور شرط کا الغا ہے اور اس میں حرف شرط مع جملہ شرطیہ پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور ان کے بعد فعل ماضی آیا ہے اس لئے شرط کو لغو کر دیا اور حرف قسم کا اعتبار کیا۔

قاعدہ

> وَتَقْدِيْرُ الْقَسَمِ كَاللَّفْظِ مِثْلُ "لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ" وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

ترجمہ: اور قسم مقدر قسم ملفوظ (مذکور) کے مانند ہے؛ جیسے لئن اخرجوا لایخرجون (خدا کی قسم اگر وہ نکالے گئے تو وہ نہیں نکلیں گے) و ان اطعتموھم (اور خدا کی قسم اگر تم ان کو کھلاؤ گے۔

مختصر تشریح

قاعدہ: شروع کلام میں اگر قسم مقدر ہو تو اس کا حکم مثل قسم ملفوظ کے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف شرط کے بعد فعل ماضی آنا ضروری ہے اور آگے جو جواب قسم ئے گا وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، اور حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہوگا نہ قسم کا جیسے لئن أخرجوا لا یخرجون معھم یہاں قسم مقدر ہے، ای و اللہ لئن اخرجوا دوسری مثال و ان اطعتموھم انکم لمشرکون یہاں بھی قسم مقدر ہے ای و اللہ ان اطعتموھم پس دونوں جگہ اِن کے بعد فعل ماضی آیا ہے اور لا یخرجون اور انکم لمشرکون جواب قسم ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ شروع کلام میں اگر قسم مقدر ہو تو اس کا حکم قسم ملفوظ کے مانند ہے بالفاظ دیگر قسم مقدر بمنزلہ قسم ملفوظ میں جو شرط ہے اس میں بھی وہی شرط ہے کہ حرف شرط کے بعد فعل ماضی آنا ضروری ہے اور آگے جو جواب قسم آئے گا وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، اور حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہوگا نہ قسم کا۔ جیسے لئن اخرجوا لا یخرجون معھم قسم مقدر ہے ای و اللہ لئن اخرجوا لھذا اعتبار قسم کا ہے شرط کا نہیں ہے ورنہ جزاء لا یخرجون میں جزم واجب ہوتا ہے اِنْ شرطیہ کی وجہ سے۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد و ان اطعتموھم انکم لمشرکون اس جگہ بھی قسم واللہ محذوف ہے چنانچہ قسم کا ہی اعتبار ہے شرط کا نہیں۔

سوال: اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب: اس کی دلیل یہ ہے کہ جزا کے جملہ اسمیہ ہونے کی صورت میں فا ضروری ہوتی ہے اور وہ اس جگہ نہیں ہے حاصل یہ کہ اگر شرط سے پہلے قسم چاہے ملفوظ ہو یا مقدر قسم کا ہی اعتبار ہوگا بشرطیکہ وہ صدر کلام میں ہو۔

(۳)وَاَمَّا لِلتَّفْصِيْلِ

ترجمہ: اور اَمّا تفصیل کے لئے آتا ہے۔

مختصر تشریح

تیسرا حرف شرط اَمّا ہے، یہ حرف مجمل کی تفصیل کے لئے ہے جیسے لقیت اخوتَک فاَمّا زید فاکرمنی، و اَمّا عمرو فسبّنی میں آپ کے بھائیوں سے ملا پس رہا زید تو اس نے میرا اکرام کیا، اور رہا عمرو تو اس نے مجھے گالی دی۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف شرط میں سے اَمّا کی تفصیل کو بیان کرنا ہے۔

سوال: اَمّا کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

جواب: اَمّا دو طرح کا ہوتا ہے (۱) تفصیلیہ جو متکلم کے اجمال کی تفصیل کرتا ہے جیسے لقیت اخوتک فاَمّا زید فاکرمنی و اَمّا عمرو فسبنی (میں آپ کے بھائیوں سے ملا پس رہا زید تو اس نے میرا اکرام کیا اور رہا عمرو تو اس نے مجھے گالی دی۔ (۲) اَمّا استیناف کے واسطے جس سے پہلے کوئی بات مجملاً مذکور نہیں ہوتی۔

وَالْتُزِمَ حَذْفُ فِعْلِهَا، وَعُوِّضَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ فَائِهَا جُزْءٌ مِمَّا فِيْ حَيِّزِهَا مُطْلَقًا

ترجمہ: اور لازم قرار دیا گیا ہے اس کے فعل کو حذف کرنا اور اس فعل کے عوض لایا جائے گا۔ اَمّا اور اس کی فاء کے درمیان اس جملہ کا جز جو فا کے حیز میں مطلقاً۔

مختصر تشریح

اِنْ اور لو کی طرح اَمّا شرطیہ کے بعد بھی فعل آنا ضروری ہے، مگر کثرت استعمال کی وجہ سے ہمیشہ اس فعل کو حذف کر دیتے ہیں، کہتے ہیں اَمّا زید فمنطلق اس کی تقدیری عبارت ہے مھما یکن من شیئ فزید منطلق، مھما کو حذف کر کے اس کی جگہ اما لائے، پھر یکن من شیئ کو حذف کر کے اس کی جگہ زید کو لائے جو فاجزائیہ کے ماتحت ایک چیز ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اَمّا تفصیلیہ کے بعد مذکور ہونے والا فعل لزوماً محذوف ہوتا ہے اور فعل محذوف کے عوض اَمّا اور اس کے فا کے درمیان اس کلام کا جز لایا جاتا ہے جو اس کے جواب کے خبر میں ہوتا ہے چاہے اس جز کا فا پر مقدم کرنا درست ہو یا مقدم کرنا درست نہ ہو مطلقاً کا یہی حاصل ہے۔

سوال: فعل محذوف کیوں ہوتا ہے؟

جواب: حذفِ فعل کثرت استعمال کی وجہ سے ہے۔ جیسے اَمّا زیدٌ فمنطلق اس کی تقدیری عبارت مھما یکن من شئی فزید منطلقٌ ہوگی اس میں مھما کو حذف کر کے اَمّا لائے پھر یکن من شئی کو حذف کر کے زیدٌ لائے جو فاجزائیہ کے ماتحت کی چیز ہے۔

وَقِيْلَ هُوَ مَعْمُوْلُ الْمَحْذُوْفِ مُطْلَقًا، مِثْلُ اَمَّا يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ وہ (جز) مطلقاً فعل محذوف کا معمول ہوگا؛ جیسے اَمّا یوم الجمعة فزید منطلق (بہر حال جمعہ کے دن تو زید چلنے والا ہے)۔

مختصر تشریح

دوسرا استعمال ہے :اَمَّایوم الجمعة فزید منطلق ۔اس کی تقدیر عبارت مھما یکن من شئی یوم الجمعة فزیدمنطلق ہے،مھماکوحذف کیااس کی جگہ أماکولائے۔ پھر یکن من شئی کوحذف کیااوراس کی جگہ فعل شرط کامعمول یوم الجمعةکورکھ دیا۔

اب نحویوں میں اختلاف ہوگیاسیبویہ کہتے ہیں کہ فعل شرط کوحذف کرکے اس کے عوض میں اَمَّااور فاجزائیہ کے درمیان اس چیز کا کچھ حصہ لاتے ہیں جو درحقیقت فا کے ماتحت ہے۔ فا کے تحت زیدمنطلق :مبتدا خبرہیں،ان میں سے مبتدا کواَمَّا کے بعد لے آتے ہیں اورمبرد کہتے ہیں کہ عوض میں لایاہواجزفا کا ماتحت نہیں بلکہ فعل محذوف (فعل شرط) کامعمول ہوتاہے جیسے مثال بالا میں یوم الجمعةفعل شرط کامعمول ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اَمَّا کے دوسرے استعمال کو بیان کرنا ہے۔اوروہ یہ ہے:

امایوم الجمعةفزیدمنطلق۔اس کی اصل عبارت مھمایکن من شئی یوم الجمعةفزید منطلق ہےپس مھماکوحذف کیااس کی جگہ اَمَّالائے پھریکن من شئی کوحذف کیااوراس کی جگہ فعل شرط کے معمول یوم الجمعةکورکھ دیا۔

سوال: اس دوسرے استعمال میں کوئی اختلاف ہے؟

جواب: ہاں!امام سیبویہ اورامام مبرد کااختلاف ہے۔امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ فعل شرط کوحذف کرکے اس کے عوض میں اَمَّا اورفا جزائیہ کےدرمیان اس چیز کا حصہ لاتے ہیں جودرحقیقت فا کے تحت ہے اورمذکورہ مثال میں فا کے ماتحت زید منطلق مبتدا خبرہیں ان میں سے مبتداکو اَمَّا کے بعد لے آتے ہیں۔اور امام مبرد کے نزدیک عوض میں لایاہوا جزفاکے ماتحت نہیں ہوتا بلکہ فعل محذوف (فعل شرط) کامعمول ہوتاہے جیسے مثال بالا میں یوم الجمعةفعل شرط کامعمول ہے۔

وَقِيلَ إِنْ كَانَ جَائِزُ التَّقْدِيمِ فَمِنَ الْأَوَّلِ وَإِلَّا فَمِنَ الثَّانِي

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کو (فاء جزائیہ کے مابعد پر) مقدم کرنا جائز ہو تو وہ پہلی قسم کے قبیل سے ہوگا، ورنہ تو وہ دوسری قسم کے قبیل سے ہوگا۔

مختصر تشریح

امام مازنی کہتے ہیں کہ اگر فا کے مابعد والے جز کی تقدیم کے لئے فا جزائیہ کے علاوہ کوئی چیز مانع نہ ہو تو سیبویہ کی بات ٹھیک ہے اسی کو مقدم کریں گے اور اگر وہ جز جائز التقدیم نہ ہو اور فا جزائیہ کے علاوہ اور بھی کوئی چیز مانع تقدیم ہو تو پھر مبرد کی رائے صحیح ہے کہ فعل محذوف کو درمیان میں لائیں گے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد امام مازنی کے قول کو بیان کرنا ہے۔

سوال: امام مازنی کیا فرماتے ہیں؟

جواب: امام مازنی فرماتے ہیں کہ اگر فا کے بعد والے جز کی تقدیم کے لئے فا جزائیہ کے علاوہ کی کوئی چیز مانع نہ ہو تو سیبویہ کی بات ٹھیک ہے اسی کو مقدم کریں گے۔ اور اگر فا جزائیہ کے علاوہ اور بھی کوئی چیز مانع تقدیم ہو تو پھر مبرد کی بات ٹھیک ہے کہ فعل محذوف کو درمیان میں لائیں گے۔

سوال: مطلقاً کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلقاً کا مطلب دونوں جگہ یہ ہے کہ خواہ فا جزائیہ کے علاوہ کوئی اور چیز مانع تقدیم ہو یا نہ ہو۔

حرف ردع کا بیان

حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وَقَدْ جَاءَ بِمَعْنٰى حَقًّا ۔

ترجمہ: حرف ردع کلا ہے اور یہ حقا (یقیناً) کے معنی میں بھی آتا ہے۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے حرف ردع ہے۔ یہ وہ حرف ہے جس کے ذریعہ کسی کو جھڑکنا ہوتا ہے یہ صرف ایک حرف کلّا ہے جیسے کلا سوف تعلمون ہر گز نہیں! عنقریب جان لوں گے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے حرف ردع کو بیان کرنا ہے۔ اور وہ ایک حرف کلا ہے۔

سوال: حرف ردع کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حرف ردع وہ حروف ہے جس کے ذریعہ کسی کو جھڑکا جائے۔ جیسے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا۔

مختصر تشریح

کلا کبھی حقا کے معنی (جملہ کے مضمون کو ثابت کرنے کے لئے) میں بھی آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی بالتحقیق انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کلا کبھی حقا کے معنی میں ہوتا

ہے گویا مضمون جملہ کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی (بالتحقیق انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے)

فائدہ: کلا چار طرح مستعمل ہے۔

(۱) خبر کے بعد جیسے واما اذا ما ابتلہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن کلا ای لا یتکلم (جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس پر رزق کی تنگی کی جاتی ہے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ میرے رب نے اہانت کی ہے ہرگز نہیں ایسا مت کہو بے شک ایسا معاملہ نہیں ہے)۔
(۲) ردع جھڑکنے کے لئے جیسے کلا سوف تعلمون (ہرگز نہیں عنقریب جان لوں گے)۔ (۳) امر کے بعد جیسے اضرب زید کے جواب میں کلا کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کو ہرگز نہیں ماروں گا۔ (۴) جملہ کے مضمون کو مؤکد کرنے کے لئے کلا ان الانسان لیطغی۔

تائے تانیث ساکنہ کا بیان

تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَانِيْثِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ

ترجمہ: یہ لاحق ہوتی ہے ماضی میں مسند الیہ کی تانیث کے لئے۔

مختصر تشریح

حروف غیر عاملہ میں سے تائے تانیث ساکنہ ہے۔ یہ وہ ساکن ہے جو فعل ماضی کے صیغہ واحد مؤنث غائب کے آخر میں لگتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اس کا فاعل یا نائب فاعل مؤنث آنا چاہئے جیسے ضربت فاطمۃ، ضُرِبتْ فاطمۃُ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد حروف غیر عاملہ میں سے تائے تانیث ساکنہ کو بیان کرنا ہے۔

سوال: تائے تانیث ساکنہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: یہ وہ ساکن تاء ہے جو فعل ماضی کے صیغہ واحد مونث غائب کے آخر میں لگتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اس کا فاعل یا نائب فاعل مؤنث آنا چاہئے جیسے ضَرَبَتْ فاطمة ضُرِبتْ فاطمة۔

سوال: تائے تانیث کو ساکنہ کے ساتھ کیوں مقید کیا؟

جواب: کیونکہ تائے تانیث متحرکہ اسم کو مسند الیہ ہونے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔

سوال: فعل ماضی کے ساتھ کیوں مقید کیا؟

جواب: فعل ماضی کو اس لئے لاحق ہوتی ہے کہ ساکنہ خفیف ہے اور فعل ثقیل ہے لہذا خفیف ثقیل کو عطا کر دیا گیا تو ازن کی رعایت میں البتہ تائے تانیث ساکنہ فعل مضارع کو لاحق نہیں ہوتی اس لئے ماضی کی قید لگائی۔

فَاِنْ كَانَ ظَاهِرًا غَيْرَ حَقِيْقِيٍّ فَمُخَيَّرٌ

ترجمہ: پس اگر مسند الیہ اسم ظاہر مونث غیر حقیقی ہو تو (تائے تانیث لانے میں) اختیار ہے۔

مختصر تشریح

اگر مسند الیہ فاعل یا نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے طلعت الشمس طلع الشمس۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے اگر مسند الیہ مؤنث اسم ظاہر غیر حقیقی ہوتو تائے تانیث ساکنہ کے لحوق میں اختیار ہے لاحق کرے یا نہ کرے دونوں طرح صحیح ہے جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

تنبیہ

وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعَيْنِ فَضَعِيْفٌ

ترجمہ: اور بہرحال تثنیہ اور جمع مذکر ومؤنث کی علامت ہو لاحق کرنا تو وہ ضعیف ہے۔

مختصر تشریح

اگر مسند الیہ (فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ وجمع کی علامت لاحق کرنا ضعیف ہے جیسے ضربا الرجلان اور ضربوا الرجال کہنا صحیح نہیں، ایسی صورت میں فعل ہمیشہ واحد آئے گا صرف واحد مؤنث غائب کے صیغہ کے ساتھ تائے تانیث لگانے کی گنجائش ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ جب مسند الیہ (فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ وجمع کی علامت لاحق کرنا ضعیف ہے مثلاً ضربا الرجلان اور ضربوا الرجال کہنا صحیح نہیں۔

سوال: ضعیف کیوں ہے؟

جواب: ضعیف اس لئے ہے کہ تثنیہ اور جمع کی علامت مسند الیہ میں خوب ظاہر ہوتی ہے پس فعل میں تثنیہ اور جمع کی علامت کے لحوق کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہذا اگر فعل

کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامتیں لاحق کی جاتی ہیں تو تعدد فاعل لازم آتا ہے البتہ اسم فعل میں اس کی اجازت ہے جیسے ھاتیا، ھاتوا، تعالیا، تعالوا۔

سوال: اسم فعل میں اس کی اجازت کیوں ہے؟

جواب: کیونکہ یہ علامتیں ضمیر نہیں ہیں بلکہ ایسے حروف ہیں جو شروع امر سے ہی فاعل کے تثنیہ اور جمع مذکر اور مؤنث پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ تائے تانیث ساکنہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسند الیہ مؤنث ہے۔

(۱۶) اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَكَةَ الْآخِرِ، لَالِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ

ترجمہ: وہ نون ساکن ہے جو آخری کی حرکت کے تابع ہو، فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو

مختصر تشریح

تنوین: وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے، جو فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی (اور تنوین کو نون کی صورت میں نہیں لکھتے، بلکہ کلمہ کی آخری حرکت کو دور کردیتے ہیں زیدُنْ، زیدَنْ، زیدِنْ کو زیدٌ، زیداً اور زیدٍ لکھتے ہیں)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد تنوین کو بیان کرنا ہے۔ اور تنوین دراصل مصدر ہے جس کے معنی نون کو داخل کرنا پھر نون ساکن کا ہی نفس تنوین نام رکھ دیا گیا۔

تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کی آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے جو فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی (اور تنوین کو نون کی صورت میں نہیں لکھتے بلکہ کلمہ کی آخری حرکت کو دوہرا کر دیتے ہیں زیدُن، زیدَن، کو زیدٌ، زیداً لکھتے ہیں)۔

پس تنوین نون ساکن ہوتا ہے اصل کے اعتبار سے پس اگر اس پر کوئی حرکت آتی

ہے تو وہ کسی عارض کی وجہ سے ہوگی لہذا وہ حد تنوین سے خارج نہ ہوگی، اور وہ کلمہ کے آخر کی حرکت کے تابع ہوگی جو فعل کے تاکید کے واسطے نہیں ہوگی گویا لالتاکید الفعل کی قید سے نون خفیفہ کو خارج کر دیا جو فعل کے آخر میں فعل کی تاکید کے واسطے لاحق ہوا کرتی۔

وَهُوَ لِلتَّمَكُّنِ، وَالتَّنْكِيْرِ، وَالْعِوَضِ، وَالْمُقَابَلَةِ، وَالتَّرَنُّمِ

ترجمہ: اور وہ (تنوین) تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ اور ترنم کے لئے ہوتی ہے۔

مختصر تشریح

تنوین کی پانچ صورتیں ہیں: تنوین تمکن، تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ اور تنوین ترنم۔

(۱) تنوین تمکن: وہ تنوین ہے جو اسم متمکن یعنی اسم منصرف کے آخر میں آتی ہے، جو لفظ کے منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے زیدٌ، کتابٌ، رجلٌ وغیرہ کی تنوین۔

(۲) تنوین تنکیر: جو کسی اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے صہٍ (کسی وقت خاموش ہو) یہ نکرہ ہے اور صَهْ معرفہ ہے اور جزم پر مبنی ہے جس کے معنی ہیں ابھی خاموش ہو۔

(۳) تنوین عوض: جو مضاف پر مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے، جیسے حینئذ، یومئذ دونوں کا مضاف الیہ کان کذا محذوف ہے، اس کے عوض ذال پر تنوین آئی ہے۔

(۴) تنوین مقابلہ: وہ تنوین ہے جو مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے جیسے مسلمات یہ تنوین جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں ہے۔

(۵) تنوین ترنم: وہ تنوین ہے جو شعر کے آخر میں یا مصرعہ کے آخر میں آواز میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔ جیسے:

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلُ! والعِتَابَنْ　　وقُوْلِی اِنْ اَصَبْتُ: لَقَدْ اَصَابَنْ

اے ملامت کرنے والی عاذلہ! ملامت اور عتاب کم کر اور کہہ تو اگر میں نے درست کام کیا ہے کہ درست کام کیا اس نے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: تنوین کی پانچ قسموں کو بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہیں: (۱) تنوین تمکن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم۔

تنوین تمکن: وہ تنوین ہے جو اسم متمکن (اسم منصرف) کے آخر میں آتی ہے جو لفظ کے منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے زید، کتاب، رجل، وغیرہ۔

تنوین تنکیر: جو کسی اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے صہ (کسی وقت خاموش ہو) یہ نکرہ ہے اور صہْ معرفہ ہے اور جزم پر مبنی ہے جس کے معنی میں ابھی خاموش ہو۔

تنوین عوض: وہ تنوین ہے جو مضاف پر مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے جیسے حینئذ ،یو مئذ دونوں کا مضاف الیہ کان کذا محذوف ہے اس کے بدل ذال پر تنوین آئی ہے۔

تنوین مقابلہ: وہ تنوین ہے جو مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے جیسے مسلمات یہ تنوین جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں ہے۔

تنوین ترنم: یہ وہ تنوین ہے جو شعر کے آخر میں یا مصرعہ کے آخر میں آواز میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے لائی جاتی ہے جیسے شعر

اقلي اللوم عاذل والعتابن   وقولي ان اصبت لقد اصابن

(اے ملامت کرنے والی عاذلہ عتاب کم کر اور کہہ تو اگر میں نے درست کام کیا ہے کہ درست کا کیا میں نے) اس شعر میں اصابن فعل اشارہ کیا کہ اس میں تنوین کا استعمال فعل کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور اسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔اور

سلام علی خیر الخلائق شافع   سلام علی خیر الانام یشفعُنْ

(سلامتی ہو مخلوقات کے سب سے بہتر شخص پر وہ سفارش فرمانے والے ہیں، سلامتی ہو مخلوق کے سب سے بہتر شخص پر ان کی سفارش قبول کی جائے گی)۔

یا اخي في العلم جاهدن ابداً   فازني مطلوبه من اجتهد

اے میرے بھائی علم حاصل کرنے میں ہمیشہ محنت کر وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا جس نے محنت کی۔

فائدہ: من، لدن، لم یکن کے آخر میں جو نون ساکن ہیں وہ کلمہ کا جز ہیں اس لئے اس نون پر تنوین کی تعریف صادق نہیں ہے۔

تنوین کی ایک قسم تنوین غالی ہے، یہ وہ تنوین ہے جس کو شاعر شعر میں پیش کرتا ہے اور اس کو تنوین غالی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے بیت سے حد تجاوز کر جاتی ہے۔

سوال: تنوین کی تعریف میں مصنفؒ نے نون ساکنہ تتبع حرکۃ آخر الاسم کیوں نہیں لکھا؟

جواب: اگر مصنفؒ اس طرح لکھتے تو تنوین کی تعریف تنوین ترنم پر صادق نہیں آتی

سوال: تنوین کی تعریف مانع نہیں کیونکہ یا رجل انطلق میں جو نون ہے اس پر صادق ہے اس لئے کہ وہ نون رجل کے آخری حرف کی حرکت کے بعد ہے؟

جواب: یہ مانا کہ وہ نون رجل کے آخری حرکت کے بعد ہے لیکن وہ نون رجل کے آخری حرف کی حرکت کے تابع نہیں ہے کیونکہ تابع صفت ہوتا ہے۔

قاعدہ

وَيُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ آخَرَ

ترجمہ: اور کبھی تنوین حذف کر دی جاتی ہے علم سے درآنحالیکہ اس کی صفت لائی گئی ہو ابن کے ساتھ، درآنحالیکہ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔

مختصر تشریح

قاعدہ: وہ علم (نام) جس کی صفت ابن یا ابنۃ آئے اور وہ ابن / ابنۃ دوسرے علم (نام) کی طرف مضاف ہو تو موصوف پر سے تنوین کو تخفیف کے لئے حذف کر دیتے ہیں جیسے

جاءنی زیدُبنُ عمرَ (اور اگر موصوف علم نہ ہو یا ابن دوسرے علم کی طرف مضاف نہ ہو تو تنوین محذوف نہ ہوگی جیسے جاءنی رجلٌ ابن زید، و جاءنی زیدٌ ابن عالم)۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے: وہ علم (نام) جس کی صفت ابن یا ابنۃ آئے اور وہ ابن یا ابنۃ دوسرے علم (نام) کی طرف مضاف ہو تو موصوف پر سے تنوین کو تخفیف کے لئے حذف کر دیتے ہیں جیسے جاءنی زیدُبنُ عمروٍ۔

کیونکہ اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے جو تخفیف کو چاہتا ہے۔اگر موصوف علم نہ ہو یا ابن دوسرے علم کی طرف مضاف نہ ہو تو تنوین محذوف نہ ہوگی ۔کیونکہ اس کا استعمال کثرت سے نہیں ہوتا اس لئے وہ تخفیف کو نہیں چاہتا۔

فائدہ: ابن کے ہمزہ کو حذف کرنے کا قاعدہ: علمین، متناسلین فی سطر واحد ہے۔

علمین سے مراد دونوں علم ہوں۔متناسلین سے مراد دونوں کے مابین نسل کا تعلق ہو۔فی سطر واحد سے مراد ایک ہی سطر میں ہو۔جیسے خالد بن ولید میں خالد اور ولید دونوں علم ہے اور دونوں میں باپ بیٹے کا تعلق ہے نیز ایک ہی سطر میں واقع ہے اس لئے ابن کے ہمزہ کو حذف کیا۔

(۱۷) نُوْنُ التَّاكِيْدِ خَفِيْفَةٌ سَاكِنَةٌ وَمُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ مَعَ غَيْرِ الْاَلِفِ

ترجمہ: خفیفہ ساکن ہوتا ہے، اور مشدد مفتوح ہوتا ہے الف کے علاوہ کے ساتھ۔

مختصر تشریح

نون تاکید: وہ نون ہے جو فعل مضارع کے آخر میں لگتا ہے اور فعل کے معنی میں تاکید

پیدا کرتا ہے جیسے **یفعل**: کرتا ہے یا کرے گا وہ ایک مرد۔ **لیفعلن**: ضرور بالضرور کرے گا وہ ایک مرد۔ نون تاکید لگنے کے بعد مضارع میں سے حال کے معنی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ استقبال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) نون خفیفہ (۲) نون ثقیلہ (مشددہ)۔

نون خفیفہ: ساکن ہوتی ہے وہ جزم پر مبنی ہوتی ہے کیونکہ مبنی میں اصل سکون ہے۔

اور نون ثقیلہ فتحہ پر مبنی ہوتی ہے، مگر تثنیہ کے چار صیغوں میں اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغوں میں جن میں نون فاعلی اور نون تاکید کے درمیان فصل کرنے کے لئے الف آتا ہے اس میں نون مشددہ مکسور ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد نون تاکید کو بیان کرنا ہے۔ اور نون تاکید وہ نون ہے جو فعل مضارع کے آخر میں لگتا ہے اور فعل کے معنی میں تاکید پیدا کرتا ہے جیسے **یفعل** (کرتا ہے یا کرے گا وہ ایک مرد) اور **لیفعلن** (ضرور بالضرور کرے گا وہ ایک مرد) نون تاکید لگنے کے بعد مضارع میں سے حال کے معنی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ استقبال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔

سوال: اس نون کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اس نون کی دو قسمیں ہیں (۱) خفیفہ (۲) ثقیلہ مشددہ۔

سوال: نون خفیفہ کیسی ہوتی ہے؟

جواب: نون خفیفہ ساکن ہوتی ہے وہ جزم پر مبنی ہوتی ہے کیونکہ مبنی میں اصل سکون ہے۔

سوال: نون ثقیلہ کیسی ہوتی ہے؟

جواب: نون ثقیلہ مشدد ہوتی ہے اور نون ثقیلہ فتح پر مبنی ہوتی ہے اس لئے کہ تشدید میں ثقل ہے اور اخف الحرکت فتحہ ہے۔ مگر تثنیہ کے چار صیغوں میں اور جمع مؤنث غائب

وحاضر کے دوصیغوں میں جن میں نون فاعلی اورنون تاکید کے درمیان فصل کرنے کے لئے الف آتا ہے اس میں نون مشددہ مکسور ہوتا ہے۔

سوال: نون ثقیلہ اصل ہے اس کوخفیفہ پرمقدم کرنا چاہئے؟

جواب: نون خفیفہ کوفرع ہونے کے باوجودمقدم کیا کیونکہ وہ خفیف ہے اورثقیلہ کو اصل ہونے کے باوجودموخرکیا کیوں کہ وہ دشوار ہے۔

سوال: نون خفیفہ کا ساکن ہونا اورنون ثقیلہ کا مفتوح ہونا مطلقاً ہے؟

جواب: نہیں؛ بلکہ خفیفہ کا ساکنہ اورثقیلہ کا مفتوح ہونا اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ نون تاکید الف کے ساتھ نہ ہو کیونکہ الف کے ساتھ ہونے کی صورت میں نون تاکید مکسور ہوگا کیونکہ الف زائدہ کے بعد واقع ہونے میں نون تثنیہ کے مشابہ ہوتا ہے اورنون تثنیہ مکسور ہوتا ہے لہذا وہ بھی مکسور ہوگا۔

قاعدہ

تُخْتَصُّ بِالفِعْلِ المُسْتَقْبِلِ فِي الْاَمْرِ ،وَالنَّهْيِ وَالِاسْتِفْهَامِ ،وَالتَّمَنِّيِّ ،وَالْعَرْضِ ،وَالْقَسَمِ ،

ترجمہ: نون تاکید خاص ہے اس فعل مستقبل کے ساتھ جو امر، نہی، استفہام،تمنی، عرض اورقسم میں واقع ہو۔

مختصر تشریح

قاعدہ:نون ثقیلہ وخفیفہ،فعل مستقبل کےساتھ خاص ہیں،وہ فعل ماضی میں نہیں لگتے،مضارع میں لگتے ہیں اورجب مضارع میں یہ نون آتے ہیں تواس میں سے حال کے معنی ختم ہوجاتے ہیں صرف استقبال کے معنی باقی رہتے ہیں اوریہ نون اس فعل مضارع میں بھی لگتے ہیں جوامر، نہی، استفہام،تمنی،عرض اورقسم کے ضمن میں پایا جاتا ہے البتہ فعل مضارع منفی

میں بہت کم لگتا ہے جیسے اِفْعَلْ سے اِفْعَلَنَّ (امر حاضر معروف بانون ثقیلہ) لِتُفْعَلَنّ (امر حاضر مجہول بانون ثقیلہ) اور اِفْعَلَنْ (امر حاضر معروف بانون خفیفہ) اور لِتُفْعَلَنْ (امر حاضر مجہول بانون خفیفہ)۔

نہی کی مثال: لا یفعل سے لا یفعلنّ، لا یُفعلنّ، لا یَفعلنْ، لا یُفعلنْ۔

استفہام کی مثال: یقتل سے ھل یقتلنّ؟ ھل یُقتلنّ؟ ھل یقتلنْ؟ ھل یُقتلنْ؟

تمنی کی مثال: تأکل سے لیتک تأکلنّ، لیتک تو کلنّ، لیتک تأکلنْ، لیتک تؤ کلنْ۔

عرض کی مثال: تنزل سے الا تنزلنّ، الا تُنزلنّ، الا تنزلنْ، الا تُنزلنْ۔

قسم کی مثال: اکل سے و اللہ لا کلنّ، لا و کلنّ، لا کلنْ، لا و کلنْ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ نون تاکید فعل مستقبل کے ساتھ امر و نہی، استفہام اور عرض و قسم میں مخصوص ہوتا ہے۔

مثالیں: امر کی مثال افعل سے افعلنّ (امر حاضر معروف بانون ثقیلہ) لتُفعلن (امر حاضر مجہول بانون ثقیلہ) افعلنْ (امر حاضر معروف بانون خفیفہ) لتُفعلنْ (امر حاضر مجہول بانون خفیفہ)۔

نہی کی مثال: لا یفعل سے لا یفعلنّ، لا یُفعلنّ، لا یَفعلنْ، لا یُفعلنْ۔

استفہام کی مثال: یقتل سے ھل یقتلنّ؟ ھل یُقتلنّ؟ ھل یقتلنْ؟ ھل یُقتلنْ؟

تمنی کی مثال: تأکل سے لیتک تأکلنّ، لیتک تو کلنّ، لیتک تأکلنْ، لیتک تؤ کلنْ۔

عرض کی مثال: تنزل سے الا تنزلنّ، الا تُنزلنّ، الا تنزلنْ، الا تُنزلنْ۔

قسم کی مثال: اکل سے واللہ لا کلنّ، لاو کلنّ، لا کلنْ، لاو کلنْ۔

اور فعل مضارع منفی جیسے لا یفعل میں بہت کم نون لگتے ہیں۔

سوال: نون تاکید فعل مستقبل کے ساتھ امر ونہی، استفہام اور عرض وقسم میں مخصوص کیوں ہوتا ہے؟

جواب: نون تاکید فعل مستقبل کے ساتھ امر ونہی، استفہام اور عرض وقسم میں مخصوص ہوتا ہے کیونکہ نون تاکید طلب کی تاکید کے لئے مستعمل ہے اور طلب کا معنی انہیں اشیاء میں پایا جاتا ہے، فعل ماضی اور فعل مضارع جو حال کے معنی میں ہو طلب سے خالی ہوتے ہیں اس لئے نون نہیں لگتے۔

وَقَلَّتْ فِي النَّفْيِ

ترجمہ: اور نون تاکید نفی میں کم آتا ہے۔

مختصر تشریح

فعل مضارع منفی جیسے لا یفعل میں بہت کم نون لگتے ہیں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ وہ فعل مستقبل جو منفی ہو تو اس میں نون تاکید کم مستعمل ہے۔

سوال: وہ فعل مستقبل جو منفی ہو تو اس میں نون تاکید کم مستعمل کیوں ہے؟

جواب: اس لئے کہ وہ طلب کے معنی سے خالی ہوتا ہے البتہ نون تاکید کی نفی میں اجازت نہی کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے ہے جیسے لا تفعلن کذا

قاعدہ

وَلَزِمَتْ فِيْ مُثْبَتِ الْقَسَمِ

ترجمہ: اورنون تاکید کولانا لازم ہے مثبت جواب قسم میں۔

مختصر تشریح

جواب قسم اگر مثبت ہو تو اس میں نون تاکید کا ہونا لازم ہے جیسے و اللہ لاکلن۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جواب قسم جب مثبت ہو تو نون تاکید لانا لازم ہے جیسے و اللہ لافعلن کذا۔

سوال: جواب قسم جب مثبت ہو تو نون تاکید لانا لازم کیوں ہے؟

جواب: اس لئے کہ جواب قسم محل تاکید ہے لہذا جب اس کلام کو امر منفصل قسم سے مؤکد کیا گیا تو پھر امر متصل (نون تاکید سے) سے اس کی تاکید بدرجہ اولی لائی جائے گی؛ کیونکہ وہ اس کلام سے متصل ہو کر تاکید کرتی ہے۔

وَكَثُرَتْ فِيْ مِثْلِ "اِمَّا تَفْعَلَنَّ

ترجمہ: اورنون تاکید کثرت سے آتا ہے اِمَّا تَفْعَلَنَّ جیسی مثالوں میں۔

مختصر تشریح

اس فعل شرط میں جس کے حرف شرط اِنْ کے بعد تاکید کے لئے ما زائدہ لایا گیا ہو۔

نون تاکید بکثرت آتا ہے جیسے اِمَّا تَفْعَلَنَّ اور فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا: اِمَّا میں اِنْ کا نون ما کی میم میں مدغم ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اِمَّا تَفْعَلَنَّ جیسے میں نون تاکید بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

سوال: اِمَّا تَفْعَلَنَّ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہر ایسی شرط ہے جس کے حرف کی تاکید ما زائدہ سے ہو۔

سوال: اِمَّا تَفْعَلَنَّ جیسے میں نون تاکید بکثرت استعمال کیوں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ جب عرب حروف کی تاکید غیر مقصود ہوتے ہوئے بھی لاتے ہیں تو پھر فعل کی تاکید جو کہ مقصود ہوتی ہے بدرجہ اولی لائی جائے گی تا کہ مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم نہ آئے، اماتفعلنّ اور فاماترینّ من البشر احدا (امّا میں اِن کا نون ما کی میم میں مدغم ہے۔

قاعدہ

وَمَاقَبْلَهَا مَعَ ضَمِيْرِ الْمُذَكَّرِيْنَ مَضْمُوْمٌ

ترجمہ: اور نون تاکید کا ماقبل جمع مذکر غائب وحاضر کی ضمیر (واو) کے ساتھ مضموم ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

نون کا ماقبل دو صیغوں میں مضموم ہوتا ہے: جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جمع مذکر میں چاہے غائب ہو یا حاضر نون تاکید کے ماقبل مضموم ہوگا۔

سوال: جمع مذکر میں چاہے غائب ہو یا حاضر نون تاکید کے ماقبل مضموم کیوں ہوگا؟

جواب: مضموم اس لئے ہوگا تاکہ ضمہ اس واؤ کے حرف پر دلالت کرے جو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرگیا ہے اس کے مسلک کے اعتبار سے جس کے نزدیک التقاء ساکنین علی حدہ میں دونوں ساکنوں کا ایک کلمہ میں ہونا شرط ہے یا ضمہ کے بعد واوَ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے نزدیک جو اجتماع ساکنین علی حدہ میں شرط مذکور کے قائل نہیں

وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ مَكْسُوْرٌ

ترجمہ: اور واحد مؤنث حاضر (کی ضمیر یاء) کے ساتھ مکسور ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

ایک صیغہ واحد مؤنث حاضر میں نون تاکید کا ماقبل مکسور ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ایک صیغہ واحد مؤنث حاضر میں نون تاکید کا ماقبل مکسور ہوتا ہے۔

سوال: واحد مؤنث حاضر میں نون تاکید کا ماقبل مکسور کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ یائے ساکن اپنے ماقبل کسرہ کا تقاضہ کرتی ہے۔

وَفِيْمَا عَدَا ذٰلِكَ مَفْتُوْحٌ

ترجمہ: اور ان کے علاوہ (دیگر صیغوں) میں مفتوح ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

تثنیہ کے چار صیغوں میں اور جمع مؤنث غائب ومؤنث حاضر میں نون کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ باقی صیغوں میں مفتوح ہوتا ہے۔

سوال: باقی صیغوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: باقی صیغوں سے مراد: تثنیہ کے چار صیغیں اور جمع مؤنث غائب اور مؤنث حاضر کے دو صیغیں ہیں۔

سوال: تثنیہ کے چار صیغوں میں نون کا ماقبل مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب: تثنیہ کے چار صیغوں میں اور جمع مؤنث غائب ومؤنث حاضر میں نون کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے چونکہ نون سے پہلے الف ہوتا ہے جو ساکن ہوتا ہے اس لئے الف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔

سوال: جمع مؤنث غائب وحاضر کے دوصیغوں میں نون کا ماقبل مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب: جمع مؤنث غائب وحاضر کے دوصیغوں میں نون کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے اس لئے کہ جمع مؤنث غائب وحاضر کے دوصیغوں میں بھی نون سے پہلے الف ہوتا ہے اس لئے وہاں بھی الف سے پہلے والا حرف مفتوح ہوگا۔

وَتَقُوْلُ فِيْ التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ اِضْرِبَانِّ، وَاِضْرِبْنَانِّ وَلَا تَدْخُلُهُمَا الْخَفِيْفَةُ

ترجمہ: اور آپ کہیں گے تثنیہ اور جمع کے صیغوں میں: اضربان اور اضربنان اور ان دونوں (تثنیہ اور جمع مونث غائب وحاضر) پر نون خفیفہ داخل نہیں ہوتا ہے۔

مختصر تشریح

نون خفیفہ آٹھ صیغوں (واحد مذکر غائب، جمع مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد

مذکر حاضر، جمع مذکر حاضر، واحد مؤنث حاضر، واحد متکلم، جمع متکلم) میں نون خفیفہ لگے گا اور چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مؤنث غائب وحاضر کے) نون خفیفہ نہیں لگتا۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ نون خفیفہ آٹھ صیغوں (واحد مذکر غائب، جمع مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، جمع مذکر حاضر، واحد مؤنث حاضر، واحد متکلم، جمع متکلم) میں نون خفیفہ لگے گا اور چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مونث غائب وحاضر کے) نون خفیفہ نہیں لگتا۔

سوال: ان آٹھ صیغوں میں نون خفیفہ کیوں لگتا ہے؟

جواب: نون خفیفہ اس لئے لگتا ہے کیونکہ ان میں اجتماع ساکنین لازم نہیں آتا۔

سوال: چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مونث غائب وحاضر کے) نون خفیفہ کیوں نہیں لگتا؟

جواب: نون خفیفہ اس لئے نہیں لگتا کیونکہ دو ساکنوں کا جمع ہونا لازم آئے گا۔

خِلَافًا لِيُوْنُس

ترجمہ: برخلاف امام یونس کے۔

مختصر تشریح

امام یونس ان چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مونث غائب وحاضر کے) بھی نون خفیفہ لگتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ یونس نحوی کے نزدیک ان چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مونث غائب و حاضر کے) بھی نون خفیفہ لگتا ہے۔

سوال: یونس نحوی کی دلیل کیا ہے؟

جواب: یونس نحوی کی دلیل یہ ہے کہ التقاء ساکنین علی غیر حدہ (کلمہ کے آخر میں) جائز ہے جیسا کہ وقف میں درست ہے۔

قاعدہ

وَهُمَا فِيْ غَيْرِ هِمَا مَعَ الضَّمِيْرِ الْبَارِزِ كَالْمُنْفَصِلِ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَكَالْمُتَّصِلِ

ترجمہ: اور دونوں (نون تاکید ثقیلہ خفیفہ) تثنیہ وجمع مؤنث کے علاوہ (دیگر صیغوں) میں ضمیر بارز کے ساتھ لفظ منفصل کے مانند ہیں۔ پس اگر ضمیر بارز نہ ہو، تو وہ لفظ متصل کے مانند ہیں۔

مختصر تشریح

اگر فعل معتل الآخر (اس کے آخر میں حرف علت ہو) ہو جیسے یرمی، یغزو تو تثنیہ کے چار صیغوں اور جمع مؤنث غائب وحاضر کے دو صیغوں کا حال تو صحیح جیسا ہوتا ہے اور ان دو کے علاوہ میں جب ان کے ساتھ ضمیر بارز (واؤ جمع مذکر غائب وحاضر اور یا واحد مؤنث حاضر) متصل ہو تو کلمہ منفصل جیسا ہو جاتا ہے پس جس طرح فعل معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق ہوتے وقت کبھی واؤ اور یاء حذف ہو جاتے ہیں اور کبھی ان پر ضمہ یا کسرہ آتا ہے اسی طرح جب نون تاکید لاحق ہوتا ہے تو کہیں واؤ اور یاء گر جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ اور کسرہ آتا ہے۔

اور جب ضمیر بارز متصل نہ ہو بلکہ ضمیر مستتر ہو تو اس وقت نون تاکید کلمہ متصلہ جیسا ہوتا ہے اور کلمہ متصلہ سے مراد تثنیہ کا الف ہے پس جس طرح معتل کے آخر میں الف تثنیہ لاحق

ہونے سے واؤ اور یاء کو مفتوح ذکر کرتے ہیں اسی طرح حذف شدہ واؤ اور یاء کو لوٹائیں گے اور اس کو فتحہ دیں گے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو کرنا ہے کہ اگر فعل معتل الآخر (اس کے آخر میں حرف علت ہو) ہو جیسے یرمی، یغزو تو تثنیہ کے چار صیغوں اور جمع مؤنث غائب وحاضر کے دو صیغوں کا حال تو صحیح جیسا ہوتا ہے اور ان دو کے علاوہ میں جب ان کے ساتھ ضمیر بارز (واؤ جمع مذکر غائب وحاضر اور یا واحد مؤنث حاضر) متصل ہو تو کلمہ منفصل جیسا ہو جاتا ہے پس جس طرح فعل معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق ہوتے وقت کبھی واؤ اور یاء حذف ہو جاتے ہیں اور کبھی ان پر ضمہ یا کسرہ آتا ہے اسی طرح جب نون تاکید لاحق ہوتا ہے تو کہیں واؤ اور یاء گر جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ اور کسرہ آتا ہے۔

اور جب ضمیر بارز متصل نہ ہو بلکہ ضمیر مستتر ہو تو اس وقت نون تاکید کلمہ متصلہ جیسا ہوتا ہے اور کلمہ متصلہ سے مراد تثنیہ کا الف ہے پس جس طرح معتل کے آخر میں الف تثنیہ لاحق ہونے سے واؤ اور یاء کو مفتوح ذکر کرتے ہیں اسی طرح حذف شدہ واؤ اور یاء کو لوٹائیں گے اور اس کو فتحہ دیں گے۔

وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ هَلْ تَرَيَنَّ، وَتَرَوُنَّ، وَتَرَيِنَّ، وَاُغْزُوَنَّ، وَاُغْزُنَّ، وَاُغْزِنَّ،

ترجمہ: اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: هل ترين، ترون، ترين، اغزون، اغزن، اغزن۔

مختصر تشریح

امثلہ کی تفصیل وضاحت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد مذکورہ قاعدہ کی امثلہ کو بیان کرنا ہے چنانچہ (۱) هل تری؟ میں جب نون لگائیں گے تو کہیں گے هل تریَنّ؟ جیسے تثنیہ میں کہیں گے هل تریانّ۔ کیونکہ تریٰ میں ضمیر مستتر ہے پس نون تاکید کلمہ متصلہ (الف تثنیہ) کی طرح ہوگی۔

(۲) هل ترون؟ میں جب نون لگائیں گے کو کہیں گے هل ترُونّ؟ نون جمع کو ساقط کردیں گے۔ اور اس کی جگہ نون تاکید لے آئیں گے اور واؤ کو ضمہ دیں گے۔ کیونکہ اس میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا چنانچہ ضمیر بارز کو نون کی وجہ سے ضمہ دیا گیا ہے۔

(۳) هل تَرَیْنَ؟ میں کہیں گے هل ترینّ یاء کو باقی رکھیں گے اور اسکو کسرہ دیں گے۔ کیونکہ اس میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اس لئے نون کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا ہے۔

اور تین مثالیں ایسی ہیں جن پر هل داخل نہیں ہوا۔

(۱) اغز میں کہیں گے اغزُوَنّ اس میں ضمیر مستتر ہے، اس لئے وہ کلمہ متصلہ کی طرح ہے، پس جس طرح تثنیہ میں واو محذوف کو لوٹا کر اغزوا کہتے ہیں، اسی طرح یہاں واو محذوف کو لوٹا کر اغزُوَنّ کہیں گے۔

(۲) اغزوا: میں کہیں گے اغزُنّ۔ واو کو حذف کردیں گے اور اس کے ماقبل کا ضمہ باقی رکھیں گے، تاکہ واو پر دلالت کرے۔ اس میں ضمیر بارز متصل ہے، اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے۔

(۳) اغزِی: میں کہیں گے اغزِنّ یاء کو حذف کردیں گے، اس کے ماقبل کسرہ باقی رکھیں گے کیونکہ اس میں بھی بارز متصل ہے جس کی وجہ سے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے۔

قاعدہ

وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ

ترجمہ: اورنون خفیفہ حذف کردیا جاتا ہے ساکن حرف کے (اس کے ساتھ ملنے کے)وقت۔

مختصر تشریح

نون خفیفہ کے بعدکوئی ساکن آئے تونون خفیفہ بوجہ التقائے ساکنین گرجاتا ہے۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصدکیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصدایک اصول کوبیان کرناہے۔اور وہ یہ ہے کہ نون خفیفہ کے بعدکوئی ساکن آئے تونون خفیفہ التقاءساکنین کی وجہ سے گرجاتا ہے جیسے اضربن القوم سے اتصال کے وقت حذف ہوکر اضرب القوم ہوجائے گا؛البتہ نون خفیفہ کاحکم باقی رہے گا اسی طرح شاعرکہتا ہے

لاتُهِينَ الفقيرَ علّک انْ تَرْ کَعَ يوماوالدهرُ قدرَفعَهٗ

(ہرگزفقیرکوذلیل مت کرہوسکتا ہے کہ توکسی دن اپنے مرتبہ سے گرجائے اورزمانہ اس فقیرکوبلندمرتبہ کردے)اس میں لاتهِينَ دراصل لاتهينَنْ تھا آگے الفقير کالام ساکن آیا تونون خفیفہ کوگرادیا۔

فِي الْوَقْفِ،فَيُرَدُّمَا حُذِفَ

ترجمہ: پس (وقف کی صورت میں) وہ حرف لوٹایاجائے گا جو (نون خفیفہ کی وجہ سے)حالت وقف میں حذف کیا گیا تھا۔

مختصر تشریح

قاعدہ: نون خفیفہ حالت وقف میں بھی گر جاتا ہے۔ اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے لاحق ہونے کے سبب سے حذف کیا تھا لوٹ آتا ہے جیسے اُغْزُنْ پر وقف کیا جائے تو کہا جائے گا اُغْزُوا اور اُغْزِنْ سے اُغْزِیْ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب اس کلمہ کے لام کلمہ پر وقف کرنا ہو کہ جس کو نون خفیفہ لاحق ہوئی ہے نون خفیفہ حذف ہوجائے گا اور نون خفیفہ کے لاحق ہونے سے جو حرف علت حذف ہوا ہے وہ اجتماع ساکنین کے دور ہوجانے کی وجہ سے واپس آجائے گا بشرطیکہ نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح نہ ہو جیسے اُغْزُنْ پر وقف کیا جائے تو اُغْزُوا۔ اور اغْزِنْ پر وقف کیا جائے تو اُغْزِیْ آئے گا۔

وَالْمَفْتُوحُ مَاقَبْلَهَا تُقْلَبُ اَلِفًا فَقَطْ۔

ترجمہ: اور وہ نون خفیفہ جس کا ماقبل مفتوح ہو، اس کو الف سے بدلا جائے گا۔

مختصر تشریح

قاعدہ: نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو تو اس کو حالت وقف میں الف سے بدل دیں گے کیونکہ نون کو تنوین سے مشابہت ہے اور تنوین حالت وقف میں الف سے بدل جاتی ہے پس نون خفیفہ بھی بدل جائے گا جیسے اِضْرِبَنْ میں حالت وقف میں کہیں گے اِضْرِبَا تنوین کی طرح نون الف سے بدل جائے گا۔

تنوین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس کے ماقبل فتحہ ہو تو وہ الف سے بدل جاتی ہے جیسے اَصَبْتُ خیراً میں حالت وقف میں کہیں گے: اَصَبْتُ خیرا۔

اگرتنوین سے پہلے ضمہ یا کسرہ ہوتو وہ حالت وقف میں گرجاتی ہے جیسے اصابنی خیرٌ میں بحالت وقف کہیں گے:اصابنی خیرُ یااصابنی خیرْ اور اختِمْ لی بِخیرٍ میں حالت وقف میں کہیں گے:اختمْ لِیْ بِخَیْرْ اختم لی بخیرِ۔

وضاحت

سوال: مصنف کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مصنف کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اگر نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہوتو حالت وقف میں نون، الف سے بدل جاتا ہے۔

سوال: اگر نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہوتو حالت وقف میں نون ،الف سے کیوں بدل جاتا ہے؟

جواب: نون، الف سے بدل جاتا ہے تنوین پر قیاس کرتے ہوئے کہ جس طرح وہ حرف جس پر تنوین مفتوح ہو حالت وقف میں الف سے بدل جاتا ہے اسی طرح نون خفیفہ ماقبل فتحہ ہونے کی صورت میں حالت وقف میں الف سے بدل جائے گا پس اضربن وقف میں اضربا ہوجائے گا۔

فائدہ:تنوین کا قاعدہ ہے کہ اگرکسی کے ماقبل فتحہ ہوتو وہ الف سے بدل جاتی ہے جیسے اصبتُ خیراً میں حالت وقف میں کہیں گے اصبت خیرَا اوراگرتنوین سے پہلے ضمہ یا کسرہ ہوتو وہ حالت وقف میں گرجاتی ہے جیسے اصابنی خیرٌ میں بحالت وقف کہیں گے اصابنی خیرْ / خیرُ اوراختم لی بخیرٍ میں حالت وقف میں کہیں گے اختم لی بخیرْ، بخیرِ۔

اللھم تقبلہ منی بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

یہ کتاب پوری ہوئی، فضل سے تیرے، اے خدا!
فیض اس کا عام کردے، فضل سے اپنے، اے خدا!